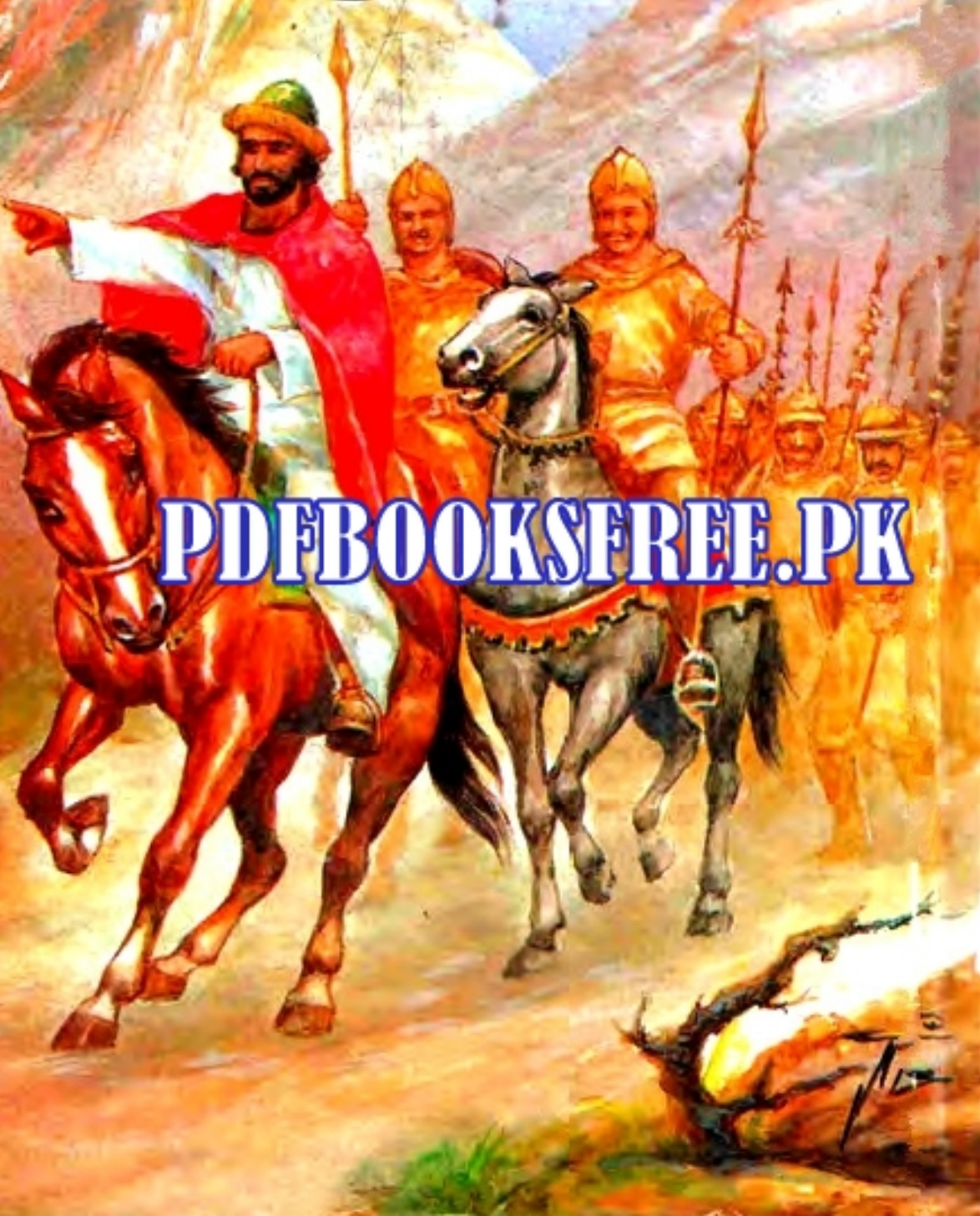


علاء الدین خوارزم شاہ

اسلم راہی ہے



پیش لفظ

علاء الدین خوارزم شاہ ایک باجروت اور جلیل المرتبت حکمران تھا۔ اپنے عروج کے دور میں اس کی سلطنت ترکستان کے مرغزاروں سے سندھ کے خشک ریگستانوں تک پھیلی ہوئی تھی جس کی سطوت، جس کے جاہ و جلال سے بڑے بڑے حکمران لرزہ بر اندام رہتے تھے۔

اس کا مرکزی شہر خوارزم علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ شہرہ آفاق جغرافیہ دان یا قوتی لکھتا ہے کہ اتنا عظیم، خوبصورت اور دولت مند شہر اس نے کہیں نہیں دیکھا۔

اس ناول میں جہاں علاؤ الدین خوارزم شاہ متحرک دکھائی دے گا، وہاں غیر مسلم ترکوں کا بادشاہ گور خاں اور تاتاریوں کا بادشاہ کشلی خان بھی ساز باز کرتے دکھائی دیں گے۔ علاؤ الدین نے جہاں گور خاں کو نیچا دکھایا، وہاں تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کو بھی بدترین شکست دی۔

اس داستان میں گور خان کی حسین بیٹیاں مسلمانوں کے خلاف لڑتی اور گرفتار ہوتی بھی دکھائی دیں گی۔

مجموعی طور پر یہ ناول علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے آباء اجداد کی تاریخ کا احاطہ کرتا ہے۔ امید ہے آپ کی پسند کا باعث ہوگا۔



ترشیز شہر کی بیرونی فسیل پر جنگ اپنے عروج پر آگئی تھی۔
 حملہ آور بار بار رسوں کی سیڑھیاں پھینکتے ہوئے فسیل پر چڑھنے کی کوشش کر رہے
 تھے۔ جب کہ شہر کا دفاع کرنے والے اوپر سے تیروں کی بارش کرنے کے ساتھ
 ساتھ تلواریں برساتے ہوئے چڑھنے والوں کی کوشش کو ناکام بنانے کی ٹنگ و دو کر
 رہے تھے۔

لیکن آخر کار حملہ آور رسوں کی سیڑھیوں کے ذریعے فسیل پر چڑھنے میں کامیاب
 ہو گئے تھے۔ حملہ آوروں کا سالار قریب ہی نیچے چلا چلا کر اپنے لشکریوں کی حوصلہ
 افزائی کر رہا تھا۔ جبکہ شہر کا دفاع کرنے والوں کا سالار بھی اپنی پوری طاقت اور قوت
 سے چلانے ہوئے حملہ آوروں کو پیچھے دھکیل دینے کے لئے اپنے لشکریوں کو اکسار رہا
 تھا۔

حملہ آور، خوارزم کی سلطنت کا ولی عہد قطب الدین تھا۔ وہی قطب الدین جو بعد
 میں تاریخ کے اوراق میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کے نام سے سلطان ہوا تھا..... اور
 ترشیز شہر حسن بن صباح کے فدائیوں کا مسکن تھا۔ جو ایک مضبوط اور مستحکم حصار خیال کیا
 جاتا تھا۔ انہوں نے کیونکہ خوارزم شاہی مفاد کو نقصان پہنچایا تھا لہذا خوارزم کا ولی عہد
 قطب الدین ان پر حملہ آور ہوا تھا۔

حملہ آور دہشت و غارت میں آگ بن کر جھلساتے شعلوں اور رگوں میں خوف طاری
 کر دینے والی خونی حدوتوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ جبکہ شہر کا دفاع کرنے والے
 فدائی بھی سناٹوں کی گونج میں عذاب رتوں کے گرم لمحوں اور دقت کے ماتھے پر چھاتی
 قیامت کی ہولناک شب کی طرح اپنا دفاع کرنے کے ساتھ ساتھ جارحیت پر بھی

اترے ہوئے تھے۔

دونوں قوتوں کے ٹکرانے سے لگتا تھا جیسے دونوں نے ایک دوسرے کے خون کی بو سونگ لی ہو..... اسی بناء پر دونوں طرف کے لشکری ایک دوسرے پر دشت کے رازدوں کے نئے اسلوب اور سفاک رتوں میں موت کے تلاشیوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔ دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے فسیل کے اوپر موت کی ظلتوں کا ظلم فسون اور سیال آگ کی صورت قضا کا کھیل بکھر گیا تھا۔

دونوں طرف کے لشکری جنگل میں دھاتی ہواؤں کی طرح نعرے بلند کرتے ہوئے اپنے وقار اور استقامت اور اپنی شجاعت اور دلیری کا ثبوت دیتے ہوئے ایک دوسرے پر حملہ آور ہو کر اپنی کامیابی اور کامرانی کو آخری شکل دینے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

خوارزم شاہ کا لشکر اب رسوں کی بڑھیوں کے ذریعے تیز شہر کی فسیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو چکا تھا اور فسیل کے دونوں سمت انہوں نے دفاع کرنے والوں کے خلاف موت کا قفس شروع کر دیا تھا۔

اچانک اس نے دیکھا اس کے وہ لشکری جن کے پاس اس کا علم تھا جسے شہر کی فسیل کے دروازے پر نصب کیا جانا تھا، وہ فسیل کے اوپر مار دھاڑ کرتے ہوئے فسیل کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھے تھے۔

جس جوان نے پرچم اٹھایا ہوا تھا اس کے ارد گرد بھی کچھ محافظ تھے۔ ایک نوجوان اس سے آگے تھا جس نے اپنی ذمہ کے اوپر بھیڑ کی بوسیدہ پوشین پہن رکھی تھی۔ جس پر کئی بیوند لگے ہوئے تھے۔ سر پر بوسیدہ، میلہ سا ایک خود تھا۔ تاہم اس کے حملہ آور ہونے کا اندازہ اس کا اس کا جوش و جذبہ جان تھا۔

جس وقت وہ علم بردار محافظوں کے ساتھ شہر کی فسیل کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھا، تب سامنے کی طرف سے شہر کے محافظوں کا ایک ریلہ آیا..... شہر کی فسیل کیونکہ اتنی چوڑی نہ تھی لہذا ایک وقت کئی لشکری حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ راہ روکنے والوں میں سے جب دو جوان آگے بڑھے تب خوارزم شاہی لشکر کا وہ نوجوان جو بیوند لگی ہوئی پوشین پہنے ہوئے تھے، چڑھے دریا کی موجوں میں قضا کے زہر کی طرح حرکت میں آیا اور دشمن کے جو لشکری اس کی راہ روکنے کے لئے آئے تھے ان پر اس

نے ایسے انداز میں حملہ کیا کہ پلک جھپکتے میں اس نے دونوں کا صفایا کر رکھ دیا۔ اس کے بعد بیوند لگی پوشین والا وہ نوجوان بھر پور جان فروشی اور صاعقہ بدوش شدتوں کی طرح آگے بڑھا تھا۔

اس کی یہ جرأت مندی، اس کی یہ بے مثال شجاعت دیکھتے ہوئے خوارزم شاہی سلطنت کا ولی عہد قطب الدین اسے بلند آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
”تیری جرأت مندی، تیری شجاعت کو صد سلام..... اگر ٹو غلام ہے تو آج سے ٹو آزاد ہوا۔“

بوسیدہ پوشین والا وہ نوجوان اپنے ساتھیوں کے آگے آگے زمین کے پیچھے اڑتا اڑتا طوفانوں اور زمین کے بدن پر چڑھ چلا تے گبولوں کی طرح آہستہ آہستہ شہر پناہ کے دروازے کے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔

ایک موقع پر سامنے کی طرف سے پھر دشمن کے کچھ لشکری نمودار ہوئے۔ دوبارہ وہ بے مثال مجاہد اقدام کہنے کے رازداروں اور قدیم اساطیری دیوتاؤں کی طرح ان پر حملہ آور ہوا اور راہ روکنے والوں کو اس نے خون میں نہلا کر رکھ دیا تھا۔

اس کی یہ جرأت مندی، اس کی یہ شجاعت اور استقلال دیکھتے ہوئے خوارزم شاہی سلطنت کے گھوڑے پر سوار ولی عہد نے اپنی تلووار قضا میں بلندی کی ایک بار پھر کوئی آواز میں وہ بول پڑا تھا۔

”میں تجھے اپنے لشکر کے ایک حصے کا سالار اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔“

وہ نوجوان اب پھرتے طوفانوں کی طرح آگے بڑھ رہا تھا۔ کئی مواقع پر سامنے کی طرف سے دشمن کے لشکریوں اور فدائیوں نے اس کی راہ روکنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ برقی کوسہار اور شعلہ نگاہ نوجوان اپنی جیش قدی جاری رکھے ہوئے تھا۔ یہاں تک کہ ولی عہد قطب الدین نے پھر اسے پکار کر کہا۔

”اگر ٹو نے خوارزم شاہی سلطنت کا علم شہر کی فسیل کے دروازے کے اوپر نصب کر دیا تو میں تجھے وہ انعام دوں گا کہ ٹو خوش ہو جائے گا۔“

وہ نوجوان خبر نہیں، ولی عہد قطب الدین کی یہ آواز سن رہا تھا یا نہیں، تاہم شہر کی فسیل کے دروازے کی طرف اس نے اپنی جیش قدی جاری رکھی ہوئی تھی۔
تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس نے اپنے پیچھے جس نوجوان نے علم اٹھایا ہوا تھا، اس

نے اس موقع پر دیوار کے برجوں اور دیوار کے خفیہ مقامات پر رہتے ہوئے تیر اندازی کرنے کی کوشش کی تاکہ خوارزم شاہی لشکر کو فسیل سے باہر نکال دیں۔ لیکن جب خوارزمیوں نے جوائی تیر اندازی کی تو دوسری شہر پناہ کے محفلوں کی اکثریت کو انہوں نے تیروں سے چھلنی کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

اتنی دیر تک خوارزم شاہی سالار اس نوجوان کو اٹھا کر فسیل سے نیچے لے آئے تھے جس نے شہر پناہ کے اوپر علم نصب کیا تھا۔ خود ہی عہد قطب الدین بڑی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ اس نے دیکھا وہ ایک دراز قد، کوئل قسم کا نوجوان تھا، بری طرح زخمی تھا۔ بے سادہ سا تھا۔

دلی عہد قطب الدین جب اس کے پاس گیا تب جھکے جھکے امداد میں اس نوجوان نے قطب الدین کی طرف دیکھا پھر بڑی مشکل سے سلام کرنے کے امداد میں اپنا ہاتھ جب وہ پیشانی کی طرف لے جانے لگا تب قطب الدین نے بڑی تیزی سے اس کا وہ ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لپٹے ہوئے اس کے خون آلود ہاتھ کو ایک طویل بوسہ دیا، پھر بڑی نرمی اور بڑی شفقت سے اسے مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میں ٹھہرے وقت کے جلال میں آتش لاوے جیسی تیری جرأت مندی، اور اک کی پٹائیوں میں گرم ہواؤں جیسی تیری شجاعت، وقت کے دھندلکوں میں کف اُڑانی موجوں جیسی تیری دلیری اور سمندر کے خفیلے رقص جیسے تیرے تہور کو سلام کرتا ہوں۔ میں قطب الدین فبار راہ کو کھنکاش کرتے تیرے خلوص، بیداری کے شعور جیسی تیری جانثاری، ڈرے کو صحرای کی وسعت، شبنم کو ساگر دریا میں تبدیل کرنی تیری فداکاری اور لوح و قلم کے سرور میں تیری جان فروشی کو سلام پیش کرتا ہوں۔ میرے عزیز! تجھ جیسے جوان ہی جراتوں کے غیر تاباں بن کر ملت کے دشمنوں کے لئے وقت کا احتساب بن جاتے ہیں۔ تجھ جیسے نوجوان ہی وحشت کی پت جھڑ میں کامیابیوں کے راستے استوار کرتے ہیں۔ میں ایک بار پھر تیرے خلوص، تیری عظمت کو سلام پیش کرتا ہوں۔“

اس موقع پر اس نوجوان نے کچھ بولنا چاہا لیکن دلی عہد قطب الدین نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا، پھر بڑی محبت سے کہنے لگا۔

”تمہیں میرے ان الفاظ کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے..... جو کچھ تم کہنا

سے خوارزم شاہی علم لے لیا۔ ایک بار پھر وہ سامنے کی طرف سے آنے والوں سے فضا کی تیغ کو برہم اور فاقہ کشوں کی اندھی گرگشتی کی طرح ٹکرایا اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر وہ بوسیدہ اور بیونگلی پوٹین کا نوجوان قضا کے قسم کی آگ کی طرح آگے بڑھا۔ اس کی پوٹین اور لباس اب کافی حد تک خون میں بیگم چمکا تھا۔

شہر کی فسیل کے دروازے کے اوپر جا کر اس نے پہلے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے زوردار امداد میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اس کے بعد شہر کی فسیل کے اوپر اس نے خوارزم شاہی علم نصب کر دیا تھا۔

اس موقع پر دلی عہد قطب الدین نے پھر بلند آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

”اے اجنبی نوجوان! میں نہیں جانتا تو کون ہے؟ پر میں تجھے اس شہر کا حاکم مقرر کرتا ہوں۔“

خوارزم شاہی علم شہر پناہ کے دروازے کے اوپر نصب کرنے کے بعد وہ نوجوان تھوڑی دیر تک علم کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لئے اس کا سہارا لے کر کھڑا رہا۔ اس موقع پر اچانک اس کی نگاہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فسیل سے نیچے گر گئی تھی۔ ساتھ ہی آہستہ آہستہ جھٹکا ہوا فسیل کے اوپر بے سادہ سا کوہ لیت گیا تھا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر دلی عہد قطب الدین انتہا درجہ کرا پریشان اور فکر مند ہو گیا تھا۔ اس موقع پر دلی عہد قطب الدین زوردار امداد میں چلاتے ہوئے اور اپنے کچھ سالاروں کے نام لپٹے ہوئے فسیل پر علم نصب کرنے والے اس نوجوان کو اپنی حفاظت میں لینے کا حکم دے رہا تھا۔

فسیل پر اب جنگ ماند پڑ گئی تھی۔ خوارزم شاہی لشکریوں نے فداہیوں کا قتل عام کر کے تشریز شہر کی بیرونی فسیل کو ایک طرح سے دشمنوں کی سپاہ سے صاف کر کے رکھ دیا تھا۔

پھر خوارزم شاہی لشکری نیچے اترے اور جس شہر پناہ پر خوارزم شاہی علم نصب کیا تھا، اس کا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی قطب الدین اپنے لشکر کے باقی حصوں کے ساتھ شہر کے اندر داخل ہوا۔ اب ان کے سامنے تشریز شہر کی دوسری دیوار تھی۔ اس دیوار کے محفلوں

چاہتے ہو وہ تمہاری آنکھوں کے اندر بکھرے جذبات میں پڑھ سکتا ہوں، دیکھ سکتا ہوں..... تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

پھر ولی عہد قطب الدین نے اپنے قریب کھڑے اپنے سالاروں کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ جاننے کی کوشش کرو کہ اس نوجوان کا نام کیا ہے؟ کون ہے؟ کہاں کا رہنے والا ہے؟“

جواب میں ایک چھوٹا سالار آگے بڑھا اور ولی عہد قطب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! نام اس کا شہاب الدین بن مسعود ہے۔ ذات کا تعلق ترک ہے۔ اس کی زندگی کے حالات کی تفصیل کسی کو معلوم نہیں تاہم یہ ان دنوں ہمارے وزیرِ شمس الدین کا غلام ہے۔ اس کے متعلق اتنا ضرور سنا ہے کہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ بٹکا رکھتا ہمارے وزیرِ شمس الدین کے پاس پہنچا ہے جس نے اسے لشکر میں شامل کر لیا۔ ہمارے وزیرِ شمس الدین کے اور بہت سے غلام بھی لشکر میں شامل ہیں جو اس کے ساتھ ہی کام کر رہے ہیں۔“

یہ ساری تفصیل جاننے کے بعد قطب الدین کے چہرے پر پکا سلبتم نمودار ہوا، پھر کہنے لگا۔

”اس نوجوان کی کارگزاری کے ساتھ ساتھ مجھے اس کا نام بھی بڑا بھلا اور خوبصورت لگا۔ آج سے یہ آزاد ہے۔ ہمارے وزیرِ شمس الدین کا غلام نہیں رہا۔ شہر کے باہر میرے خیمے کے نزدیک ہی ایک خیمہ نصب کیا جائے۔ دہرے پرت کا خیمہ ہونا چاہئے اور سب سے خوبصورت خیمہ جو اس وقت لشکر میں موجود ہے وہ اس کے لئے نصب کیا جائے۔ خیمے کے اندر اس کی آرائش کا بھی اہتمام کیا جائے اور اسے اس خیمے میں رکھا جائے۔ اور شاہی طیب سے کہا جائے کہ اس کے زخموں کا علاج کرے۔“

اس کے ساتھ ہی ولی عہد قطب الدین کے کہنے پر کچھ جوان آگے بڑھے اور شہاب الدین بن مسعود نام کے اس نوجوان کو جوا بھی پہنچنے سے جوانی اور شباب میں داخل ہو رہا تھا، اٹھا کر اپنی خیمہ گاہ کی طرف لے گئے تھے۔

قطب الدین نے کیونکہ زوردار حملے کرتے ہوئے تیز شہر کی بیرونی فصیل کو فتح

کر لیا تھا لہذا بیرونی فصیل پر اپنے محافظ مقرر کرنے کے بعد اس نے بچوں کے علاوہ فصیل کے اوپر جو غلام بنے ہوئے تھے ان کے پیچھے بھی اپنے تیر اعزاز بٹھا دیے تھے۔ جنگ کو مؤقف کرنا پڑا۔ اس لئے کہ دورِ مغرب میں سورج غروب ہو رہا تھا اور روشنی اپنی رواں دہلی ہوئی اور میدان کو اپنی من مانی کرنے کی دعوت دے رہی تھی۔ اس بناء پر قطب الدین اپنے لشکر کو سینٹا ہوا تیز شہر کے نواح میں اپنے پڑاؤ کی طرف ہو لیا تھا۔



پڑاؤ میں جانے کے بعد ولی عہد قطب الدین کچھ دیر تک اپنے لشکر کے زخموں کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ ساتھ ہی اس نے لشکریوں کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنے چند سالاروں کے ساتھ اپنے خیمے کے قریب نئے نصب ہونے والے چھوٹے سے خیمے کی طرف بڑھا۔ اس موقع پر اس کے سالاروں میں سے امین الدین ابوبکر، منصور ترکی، محمد بن علی بن بشیر، غلش، امیر ملک اور کچھ دوسرے سالار بھی تھے۔

نئے نصب ہونے والے خیمے میں جب قطب الدین اپنے سالاروں کے ساتھ داخل ہوا تو وہ نوجوان جس کا نام شہاب الدین مسعود تھا اور جس نے تیز شہر کی بیرونی فصیل کے دروازے پر علم نصب کیا تھا، وہ آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کی دیکھ بھال کے لئے دو لشکری اور ایک طبیب بھی اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔

ولی عہد قطب الدین کی کو دیکھتے ہوئے سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس موقع پر شہاب الدین بن مسعود کی نگاہ بھی قطب الدین پر پڑی۔ لہذا وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تعلیم کے لئے اس نے اٹھ کر کھڑا ہونا چاہا تو ایک دم قطب الدین آگے بڑھا، شہاب الدین کے کندھے پر اس نے ہاتھ رکھ دیا، پھر بڑی شفقت سے کہنے لگا۔ ”تم کھڑا ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ تمہیں میری آمد پر بیٹھنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ لیٹ جاؤ، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔“

اس موقع پر شہاب الدین نے لشکرِ آمیز اعزاز میں قطب الدین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”آپ میرے متعلق فکر مند نہ ہوں..... میں پہلے سے بہتر محسوس کر رہا ہوں۔“

اگلے روز قطب الدین پھر تریز شہر پر حملہ آور ہو کر اسے فتح کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ ایک فیصل پر وہ قبضہ کر چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگلے روز وہ دوسری فیصل پر بھی قبضہ کر کے شہر کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ لیکن جس وقت وہ فجر کی نماز سے فارغ ہوا تو مرکزی شہر خوارزم سے کچھ قاصد آئے جنہوں نے قطب الدین کو خبر دی کہ خوارزم کا بادشاہ اور اس کا باپ انتقال کر گیا ہے۔

یہ خبر یقیناً قطب الدین کے لئے بڑی روح فرساتھی۔ وہ شہر کو فتح کرنے کے قریب تھا۔ لیکن اب باپ کی موت کی خبر آنے پر وہ شہر پر حملہ آور نہیں ہونا چاہتا تھا بلکہ اپنے مرکز کا رخ کرنا چاہتا تھا کہ کہیں تخت و تاج کے لئے کوئی غلط دعویدار ہی نہ اٹھ کھڑا ہو۔

اپنے باپ کی موت کی خبر سن کر قطب الدین نے لشکر کو ہڑاڑ سمیٹنے اور کوچ کرنے کا حکم دیا۔

دوسری طرف تریز شہر کے لوگ بھی قطب الدین کے ہڑاڑ پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے۔ جس وقت قطب الدین اپنے لشکر کو سمیٹ رہا تھا اور کوچ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا تو تریز شہر کے لوگ قطب الدین کی تیاریوں کو دیکھتے ہوئے خوش ہونے کی بجائے گھبرا گئے۔ فکر مندی اور خوف کا اظہار کرنے لگے۔

کیونکہ وہ لوگ قطب الدین کے حامیوں کی بجائے اپنی مزید تاب نہیں لا سکتے تھے اس لئے محاصرہ اٹھانے کو انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان کے خلاف قطب الدین اور زیادہ خطرناک عسکری چال چل کر انہیں تباہ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ اسی بناء پر اس نے اپنی خیمہ گاہ کو اکھیرنا شروع کر دیا ہے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے شہر کے سرکردہ لوگ حاکم کے پاس گئے، اس سے صلاح مشورہ کیا۔ آخر شہر کا ایک وفد نکلا، قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی غلطیوں، اپنی کوتاہیوں، اپنی زیادتیوں کی معافی طلب کی اور ساتھ ہی ایک لاکھ دینار نقد بطور تاوان ادا کرنے کی پیشکش کی۔

دلی عہد قطب الدین کو ادا کیا جاسکتا تھا۔ وہ تو اپنے باپ کی موت کی خبر سن کر وابسی کا ارادہ کر رہا تھا۔ اب قدرت اس پر اتنی مہربان ہو رہی تھی کہ شہر خود بخود اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں آ رہا تھا۔ لہذا اس نے شہریوں کے اس وفد کی پیشکش کو

میں اب ٹھیک ہوں۔ کھڑا ہو سکتا ہوں۔“
اس کے ان الفاظ پر قطب الدین کے چہرے پر ہلکا سا جیم نمودار ہوا تھا۔ پھر لشکر کے طیب کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

”کیا اس نایاب نوجوان کے زخموں کی مرہم پٹی ہو چکی ہے؟ کیا زخم.....“
قطب الدین یہیں تک کہنے پایا تھا کہ طیب خوش طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے جسم پر کوئی بھی گہرا زخم نہیں ہے جو خطرناک ثابت ہو۔ میں نے اس سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ لگا تار دشمن سے برسر پیکار رہنے اور کچھ زخموں کے آنے کی وجہ سے غطال ہو گیا تھا۔ چند دن آرام کرے گا تو زخم ٹھیک ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی صحت بھی پہلے جیسی ہو جائے گی۔“

طیب کے ان الفاظ پر قطب الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر جن دو جوانوں کو شہاب الدین بن مسعود کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کیا تھا، ان کی طرف دیکھتے ہوئے قطب الدین کہنے لگا۔

”تم رات شہاب الدین کے پاس ہی رہو گے..... اس کی بہترین دیکھ بھال کرو گے۔ جس چیز کی بھی اسے ضرورت ہو، اسے مہیا کرو گے..... اس کے کھانے پینے اور ضروریات کا سارا سامان اس کے خیمے میں پہنچایا جائے گا۔“

ان دونوں لشکریوں نے اپنے سر کو خم کرتے ہوئے اس کے حکم کا اتباع کرنے کی رضامندی کا اظہار کیا جس پر سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ خیمے سے نکل گیا تھا۔ خیمے سے تھوڑا آگے جاتے کے بعد اپنے سالار امین الدین ابو بکر کو مخاطب کر کے قطب الدین کہنے لگا۔

”امین الدین! یہ نوجوان جب پوری طرح تندرست ہو جائے تو پھر اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔“

امین نے مسکراتے ہوئے اپنے سر کو خم کر دیا تھا۔ اس کے بعد قطب الدین نے سب کو اپنے خیموں میں جا کر آرام کرنے کا حکم دیا تھا اور خود بھی اپنے خیمے کی طرف بڑھا تھا۔

تقول کر لیا۔ ایک لاکھ دینار کی رقم وصول کر کے عہد نامہ صلح پر دستخط کر دیے گئے۔ اس طرح شہر کا وفد شہر کی طرف چلا گیا جبکہ قطب الدین اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

خوارزم پہنچ کر قطب الدین نے سب سے پہلے اپنے باپ کی تجویز و بخشش کا سامان کیا، اس کے بعد 20 شوال 596ھ بمطابق 3 اگست 1201ء کو دلی عہد قطب الدین، علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لقب سے تخت سلطنت پر چڑھ کر فروزا۔

خوارزم کا سرنے والا بادشاہ جس کا نام نکش تھا، وہ ایک انتہائی بہادر، دلیر اور انصاف پسند فرماں روا اور حکمران تھا۔ اس نے چھبیس برس پیشتر اپنے باپ سے زمین کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا وراثت میں پایا تھا اور جب وہ مرا تو اس کی حکومت وعت اور شان و شوکت میں اس سے کی گنا بڑھ چکی تھی اور آس پاس کی جو ریاستیں اس وقت تک خوارزم شاہی اقتدار میں شامل نہیں ہوئی تھیں، وہ نوعہ دیوار پڑھ چکی تھیں اور مرگ خزاں دیدہ کی طرح باوصصر کے ایک جمو کے کی خطر تھیں۔ بلاشبہ نیا سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھی اپنے باپ سے کسی طرح کم نہ تھا اور اس نے خاندانِ غلامان کی تاریخ کو چار چاند لگا کر دکھ دیئے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرنے والا سلطان نکش بڑا منصف حراج، رحم دل، عالم فاضل اور علم فقہ اور اصولی فقہ میں خاصی استعداد رکھتا تھا۔ مذہب کا انتہا دہجہ کا پابند اور شریعت کا اتباع کرنے والا تھا۔ علم دوست اور علم پرورد ہونے کے علاوہ شعراء اور ادیبی ذوق کا بھی قدر دان تھا۔

شعراء میں سے سوزنی، عمام، خاقانی اور اسماعیل صفحانی اس کے معاصرین میں سے تھے۔ آخر الذکر دو شعراء نے اس کی مدح میں تصنیف بھی کی ہے تھے۔ اس طرح علامہ فخر الدین رازی نے اپنی کتاب ”تھنائی الاولیاء“، اسماعیل جرجانی نے اپنی کتاب ”ذخیرۃ خوارزم شاہی“ اور حنفی علانی نے اپنی کتاب ”معلم عرب“، نکش ہی کے نام سے معنون کی تھی۔

جس وقت علاؤ الدین خوارزم شاہ تخت نشین ہوا اس وقت اس کے اطراف میں تین بڑی طاقتیں اور قوتیں تھیں جو اسے تباہ و برباد کرنے کے درپے تھیں۔ ایک غوریوں کی عظیم اور پھیلی ہوئی سلطنت جس کا سربراہ ان علاقوں میں سلطان شہاب الدین غوری

کا بھائی غیاث الدین غوری تھا۔

دوسری بڑی اور خطرناک قوت خطا کے علاقے کے غیر مسلم ترک تھے جو نصرانی تھے اور جنہیں خطائی ترک کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ان کی بڑی طاقت اور قوت تھی۔ ان کا بادشاہ گورخان، خوارزم شاہی سلطنت کے خلاف تھا۔ نئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا باپ اور دادا دونوں ہی خطا کے غیر مسلم ترکوں کے بادشاہ گورخان کے باج گزار تھے اور باج گزاری کی یہ لخت نئے سلطان خوارزم شاہ کو ایک طرح سے وراثت میں ملی تھی۔ خوارزم شاہی سلطان یہ خراج دینے سے انکار بھی نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ گورخان کی بڑی طاقت اور قوت تھی اور وہ اپنے غیر مسلم ترکوں کے ساتھ اکثر و بیشتر خوارزم شاہی علاقوں پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا مکمل کھیتا رہتا تھا جس کی بناء پر خوارزم کے حکمران اسے خراج ادا کرنے پر مجبور تھے۔

تیسری بڑی اور انتہائی خطرناک قوت ترکستان کے تاتاری تھے جن کا بادشاہ ان دنوں کھشی خان تھا۔ یہ بھی غیر مسلم تھے اور یہ بھی اکثر و بیشتر خوارزم شاہی علاقوں پر چڑھ دوڑتے تھے۔ لوٹ مار، تاخت و تاراج کرتے ہوئے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اب خوارزم شاہی سلطنت کا سلطان بننے کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ کو ان تینوں طاقتوں سے نمٹنا تھا۔ ان حالات اور صورتِ احوال کو سامنے رکھتے ہوئے نئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ اپنی عسکری طاقت کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ اسے مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ جانتا تھا کہ آنے والے دور میں اس کا واسطہ طاقت ور دشمنوں سے پڑے گا۔ لہذا اسے اپنی عسکری طاقت کو ایسا مضبوط اور مستحکم کرنا چاہیے کہ وہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔ جہاں تک خطا کے ترکوں کے بادشاہ گورخان کا تعلق تھا تو اس کی طاقت اور عسکری قوت بے پناہ تھی۔ اس کے علاقے تبت کی سرحدوں سے لے کر دریائے آمونک پھیلے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے دو بڑے اور عظیم شہر بخارا اور سمرقند بھی اسی کی عملداری میں شامل تھے۔ گوان دونوں بڑے شہروں پر اس نے مسلمان حاکم مقرر کر رکھے تھے لیکن شہر اور اطراف کے علاقے بہر حال اس کے قبضے میں تھے۔

جہاں تک دوسرے بڑے دشمن کھلی خان کا تعلق تھا تو یہ تاتاریوں کا بادشاہ تھا۔ اس کے پاس بھی وسیع علاقے تھے۔ ترکان کا وہ علاقہ جو آج کل چینی ترکستان کہلاتا ہے، بلکہ اس سے مغرب میں بھی بہت سا علاقہ اس کی عملداری میں تھا اور وہ بھی تاتاری لشکریوں کے ساتھ اکثر و بیشتر خروج کرتا اور مسلمانوں کے علاقوں پر چڑھ دوڑتا تھا۔

جہاں تک غوریوں کی عظیم سلطنت کا تعلق تھا تو غوریوں نے اپنی مضبوط اور مستحکم سلطنت کی بنیاد سلجوقیوں کی کمزور ہوتی سلطنت کے ستونوں پر رکھی تھی۔ وہ سارے علاقے جو کبھی سلجوقیوں کے تحت ہوتے تھے، جن پر سلجوقیوں کا عظیم سلطان حکمرانی کیا کرتا تھا ان پر اب غوریوں کا قبضہ تھا۔ غوریوں کی سرحدیں جہاں خوارزم شاہی حکومت سے ملتی تھیں، وہاں ان کی سرحدیں خطا کے ترکوں سے بھی ملتی تھیں۔ سچ میں بس دریائے آموتھا جو ایک طرح سے دونوں مملکتوں کے سچ حد فاصل تھا۔



شہاب الدین مسعود کے دھم اب پوری طرح ٹھیک ہو چکے تھے اور اب وہ بالکل تندرست اور توانا ہو گیا تھا۔ ایک روز وہ خوارزم شہر کے مشرق میں جہاں اس کا قیام تھا، اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ قصر کا ایک خادم وہاں آیا اور وہاں بیٹھے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ لوگوں میں شہاب الدین بن مسعود کون ہے.....؟“
قصر کے اس خادم کے ان الفاظ پر شہاب الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں شہاب الدین بن مسعود ہوں۔“
قصر کا خادم اس کی طرف دیکھتے ہوئے سر کیا اور کہنے لگا۔
”آپ میرے ساتھ چلیں۔ آپ کو سلطان نے طلب کیا ہے۔ آپ کے لئے سلطان کا یہ حکم بھی ہے کہ تیرے شہر پر حملہ آور ہوتے وقت آپ نے جو جنگی لباس پہنا ہوا تھا، وہی لباس پہن کر سلطان کے پاس چلیں۔“
ان الفاظ کے جواب میں شہاب الدین اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اگر یہ بات ہے تو تھوڑی دیر رکو، میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔“
قصر کا وہ خادم انتظار کرنے لگا۔ شہاب الدین وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آیا۔ اس نے اپنا جنگی لباس پہن لیا تھا جس کے اوپر وہی پیوند لگی بھیڑ کی معمولی پوشین تھی۔ سر پر پرانا میلا خود تھا، جہاں پر اس نے ایک معمولی سا عمامہ باندھ لیا تھا۔ اس کے بعد قصر کے اس خادم کے ساتھ ہوا لیا تھا۔
وہ خادم اسے لے کر قصر میں داخل ہوا، ایک کمرے کے سامنے رک گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اندر چلے جاؤ.....“ اندر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جلوہ افروز ہیں..... اور ان کے ساتھ ان کی ماں ترکان خاتون بیٹھی ہوئی ہیں۔“
اس کے ساتھ ہی قصر کا خادم وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ شہاب الدین ہچکچاتا ہوا اس کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے ایک طرف اس کی ماں ترکان خاتون بیٹھی ہوئی تھیں۔

شہاب الدین آگے بڑھا، اپنی کمر پر بندھی ہوئی تلوار اور خنجر کی بوسیدہ پٹی اتار کر اس نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے قدموں میں ڈال دی۔ ایسا کرنے سے اس کا مقصد اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کرنا تھا۔
اس کی اس حرکت پر جہاں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ مسکرایا، وہاں قریب ہی بیٹھی اس کی ماں ترکان خاتون کے لبوں پر بھی ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”تم نے یقیناً قیچاق ترکوں جیسا اظہار اطاعت کیا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم قیچاق ترک ہو۔ پہلے اپنی تلوار اور خنجر کی پٹی اٹھا کر اپنی کمر سے باغجو، پھر میں تم سے گفتگو کرتی ہوں۔“

شہاب الدین مسعود ہچکچاتے ہوئے آگے بڑھا، اپنی چٹنی اٹھائی اور جلدی جلدی اپنی کمر سے ہانڈھنے لگا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون جنگ کا وسیع تجربہ رکھتی تھی اور حکمرانی کا بھی اس کا بڑا تجربہ تھا۔ ترکان خاتون کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ قیچاق ترکوں کے سردار کی بیٹی تھی۔ بڑے مضبوط ارادے اور زبردست دل گردے کی مالک تھی۔

اسے اپنے قبیلے کی دلیری اور بہادری پر بڑا ناز تھا۔ وہ لوگ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ اور ترکان خاتون کے شوہر کی مہمات میں اکثر سلطان کے ہم رکاب رہتے تھے۔ ہر چند ان قباچوں کا وجود ضروری تھا۔ لیکن مصیبت تھی کہ وہ کسی آئین اور قاعدے کے پابند نہیں رہ سکتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مرنے والے سلطان بخش کے دور میں ملکہ بھی جنگی معاملات میں کبھی کبھی خود سری کا اظہار کرتی تھی اور سلطنت کے امور میں دخل اندازی اس کا روزمرہ کا معمول تھا۔

جس بات کو وہ ناپسند کرتی، اس کا وقوع پذیر ہوتا نامکن ہو جاتا تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اکثر و بیشتر مرنے والا سلطان بخش اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کر پاتا تھا۔ نتیجتاً بعض ایسے احکامات بھی جاری ہو جاتے جو مفاد عامہ کے خلاف ہوا کرتے تھے۔ لیکن اپنے لشکر میں قباچوں کے ڈر اور خوف سے مرنے والا سلطان اکثر و بیشتر خاموشی اختیار کر لیا کرتا تھا۔ گو اکثر و بیشتر مرنے والا سلطان قباچوں کی ان حرکتوں کو ناپسند کرتا تھا لیکن کیونکہ وہ لوگ اس کا بازو و شمشیر زن تھے اس لئے شخص جنگی مصلحت کے پیش نظر مرنے والا سلطان یہ کڑوا ٹھوٹ بی لیا کرتا تھا اور قباچوں کی مرضی اور ان کے ارادوں کو ترجیح دے دیا کرتا تھا۔

شہاب الدین مسعود جب اپنی کمر سے چٹنی باندھ چکا تب ترکان خاتون اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”اب اپنے متعلق تم مجھے کچھ بتاؤ۔ یہ تو میں جان چکی ہوں کہ تمہارا تعلق قباچوں ترکوں سے ہے لیکن تمہارے اہل خانہ کہاں ہیں؟ کہاں سے روانہ ہوئے؟ خوارزم شہر میں کیسے پہنچے؟“

ترکان خاتون کے ان سوالات پر شہاب الدین فکر مند، غمگین سا ہو گیا تھا۔ پھر اس کی دکھ بھری آواز سنائی دی۔

”مجھے اپنے خاندان کے افراد کی تفصیل معلوم نہیں۔ میں ابھی دودھ پیتا بچہ تھا کہ میری ماں فوت ہو گئی تھی۔ یہ بات مجھے میرے باپ نے بتائی تھی۔ ہمارے کچھ دشمن ہم پر حملہ آور ہوئے تھے جس کے نتیجے میں میرے خاندان کے افراد مارے گئے۔ میرا باپ جس کا نام مسعود تھا، مجھے لے کر بھاگا۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ جب وہ مجھے لے کر بھاگا تو وہ بھی مجھے اٹھا لیتا تھا اور کبھی میں اس کے ساتھ بھگنے پر مجبور ہوتا تھا۔ آخر

اسی تک وہ دو میں اپنے باپ کے ساتھ میں ایک بستی سے دوسری بستی، ایک شہر سے دوسرے شہر دھکے کھاتا رہا۔ اسی تک وہ دو میں میرا باپ مر گیا۔ میں اکیلا رہ گیا۔ پھر میری غلامی کا دور شروع ہوا۔ پکا کاٹا ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ، دوسرے ہاتھ سے تیسرے ہاتھ پہنچا اور پھر یہاں تک کہ میں ابھی نو عمر ہی تھا کہ آپ کی سلطنت کے وزیر شمس الدین نے مجھے خرید لیا۔

شمس الدین ایک رحم دل اور مہربان انسان تھے۔ انہوں نے میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا۔ ان کے پاس کچھ اور غلام بھی تھے۔ انہوں نے نہ صرف میرے کتب کی تعلیم کا خیال رکھا بلکہ میری عسکری تربیت پر بھی پوری توجہ دی۔ اور پھر جب میں اسی طرح تعلیم و تربیت حاصل کرتا ہوا جوان ہوا تو چند ماہ پہلے وزیر شمس الدین نے مجھے لشکر میں شامل کر لیا۔ جس وقت آپ تریز شہر پر حملہ آور ہوئے، وہ میری زندگی کی پہلی مہم تھی۔ شاید قسمت اور مقدر میرا ساتھ دے رہے تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین خاموش ہو گیا۔ پھر سلطان علاؤ الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! اس کے بعد جو حالات پیش آئے، وہ آپ بہتر طور پر جانتے ہیں۔“ شہاب الدین مسعود کے یہ حالات سن کر جہاں علاؤ الدین خوارزم شاہ افسردہ ہو گیا تھا، وہاں اس کے قریب بیٹھی اس کی ماں کی آنکھوں میں بھی نمی آگئی تھی۔ یہاں تک کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی ماں ترکان خاتون نے تالی بجائی۔

اس تالی کے جواب میں پیشی پر دے کے چپھے سے ایک خادم نمودار ہوا..... اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا طشت تھا۔ طشت کے اندر ایک خوبصورت جنگی لباس کے علاوہ چڑے کی نئی چٹنی تھی جس میں نکوار اور خنجر تھے۔ طشت کے اندر ایک چمکتا ہوا نیا خود رکھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہاتھوں پر چڑھانے کے انتہائی مضبوط اور خوبصورت جوتن بھی تھے۔

طشت اٹھائے ہوئے وہ خادم ترکان خاتون کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ پھر ترکان خاتون نے شہاب الدین کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بچہ! قصر کے اس خادم سے یہ طشت لے لو..... اس میں تمہارا جنگی لباس ہے۔ اپنے دائیں طرف دیکھو، یہ جو دائیں طرف سفید رنگ کا بھاری پردہ لگا ہوا ہے اس کی

تھا..... اس کے جانے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے شہاب الدین کو مخاطب کیا۔

”ہن مسعود! میں تمہیں اپنے لشکر میں قباچوں کے لشکر کا سالار اعلیٰ مقرر کرتا ہوں۔ شاید تم نہیں جانتے کہ میری والدہ محترمہ اپنے دور کے قباچ سرداری کی بیٹی ہیں۔ اس سلسلے میں، میں نے اپنی ماں کے ساتھ تفصیل کے ساتھ بات کی ہے۔ ماضی میں، خصوصیت کے ساتھ میرے باپ کے دور میں یہ قباچ بڑی سرکشی کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی من مانی کے عادی ہیں۔ فرمانبرداری اور اتباع کرنے کے سلسلے میں کوئی زیادہ حاق و چونہ نہیں ہیں۔ تم خود قباچ ہو۔ میں چاہتا ہوں لشکر کے اندر جس قدر قباچ ہیں انہیں سلطنت کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا خگر بناؤ۔ مجھے امید ہے کہ آنے والے دور میں تم سلطنت کے لئے سود مند ثابت ہو گے۔ اس لئے کہ میرے سامنے بے شمار ہمیں ہیں جنہیں میں نے سر کرتا ہے۔ خطا کے ترکوں کا بادشاہ گور خان ہمارا بدترین دشمن ہے..... میرا دادا، میرا باپ اس کے باج گزار رہے ہیں۔ اسب جبکہ میرا باپ مر چکا ہے اور میں سلطان ہوا ہوں تو گور خان ضرور اپنے قاصد ہماری طرف بھجوائے گا اور خراج کی رقم طلب کرے گا۔“

دوسری طرف تاتاریوں کا بادشاہ کھلی خان بھی اس سے کم نہیں ہے۔ وہ بھی تیارے علاقوں پر قبضہ کرنے کی تاک میں رہتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کر پاتا تو کم از کم مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کر کے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ لیکن میں اب پسند کروں گا کہ اسے ایسا نہ کرنے دیا جائے۔ اس کے علاوہ ہمیں اپنی سلطنت کو وسعت بھی دینا ہوگی۔ گور خان کو روکنا ہو گا۔ بلکہ گور خان کو اپنا مطیع اور فرماں بردار بنانا ہو گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اب تک خوارزم شاہی سلطان، گور خان کے فرمانبردار بن کر رہے ہیں۔ لیکن میں اس کیفیت کو زیادہ دیر برداشت نہیں کروں گا۔ گور خان کو ایک نڈیک روزنیرے سامنے بٹکانا ہو گا۔ دوسری طرف میں تاتاریوں کے بادشاہ کھلی خان کو بھی زیادہ عرصہ من مانی نہیں کرنے دینا چاہتا۔ اسے بھی اپنے سامنے کھٹنے کھٹنے پر مجبور کروں گا اور ایسا کرنے کے لئے ہمیں خود اثر دشمن چودھد سے گزرنا ہو گا۔“

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جب خاموش ہوا تب شہاب الدین مسعود نے ایک

اوٹ میں چلے جاؤ۔ جو لباس تم نے پہنا ہے اسے اتار کر طشت میں رکھا ہو یا لباس پہن کر ہمارے پاس آؤ۔“

ملکہ ترکان خاتون کے ان الفاظ پر شہاب الدین کے چہرے پر ہلکا سا نیم نمودار ہوا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے طشت لے لیا تھا۔ دائیں جانب جو سفید رنگ کا بھاری پردہ تھا، اس کی اوٹ میں چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس پردے سے نمودار ہوا۔ اس حالت میں کہ اس نے بہترین اور قیمتی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ سر پر نیا چمکتا ہوا مضبوط خود تھا۔ کمر پر تلوار اور خنجر سے لگی سرخ رنگ کی چڑے کی نئی چمکی تھی۔ ہاتھوں پر مضبوط چمڑے کے جوتے تھے جن پر دشمن کی تلوار سے بچنے کے لئے جتنی کام کیا گیا تھا۔

اس حالت میں وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کی ماں ترکان خاتون کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ اتنی دیر تک قصر کا وہ خادم پردے کے پیچھے گیا۔ جو پرانا اور بوسیدہ لباس شہاب الدین بن مسعود نے اتارا تھا، اسے طشت میں رکھ کر جب وہ جانے لگا تب سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین بول اٹھا۔

”سلطان محترم!..... اگر آپ اور آپ کی والدہ محترمہ ناراض نہ ہوں تو جو لباس میں نے اتارا ہے، جسے آپ کے قصر کا خادم طشت میں رکھ کر لے جانے لگا ہے، اسے میرے حوالے کر دیا جائے۔ میں اپنی غلامی کے دور کے اس لباس کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ میرے پاس محفوظ رہے گا اور مجھے اپنی اوقات یاد دلانا رہے گا تاکہ میں کبھی اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کے بعد تکبر اور گھمنڈ میں آ کر اپنی مدد سے باہر نہ نکلنے پاؤں۔“

شہاب الدین کے یہ الفاظ شاید سلطان خوارزم شاہ اور اس کی ماں ترکان خاتون کو پسند آئے تھے..... دونوں مسکرا دیے تھے۔ پھر ترکان بول اٹھی۔ قصر کے خادم کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”یہ پرانا لباس جو تم نے طشت میں رکھا ہے، طشت سمیت ہمیں رکھ دو۔ واپس جاؤ، ایک نئی اور خوبصورت اور عمدہ چمچی خریدیں لے کر آؤ۔ یہ لباس اس خریدیں میں ڈال کر اس نوجوان کے حوالے کر دو۔“

قصر کے اس خادم نے طشت وہیں رکھ دیا تھا۔ پھر دوپٹھی پردے سے باہر نکل گیا

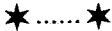
ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تاتاریوں کا بادشاہ کھلی خان بڑے بڑے عساکر رکھتا ہے۔ جہاں چاہے ضرب لگا سکتا ہے..... لیکن جب ہم بھی تیاری کر کے روئے عمل کے طور پر اس پر ضرب مومن لگائیں گے تو خداوند نے چاہا تو ہماری ضرب کے بعد اسے تخت و تاج کرنے اور تباہی و بربادی پھیلانے کی اپنی خود کو بدلنا ہوگا۔“

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین خاموش ہو گیا۔ کیونکہ قصر کا خادم لوٹ آیا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک بنی اور خاصی بڑی چرمی خرچین تھی۔ طشت سے شہاب الدین کا پرانا لباس اور بوسیدہ بھیڑی گپو بند لگی پوشین اٹھا کر اس نے خرچین میں ڈال دی تھی اور پھر خرچین اس نے لاکر شہاب الدین کو تھمائی اور خود طشت اٹھا کر چلا گیا تھا۔

اس خادم کے جانے کے بعد علاء الدین خوارزم شاہ، شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تمہاری گفتگو سے میں بے حد خوش ہوا ہوں..... تمہاری گفتگو سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ تم کسی اچھے کتب کے اچھے تعلیم یافتہ ہو۔ اب تم مستقر میں جاؤ۔ تمہارے پیچھے پیچھے تمہاری تقرری کے احکامات مستقر میں پہنچ جائیں گے۔“

سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے ان الفاظ پر شہاب الدین بن مسعود خوش ہو گیا تھا۔ گردن کو خم کر کے اس نے سلطان کو تعظیم دی پھر وہ قصر کے اس کمرے سے نکل گیا تھا۔



لے کے لئے اپنے سر کو خم کیا پھر سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! میں جانتا ہوں خوارزم شاہی سلطنت چاروں طرف سے اپنے دشمنوں میں گھری ہوئی ہے۔ خداوند قدس نے چاہا تو ہم اپنے رب کو پکارتے ہوئے اٹھیں گے اور اپنے دشمنوں پر غالب رہیں گے۔ سلطان محترم! جس حکومت کے طبعی تعلقات پوری دنیا سے معاندانہ ہوں اور اس کے صرف تھوڑے تھوڑے دقے آئیں جو معاہدوں پر مبنی ہوں تو ظاہر ہے کہ اس کے دائرہ عمل میں ایسی صورت حال کے لئے کوئی سی گنجائش ہو سکتی ہے کہ کوئی ملک اس حکومت سے خوشگوار تعلقات قائم رکھے۔ ان حالات میں اگر کوئی حکومت ارادہ بھی جنگ سے باز رہنے کی خواہاں ہو تب بھی لوگ اسے ایسا نہیں کرنے دیتے۔ بڑی بڑی سلطنتیں اپنے سے کمزور حکومتوں کو اپنے اندر ضم کرنے کے لئے بے تاب اور بے چین رہتی ہیں۔

اگر ہمارے دشمن زیادہ ہوں اور ہم پر چڑھ دوڑنے کے لئے پرتول رہے ہوں تو ایسے مواقع پر ہم غیر جانب دار بھی نہیں رہ سکتے۔ غیر جانب داری کا مطلب یہ ہے کہ حکومت ارادہ جنگ سے باز رہنے کی خواہاں ہے اور کسی فریق کا ساتھ نہیں دینا چاہتی تو اسلام کے قانونی نظریے میں ایسے کسی درجے کا سراغ نہیں ملتا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کو اصولاً ہر اس ملک یا حکومت سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے جو نہ اس کے سامنے جھکے نہ اس کے سب کے عہد نامے کے لئے تیار ہو۔

سلطان محترم! جو کچھ میں نے کتب میں پڑھا، اس کے مطابق دنیا کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک حصے کو دارالاسلام کہہ سکتے ہیں یعنی جو براہ راست مسلمانوں کے ماتحت ہوں یا جنہوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی ہو۔

دوسرے حصے کا نام دارالحرب قرار دیا جاتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے درپے رہتے ہوں اور انہیں نیست و نابود کرنے کی خواہش رکھتے ہوں۔ تیسرے حصے کو دارالصلح کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ حصہ ہے جو ہمیشہ مسلمانوں کے ساتھ صلح و امن سے رہنے کا خواہش مند ہو۔

سلطان محترم! اگر آپ کی سلطنت کے ارد گرد دارالحرب ہی موجود رہے تو خداوند نے چاہا تو اس دارالحرب کو ہم دارالصلح میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ بے شک خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کی بڑی طاقت ہے لیکن ہر طاقت کو زوالی

نام ہندو خان تھا۔

جس وقت سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا باپ زعمہ تھا، ان دنوں علاؤ الدین اور اس کے بھائی ناصر الدین کے تعلقات آپس میں اچھے نہ تھے۔ لہذا جب علاؤ الدین تخت نشین ہوا تو ناصر الدین کے بیٹے ہندو خان کو خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں اس کا چچا تخت نشین ہونے کے بعد اس کے خلاف حرکت میں نہ آئے۔

اپنے بھائی تاج الدین علی شاہ کی طرح سلطان علاؤ الدین نے اپنے بچپن سے ہندو خان کو بھی اپنے مرکزی شہر خوارزم میں طلب کیا۔ اس موقع پر ہندو خان نے بھی بڑی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کیا۔ اگر وہ اپنے چچا کا حکم مانتے ہوئے خوارزم پہنچ جاتا تو یقیناً علاؤ الدین اسے نوازتا اور اس کی خدمات کا خوب صلہ دیتا۔ لیکن یہ ہندو خان سلطان کا پیغام سن کر خوارزم جانے کی بجائے نیشاپور چھوڑ کر مرو کی طرف چلا گیا۔

مرو میں قیام کے دوران اس نے اپنے ساتھیوں میں مزید اضافہ کیا اور یہ ارادہ کیا کہ وہ خراسان پر حملہ آور ہوگا اور خراسان فتح کر کے اپنی ذاتی حکومت قائم کرے گا۔ دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خراسان کا حاکم پہلے ہی اپنے بھائی تاج الدین کو مقرر کر چکا تھا۔ جب ہندو خان نیشاپور سے نکل کر مرو چلا گیا اور مرو شہر پر اس نے قبضہ کر لیا اور لشکر کی تعداد بڑھا دے تو جنگی تیاریوں میں لگ گیا تب اس کی اس حرکت کو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ناپسند کیا۔ چنانچہ اس کی سرکوبی کے لئے علاؤ الدین نے اپنے ایک سالار بکتر تری کو ایک لشکر دے کر ہندو خان کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

ہندو خان کو جب پتہ چلا کہ سلطان علاؤ الدین یعنی اس کے چچا نے اپنے ایک نامور سالار بکتر کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا ہے تو اسے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ یہ خبر سننے ہی وہ اپنے چیدہ چیدہ ساتھیوں کے ساتھ مرو شہر سے نکلا اور غوریوں کے سلطان غیاث الدین کی طرف بھاگ گیا۔ غوری سلطنت ایک طرح سے ان دنوں درحوص میں تقسیم تھی۔ ایک حصے کا سلطان غیاث الدین تھا جبکہ دوسرے حصے کا حکمران اس کا چھوٹا بھائی شہاب الدین غوری تھا۔ شہاب الدین غوری کے پاس غزنی کا اہل اور ہندوستان کے علاقے تھے۔ جبکہ غیاث الدین کے پاس غور کا علاقہ تھا۔



سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے دو بھائی تھے۔

ایک کا نام تاج الدین علی شاہ تھا۔ جس وقت سلطان تخت نشین ہوا، یہی تاج الدین علی شاہ اصفہان کے صوبے کا حاکم تھا۔ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے تخت نشینی کے بعد جب اپنے بھائی تاج الدین علی شاہ کو دربار میں طلب کیا تو تاج الدین علی شاہ خوفزدہ ہوا کہ کہیں اس کا بھائی تخت نشین ہونے کے بعد اس سے بدسلوکی نہ کرے اور اسے مزادے کر زعمان میں نہ ڈال دے..... لہذا ان اندیشوں کے تحت اس نے اپنے پاس جو لشکر تھا اس کو حرکت میں لاتے ہوئے ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دے کر اصفہان شہر کو لوٹ لیا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو جب اپنے بھائی کی اس جاہلانہ حرکت کا علم ہوا تو وہ بڑا شیشا۔ اس کی حرکت اسے ناگوار بھی گزری۔ تاہم مجبوراً تاج الدین علی شاہ کو سلطان کے دربار میں حاضر ہونا پڑا۔

تاج الدین جب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سامنے آیا تو تاج الدین یہ امید رکھے ہوئے تھا کہ اس کی حرکتوں کی وجہ سے سلطان علاؤ الدین اسے لڑی سزا دے گا۔ لیکن سلطان علاؤ الدین نے ایسا نہیں کیا۔ اصفہان کو لوٹنے کی وجہ سے خوارزم شاہ نے اسے سخت سزا دیا تاہم مہربانی، رحم دلی سے کام لیتے ہوئے اس نے اپنے بھائی کو اصفہان کی بجائے خراسان کا والی مقرر کر دیا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ کے دوسرے بھائی کا نام ناصر الدین تھا اور وہ پہلے ہی اپنے باپ کی زندگی میں وفات پا چکا تھا۔ جس وقت سلطان علاؤ الدین تخت نشین ہوا تو اس کے اسی بھائی یعنی ناصر الدین کا بیٹا نیشاپور کا حاکم تھا۔ ناصر الدین کے اس بیٹے کا

پردادہ امان لکھ کر دے دے۔

جنگ کی اس اخلاقی کمزوری سے غیاث الدین نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اس کا خیال تھا کہ اب وہ خوارزم شاہی سلطنت پر قابض ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کا دماغ پھر گیا اور خیالی پلاؤ لگانے لگا کہ کیوں نہ خوارزم شاہ کے دور افتادہ علاقوں کو اپنی قلمرو میں شامل کر کے اپنی سلطنت کو وسعت عطا کر دی جائے۔

چنانچہ غیاث الدین اپنے سالار محمد بن جرک کو اپنے ساتھ ملا کر حرکت میں آیا۔ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے مختلف شہروں کو اس نے ہدف بنانا شروع کیا جس کے نتیجے میں اس نے نہ، مرد، مرخص اور لہو و رد شہروں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا اور وہاں اپنے ایک سالار رنگی بن مسعود کو حاکم مقرر کر دیا۔

اس وقتی کامیابی سے غوریوں کے سلطان غیاث الدین نے یہ غلط تاثر لیا کہ علاؤ الدین تاخیر یہ کار ہے۔ لہذا وہ اس کا حریف نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔ یہی بناء پر اس کے جو شہر چھینے لگے ہیں اس کے جواب میں کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے غیاث الدین کا دماغ اور زیادہ خراب ہو گیا۔ چنانچہ اس نے ایک بہت بڑا اور جرات منگوا کر اس لشکر میں لگ بھگ 90 دیویدیکر بھیج دیے۔ اس طوفانی لشکر کے ساتھ غیاث الدین حرکت میں آیا اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے شہر طوس کا رخ کیا۔

طوس میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ایک چھوٹا سا لشکر تھا جو غیاث الدین کا مقابلہ نہ کر سکا۔ لہذا معمولی لکڑاؤ کے بعد طوس شہر پر غیاث الدین کا قبضہ ہو گیا۔ غوریوں کے لشکر نے شہر کو تخت و تاراج کر کے مکمل طور پر تباہ و برباد کر دیا۔

طوس کو فتح کرنے کے بعد غیاث الدین نے اب نیشاپور کا رخ کیا تاکہ اسے بھی فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لے۔ اپنی فوجوں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے بھائی تاج الدین علی شاہ نے بھی نیشاپور میں قیام کیا ہوا تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ بہت بڑے لشکر کے ساتھ غیاث الدین غوری نیشاپور پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہا ہے تو اس نے غیاث الدین کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور اپنے لشکر کو یوں حکم دیا کہ شہر کی فصیل کے باہر تمام وہ درخت کاٹ دیے جائیں جو حملہ آوروں کے کام آ سکتے ہیں۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ کا بھیجا ہندو خان اپنے چچا سے بغاوت کرنے کے بعد سلطان شہاب الدین کے بڑے بھائی غیاث الدین غوری کے پاس پہنچا تو غیاث الدین نے اس ناخوامہ مہمان کو چٹاک سے خوش آدھ بکھا اور جب ہندو خان نے اس سے اپنے چچا علاؤ الدین کے خلاف مدد طلب کی تو غیاث الدین نے بھی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے امداد دینے کا وعدہ کر لیا۔

سلطان غیاث الدین غوری اس غلط فہمی کا شکار تھا کہ چونکہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نیا نیا تخت نشین ہوا ہے، ابھی وہ تاخیر یہ کار ہے اس لئے اسے ابھی طرح دبا دینا چاہئے تاکہ آگے چل کر یہ غوریوں کے خلاف قہر قیامت نہ بنے پائے۔ چنانچہ جب ہندو خان اس کے پاس پہنچا اور غیاث الدین نے اس کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کے ساتھ ہی غیاث الدین نے وہ قدم اٹھائے۔

پہلا یہ کہ اس نے تیز رفتار قاصد ہندوستان میں اپنے بھائی شہاب الدین غوری کی طرف روانہ کئے اور اسے خوارزم کے نئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے طلب کر لیا۔

دوسرا قدم غیاث الدین نے یہ اٹھایا کہ اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کا کماندار اس نے اپنے ایک سالار محمد بن جرک کو بنایا..... یہ محمد بن جرک جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ ناقابلِ تغیر سالار خیال کیا جاتا تھا۔ اسے لشکر دے کر غیاث الدین نے مرد پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ مرد و شہر پر اس وقت تک سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سالار جنگر قابض ہو چکا تھا اور وہاں کے حالات اس نے درست کرنے شروع کر دیئے تھے۔ محمد بن جرک اپنا لشکر لے کر مرد پہنچا اور علاؤ الدین کے سالار جنگر کو لہلا بھیجا۔

”تمہاری بھلائی اس میں ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ سے علیحدگی اختیار کر کے غوریوں کے سلطان غیاث الدین کی حمایت کا اعلان کر دو اور آنے والے دھرم میں غوریوں کے قتل بن کر رہو۔“

جنگر نے چونکہ محمد بن جرک کے لشکر کا چاہزہ لے لیا تھا اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ محمد بن جرک کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس نے اس شرط پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے ملحق ہو کر اپنا لشکر دیا کہ غیاث الدین اسے اپنے ہاتھ سے

کے حالات درست کر رہا ہوں۔

ممکن ہے آپ اس سے اتفاق نہ کریں۔ لیکن جو کچھ آپ نے کیا ہے یہ آئین جوان مردی نہیں ہے۔ آپ کو چاہئے کہ میری قلمرو سے فوراً اپنے لشکر واپس بلا لیں اور جو علاقے آپ نے فتح کر لئے ہیں وہ میرے آدھوں کو واپس کر دیں ورنہ مجبوراً مجھے خطا کے غیر مسلم ترکوں کے حکمران گور خان سے مدد لینا پڑے گی۔“

اس وقت کیونکہ ان علاقوں میں گور خان کی طاقت اور قوت اپنے عروج پر تھی۔ اس کے پاس سب سے بڑا لشکر بھی تھا۔ اس کے علاوہ ان علاقوں میں نہ صرف خطا کے ترکوں کے نام کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی بلکہ قریب و جوار کی تمام حکومتیں ان کے ڈر اور خوف سے کا پٹی رہتی تھیں۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا یہ خط پا کر غیاث الدین غوری بڑا پریشان اور فکر مند ہوا۔ سلطان علاؤ الدین نے جب اسے خطا کے غیر مسلم ترکوں کی دھمکی دی تو وہ سوچ میں پڑ گیا۔ نہ لڑنا چاہتا تھا اور نہ فتح کے ہوئے علاقے واپس کرنے پر آمادہ ہو سکتا تھا۔ اس بناء پر ٹال مٹول کرنے لگا۔

اصل بات یہ تھی کہ غیاث الدین غوری کو اپنے بھائی شہاب الدین غوری کا انتظار تھا۔ اس لئے کہ شہاب الدین غوری ان دنوں ہندوستان میں کسی مہم کے سلسلے میں مصروف تھا۔ غیاث الدین چاہتا تھا کہ محالے کا ٹول دیتا رہے۔ ٹال مٹول کرتا رہے۔ اتنی دیر تک اس کا بھائی شہاب الدین غوری بھی ہندوستان سے پہنچ جائے گا۔ اس طرح دونوں بھائیوں کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو جائے گا اور وہ مزید علاقوں کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھی غیاث الدین غوری کی اس چال کو سمجھے ہوئے تھا۔ غیاث الدین غوری نے نیشاپور شہر کو فتح کرنے کے بعد وہاں اپنے داماد فیاض الدین کو حاکم مقرر کیا۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے نیشاپور ہی سے اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔

سلطان علاؤ الدین ابھی نیا نیا تخت نشین ہوا تھا۔ ابھی وہ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر رہا تھا تاہم لشکر لے کر نکلا اور نیشاپور کا رخ کیا۔

اور ارد گرد کی بستیوں میں کوئی بھی کھانے پینے کی اشیاء نہ رہنے دی جائیں اور بستیوں کو خالی کر لیا جائے۔

بہر حال غیاث الدین غوری اپنا لشکر لے کر نیشاپور پہنچا۔ شہر کے قریب اس نے پڑاؤ کیا۔ پہلے اس نے شہر کی تفصیل کا جائزہ لیا، پھر اپنے بیٹے کو بلایا اور اسے حکم دیا۔ ”میں تمہاری بہادری کا اس وقت قائل ہوں گا کہ اپنے چچا شہاب الدین غوری کی ہندوستان سے آمد سے پہلے پہلے نیشاپور پر فتح مندی کا جھنڈا نصب کر دو۔“

یہ حکم سن کر غیاث الدین غوری کا بیٹا حرکت میں آیا، شہر پر حملہ آور ہوا۔ شہر کے اندر تاج الدین علی شاہ کی سرکردگی میں چھوٹا سا لشکر تھا جو مقابلہ نہ کر سکا۔ لہذا تاج الدین علی شاہ اس لشکر کو لے کر وہاں سے نکل گیا اور شہر غوریوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔

غوریوں کا لشکر جب شہر میں داخل ہوا تو شہر کے اندر انہوں نے لوٹ مار اور تباہی و بربادی کا کھیل کھیلتا شروع کر دیا۔

سلطان غیاث الدین غوری کو جب اپنے لشکر کی ان دست درازیوں کا علم ہوا تو اس نے لشکر کے اندر منادی کرا دی اور سختی کے ساتھ حکم دیا کہ اہل شہر کا لوٹا ہوا سارا سامان فوراً واپس کر دیا جائے اور اگر کسی شخص کے پاس کوئی چیز باقی رہ گئی تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اب غیاث الدین غوری نے بڑی جیڑی سے حرکت میں آتے ہوئے خوارزم شاہ کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ جب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو غوریوں کی ان دست درازیوں کا علم ہوا تو وہ بہت نشینا۔ وہ غیاث الدین سے ٹکرائے نہیں چاہتا تھا اور نہیں پسند کرتا تھا کہ وہ مسلمان بادشاہ ایک دوسرے سے لڑیں۔ لہذا پہلے اس نے ایک خط غیاث الدین کے نام لکھا اور یہ خط ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعے اس نے غیاث الدین کی طرف روانہ کیا۔ اس خط میں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے لکھا تھا۔

”میں باپ کی وفات کے بعد میرا خیال یہ تھا کہ اگر کسی وقت خطا کے غیر مسلم ترکوں نے مجھ پر حملہ کر دیا تو ایسے آڑے وقت میں آپ لوگ میری مدد کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ لیکن یہ دیکھ کر میرے تعجب اور میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ آپ نے الٹا مجھ پر ایسے نازک وقت میں چڑھائی کر دی جب میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد اپنی سلطنت

نیشا پور پہنچ کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے غیاث الدین غوری کے داماد ضیاء الدین کو پیغام بھجوایا۔

”میں نیشا پور پر حملہ آور ہونا نہیں چاہتا..... اس طرح مسلمان، مسلمان سے ٹکرائیں گے اور دونوں طرف سے مسلمان بھائیوں کا نقصان ہوگا جو انتہا درجہ کا معیوب و ناپسندیدہ ہے۔ میں ہرگز مسلمانوں کا ایسا کشت و خون نہیں چاہتا۔ لہذا تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ میرے حملہ آور ہونے سے پہلے پہلے نیشا پور شہر خالی کر کے چلے جاؤ۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر مجبوراً مجھے نیشا پور پر حملہ آور ہونا پڑے گا۔ اور جب میں ایسا کروں گا تو یاد رکھنا شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دوں گا۔ اور جو بھی لشکر میرے سامنے آئے رو دنا ہوا گزر جاؤں گا۔“

سلطان علاؤ الدین نے نیشا پور کے حاکم ضیاء الدین کو جب یہ ہشمتی سدی تو اس سلسلے میں قاصد بھیج کر ضیاء الدین نے اپنے سر سلطان غیاث الدین غوری سے مشورہ کیا اور اسے لکھا کہ چونکہ اہل نیشا پور خوارزم شاہیوں کے وفادار ہیں۔ اس لئے بیرونی حملے کے علاوہ اندرونی بغاوت کا بھی خطرہ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر غوریوں کے لشکر کو بے پناہ نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اپنے داماد ضیاء الدین کے ان الفاظ کے جواب میں سلطان غیاث الدین غوری نے اسے لکھا، جس طرح بھی بن پڑے میرے آنے تک دشمن کو روکے رکھو۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو جب غیاث الدین کے ان ارادوں کا علم ہوا تو اپنے لشکر کے ساتھ وہ شہر کی طرف بڑھا۔ غیاث الدین غوری کی طرف سے اس کے داماد ضیاء الدین کو رسد اور کمک بھی پہنچ گئی تھی۔ لہذا ضیاء الدین نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ نیشا پور شہر سے باہر نکل کر سلطان علاؤ الدین کا مقابلہ کرے گا۔ لہذا نیشا پور شہر کے نواح میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوئے۔

نیشا پور کے حاکم ضیاء الدین کو چونکہ سلطان غیاث الدین غوری سے رسد اور کمک کا سامان وافر مقدار میں مل گیا تھا لہذا اس نے خوارزم شاہ کا ڈٹ کر مقابلہ شروع کرنے کا عزم کر لیا تھا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بھی اس کے سامنے اپنے لشکر کو استوار کیا۔ لشکر کو سلطان

نے تین برابر حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ وسطی حصے میں سلطان خود رہا۔ اپنے ساتھ اس نے ایک سالار محمد بن علی بن شیر کو رکھا تھا۔ درمیانی حصے میں زیادہ تر خوارزم شاہی ترک تھے۔ دائیں جانب جو لشکر کا حصہ تھا وہ قیاق ترکوں پر مشتمل تھا اور اس کی کمانداری شہاب الدین بن مسعود کے ہاتھ میں تھی۔ شہاب الدین کی مدد کے لئے اس کے نائب کی حیثیت سے ایک اور سالار منصور ترکی کو رکھا گیا تھا۔

بائیں جانب جو لشکر کا حصہ تھا اس کا کماندار سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے آدمیوں کا سالار امین الدین ابوبکر کو بنایا تھا۔ جبکہ ایک اور سالار جس کا نام اغش تھا وہ امین الدین ابوبکر کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

غیاث الدین غوری کے داماد ضیاء الدین نے اعزازہ لگایا کہ عددی لحاظ سے اسے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر فوقیت حاصل ہے لہذا اس نے حملہ آور ہونے میں پہل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ یہ ارادہ کرتے ہی وہ اپنے لشکر کو حرکت میں لایا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں کی نزہت گاہوں میں موت کی جوش مارنی تاریکیوں اور کوساروں پر پھیلی کبر سے نمودار ہوتی ہے مہار آدمیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں نے پہلے ضیاء الدین اور اس کے ساتھیوں کے حملوں کو روکا، پھر جوانی کا ردوائی کی جارحیت پر اترے۔ پھر وہ بھی ضیاء الدین کے لشکر پر رات بھر موت کا کھیل کھیلتے رہے کراں صحرا کے آگے گراؤں، سکوت بھرے ظلم کو بھڑک چکھاڑے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں طرف کے لشکر کی ناچنے چڑھنے کی سیاہ آندھلیوں اور پرنیوں کی اترتی ڈھاروں کی طرح ایک دوسرے پر نزول کرنے لگے تھے۔ ہر کوئی دوسرے کے درپے ہو کر اسے خون میں نہلانے کا عزم کر چکا تھا۔ شرافت نفس و انسان دوستی و رحم و عدل و انصاف موت کے ہزاروں زہر کے پیاوڑوں اور قضا کے کھرام میں تبدیل ہو کر رہ گئے تھے۔

غیاث الدین غوری کا داماد ضیاء الدین زیادہ دیر تک سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اس نے جب یہ اعزازہ لگایا کہ خوارزمی لشکر کے سامنے اس کے لشکر کی حالت وقت کی دہلیز پر مثل سکھول اور درپوزہ گری کے کرب اور اضطراب کے بغور جھنسی ہونا شروع ہو گئی ہے تو اس نے اپنی عافیت اور بہتری اسی

سرخس پہنچ کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اسی رنگی بن مسعود کو پیغام بھجوایا کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا مناسب نہیں ہے..... لہذا جو علاقے غوریوں نے زبردستی چھینے ہیں وہ خالی کر دینے چاہئیں اور جنگ کی طرح نہ ڈالی جائے۔

اس نے رنگی بن مسعود کو یہ پیغام بھجوایا کہ اگر رنگی بن مسعود بغیر لڑائی بھڑائی کے شہر حوالے کر دے تو اسی میں اس کی اور اس کے لشکریوں کی بہتری ہوگی۔

لیکن رنگی بن مسعود نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی کوئی بھی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اس نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور محصور ہو گیا اور محصور رہے ہوئے ہی اس نے سلطان علاؤ الدین کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔

سلطان کو جب رنگی بن مسعود کی اس ہٹ دھرمی اور ضد کا احساس ہوا تو وہ براہِ ریم ہوا۔ اس نے سرخس شہر کے محاصرے کا حکم دے دیا اور محاصرہ اتنی جتنی سے کیا کہ شہر کے لوگوں کے علاوہ رنگی بن مسعود اور اس کے لشکری تک بلایا اٹھے۔

موتوخین لکھتے ہیں کہ اس محاصرے کو ابھی بمشکل چالیس دن ہی ہوئے تھے کہ شہر میں اشیائے خورد و نوش اور سوختنی لکڑی کا سخت قحط پڑ گیا اور بچاؤ کو کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔

چنانچہ غیاث الدین غوری کے سالار رنگی بن مسعود نے سوچا کیوں نہ بھر کوئی چال چل کر لشکر اور شہر کے لوگوں کو بچائی طور پر ہی آئی، اس چال سے بچا لے۔

آخر اس نے ایک سازش، ایک ترکیب، ایک بددیانتی سوچی۔ اس کے تحت اس نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو لکھا کہ وہ اس شرط پر شہر کو سلطان علاؤ الدین کے حوالے کرنے پر تیار ہے کہ سلطان اپنے لشکر کو لے کر اپنے پڑاؤ سے کافی دور ہٹ جائے تاکہ وہ اپنے لشکر کو لے کر سرخس شہر سے نکلا اور اطمینان سے شہر خالی کر کے واپس روانہ ہو جائے۔

بظاہر اس بے ضرر شرط کے مان لینے میں سلطان علاؤ الدین کو کوئی بھی خرابی نظر نہ آتی تھی اس لئے اس نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اپنے پورے لشکر کو لے کر وہ اپنے پڑاؤ سے نکلا اور لشکر کو پڑاؤ سے کافی فاصلے پر ایک طرف لے کر ہٹ گیا۔

یہ صورت حال دیکھ کر رنگی بن مسعود نے شہر پناہ کا ایک دروازہ کھولا، اپنے پورے لشکر کے ساتھ شہر سے نکلا اور پہلے سے اپنی طے شدہ تجویز کے مطابق سلطان اور اس

میں سمجھی کہ شکست قبول کرتے ہوئے ملے اور شہر کے اندر محصور ہو جائے۔

آخر ضیاء الدین اپنے لشکر کے ساتھ پسپا ہوا، پلا اور شہر کے اندر محصور ہو گیا۔ لیکن ضیاء الدین کو نیشاپور شہر کے اندر محصور ہونا بھی بڑا گراں گزرا۔ اس لئے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے لشکریوں نے اس قدر سختی اور شدت کے ساتھ شہر کا محاصرہ کیا کہ جلد ہی ضیاء الدین اور اس کے سالاروں کو احساس ہو گیا کہ وہ خوارزم شاہی لشکر کے مقابلے میں زیادہ عرصہ تک نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اس لئے ضیاء الدین نے نیشاپور شہر کے علماء اور فضاہ کو ایک جگہ جمع کیا اور ان سے درخواست کی کہ وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور صلح کی درخواست کریں۔

چنانچہ ضیاء الدین کے کہنے پر نیشاپور شہر کے سرکردہ علماء اور فضاہ شہر سے نکل کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کی درخواست کی اور شہر حوالے کر دینے پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

چونکہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ مسلمان آپس میں ٹکرائیں لہذا وہ معاملے کو طویل نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے ضیاء الدین کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے لشکر کو لے کر باغیت شہر سے نکل سکتا ہے۔ سلطان اس سے تعرض نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی سالار اس پر حملہ آور ہوگا۔

اس کے ساتھ ہی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ضیاء الدین کو یہ بھی پیغام بھجوایا کہ اگر ہو سکے تو وہ سلاطین غور کو یہ سمجھانے کی کوشش کرے کہ وہ ازراہِ کرم اس کے خلاف اپنا رویہ تبدیل کر لیں تاکہ خواہ مخواہ مسلمانوں کی خون ریزی نہ ہوئے پائے۔

جب یہ ہمہ خیر و باغیت سے انجام پا گئی اور ضیاء الدین اپنے لشکر کے ساتھ نیشاپور سے نکل کر چلا گیا اور سلطان علاؤ الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر پر قبضہ کر لیا، کچھ دن تک سلطان علاؤ الدین نے نیشاپور شہر میں قیام کر کے وہاں کے نظم و نسق کو اپنے طور پر درست کیا۔ اس کے بعد وہ لشکر لے کر نکلا۔ اب اس نے اپنے دوسرے شہر سرخس کا رخ کیا جس پر غیاث الدین غوری نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔

سرخس اور اس کے علاوہ بہت سے دوسرے علاقوں کو فتح کر کے غیاث الدین غوری نے وہاں اپنے ایک سالار رنگی بن مسعود کو حاکم مقرر کیا تھا۔

کے لشکر کے سامنے سلطان کے پڑاؤ سے جس قدر کھانے پینے کی چیزیں اور جلانے کی لکڑی کے انبار تھے، اپنے لشکر یوں کے ساتھ وہ سب اٹھا کر واپس شہر میں چلا گیا اور شہر پناہ کے دروازے بند کر کے ایک بار پھر محصور ہو گیا۔ اس طرح زنگی بن مسعود نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے دھوکا دی کی تھی۔ سلطان نے اس پر اعتماد اور بھروسہ کیا تھا لیکن اس نے اعتماد کو نہیں لگاتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ شہر خالی کرنے کی بجائے سلطان علاؤ الدین کے پڑاؤ کی ہر چیز سمیت کر پھر سرخس شہر میں بند ہو کر شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے تھے۔

زنگی بن مسعود کی اس حرکت سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جہاں بڑا جربز ہوا وہاں برہم اور غضب ناک بھی ہوا۔ چونکہ زنگی بن مسعود خورد و نوش کے تمام ذخائر لے گیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خوارزمی لشکر کو لینے کے دینے پڑے۔ کیونکہ اتنے بڑے لشکر کے لئے خورد و نوش کا از سر نو انتظام کرنا انتہا درجہ کا دشوار تھا۔ لہذا اب سلطان علاؤ الدین کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا تھا کہ وہ اپنے لشکر کو سمیت کر مرکزی شہر خوارزم کی طرف چلا جائے۔ تاہم اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ زنگی بن مسعود کو اس کی بد عہدی کی سزا ضرور دے گا۔

اتنی دیر تک یہ بھی خبریں آتا شروع ہو گئیں کہ غیاث الدین غوری کا دوسرا بڑا سالار محمد بن جریم بھی ایک بہت بڑا لشکر لے کر زنگی بن مسعود کی مدد کے لئے سرخس کا رخ کر رہا ہے۔ سلطان کے پاس خورد و نوش کا سامان تھا ہی نہیں۔ اب ایک کی بجائے دوسرا لشکر اس سے ٹکرانے کے لئے آ رہا تھا۔ لہذا وہ دو محاذوں پر دشمن سے نہیں لڑنا چاہتا تھا..... جس کی بناء پر اس نے اپنے لشکر کو سمیتا اور اپنے مرکزی شہر خوارزم کی راہ لی۔

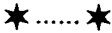
ان حالات میں سلطان غیاث الدین غوری کے سالاروں کی بہت بوٹھی۔ چنانچہ زنگی بن مسعود اور محمد بن جریم اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ حیدر حرکت میں آئے۔ مرو شہر کی طرف بڑھے۔ مرو شہر کو انہوں نے فتح کر لیا۔ شہر کے علاوہ اردگرد کے سارے علاقوں کو فتح کرتے ہوئے سارے علاقوں کو انہوں نے غوری قلمرو میں شامل کر لیا تھا۔

جواب میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو جب ان زیادتیوں کا علم ہوا تو اس نے

ایک لشکر زنگی بن مسعود اور محمد بن جریم کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ لیکن ان دونوں کے مقابلے میں سلطان علاؤ الدین کے اس لشکر کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی اور وہ لشکر شکست کھا کر واپس چلا گیا۔

سلطان علاؤ الدین کو جب اپنے اس لشکر کی ہزیمت کا علم ہوا تو برا برہم ہوا۔ تاہم اس نے غیاث الدین غوری کے سالاروں سے انتقام لینے کے لئے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ اور پھر اس خوف کے کہ کہیں غوریوں کو پتہ نہ چل جائے کہ علاؤ الدین جنگی تیاریوں میں مصروف ہے، لہذا اس نے غوریوں سے مصالحت کی پیشکش کر دی اور غیاث الدین غوری کی طرف ایک قاصد بھیج کر لکھا کہ وہ اپنا سفیر روانہ کریں تاکہ دونوں حکمرانوں کے درمیان مصالحت کی شرائط طے ہو جائیں۔

چنانچہ علاؤ الدین کی اس پیشکش کے جواب میں غیاث الدین غوری کا ایک سفیر خوارزم شہر میں داخل ہوا۔ خوارزم شاہ نے اسے اپنے پاس روک لیا۔ ساتھ ہی اس نے نئے لشکر کی بحرانی کرتے ہوئے ان کی بہترین تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے لشکر کی تعداد بڑھاتے ہوئے اسے تیزی سے مکمل کاٹنے سے لیس کرنا شروع کر دیا تھا۔



سے مدد طلب کی اور ساتھ یہ شرط رکھی کہ اگر گور خاں غیاث الدین غوری کے خلاف اس کی مدد کرے تو وہ باقاعدگی کے ساتھ خراج کی ایک معقول رقم دیتا رہے گا۔

گور خاں، بخش کے حق میں اٹھ کھڑا ہوا۔ غیاث الدین غوری سے ٹکرانے اور تلخ پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے گور خاں نے جنگجو ترکوں کا ایک لشکر بھجوایا اور موسم سرما میں گور خاں کا ایک سالار لشکر لے کر دریائے آمو کو پار کر کے تلخ کے قریب پہنچا۔ گور خاں کا لشکر دوبارہ تلخ پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف غیاث الدین غوری بھی بڑا چونکا تھا۔ اسے جب پتہ چلا کہ گور خاں کا لشکر تلخ کے قریب آ گیا ہے تب وہ ان غیر مسلم ترکوں کے خلاف حرکت میں آیا۔ اچانک رات کے وقت غیاث الدین نے ان پر حملہ کیا اور انہیں بدترین شکست دی اور گور خاں کا لشکر شکست اٹھا کر بھاگ گیا۔

دوسری صبح جب ان غیر مسلم وحشی ترکوں کو خبر ہوئی کہ رات کی تاریکی میں ان پر حملہ آور ہونے والا اکیلا غیاث الدین غوری تھا اور اس کا بھائی شہاب الدین غوری اس کے ساتھ نہیں آیا، وہ ابھی ہندوستان میں مصروف عمل تھے تو انہوں نے ایک بار پھر غیاث الدین غوری سے قسمت آزمائی کا ارادہ کیا۔ غیاث الدین سے ٹکرانے لیکن غیاث الدین چونکا تھا، ایک بار پھر دونوں کے درمیان ہولناک جنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں غیاث الدین غوری نے پھر گور خاں کے لشکر کو بدترین شکست دی اور بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

گور خاں کے بچے کچھ لشکری جب اپنے مرکزی شہر میں پہنچے تو پتہ چلا کہ غیاث الدین غوری کے ساتھ ٹکرائے میں ان کے لگ بھگ بارہ ہزار لشکری موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں۔ اس انکشاف پر گور خاں بڑا برہم اور غضب ناک ہوا۔ چنانچہ اس نے کچھ قاصد علاء الدین خوارزم شاہ کے باپ بخش کی طرف روانہ کئے اور اسے لکھ بھیجا، یہ مہم تمہاری درخواست پر اور تمہاری امداد کے لئے روانہ کی گئی تھی اور تم نے غیاث الدین غوری کے ساتھ ٹکرائے کے دوران ہمارے لشکر کی چونکہ کوئی مدد نہیں کی۔ لہذا ہمارے لشکر کی تباہی اور بربادی کے ذمہ دار تم ہو۔ اگر تم ہمارے لشکر کا ساتھ دیتے تو ہمارے لشکر کو غیاث الدین کے مقابلے میں شکست نہ ہوتی۔ اس نے علاء الدین خوارزم شاہ کے باپ کو یہ بھی لکھا، چونکہ یہ مہم تمہارے کہنے پر شروع کی گئی تھی اور تم نے ہماری کوئی مدد نہیں کی جس سے ہمیں زبردست جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ اس لئے مرنے والے ہر



جن دنوں سلطان علاء الدین خوارزم شاہ غیاث الدین غوری کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے اپنی تیاریوں کو اپنے عروج پر لے آیا تھا انہی دنوں اس کے لئے ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ یہ کہ خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خاں کے کچھ قاصد اور نمائندے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے خراج کی ایک بھاری رقم طلب کی جو سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے باپ کے وقت سے واجب الادا تھی۔

دراصل سلطان علاء الدین خوارزم کا باپ بخش کافی عرصے سے خطا کے ترکوں کا باج گزار تھا اور وہ ہر سال تیس ہزار دینار گور خاں کو ادا کرتا تھا۔ خراج کی ادائیگی یقیناً ایک خوددار حکمران کی شان کے منافی تھی لیکن یہ اس کی نہایت عمدہ سیاسی چال تھی جس سے وہ بوقت ضرورت اپنا مطلب نکال لیا کرتا تھا۔ چنانچہ جب کبھی بھی وہ محسوس کرتا کہ کسی دشمن کے مقابلے میں اس کا پہلو دب رہا ہے تو وہ فوراً خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خاں سے امداد کا طالب ہوتا تھا۔

اس خراج کی ادائیگی کی ابتداء کی ایک وجہ بھی تھی وہ یہ کہ تلخ شہر پر بھی کبھی خطا کے غیر مسلموں کا تسلط تھا، وہاں ان کا حاکم مقرر تھا۔ اچانک گور خاں کا وہ حاکم انتقال کر گیا جس کے نتیجہ میں بامیان شہر کے حاکم بہاء الدین سام بن محمد نے قاعدہ اٹھایا، تلخ پر وہ حملہ آور ہوا، اس پر قبضہ کر لیا اور تلخ شہر میں اس نے سلطان غیاث الدین غوری کے نام کا خطبہ جاری کر دیا۔

انہی دنوں سلطان غیاث الدین غوری کچھ اختلافات کی وجہ سے جو خلیفہ بغداد کے پیدا کردہ تھے، خوارزم شاہ یعنی بخش کے خلاف کارروائیوں میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس لئے بخش نے غیاث الدین غوری کے خلاف خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خاں

سلطان علاء الدین خوارزم شاہ ایک روز گور خاں کے انجمنی لشکریوں کی تباہی اور بربادی سے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ قصر کے جس کمرے میں وہ بیٹھا ہوا تھا اس کے دروازے پر اس کا چوہدار نمودار ہوا، جھک کر سلطان کو تعظیم دی، پھر کہنے لگا۔

”سلطان محترم! دریاے آمو کے کنارے کے جن علاقوں پر گور خاں کے لشکری حملہ آور ہوئے رہے ہیں، وہاں سے ایک بوڑھا شخص تاش لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ میں نے اسے باہر روکا ہے لیکن وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے بڑا تائب ہے اور بے چین ہے۔“

اپنے چوہدار کے ان الفاظ پر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کچھ اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا، پھر چوہدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آنے والے اس شخص کو روکو نہیں۔ اسے اندر لے کر آؤ۔“

چوہدار پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ڈھلی ہوئی عمر کے ایک بوڑھے کو لے کر آیا۔ بوڑھا اس حالت میں تھا کہ اس نے اپنا عمامہ اپنے سر سے اتار کر گئے گئے لٹکا رکھا تھا۔ داڑھی اور سر کے بال گرد آلود تھے، چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ سلطان کے قریب آ کر وہ رکا، پھر تعظیم دینے بغیر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! میں ان علاقوں سے آیا ہوں جہاں گور خاں کے لشکری حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے رہتے ہیں۔ سلطان محترم! ہمارے علاقوں میں گور خاں کے لشکریوں نے لمحہ بے لمحہ پھیل چکی قیامت کا سماں برپا کیا، طوفانی کھرام کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے قدم قدم پر جہنم کھڑے کئے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا رکا، اس کی آواز رو دینے والی ہو رہی تھی۔ کچھ دیر اپنے آپ کو سنبھالتا رہا پھر کھولی ہوئی آواز میں بول اٹھا۔

”سلطان محترم! گور خاں کے حملہ آور لشکریوں کے سامنے زمانے کی عدد آکھ نے دیکھا کہ مسلمان عورتیں برہنہ پاؤں اور کٹے سر اِدھر اُدھر بھاگتی ہوئی عصرِ انسانی کے پاسانوں اور تاریخ کے وارث اپنے پاسانوں کو پکارتی تھیں۔ پر ہائے حیف، بساطِ کائنات کے ذروں پر کوئی بھی ان کی مدد کے لئے ”انا اللہ“ کہہ کر نہ اٹھا۔ کوئی بھی آہن و فولاد دین کر ان کی مدد کو نہ لپکا۔

گور خاں کے لشکری تباہی و بربادی کا قہقہہ کرتے رہے۔ وہ متفقِ خونخواری روا

لشکری کے لئے دس ہزار روپے کے حساب سے ادا ہو گئی کرو اور ساتھ ہی اخراج کی جو رقم ملے ہوئی تھی وہ بھی ادا کر دی۔

گور خاں کی اس دھمکی کے جواب میں علاء الدین خوارزم شاہ کے باپ نے اسے لکھا کہ اس شکست کا ذمہ دار میں نہیں، گور خاں کا کماندار ہے جو غوریوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور ایسا بزدل لکھا کہ بے تدبیری سے سب کچھ گنوا بیٹھا۔ لیکن گور خاں نے علاء الدین خوارزم شاہ کے باپ کی کسی بھی توجیح پر کوئی توجہ نہ دی اور خراج کی رقم اس نے بحال رکھی۔ جب تک کشمکش زعمہ رہا، تیس ہزار سالانہ کے حساب سے وہ گور خاں کو خراج ادا کرتا رہا۔ لیکن گور خاں نے اپنے بارہ ہزار مرنے والے لشکریوں کے لئے فی کس جو دس ہزار کی رقم کا مطالبہ کیا تھا اس کے لئے کشمکش بیستہ سال منول کر کے معاملے کو الجھا دیا کرتا تھا۔ اب گور خاں نے یہ سمجھا کہ کشمکش تو مر چکا ہے، اس کا بیٹا علاء الدین حکومت اور سکرانی کے سلسلے میں نا تجربہ کار ہے۔ لہذا اس سے خراج کی سالانہ رقم کے ساتھ ساتھ اس کے باپ کے دور کے جو واجبات ہیں، وہ بھی وصول کئے جائیں اور اسی وصولی کے لئے اس نے اپنے سفیر علاء الدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کئے تھے۔ خراج کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے والے جو سفیر گور خاں کی طرف سے آئے تھے ان کی آمد پر علاء الدین عجیب سے شش و پنج اور فکر مند یں میں پڑ گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ تو اپنی مملکت کی زیادہ آمدنی اپنے لشکر کے استحکام اور سامانِ حرب و ضرب مہیا کرنے میں لگا ہوا تھا۔ لہذا اس نے گور خاں کے وفد کو کہہ کر ٹال دیا کہ وہ نیا نیا سکران بنا ہے اور یہ کہ غوریوں نے چاروں طرف سے اس پر حملے شروع کر دیے ہیں اس بناء پر وہ ابھی غوریوں کے ساتھ الجھا ہوا ہے۔ ذرا اسے یہاں سے فرصت ملے تو پھر وہ خراج کی ادائیگی کا کوئی اہتمام کر پائے گا۔ اس طرح کچھ نہ کچھ حیلہ بہانہ کر کے علاء الدین خوارزم شاہ نے گور خاں کے سفیروں کو واپس کر دیا۔

ان سفیروں کے واپس جانے کے چند ہی دن بعد ایک ردِ عمل ظاہر ہوتا شروع ہوا اور وہ یہ کہ گور خاں کے مسلح لشکری گروہ در گروہ دریاے آمو کو پار کر کے مسلمانوں کے علاقوں میں وارد ہوئے اور چاروں طرف حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے اور لوٹ مار کرتے ہوئے واپس چلے جاتے تھے۔

کے بعد بوڑھے کی آواز اس بار پہلے کی نسبت زیادہ شدت، زیادہ حدت اور کرب ناکي میں بلند ہوئی۔

”کہاں گئے قریب کی بیلخار کے خلاف قہر نہایت کی تابداری کی طرح اُٹھے مجاہد؟“ کہاں گئے انسانیت کش نظام سے دست و گریبان ہونے والے، طوفانوں سے لڑنے اور بجلیوں سے کھیلنے والے ہمارے پاسبان؟ کہاں گئے لہو میں شعلے بھڑکا کر دل کے کواڑوں پر موت کی دستک دینے والے ہمارے عہدار؟“

بوڑھا یہاں تک کہنے کے بعد پھر خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے جو اس کی داڑھی سے ہوتے ہوئے ذل پر گرنے لگے تھے۔

اس کی یہ حالت قصر میں بیٹھے پرفرو کے علاوہ سلطان علاؤ الدین کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اس موقع پر علاؤ الدین خوارزم شاہ نے کسی بڑے عمل کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تھا کہ بوڑھا ایک بار پھر بول اٹھا۔

”میں بد قسمت ہوں کہ میں نے ڈکھ کے خونی سائے پھیلائے دشمنوں کے سامنے ماؤں، بیٹوں اور بچوں کو بے خانماں طور کی طرح بوند بوند پانی کو ترستے دیکھا۔ میں بد بخت تھا کہ میں نے تباہی کے تپیزوں کے سامنے غلاب چھروں والی اپنی بیٹیوں کو اپنی عزت، اپنی عصمت بچانے کی خاطر گھروں کی چتوڑوں سے کودتا دیکھا آہ! میری بد قسمتی کہ میں رشتہ پر آشوب کی دزدیدہ مساتوں کو طے کرتا ہوا یہاں پہنچ گیا۔ کاش! میں پتھر ہو گیا ہوتا۔ کھنڈر مسجدیں، ویران کتب نہ دیکھتا اُڑے گھروں، ویران جہروں کو نہ دیکھتا۔ بے کوئی اللہ کا بندہ جو رذف و رجم کو مدد کے لئے پکارتا ہوا لوح و قلم کا نمائندہ، مولائے سدرہ مقام و امامِ اُتام و حبیبِ خدا، رسولِ عربی کی شرافت و نجابت کا نمائندہ بن کر اٹھے اور دشمن سے اپنی قوم کی تباہی اور اپنی ملت کی تاراجی کا انتقام لے؟“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا خاموش ہو گیا تھا اس کی گردن جھک گئی تھی۔ تو اتر کے ساتھ نکلے ہوئے آنسو اس کی داڑھی سے پھسلے ہوئے فرش پر گرنے لگے تھے یہاں تک کہ گلے میں لپکتے ہوئے اپنے عامے سے اس نے اپنی آنکھوں اور اپنی داڑھی کو صاف کیا، پھر انتہائی بے بسی میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

رکھے ہوئے تھے۔ چدر سے گزرتے، لاشوں کے گلستان کھڑے کرتے جاتے تھے۔ بے حسی کی سرز لاشوں کا چاروں طرف ساں بر پا کر کے رکھ دیا تھا۔ پر ہماری بد قسمتی، بازارِ مہر و وفا سے کوئی بھی ”اللہ اکبر“ کا نعرہ بلند کرتا ہوا مجاہد نہ اٹھا کہ ملت کے پڑ پڑاتے علم کو سہارا دے کر کھب ہی کرتا۔“

یہاں تک کہتے کہتے اس بوڑھے کی آواز طعن میں ڈوب گئی تھی، آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

”سلطان محترم! میں نے اپنی ان گناہگار آنکھوں سے موت کی چش اور اذیتوں کے سلسلوں میں ماؤں کو سو کھے پتوں سے چٹکی آوارہ آداسیوں کی طرح بھاگتے دیکھا۔ بے چین، بھٹکتی خواہشوں کی طرح بیٹیوں کو اپنے آنچلوں، اپنی عصمتوں کی حفاظت کی جدوجہد کرتے دیکھا۔ میں نے ان دشمنی بچوں کو بھی دیکھا جو اپنے خون سے زمین کو رنگین کر رہے تھے سلطان محترم! میں نے گم صم کرب میں ڈوبے ان بوڑھوں کو بھی دیکھا جو اپنے تن کی زنجیل اٹھائے پناہ گاہوں کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا سسک پڑا۔ رو دیا تھا۔ کچھ دیر تک ایسا ہی ساں رہا۔ قصر کے اس کمرے میں کھا جانے والی خاموشی طاری تھی۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ ہونٹ کاٹ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ اس کا جسم غصے اور غضب ناکي میں کپکپا رہا تھا۔ یہاں تک کہ بوڑھے کی کپکپاتی آواز پھر قصر کے اس کمرے میں گونجی تھی۔

”آہ! اداؤں کی گوشتی آوازیں کہیں سے سنائی نہ دیتی تھیں کہ مسجدیں کھنڈر کر دی گئیں کتب ویرانوں میں تبدیل کر دیئے گئے۔“

بوڑھا بیچارہ اپنے دکھ اور غم کے باعث پھر خاموش ہو گیا۔ دوسری طرف سلطان علاؤ الدین کی حالت بھی بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہی تھی۔ گلگتا تھا اس کی روح کے رخ بستہ گوشوں میں برق کے کوندے کھول اٹھ ہوں۔ آنکھوں میں اترتے آنسوؤں کے یس منظر میں زرد بگلوں کی سیاہ یورش اور چہرے پر وارنگی سے بھٹکتی برہند آگ نمایاں طور پر دیکھی جا سکتی تھی۔

کچھ دیر تک قصر کے اس کمرے میں بجز کھانے والی خاموشی طاری رہی۔ اس

”یہن مسعود! میں تمہارے ذمہ ایک کام لگانا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم اسے احسن طریقے سے ادا کرو گے۔۔۔۔۔ میں چاہتا ہوں تم میرے سفیر بن کر گور خاں کے مرکزی شہر جاؤ اور اس سے کہو کہ اس کے لشکریوں نے جو دریائے آمو کو پار کر کے ہمارے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہے، وہاں جس قدر نقصان ہوئے ہیں ان کی تلافی کرے۔ اس سلسلے میں اگر تم اپنے کسی ساتھی کو ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو تمہیں ایسا کرنے کی اجازت ہے۔“

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ان الفاظ کے ساتھ ہی شہاب الدین بن مسعود اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، پھر کہنے لگا۔

”سلطان محترم! یہ انتہائی ذمہ داری کا کام ہے۔۔۔۔۔ میں کسی کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہتا۔ ہو سکتا ہے جب میں آپ کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ کا پیغام گور خاں کو پہنچاؤں تو وہ برہمنی و تاراشکی کا اظہار کرے۔ میرے خلاف کسی طرح سے حرکت میں آنے کی کوشش کرے۔ ایسی صورت میں اگر میں کسی کو اپنے ساتھ لے کر گیا تو میرے لئے دشواریاں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ اگر گور خاں نے میرے خلاف کسی قسم کی تادیبی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو میں اکیلا کسی نہ کسی طرح بچ نکلنے میں تو کامیاب ہو سکتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی عیثی تو میں اس کی حفاظت کرتے ہوئے خود بھی جان سے ہاتھ جوئے بیٹھوں گا اور وہ بھی زندہ نہ رہے گا۔ اس بناء پر میں چاہوں گا کہ میں اکیلا گور خاں کے پاس جاؤں اور اس سے اپنے نقصانات کی تلافی کا مطالبہ کروں۔“

شہاب الدین بن مسعود کی اس گفتگو سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے وزیر کو حکم دیا کہ شہاب الدین مسعود کو گور خاں کے مرکزی شہر کی روانگی کے لئے ضرورت کی ہر شے اور آسائش مہیا کی جائے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔



خطا کے غیر مسلم ترکوں کا بادشاہ گور خاں ایک روز اپنے مرکزی شہر اخلاط میں اپنے قصر کے ایک کمرے میں اپنے چند عہدہ دارین سلطنت کے ساتھ ایک مفتی کا فائدہ پڑی توجہ اور اہتمام سے سن رہا تھا کہ قصر کے اس کمرے کے سامنے اس کا حاجب نمودار ہوا۔ گور خاں کو اس نے زمین کی طرف خوب بھٹکتے ہوئے تقسیم دی، پھر بول اٹھا۔

اس موقع پر سلطان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ شہ نشین سے نیچے اترا۔ وہ اس بوڑھے کے پاس آیا۔ پہلے اسے گلے لگا کر دھارس دی۔ سلطان نے اپنے سر پر بندھا ہوا اپنا عمامہ اتار لیا۔ اس سے اس بوڑھے کا سر، اس کی داڑھی صاف کی۔ پھر انتہائی شفقت و محبت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز! گور خاں کے لشکریوں نے جو ہمارے علاقوں میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا ہے، اس کی داستان میرے پاس پہنچ چکی ہے۔ تمہاری آمد سے پہلے میں اپنے سالاروں کے ساتھ اسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ تم نے اچھا کیا یہاں آکر۔ اس بھرے قصر میں سب کے سامنے مجھے میرے علاقوں اور میرے لوگوں کی اہم ناکہ کی داستان سنائی۔ مطمئن رہو۔ گور خاں اگر یہ خیال کرتا ہے کہ وہ ہماری نسبت زیادہ طاقت اور قوت رکھتا ہے اور من مانیاں کرتا رہے گا تو یہ اس کی بھول، اس کی خود فریبی ہے۔ اگر وہ ہمیں بے بسی اور بے چارگی کے خول میں بند کر کے اپنی من مانی شرائط منوانا چاہتا ہے تو یہ اس کے ذہن کا دھوکا اور فریب ہے۔ اور خداوند نے چاہا تو حقیر بے ہم اسے اس سرابِ نما قریب سے نکالیں گے۔ میرے عزیز! میں آج تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آج ہم گور خاں کو اس کی طاقت اور قوت کے سامنے گھٹنے ٹیتنے سے بڑے خراج ادا کرتے ہیں تو میں اس گور خاں پر اپنی ضرب لگاؤں گا کہ اسے خراج دینے کی بجائے اس سے خراج وصول کروں گا۔۔۔۔۔ رہی بات ان علاقوں کی جہاں انہوں نے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا ہے تو وہاں جس قدر لوگوں کا نقصان ہوا ہے ان کے نقصان کی نہ صرف تلافی کی جائے گی بلکہ آنے والے دنوں میں وہ سارے علاقے جن پر گور خاں کے لشکری دریائے آمو کو پار کر کے حملہ آور ہوتے ہیں۔ ان کی حفاظت اور ان کی پاسداری کا بھی خوب اہتمام کیا جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے چوہدار کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ اس بوڑھے کو لے جائے اور اس کے آرام و قیام کا اہتمام کرے۔ اس پر وہ چوہدار حرکت میں آیا اور اس بوڑھے کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس بوڑھے کے جانے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ شہ نشین پر چڑھا، اپنی نشست پر بیٹھا کچھ دیر بڑے غور سے وہ اپنے سامنے ایک نشست پر بیٹھے شہاب الدین بن مسعود کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

حاجب کے اس سوال پر شہاب الدین نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔

”میرے عزیز! طاقت اور قوت دینے والا تو میرا اللہ ہے..... بہر حال تو نے چونکہ خوارزم شاہ سے متعلق تفصیل چاہی ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں۔ سنو! عالم اسلام کے عظیم اور باجرت سلطان ملک شاہ بلجوقی کے دربار میں بلکائین نام کا ایک بڑا با اثر سردار ہوا کرتا تھا۔ اس نے گرجستان یعنی جارجیا سے ایک ترک غلام جس کا نام انوشنگین تھا، خریدا۔

یہ انوشنگین اپنی خدا داد صلاحیتوں کی وجہ سے چند ہی ہفتوں میں لوگوں کے اندر حد درجہ مقبول ہو گیا۔ چنانچہ سلطان کی طرف سے اسے طشت داری کی خدمت تفویض ہوئی۔ چونکہ اس زمانے میں خوارزم کا صوبہ شاہی طشت داری کی جاگیر شمار ہوتا تھا اس لئے انوشنگین کو خوارزم شاہ کہنے لگے۔

اس عزت افزائی سے پہلے انوشنگین، سلطان ملک شاہ بلجوقی کے لشکر میں مقدم کے عہدہ پر بھی فائز رہا تھا اور اس کے بعد وہ ایک ہزار لشکریوں کی کمانداری بھی کیا کرتا تھا۔

انوشنگین کے طشت دار بننے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہو کہ اس کے خوارزم شاہ بننے سے پہلے اس صوبے کا نظم و نسق ایک شخص انجی بن کوچکار کے سپرد تھا۔ جب وہ کچھ غداروں کے ہاتھوں مرو کے مقام پر قتل ہو گیا تو سلطان ملک شاہ بلجوقی کے بیٹے بریکاردق کو اس آفسوں ناک حادثہ کا علم ہوا تو اس نے خراسان کے اپنے حاکم داد بیگ حبشی کو لکھا کہ اس فتنے کا فوری امداد کیا جائے اور صوبے کی حکومت کسی موزوں آدمی کے سپرد کی جائے۔

اس وقت تک دستور عمل یہ چلا آ رہا تھا کہ خوارزم شاہ یعنی شاہی طشت دار خود تو دربار میں موجود رہتا تھا لیکن کوئی دوسرا منصب دار بطور نائب خوارزم جا کر حکومت کی ذمہ داری سنبھال کرتا تھا۔ جب بلکائین نے وفات پائی تو ملک شاہ بلجوقی نے طشت داری کا منصب چونکہ انوشنگین کے سپرد کر دیا تھا لہذا انجی بن کوچکار کے غداروں کے ہاتھوں مارے جانے کے بعد داد بیگ حبشی نے سلطان بریکاردق کے حکم کے مطابق اسی انوشنگین کے بیٹے قصب الدین کو ہدایت کی کہ وہ فوراً موقع پر جا کر خوارزم کی

”مالک! نئے خوارزم شاہ علاء الدین کا ایک سفیر آیا ہے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اب اس کے سلسلے میں جو حکم آپ دیں اس پر عمل کیا جائے۔“

اپنے حاجب کے ان الفاظ پر گور خاں نے مغنیہ کو انعام دے کر فارغ کر دیا۔ پھر اپنے حاجب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”پہلے سارے امراءے سلطنت، سالاروں اور سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کر لو..... اس کے بعد تم علاء الدین کے آنے والے سفیر کے پاس بیٹھو۔ جب میں بلاؤں پھر اسے میرے پاس لے کر آؤ۔ میں جانتا ہوں وہ دو امور پر گفتگو کرے گا۔ اول خراج سے متعلق اور دوم جو ہمارے لشکر نے دریائے آمو کو عبور کر کے خوارزم شاہ کے علاقوں میں تباہی مچائی ہے اس پر بھی گفتگو ہوگی اور میں چاہتا ہوں کہ یہ گفتگو ہمارے سارے عمائدین کے سامنے ہو۔“

یہ حکم پا کر حاجب پیچھے ہٹا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر شہاب الدین بن مسعود کھڑا تھا۔ وہ اپنے اسی جنگی لباس میں تھا جو سلطان خوارزم شاہ نے اسے مہیا کیا تھا۔ حاجب پیچھے ہٹنے کے بعد شہاب الدین کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم میرے ساتھ آؤ۔“

شہاب الدین چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔ ساتھ والے کمرے میں شہاب الدین کو بٹھانے کے بعد حاجب کہنے لگا۔

”میں تھوڑی دیر تک حاضر ہوتا ہوں..... اپنے بادشاہ کا ایک ضروری حکم سب تک پہنچا آؤں۔“

اس کے ساتھ ہی حاجب باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، شہاب الدین بن مسعود کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہمارے بادشاہ نے اپنے سارے سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کر لیا ہے اور اب وہ لوگ اس کے دربار میں جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں..... جب تک ہمارا بادشاہ میرے لئے حکم جاری نہیں کرتا کہ میں تمہیں اس کے سامنے پیش کروں، کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم مجھے ان خوارزم شاہیوں سے متعلق کوئی تفصیل بتاؤ کہ ان علاقوں کے یہ کیسے حاکم بن گئے؟ اور کیسے انہوں نے اتنی طاقت اور قوت پکڑ لی؟.....“

اس کا بیٹا قطب الدین، علاؤ الدین خوارزم شاہ کے نام سے سلطان بنا ہے۔ اور اسی نے مجھے سفر بنا کر.....

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین بن مسعود کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس موقع پر اس کے کمرے کے دروازے پر ایک مسلح جوان نمودار ہوا اور خطا کے بادشاہ گور خاں کے حاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”علاؤ الدین خوارزم شاہ کا جو سفیر آیا ہے اسے بادشاہ نے طلب کیا ہے۔“
ان الفاظ کے ساتھ ہی گور خاں کا حاحب کھڑا ہوا۔ شہاب الدین مسعود بھی کھڑا ہو گیا۔ جس کمرے میں گور خاں اپنا دربار لگایا کرتا تھا، اس کمرے کی طرف جاتے ہوئے حاحب شہاب الدین بن مسعود کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”جب تم ہمارے بادشاہ گور خاں کے سامنے جاؤ تو اپنے مرکوز میں کی طرف خوب جھکتے ہوئے اسے تعظیم دینا۔ اسی صورت میں وہ تمہاری بات توجہ سے سنے گا۔ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو وہ خدا ہوگا اور اس کی ناراضگی تمہارے لئے خطرات اور امیڈیوں کا باعث بھی بن سکتی ہے۔“

حاحب کے ان الفاظ کا شہاب الدین بن مسعود نے کوئی جواب نہ دیا۔ تاہم اس کے چہرے پر تحویزی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ تحویزی دیر بعد حاحب شہاب الدین کے ساتھ گور خاں کے دربار میں پہنچا اور گور خاں کے سامنے شہاب الدین کو کھڑا کر کے خود پیچھے ہٹ گیا تھا۔ شہاب الدین، گور خاں کے سامنے جا کھڑا ہوا اور اسے کوئی تعظیم نہ دی۔ اس وقت شہ نشین پر غیر مسلم ترکوں کا بادشاہ گور خاں بڑے طعناً پریشا ہوا تھا۔ اس کے دائیں جانب اس کی بیوی ذونان تھی۔ ذونان کے بعد گور خاں کا داماد فوتا بیٹا ہوا تھا۔ فوتا کے ساتھ گور خاں کی بیوی بیٹی اور فوتا کی بیوی جاکسی تھی۔ جاکسی کے ساتھ اس کی چھوٹی بہن دوزن تھی۔ اسی دوزن کو سرقد کا حکمران عثمان خان پندرہ کنڈ تھا اور اس کے رشتہ کا خواہش مند تھا۔ دوزن کے ساتھ گور خاں کی سب سے چھوٹی بیٹی کیرش بیٹی بھی تھی۔

گور خاں کے دربار کا جائزہ لیتے ہوئے فہم بھر کے لئے شہاب الدین کی نگاہیں اس کی چھوٹی بیٹی کیرش پر جمی تھیں۔ اس کا منہ لی پیکر جیسے گلابی ریشم جیسا دکھائی دے رہا تھا۔ شہاب الدین نے یہ بھی دیکھا، وہ لڑکی صواب کی اچھوتی بلیوں، گلاب رنگوں جیسی

حکومت کا کاروبار سنبھال لے۔

قطب الدین بن انوشنگین ایک صالح، سلیم الفطرت نوجوان تھا لہذا خوارزم پہنچ کر اس نے حالات کا جائزہ لیا وہاں جو مقصد تھے، انہیں سخت مزائیں دیں اور سارے صوبہ میں اس نے بہت جلد امن و امان بحال کر دیا۔

ایک موقع پر اس قطب الدین بن انوشنگین کو خوارزم سے باہر جانے کی ضرورت پیش آئی تو مرنے والے انہی کو پنچار کے بیٹے فطعل تنگین انہی کو اپنا قائم مقام مقرر کر دیا اور ہدایت کی کہ وہ اس کی غیر موجودگی میں حالات پر کڑی نگاہ رکھے تاکہ فتنہ پر دواؤں کو شہرت کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

لیکن یہ فطعل تنگین خود کو اپنے مرنے والے باپ کا جائز وارث سمجھتا تھا اس لئے اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی اور اپنے کچھ ساتھیوں کے ذریعے ہمسایہ ریاستوں کے ترک سرداروں کو اشارہ کیا کہ وہ حملہ آور ہو کر خوارزم پر قبضہ کر لیں۔

قطب الدین بن انوشنگین ہر چند اپنے صدر مقام خوارزم سے دور تھا لیکن اس کے یہی خواہ حالات کی رفتار سے غافل نہ تھے اور پرچہ نویسوں کے ذریعہ بلبل ملی کی اطلاعات اسے فراہم کیا کرتے تھے۔

اسے فطعل تنگین کی اس غدار کی خبر ہوئی تو وہ آدمی اور گولے کی طرح پلٹا اور قبل اس کے کہ خوارزم میں کشت و خون ہو یا غدار اپنا کام پورا کر لیں، قطب الدین خوارزم پہنچ گیا اور حالات کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

اسی قطب الدین نے پورے تیس سال تک خوارزم شاہی فرائض انجام دیے اور جب تک یہ زندہ رہا، سلطان ملک سلجوقی کے بیٹے سلطان خجھر سے جو اپنے بھائی برکیاروق کے بعد تخت نشین ہوا تھا، اس کے تعلقات نہایت خوشگوار رہے۔ جب قطب الدین بن انوشنگین نے وفات پائی تو اس کی جگہ اس کا بیٹا مظفر الدین اپنے باپ کا جانشین ہوا اور خوارزم کا بادشاہ بنا۔

مظفر الدین کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام علاؤ الدین نکش اور چھوٹے کا نام سلطان شاہ تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد دونوں میں تخت نشینی کے لئے ایک عرصہ تک ہنگامش رہی۔ اس ہنگامش میں علاؤ الدین نکش ہی کا میاب رہا۔ اسی علاؤ الدین کے بعد

عبدہ کیا تھا اور یوسفؑ کے بھائیوں نے اسے عبدہ کیا تھا۔ پھر تم لوگوں کو ایسا کرنے سے کیوں گریز ہے؟

گور خاں کے خاموش ہونے پر شہاب الدین پھر پہلے سے انداز میں بول اٹھا۔
 ”اے بادشاہ! آدم کو ابلیس کے علاوہ تمام فرشتوں نے عبدہ کیا تھا لیکن وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ عبدہ آدم کے لئے نہیں، خداوند قدوس ہی کے لئے تھا۔ جہاں تک اللہ کے پیغمبر یوسفؑ کا تعلق ہے تو برادران یوسفؑ نے جو عبدہ کیا تھا وہ بھی یوسفؑ کے آگے نہیں بلکہ خدا کے آگے اس کام کے شکر کے طور پر کیا گیا تھا کہ یوسفؑ نے ان کی بہت بڑی خطا کو معاف کر دیا تھا۔ سوائے بادشاہ! میرے دین میں چونکہ سوائے اللہ کے کسی کو عبدہ جائز نہیں ہے اور اللہ کے سوا کسی دوسرے کو عبدہ کرنے والا دین سے خارج ہو جاتا ہے لہذا میں نے تمہیں عبدہ نہیں کیا۔“

گور خاں کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، پھر دوبارہ اس نے شہاب الدین کو مخاطب کیا۔

”اچھا..... پہلے وہ پیغام کہو جو تم اپنے حکمران علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے لائے ہو۔“

شہاب الدین نے گلا صاف کیا، اس کے بعد وہ دوبارہ گور خاں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا تھا۔

”اے بادشاہ! چند ہفتے پیشتر تمہارے ایک لشکر نے دریائے آمو کو پار کر کے ہماری سرزمینوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھلایا تھا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کیا، وسیع علاقوں کے اندر لوٹ مار کا بازار گرم کیا، نیتے لوگوں کو تہہ تیغ کیا، مسجدوں کو گریبا، کتبوں کو برباد کیا۔ ایسا ان لوگوں نے اس لئے کیا کہ وہاں ان کی کوئی حراست کرنے والا نہ تھا۔ اس لئے وہ دہشتاں بن گئے۔ اگر اس موقع پر ہمارا کوئی لشکر ہی وہاں موجود ہوتا تو یقیناً انہیں ایسا نہ کرنے دیا جاتا۔ اب میرے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے مجھے پیغام دے کر تمہاری طرف روانہ کیا ہے کہ تمہارا جو لشکر دریائے آمو کو پار کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوا اور وہاں جو اس نے قتل عام کیا اور تباہی اور بربادی پھیلانی، اس کا ہرجانہ ادا کیا جائے تاکہ ان علاقوں میں جو لوگ متاثر ہوئے ہیں، ان کی آباد کاری کا سامان

خورد، دھنک کے خوش رنگ آنچل، مہکتی خوشبو کے جھوکے سی پرکشش، خواب رنگوں کے دل کشا پرتو اور دودھیا چاندنی کے در و بام جیسی حسین تھی۔ اس کے صندلی پاؤں میں خوش رنگ لگا ہوں، لمس سے عاری اس کے جسم کی روشنی مہک نے اُسے حسن کے گبولوں سے خوبصورتی کا طوفان بنا رکھا تھا۔ اس کی گہری نئی آنکھوں میں اس سے روشنی کے تازہ موسموں کی تھلی بیک اڑانوں، محبت کے ان کیے الفاظ کا خمار تھا۔

کیرش پر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد شہاب الدین، گور خاں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ گور خاں کے ہاتھیں جانب اس کے لشکروں کا سپہ سالار اعلیٰ تائیو، اس کے بعد اس کی چھوٹی بیٹی کیرش کا منگیتر بیرو خاں اور اس کے بعد بہت سے سالار وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ہر کوئی اپنے منصب، اپنے مرتبہ کے مطابق نشست سنبھالے ہوئے تھا۔ ایک اور قطار میں گور خاں کی سلطنت کے بزرگ، اُمراء اور رؤساء بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

اس موقع پر گور خاں تھوڑی دیر تک بوئے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھتا رہا، پھر انتہائی غضب ناکی میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے حاجب نے تمہیں دربار میں بھیجے وقت یقیناً بتایا ہو گا کہ ترکوں کے بادشاہ گور خاں کو کس طرح تعظیم دی جاتی ہے؟ کیا تم میرے حاجب کے الفاظ بھول گئے ہو یا دیے ہی طبیعتی طور پر سرکش اور زندگی سے بے زار ہو؟“

اس موقع پر شہاب الدین کی چھاتی تن گئی۔ پھر گور خاں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”اے بادشاہ! میں نہ سرکش ہوں، نہ زندگی سے بے زار..... میں اپنے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سفیر ہوں اور سفارت کا کام سرانجام دینے کے لئے آیا ہوں۔ تمہیں عبدہ کرنے حاضر نہیں ہوا۔ اے بادشاہ! حاجب نے مجھے عبدہ کے انداز میں تمہارے سامنے زمین کی طرف جھکنے کے لئے کہا تھا۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ ہمارے ہاں خدا کے علاوہ کسی اور چیز اور شخص کے سامنے عبدہ کرنے والا شخص مذہب کی حدود سے نکل جاتا ہے۔ تعظیم کی خاطر بھی عبدہ کرنا جائز نہیں ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین جب رکاوٹ پر بڑے کڑے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

”مجھے تمہاری مقدس کتاب سے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس میں فرشتوں نے آدم کو

جائے گا۔“

شہاب الدین کی اس گفتگو کے جواب میں گور خاں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بھڑکنے شطلے کی طرح اس کا سالار اور اس کی حسین و جمیل بیٹی کیرش کا منگیتر بیدو خاں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور شہاب الدین بن مسعود کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دھماکتی ہوئی آواز میں بری طرح فرمایا۔

”تمہاری یہ مجال کہ ہمارے بادشاہ سے اس طرز میں گفتگو کرو۔ تم کہتے ہو کہ بشرطیکہ تمہیں تمہارے مرکزی شہر جا کر کچھ تیاری کا موقع مل جائے۔ اگر تم یہاں سے واپس زندہ سلامت جاؤ تو اسے تیرے لئے توبہ کیا ہوگا۔؟“

جواب میں شہاب الدین نے اپنا رخ پھیرا، بیدو خاں کی طرف دیکھا، پھر کھولنے لپچے میں اسے مخاطب کیا۔

”اے نوجوان! پہلے اپنا نام کہہ..... پھر میں تیرے اس سوال کا جواب دیتا ہوں۔“

بیدو خاں بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح بول اٹھا۔

”میرا نام بیدو خاں ہے..... اپنے بادشاہ کے سالاروں میں سے ایک ہوں۔“

شہاب الدین نے اسی کی طرح کھولنے ہوئے لپچے میں کہا شروع کیا۔

”تو تم مجھے موت کی جھمک اور ڈراوا دے رہے ہو..... یاد رکھنا، طبعی زندگی کا ختم ہو جانا ہی موت ہے۔ میرا دین کہتا ہے کہ موت کے بعد ہی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے جس میں ڈکھ یا سنگھ کا انحصار دنیا کے اندر گزری ہوئی زندگی پر ہوتا ہے..... اگر دنیا کے اندر نیکی اور راستی اور پاکیزگی کی زندگی گزری ہو تو آخرت کی زندگی بھی پاکیزہ اور فرحت بخش ہوگی۔ اور یہاں گناہ اور ظلم کی زندگی گزاری ہوگی تو وہاں ڈکھ ہی ڈکھ ہوں گے اور چین نہ ملے گا۔“

”بیدو خاں! یہ موجودہ زندگی تو محدود ہے..... جس کے ختم کرنے کی تم مجھے دھمکی دیتے ہو۔ مگر موت کے بعد شروع ہونے والی زندگی غیر محدود ہے۔ بیدو خاں! موت کا وقت میرے خداوند قدوس کی طرف سے مقرر ہے اور یہ اٹل ہے..... موت سے فرار نہیں۔ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو اس میں ایک لمحے کی کمی بیشی نہیں کی جاسکتی۔“

بیدو خاں! ہر ذی روح کے لئے موت ہے اور موت کا وقت کسی کو پہلے سے معلوم

کیا جائے۔ جو مسجدیں اور کتب گرا دیئے گئے ہیں انہیں از سر نو تعمیر کیا جائے۔ فی الحال میں تمہارے پاس یہی پیغام لے کر آیا ہوں۔“

شہاب الدین کے خاموش ہونے پر غصیلے انداز میں اس کی طرف گھورتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

”اور تمہارے بادشاہ نے تمہیں اس خراج سے متعلق کچھ نہیں کہا جس کی ادائیگی باقاعدگی سے اس کا باپ کیا کرتا تھا اور جس کی ادائیگی اب علاؤ الدین پر فرض ہے۔“

”اے بادشاہ! میں سلطان کی طرف سے ایک سفیر اور اس کے لشکر کا ایک معمولی کارکن ہوں..... میرے سلطان نے جو پیغام مجھے دیا تھا، میں نے وہ تم تک پہنچا دیا ہے۔ جہاں تک خراج کا تعلق ہے تو اس سے میرا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ اگر

خراج کی ادائیگی نہیں ہوتی تو اس پر بات چیت کی جاسکتی ہے۔ دریائے آمو کو پار کر کے خراج نہ ادا کرنے کی وجہ سے تباہی اور بربادی کا کھیل نہیں کھیلا جاسکتا۔“

شہاب الدین نے بڑے جیسے لپچے میں گور خاں کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

گور خاں بھوکے سمیٹنے کی طرح بھڑک اٹھا۔ بری طرح فرمایا۔

”جس نقصان کی تم تلانی کا ذکر کر رہے ہو اگر ہم اس کی تلانی نہ کریں اور ایک بار پھر تمہارے علاقوں پر چڑھ دوڑیں تو کیا تم لوگوں میں طاقت و قوت ہے کہ ہماری راہ روک سکو یا میرا کوئی سالار اپنا لشکر لے کر تمہاری سرزمینوں میں داخل ہو تو اسے بزدل نکال سکو۔؟“

گور خاں کے ان الفاظ پر شہاب الدین بن مسعود کی آنکھوں میں غصیلی سرخی اتر آئی تھی۔ عجیب سے انداز میں چند لمحوں تک وہ گور خاں کی طرف دیکھتا رہا، پھر بڑے

جرات مندانہ انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

”اے بادشاہ! ہم میں جرات بھی ہے اور ہمت بھی..... اگر آئندہ آپ کا کوئی لشکر دریائے آمو کے اس پار گیا اور اس نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنے کی کوشش کی تو

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کا وہ لشکر صحیح سلامت واپس آپ کے مرکزی شہر اخلاط تک نہ پہنچے گا بشرطیکہ میں یہاں سے واپس جانے کے بعد اپنے مرکزی شہر پنج جاؤں اور مجھے چند دن تیاری کا موقع مل جائے۔ اس کے بعد اے بادشاہ! اگر آپ کا

کوئی لشکر دریائے آمو کے اس پار گیا تو آپ کو خود ہی ہمارے ردِ عمل کا احساس ہو

نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ موت کس سر زمین میں کس حالت میں واقع ہو گی؟ تاہم ہم مسلمانوں کا یہ ایمان ہے کہ بہترین موت وہی شمار ہوتی ہے جو خدا کی راہ میں جدوجہد کرتے ہوئے واقع ہو۔ بلکہ مسلمانوں کا تو یہ ایمان ہے کہ خدا کی راہ میں مرنے والے کسی مرتے ہی نہیں..... وہ زندہ رہتے ہیں۔ زندگی کے اندر اچھے برے جو بھی کام کئے جاتے ہیں ان کا اچھا یا برا پھل جس روز انسان کو ملے گا، ہمارے ہاں اسے قیامت کہہ کر پکارا جاتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے شہاب الدین رکا تھا اور پھر پہلے کی نسبت زیادہ ہولناک لہجے میں بیدو خاں کو مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا تھا۔

”بیدو خاں! تُو اپنے بادشاہ کے سالاروں میں سے ایک ہے اور تجھے بادشاہ کا سالار ہونے پر بڑا فخر اور گھمنڈ ہو گا..... تُو نے مجھے موت کی دھمکی دی ہے۔ پر ایک بات یاد رکھ، قسم خداوند قدوس کی جب ہمارا دشمن کے ساتھ گھمراؤ ہوتا ہے اور اگر ہم اپنے خداوند قدوس پر بھروسہ اور یقین کرتے ہوئے دشمن کا سامنا کریں اور اپنے انجام کو خدا پر چھوڑ دیں تو بیدو خاں! زندگی ہمارے پیچھے بھاگتی ہے اور موت ہمارے آگے آگے فرار اختیار کرتی ہے..... بیدو خاں! تُو مجھے موت کی دھمکی دیتا ہے۔ یہ بھی تو ممکن ہے تیری موت میرے ہاتھوں ہو جائے۔ اور یہ ناممکن نہیں۔“

شہاب الدین کی اس گفتگو سے بیدو خاں ڈر کھاسا تھا۔ ایک جھٹکے میں ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی، اسے اپنے سامنے لہرایا پھر دھمکی آمیز انداز میں کہنے لگا۔

”تُو مجھے موت کی دھمکی دیتا ہے..... میں تجھے اس وقت تک اس کمرے سے نکلنے نہیں دوں گا جب تک تُو ہمارے بادشاہ کے سامنے تجھے کے اعزاز میں تعظیم ادا نہیں کرتا..... اب تک جو تُو نے گفتگو کی ہے وہ ہم سب سالاروں کے لئے ناقابل برداشت ہے اور میں اپنے ساتھی سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد ہی تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔“

بیدو خاں کی اس گفتگو سے شہاب الدین مزید برہم اور افرار و خستہ ہو گیا تھا۔ ایک جھٹکے سے اس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔ یہ وہ تلوار تھی جو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کی ماں نے اسے دی تھی۔ وہ ایک بھاری بھر کم تلوار تھی۔ پھل خوب چوڑا، غم دار تھا۔ پیک ایسی میٹھیل شدہ کہ آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ پھر شہاب الدین نے

اپنی تلوار کو اپنے سامنے لہرایا اور بیدو خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیدو خاں! تم نے تلوار بے نیام کر کے مجھ پر موت کی طرح وارد ہونے کا اعلان کیا ہے..... ذرا میری تلوار کی طرف بھی دیکھ، قسم زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے رب کی، قسم اس خدا کی جس نے ہمارے رسولؐ کی کج بختی کا کرمبوت کیا اور قسم مجھے کعبہ کے رب کی، تُو ذرا میرے سامنے..... میری تلوار کی چمک میں تجھے موت کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ اگر تُو اپنے آپ کو ایسا ہی نور مابھتا ہے تو آ، میرے ساتھ نکلا..... پھر دیکھتے ہیں میری موت تیرے ہاتھوں ہوتی ہے یا تُو میرے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو کر یہاں جمع ہونے والے سب لوگوں کے سامنے اپنی گردن کو پیشانی اور غلات میں ختم کر کے کھڑا ہوتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین جب خاموش ہوا تب گور خاں کے درباریوں میں سے ایک ڈھلی ہوئی عمر کا شخص اٹھا، اپنی نشست سے اٹھنے کے بعد وہ شہاب الدین کے پاس آیا اور اسے سمجھانے کے انداز میں کہنے لگا۔

”تُو ابھی نوجوان اور نوجو ہے..... جذبات میں ڈوب کر گفتگو نہ کر۔ بیدو خاں جس سے تُو مخاطب ہے یہ ہمارے بادشاہ کا ہونے والا داماد ہے۔ بادشاہ کی وہ چھوٹی بیٹی جو اپنی ماں، بڑی بہن اور بہنوئی کے دائیں جانب بیٹھی ہوئی ہے، اس کا نام کیرش ہے۔ یہ بیدو اسی کا گھیتیر ہے لہذا دربار میں جس انداز میں تُو اس سے گفتگو کر رہا ہے ایسی گفتگو نہ کر۔ اس لئے کہ گور خاں تیرے لئے کوئی نامناسب فیصلہ بھی دے سکتا ہے۔ اس موقع پر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ چپ چاپ اپنی تلوار نیام میں کر لو۔ تمہارے ایسا کرنے سے شاید بیدو خاں بھی خستہ ہو جائے اور وہ بھی اپنی تلوار کو نیام میں لے جائے اور معاملہ یہیں پر دفع ہو جائے۔ یہ بھی سن کہ بیدو خاں ہمارے بادشاہ کا بیٹیا بھی ہے۔“

یہ کہنے کے بعد وہ بوڑھا پلانا اور جس نشست سے وہ اٹھا تھا اسی پر دوبارہ جا کر بیٹھ گیا۔ شہاب الدین کسی رد عمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بیدو خاں، گور خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے اجازت دی جانے کہ میں بھرے دربار میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کے اس سفیر کے ترو کو صاف اور اس کی کج روی کو سیدھا اور اس کے گھمنڈ کو استوار کر کے رکھ

بیوہ خاں کی اس گفتگو سے شہاب الدین مزید پریم اور افراتوشہ ہو گیا تھا۔ ایک جھگڑے سے اس نے اپنی تلوار بے نیام کر لی تھی۔ یہ وہ تلوار تھی جو سلطان علاء الدین خوارزم شاہ اور اس کی ماں نے اسے دی تھی۔ وہ ایک بھاری بھر کم تلوار تھی۔ پہل خوب چوڑا، خم دار تھا۔ چمک ایسی مصل شدہ کہ آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ پھر شہاب الدین نے

بھی جستجو بھرے انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اپنی نشست سے اٹھ کر بیدو خاں جب شہاب الدین کی طرف بڑھا تب اس کی منگیتر اور گور خاں کی چھوٹی بیٹی کیرش اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”بیدو خاں! میں سمجھتی ہوں یہ تمہارے سامنے زیادہ دیر نہیں نکال سکے گا۔ لہذا اسے زخمی کرنے کی کوشش نہ کرنا۔۔۔۔۔ یہ ایک سفیر ہے۔ اس کے لئے ہاتھ ڈرا ہلکا رکھنا تاکہ یہ صحیح سلامت اپنے سلطان علاء الدین کے پاس پہنچ سکے۔“

کیرش کے ان الفاظ پر بیدو خوش ہو گیا تھا۔ سمجھنا اور ترمذ کا اظہار کرتے ہوئے شہاب الدین کے سامنے آیا۔ اس کی آمد تک شہاب الدین بھی مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ شہاب الدین کے پاس آ کر دھاتے لہجے میں بیدو خاں نے اسے مخاطب کیا۔

”اس دربار میں داخل ہونے کے بعد تو نے دو بڑی غلطیاں بلکہ گناہ کئے ہیں۔۔۔۔۔ پہلا یہ کہ تو نے مجھ کے انداز میں جھک کر ہمارے بادشاہ گور خاں کو تعظیم نہیں دی۔ تم نے دوسری گستاخی یہ کی ہے کہ ہمارے بادشاہ گور خاں کے سامنے یہ دھوکا کیا کہ اب ہمارا کوئی لشکر دریائے آمو کو پار کر کے تمہارے علاقوں پر حملہ آور ہوا تو وہ لشکر واپس نہیں آئے گا۔ اور تم نے دھوکا کیا کہ تم خود اس لشکر سے ٹکراؤ گے اور واپس نہیں آئے دو گے۔“

سنو۔۔۔۔۔ اس سے پہلے بھی میں لشکر کے ایک حصے کے ساتھ دریائے آمو کو پار کر کے تمہاری سرزمینوں میں داخل ہوا تھا۔ اب بھی چند دن کا وقفہ ڈال کر پھر داخل ہوں گا۔ تاکہ تمہیں میرا مقابلہ کرنے کا موقع میسر آ سکے۔ رہی بات اس مقابلہ کی تو میں پہلے ہی بتاتے دیتا ہوں کہ تم زیادہ دیر تک میرے سامنے نہیں ٹھہر سکو گے۔ تمہوں کے اندر میں تمہاری حالت بے خانمان بیوقوفانہ دکھ کے خونی سائیں اور یوں بوند کو ترستے شجر سے بھی بدتر بنا کر رکھ دوں گا۔“

جب تک بیدو خاں بولتا رہا، شہاب الدین مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تب وہ بھی بڑ جوش انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”بیدو خاں! یہ گوارا کھیل ہے۔۔۔۔۔ یہ تو وقت بتائے گا کہ تم مجھے زیر کرتے ہو یا میری کمزوری کی نوک تمہاری گردن کو تاقی ہے۔ بیدو خاں! میں قیاق ترک سوں اور تم

دوں۔ میں اس پر ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ آنے والے دنوں میں اگر ہمارا کوئی اور لشکر دریائے آمو کے اس پار کارروائی کرتا ہے تو یہ لوگ اس لشکر کی راہ نہیں روک پائیں گے۔ اس نوجوان کو یہ بھی بتایا جائے کہ دریائے آمو کو پار کر کے ان کے علاقوں میں ہمارے جس لشکر نے جاہلی اور بربادی کا کھیل کھیلا تھا، مسجدیں گرائی تھیں، مکتب ویران کئے تھے، اس لشکر کی کماداری میں کر رہا تھا۔ ذرا اس بھرے دربار میں مجھے اس سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی جائے۔“

بیدو خاں کے ان الفاظ پر خطا کے ترکوں کا سلطان گور خاں مسکرایا، تو صبی انداز میں بیدو خاں کی طرف دیکھا، اس کے بعد شہاب الدین بن مسعود کی طرف دیکھتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

”جو کچھ بیدو خاں نے مجھ سے مطالبہ کیا ہے، تم نے بھی سنا ہے۔ کیا تم اس سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو؟“

شہاب الدین کے چہرے پر قسم نمودار ہوا، پھر گور خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”یہ شخص مجھے شکل سے ہی کوئی اچھا تیغ زن نہیں لگتا۔ اگر آپ نے میرا تیغ زنی کا مقابلہ کسی سے کرنا ہی ہے تو پھر آپ کی مملکت کا جو سب سے اچھا، بہترین اور نایاب اور بے نظیر قسم کا تیغ زن ہے اسے میرے مقابلے پر لائے تاکہ مجھے بھی احساس ہو کہ میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی شخص اترا ہے جو میرے لئے نقصان کا باعث بھی بن سکتا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین جب رکاوٹ گور خاں کی چھوٹی اور حسین بیٹی کیرش برہی کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔

”بیدو خاں ہماری مملکت کے چند عمدہ ترین تیغ زنوں میں سے ایک ہے۔ ایسا گفتگو کر کے تم اس کی توجہ نہ کر رہے ہو۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔ ”مجھے بتایا گیا ہے کہ تم گور خاں کی بیٹی ہو اور اس بیدو خاں کی منگیتر بھی ہو۔۔۔۔۔ اگر تم کہتی ہو کہ یہ اچھا تیغ زن ہے تو میں اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بیدو خاں بھی خوش ہو گیا تھا۔ جبکہ گور خاں کے چہرے پر بھی بڑا سکون تھا۔ دربار میں اس وقت جس قدر لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ سب

شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

گور خاں نے کچھ سوچا، پھر فیصلہ کن انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سکتے ہو۔۔۔ واپس جا کر علاؤ الدین سے کہنا کہ خراج کی رقم اس کے ذمہ ہے..... اس

گور خاں کے ان الفاظ کا شہاب الدین نے کوئی جواب نہ دیا اور گور خاں کے

”علاء الدین خوارزم شاہ کا یہ سفیر بھرے دربار میں میری توہین، میری عزتی کا

اس کے ساتھ ہی بید و خاں جہاں سے اٹھا، وہیں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ یہاں تک کہ

گور خاں نے اسے مخاطب کیا۔

لئے علاؤ الدین کے پاس جاتے رہتے ہیں اس بناء پر سفیر سے برا سلوک نہیں ہوتا۔

س پر حملہ آور ہو کر اسے زخمی کریں اور اسے زخمی کرنے کے بعد اس کے گھوڑے کو مار

”کیا یہ ہے وہ تیغ زن جس سے متعلق آپ کی بیٹی نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ آپ کی

شہاب الدین بن مسعود نے جس وقت یہ کلمات ادا کئے اسی وقت گور خاں کے

”اپنی زبان کو، اپنے حلقوم کے اندر سنبھال کر رکھو..... جو کلمات تم ادا کر رہے ہو وہ

شہاب الدین نے کھا جانے والے انداز میں تانیکو کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

تمہاری حالت بید و خاں سے بھی بدتر نہ کر دی تو پھر میرا نام تبدیل کر کے مجھے میرے

سلطان کی طرف بھیج دینا۔“

بیٹھنے کے لئے کہا تو تانیکو بل کھاتا ہوا اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ پھر گور خاں نے شہاب

کر میری طرف بھیجا ہے..... لیکن ایسا نہیں ہے۔ تم ایک عمدہ، لاجواب اور بے مثال تنقید

گود خاں جب خاموش ہوا تب عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے روزن بول اٹھی۔

زوزن کے ان الفاظ پر گور خاں چونک اٹھا تھا۔ عجیب سی شرمندگی کے احساس میں بھر کے لئے اس نے اپنی بیٹی زوزن کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

گور خاں کے ان الفاظ کے جواب میں جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی بیٹی زوزن پھر بول اٹھی تھی۔

”بابا! بیود خود ریچھ کی کمرہ خرچاٹ کا اظہار کرتے ہوئے اس سفر کے ساتھ شیخ زنی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوا تھا۔ پر مقابلے کے دوران آپ نے دیکھا کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کا وہ کبیرے رعد و برق کی طوفانی پورش کی طرح حملہ آور ہوا اور بیود کی ساری ہڈیوں کا پتھروں میں تبدیل کر کے رکھ دیا..... جب وہ غیر مدد خواں پر چیز حملے کر رہا تھا تو بیود خاں کی زبان میں کانٹے اور حلق میں پھنسدے پڑ گئے تھے۔ مقابلہ ہارنے کے باوجود جو آپ نے اسے اس نوجوان کی راہ روکنے اور نئے رخ کی کرنے کی اجازت دے دی ہے تو میرے بابا! آپ کے اس فیصلے نے بیود اے نے منیر کی زیادہ خواب دیکھا شروع کر دے گا جو ہمارے لئے مضر بھی ثابت کئے ہیں۔“

گور خاں کے یہ الفاظ سن کر بید و خاں خوش ہو گیا تھا اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دربار سے نکل گیا تھا۔

”پدر محترم! اکثر و بیشتر مواقع پر میں نے دیکھا کہ آپ نے ہمیشہ اچھے تیج زونوں کی قدر دانی کی، جرأت مندی اور بہادری کا مظاہرہ کرنے والوں کو خوب نوازا..... لیکن

آج آپ کا رویہ دیکھتے ہوئے مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا تھا..... علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سفر جس نے اپنا نام شہاب الدین بن مسعود بتایا تھا اور جس نے ہمارے بھرے

دربار میں بہترین بہادری و جرأت مندی اور استقلال و اولوالعزمی اور ایک عمدہ حوصلہ مندی کا مظاہرہ کیا، انعام دینے کی بجائے ایک طرح سے آپ نے اسے دھچکار کر

نکال دیا۔ پدر محترم! چاہئے تو یہ تھا کہ آپ اسے جی بھر کر انعام و اکرام سے نوازتے اس کی جرات مندی، اس کی دلیری کی حوصلہ افزائی کرتے اس کی طاقت و

قوت کا اعتراف کرتے۔ لیکن ایسا کرنے کی بجائے آپ نے بید و خاں کو اجازت دے دی کہ وہ اسے درجائے آمو کے نیل کے قریب زخمی کر کے اسے اس کے علاقوں کی

طرف دھکیل دے۔ کیا ایک اچھے قح زن، ایک لاجواب جنگجو کے ساتھ ایسا کرنا، ایسا رویہ رکھنا انصاف رہتی ہے.....؟“

زوزن کی اس گفتگو پر اس کی چھوٹی اور خوبصورت بہن کیرش جو بیدو خاں کی منگیتیر تھی، مدد کر رہی اور ناسندہ لگا کے سے انداز میں زوزن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس

موقع پر اس کی آنکھوں میں شکوے ہی شکوے اور سوال ہی سوال تھے۔ شاید وہ اپنی بہن کو جھڑپ کر کے کچھ بگاڑا کہ اس سے پہلے ہی مگر خال، بول، اٹھا تھا۔

”زوزن، میری بیٹی! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے..... بھرے دربار میں علاؤ الدین



شہاب الدین بن مسعود اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے جب دیاے آمو کے ہلے کے قریب آیا تو اچانک ایک طرف سے کچھ سوار نمودار ہوئے اور اس کی راہ روک کھڑے ہوئے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے شہاب الدین نے فوراً اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچے ہوئے اسے روک دیا تھا۔ راہ روکنے والوں میں سے ایک اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اٹھا۔

”علاء الدین خوارزم شاہ کے سفیر! ہمارے بادشاہ گور خاں کو تعظیم نہ دینے اور بیدو کھٹکت دینے کے بعد تم یوں صحیح سلامت تو اپنے علاقوں میں نہیں جا سکتے..... ہم تمہیں اس قدر غصہ کریں گے کہ اپنے مرکزی شہر تک نہ پہنچ سکو، راستے ہی میں دم توڑ دو۔“

اس کی اس گفتگو سے شہاب الدین کھول اٹھا تھا..... آتش لہجے میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”صف در صف، قطار در قطار میری راہ روکنے والو! تم جیسے اندھیرے کی بنگل میں چمپے کرب خیز فرخ راہٹ دینے والے خوک میں نے بہت دیکھ رکھے ہیں..... میری راہ چھوڑ دو، ورنہ موت سے ہم کنار ہو جاؤ گے۔“

راہ روکنے والوں میں سے ایک پھر شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”علاء الدین خوارزم شاہ کے سفیر! وقت کی تیز رفتاری میں تجھ جیسے نوجوان جو بھرے بھرے جھکڑ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، وہ ہم نے بھی بہت دیکھ رکھے ہیں..... ہم تو یہاں تیری حالت لہ میں اترتی شب سے بھی بمیا تک بنا کر رکھیں گے۔“

شہاب الدین اور زیادہ کھول اٹھا..... کتوار بے نیام کر کے اس نے ڈھال پر بھی

گور خاں نے زوزن کی اس گفتگو کو ناپسند کیا تھا۔ کہنے لگا۔

”بٹنی! بیدو خاں میرا جتنی ہونے کے ساتھ ہماری مملکت کا بہترین سالار ہے اور پھر آنے والا سفیر مسلمان ہے۔ تم دونوں سے یکساں سلوک کی توقع تو نہ رکھو.....“

گور خاں حریف کچھ کہتا کہ اس کی بات کاٹنے ہوئے زوزن بول اٹھی۔

”بابا! اگر یہ بات ہے اور اگر آپ مسلمانوں کو اپنے آپ سے کم تر خیال کرتے ہیں تو میرا رشتہ آپ نے سرقد کے حاکم عثمان خان کے ساتھ کیوں طے کر دیا ہے؟“

گور خاں نے گور کر زوزن کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”ابھی رشتہ دینے کا وعدہ کیا ہے..... رشتہ دیا نہیں ہے۔ جس سے میں کسی بھی وقت انکار کر سکتا ہوں۔“

گور خاں شاید اس موقع پر حریف اپنی بٹنی زوزن کے ساتھ الجھتا نہیں چاہتا تھا لہذا اس نے دربار پر خواست کر دیا تھا۔



گرفت مضبوط کر لی تھی۔ پھر پہلے سے بھی زیادہ ہولناک لہجے میں بول اٹھا۔
”مجھے اپنے مرکزی شہر خوارزم ہر صورت میں پہنچنا ہے۔ چاہے مجھے تمہارے
جسوں کے پیچھے سے اڑا کر بھی آگے نہ بڑھنا پڑے۔ میری راہ چھوڑ دو۔ ورنہ
تھوڑی دیر تک تم دیکھو گے تمہاری حالت میں شہر بدر حقیقتوں اور منزل کے آخری نوے
سے بھی بڑھ کر رہا ہوا آگے نکل جاؤں گا۔“

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین بن مسعود کو رک جانا پڑا تھا۔ اس لئے کہ اچانک
اسی سمت سے جس سمت سے راہ روکنے والے نمودار ہوئے تھے، تیروں کی تیز بازو کی
نہ ماری تھی۔ ان تیروں کی وجہ سے راہ روکنے والوں میں سے کئی ایک پھلتی ہو کر اپنے
گھوڑوں سے گر گئے تھے۔ باقی ابھی تذبذب اور پریشانی کی حالت میں تھے کہ
ایک بار پھر تیروں کی باز آئی۔ جو ابھی تک گھوڑوں پر بیٹھے تھے وہ بھی زخمی ہو کر زمین
پر گر گئے۔

یہ صورت حال شہاب الدین مسعود کے لئے بڑی غیر متوقع تھی وہ کبھی اپنے سامنے
راہ روکنے والوں کی لاشوں کو دیکھتا تھا اور کبھی اپنے دائیں جانب دیکھتا تھا جدھر سے وہ
بارکسی نے تیروں کی برسات کی تھی۔

شہاب الدین عجیب شش و پنج کی حالت میں کھڑا تھا۔ اس کے سامنے راہ روکنے
والوں کی لاشیں پڑی تھیں اور ان کے گھوڑے دوسرے دوسرے کے پھر رہے تھے۔

اس کی نگاہیں بار بار اس سمت اٹھ جاتی تھیں جدھر سے تیروں کی برسات ہوئی
تھی۔ اچانک وہ چونک اٹھا۔ اس لئے کہ دائیں جانب جو کہستانی سلسلہ تھا، اس سے
کئی نوجوان اسے پیچھے اترتے دکھائی دیے۔ ان سب کے کندھوں سے کمانیں اور پست
پر ترش لٹک رہے تھے۔

شہاب الدین کے قریب آ کر ان میں سے ایک بڑی ہمدردی اور اپنائیت میں
شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہاں مسعود! روکنے میں، اپنی منزل کی طرف نکل جاؤ۔ ہم تمہارے دشمن نہیں،
دوست ہیں۔ دریائے آمو کا پل آگے بالکل قریب ہے۔ مرنے والوں کے گھوڑوں کو
بھی اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے لے جاؤ۔ یہ تمہارے کام آئیں گے۔“
شہاب الدین ابھی تک آنے والوں کی طرف بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اسے

مخاطب کرنے والا جب خاموش ہوا تب شہاب الدین جستجو برے اعزاز میں بول اٹھا۔
”صاحبو! کیا میں جان سکتا ہوں تم لوگ کون ہو۔ کیوں میری مدد کرنے کے لئے
آئے ہو؟ اور۔۔۔“

شہاب الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ جو پہلے اس سے مخاطب ہوا تھا، وہی
کہنے لگا۔

”یہ فضول سوال ہے۔ اس سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بس یوں جانو ہمیں کسی
نے تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے اور جس نے ہمیں بھیجا ہے وہ ایک انتہائی معتبر و معزز
ہستی ہے۔“

اس کی گفتگو نے شہاب الدین کو حریہ جستجو میں ڈال دیا تھا۔ لہذا بڑی زری سے
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے عزیز مہربانو! کیا میں اپنے اس صمن اور اپنے اس مربی کا نام جان سکتا
ہوں جس نے تمہیں میری مدد کے لئے روانہ کیا ہے۔۔۔؟“

شہاب الدین ک مخاطب کرنے والے کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر وہ
کہنے لگا۔

”فی الحال ہم اس کا نام تم سے نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ ہمارے لئے یہی حکم
ہے۔ ہم تم سے حریہ گفتگو بھی نہیں کریں گے۔ ہمارے گھوڑے کوہستانی سلسلے کے
اس طرف کھڑے ہیں اور ہمیں فی الفور واپس جانا ہے۔ ان کی لاشیں یہیں پڑی
رہیں گی تاکہ گور خاں کے بھیجے ہوئے خاں کو خبر ہو جائے کہ تمہاری راہ روکنے کے لئے
اس نے جن نوجوانوں کو بھیجا تھا، ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اب تم جاؤ۔ ہم تم
سے حریہ گفتگو نہیں کریں گے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ مڑے، بھاگتے ہوئے کوہستانی سلسلے پر چڑھے۔ پھر دوسری
سمت اتر گئے تھے۔

جب وہ شہاب الدین کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تب شہاب الدین نے اپنے
گھوڑے کو ایڑ لگائی، مرنے والوں کے سب گھوڑوں کو اس نے اپنے آگے آگے لگایا اور
تیزی سے ہانکتا ہوا وہ دریائے آمو کا کشتیوں کا پل عبور کر رہا تھا۔

علاقوں میں جو ہمارا لشکر متعین ہوگا، وہ دریائے آمو کو عبور کر کے گور خاں کے علاقوں پر حملہ آور ہو جائے گا۔ ساتھ ہی گور خاں کو یہ بھی اطلاع دے دی جائے گی کہ وہ تو مسلمانوں کے علاقوں میں پیش قدمی کر رہا ہے جبکہ خود اس کے علاقوں میں مسلمان حملہ آور ہو چکے ہیں۔ ایسی صورت میں گور خاں پیش قدمی کرنے کی بجائے پسپائی کو ترجیح دے گا۔“

”ابن مسعود! جو کچھ تم نے کہا ہے بظاہر یہ بڑی اچھی تجویز ہے۔ لیکن ناممکن ہے۔ اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ اب تم مجھ سے یہ بھی پوچھو گے کہ یہ کیسے ناممکن ہے۔ کیوں اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا؟۔ تو میں تمہارے سامنے اس کی بھی وضاحت کر دیتا ہوں۔ معاملہ یوں ہے کہ اگر گور خاں، دریائے آمو کو عبور کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوگا تو یاد رکھنا، دریائے آمو کا پل تو گور خاں کے لشکریوں ہی کی نگاہ میں ہو گا۔ ویسے بھی گور خاں اس پل کو اپنی ملکیت خیال کرتا ہے۔ اگر گور خاں ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوگا تو یقیناً پل کی حفاظت کے لئے بھی اپنے لشکر کا کوئی حصہ مقرر کرے گا۔ ایسی صورت میں ہمارا کوئی بھی لشکر کیسے پل کو عبور کر کے گور خاں کے علاقوں میں داخل ہوگا، اس کے علاقوں میں ترک تاز یا تاجا ہی و بربادی کا کھیل نہ کھیل پائے گا۔“

”محترم! یہ ناممکن نہیں ہے۔ بلکہ بڑا آسان کھیل ہے۔ گور خاں کی پیش قدمی کو روکنے کے لئے اگر ہم اس کے علاقوں میں گھس کر دروینک ترک و تاز کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس مقدمہ کے لئے ہمیں پل کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔“ یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ علاء الدین بول اٹھا۔

”ابن مسعود! شاید تم نے دریائے آمو کا کبھی بغور جائزہ نہیں لیا۔ بغیر پل کے اسے عبور کرنا انتہائی خطرناک بلکہ ناممکن ہے۔ دریائے آمو سے متعلق تم نے یہ بھی سن رکھا ہوگا کہ طاقتور سے طاقتور گھوڑا بڑی مشکل سے اسے عبور کر سکتا ہے۔ ہاں! اگر اس گھوڑے کی پیٹھ پر کوئی سوار بیٹھا ہو تو پھر گھوڑا دریا کو پار نہیں کر سکتا۔ یہ آزمائی ہوئی بات ہے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔“

سلطان کی اس گفتگو سے شہاب الدین مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

سلطان علاء الدین خوارزم شاہ اپنے مرکزی شہر خوارزم کے نواح میں مستقر کے وسط میں کھلے میدان کے اندر سے بھرتی کئے جانے والے لشکریوں کی تربیت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ اس موقع پر اس کے سالار اور وزراء کے علاوہ کچھ آمرانے سلطنت بھی اس کے ہمراہ تھے۔ لشکریوں کی تربیت کے منظر کو دیکھتے ہوئے علاء الدین اچانک چونک سا پڑا۔ اس لئے کہ ایک طرف سے شہاب الدین اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا تھا۔ سلطان کے پاس آکر وہ اپنے گھوڑے سے اترا، بلند آواز میں سلام کیا پھر سب سے اس نے بڑبڑوش مصافحہ کیا۔ اس موقع پر جتو بھرے انداز میں علاء الدین خوارزم شاہ نے اسے مخاطب کیا۔

”میرے عزیز! کیا اخلاط سے تُو ہمارے لئے اچھی خبر لایا ہے؟۔“

جواب میں شہاب الدین نے گور خاں کے دربار میں ہونے والی ساری گفتگو سے علاء الدین کو آگاہ کر دیا تھا اور علاء الدین، شہاب الدین کی اس کارگزاری پر تھوڑی دیر مسکراتا رہا، اس کا شانہ چھتپایا اور کہنے لگا۔

”تُو نے اپنے عمل، اپنی تیق زنی سے یقیناً گور خاں، اس کے سالاروں اور لشکریوں پر ایک اچھا بلکہ خوفناک تاثر چھوڑا ہے۔ اب تُو نے جو یہ بتایا ہے کہ بیدو خاں جو گور خاں کا بھتیجا بھی ہے، وہی دریائے آمو کو پار کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا اور وہ پھر ایسا کرے گا تو اس کا سید باب کرنے کے لئے تمہارے پاس کیا لائحہ عمل ہے؟۔“

سلطان علاء الدین کے خاموش ہونے پر شہاب الدین بول اٹھا۔

”سلطان محترم! جن علاقوں پر خطا کے غیر مسلم ترک حملہ آور ہوتے ہیں، ان کی حفاظت کرنا ہمارے لئے انتہائی اہم ہے۔ وہاں ہمیں اپنا ایک خاصا بڑا لشکر رکھنا ہو گا۔ اس لشکر کے ذریعہ نہ صرف ہم حملہ آور گور خاں کے لشکریوں کو روک سکتے ہیں، انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ آنے والے دور میں اگر گور خاں ہمارے علاقوں پر چڑھ دوڑتا ہے، ہم پر حملہ آور ہوتا ہے تو ان علاقوں میں جو لشکر موجود ہوگا، وہ گور خاں کی پیش قدمی کو اس کی پسپائی میں تبدیل کر سکتا ہے۔“

سلطان محترم! اگر کسی دور میں یا کسی وقت گور خاں دریائے آمو کو عبور کر کے اپنے لشکر کے ساتھ ہماری سرزمینوں پر حملہ آور ہوتا ہے تو دریائے آمو کے کنارے ہمارے

”ابن مسعود! جو کچھ تم نے کہا ہے وہ قابل عمل ہے..... اور اس کے ذریعے یقیناً تم گور خاں کے لشکریوں کو نہ صرف اتنا نقصان پہنچا سکتے ہیں بلکہ ضرورت پڑنے پر جیسا کہ تم نے کہا ہے، گور خاں کی پیش قدمی کو پسپائی میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں..... ابن مسعود! یہ گفتگو کر کے تم نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب مطمئن رہو۔ چند دن کے اندر ہی شکستہ، ہری اور سرخ جھنڈیوں کے علاوہ دوسرا سارا حرب و ضرب کا سامان مہیا کر دیا جائے گا..... تمہاری ماتحتی میں، میں ایک خاصا بڑا لشکر رکھوں گا۔ لشکری اب تم سے کافی مانوس بھی ہو چکے ہیں..... وہ تمہیں پسند کرتے ہیں، تمہیں چاہتے بھی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ گور خاں کے لشکریوں کے خلاف تم اپنے لشکر سے خوب کام لو گے..... اب تم آرام کرو۔ بہت جلد تمہارے لئے سارے انتظامات کو آخری شکل دے دی جائے گی۔ اور تمہیں ان علاقوں میں متعین کر دیا جائے گا جہاں گور خاں کے لشکری حملہ آور ہوتے ہیں۔“

”سلطان محترم! جہاں تک مشکیزوں کا تعلق ہے تو جس وقت میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے علاقوں میں گھس کر اسے نقصان پہنچانے یا اس کی پسپائی کو روکنے کا ارادہ کرنا ہوگا تو میں ان مشکیزوں میں خشک گھاس یا پرالی بھر کے اور مشکیزوں کا منہ خوب اچھی طرح باندھ کر ان کے ذریعے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے امو کو عبور کر سکتا ہوں۔ اگر مشکیزوں کے اندر خوب ٹھوس ٹھوس کر خشک گھاس یا پرالی یا ایسی ہی کوئی اور چیز بھردی جائے اور ان کا منہ اچھی طرح بند کر دیا جائے تو پھر ان مشکیزوں کے ذریعے بڑی آسانی کے ساتھ دریا کو عبور کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک ہری جھنڈیوں

اس خط میں غیاث الدین غوری کے سفیر نے ان دو بھائیوں کی منافقت سے ہوشیار رہنے کی بھی تلقین کی لیکن عیار بھائیوں نے غلوں اور صداقت کی وہ دھاک بٹھار رکھی تھی کہ کسی نے سفیر کی بات پر کان نہ دھرا۔

اسی اثنا میں سفیر نے اتفاقاً ان دو بھائیوں کا خط پکڑ لیا اور دعوے کے ثبوت میں غیاث الدین غوری کے پاس پہنچ دیا۔ جب یہ خط غیاث الدین غوری کے پاس پہنچا تو اس نے دونوں بھائیوں کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ وہ خط ان کے سامنے پیش کیا اور اس کا جواب طلب کیا۔ چونکہ وہ کوئی لفظی بخش جواب نہ دے سکے تھے لہذا غیاث الدین غوری نے ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس حادثے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اچانک حرکت میں آیا اور اس نے ہرات کا رخ کیا۔ دراصل وہ ہرات پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ ہرات پہنچ کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اب شمال کی طرف سے علاؤ الدین خوارزم شاہ ایک طرح سے مطمئن تھا۔ اس لئے کہ شہاب الدین بن مسعود کو وہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کے کنارے متعین کر چکا تھا اور شہاب الدین نے وہاں اپنا مسکن بنا کر حملہ آور گور خاں کے لشکریوں کی راہ روکنے کے انتظامات کرنے شروع کر دیئے تھے۔ اس بنا پر علاؤ الدین خوارزم شاہ شمال کی طرف سے مطمئن ہو کر پوری تین دہائیوں پوری طاقت و قوت سے اب جنوب کے علاقوں پر ضرب لگانا چاہتا تھا۔ اسی سلسلے میں اس نے ہرات شہر کا محاصرہ کیا تھا۔

ہرات کا محاصرہ کرنے کے ساتھ ساتھ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنا چھوٹا سا ایک لشکر طالقان کے علاقے کو فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ طالقان میں اس وقت غوریوں کی طرف سے ان کا سالار محمد بن جرک ایک خاصے بڑے لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ یہ غیاث الدین غوری کا سب سے جری، دلیر اور شجاع اور تجربہ کار سالار خیال کیا جاتا تھا۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے جب لشکر کو طالقان پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا اس کا مقابلہ محمد بن جرک سے ہوا۔ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کی بدقسمتی کہ اسے محمد بن جرک نے بدترین شکست دی اور قتل عام کیا اور ان میں سے بہت کم کو اپنی جاکیں بچا کر فرار ہونے کا موقع ملا۔

اس کے ساتھ ہی سلطان سے اجازت لے کر شہاب الدین وہاں سے ہٹ گیا تھا۔



اپنی جنگی تیاریوں کو مضبوط اور مستحکم کرنے اور اپنے لشکر میں اضافہ کرنے کی خاطر عارضی طور پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے غوری سلطان غیاث الدین کے ساتھ صلح کر لی تھی۔ تاہم اندر ہی اندر سلطان علاؤ الدین اپنے لشکریوں کو کسب کاٹنے سے پس کر رہا۔ اس کے بعد اس نے ہرات پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ چونکہ غوری اسے نقصان پہنچا رہے تھے، لہذا اس نے بھی غوریوں کو نقصان پہنچانے کا عہدہ کر لیا۔ اس مقصد کے لئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے دو بھائیوں سے کام لیا شروع کیا۔ کہتے ہیں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ کشک کے عہد میں دو بھائی جو سلطان کے معتدین میں سے تھے اور سرخ شہر کے حاکم تھے، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ کشک سے فوت ہونے کے بعد دونوں بھائی بھاگ کر سرخ شہر سے نکل کر غیاث الدین غوری کے پاس چلے گئے لیکن اندرون خانہ ان کی ہمدردیاں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ساتھ تھیں۔

دوسری طرف غوری سلطان غیاث الدین بھی ان پر بڑا اعتماد اور بھروسہ کرتا تھا اور انہیں اپنے معتدین میں شمار کر لیا تھا اور حالت یہاں تک پہنچی تھی کہ غیاث الدین غوری کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ ہر معاملے میں ان سے مشورہ لیتا اور ان کی رائے کو وہ ہمیشہ وقت دیا کرتا تھا۔

لیکن غیاث الدین غوری کو یہ معلوم نہیں تھا کہ دل سے دونوں بھائی خوارزم شاہ علاؤ الدین کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں بھائی علاؤ الدین خوارزم شاہ سے وفاداری کرتے ہوئے اور غیاث الدین غوری کے دربار میں رہتے ہوئے غوریوں کے تمام راز خفیہ طور پر علاؤ الدین خوارزم شاہ کو پہنچا دیا کرتے تھے۔

جن دونوں غوریوں کا ایک سفیر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلطان نے اسے اپنے پاس روک لیا تو اس سفیر کو کسی طریقے سے ان دو بھائیوں کی غداری کا علم ہو گیا۔ چنانچہ اس نے غیاث الدین غوری کو اپنے بھائی عمر بن محمد کی معرفت جو ہرات کا قائم مقام صوبے دار تھا، ان دو بھائیوں کی غداری سے بذریعہ خط اطلاع دی۔

دوسری طرف جب سلطان غیاث الدین غوری کو خبر ہوئی کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ہرات کا محاصرہ کر لیا ہے تو اس نے اپنے پیچھے الپ غازی کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر ہرات روانہ کیا تاکہ وہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کرے اور اسے شہر کا محاصرہ ترک کرنے پر مجبور کر دے۔

اپنے پیچھے الپ غازی کو روانہ کرنے کے بعد چند دن کا وقفہ ڈال کر خود غیاث الدین غوری بھی ایک خاصا بڑا لشکر لے کر ہرات کی طرف روانہ ہوا تھا۔ غیاث الدین غوری اور اس کا بیٹیا الپ غازی اپنے دونوں لشکروں کے ساتھ آگے بڑھ کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور نہ ہوئے۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ خوارزم شاہ نیا نیا حکمران ہی تھی لیکن اپنے باپ کے دور میں بھی وہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا تھا۔ دونوں بچپن سے ہی جنگی فرائض سے واقف تھے کہ انہیں شکست نہ ہو جائے۔ لہذا تیز رفتار قاصد ہندوستان روانہ کئے اس لئے کہ غیاث الدین کا چھوٹا بھائی شہاب الدین غوری ان دنوں ہندوستان کی مہم میں مصروف تھا۔ غیاث الدین چاہتا تھا کہ شہاب الدین بھی ہرات پہنچ جائے تاکہ پوری طاقت و قوت کے ساتھ علاؤ الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کیا جائے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھی سمجھ گیا تھا کہ غیاث الدین اپنے پیچھے الپ غازی کے ساتھ اس سے گھبراتا نہیں چاہتا۔ لہذا اس نے محاصرے میں سختی پیدا کر دی تھی۔ دوسری طرف ہندوستان میں جب شہاب الدین غوری کو ان حالات کا علم ہوا اور جب اس کے بڑے بھائی غیاث الدین کے قاصد اس کے پاس پہنچے تو اس نے بھی ہندوستان سے واپسی کا سفر اختیار کیا۔

اسی دوران جب علاؤ الدین خوارزم شاہ کو سلطان شہاب الدین کی ہندوستان سے واپسی کی اطلاع ملی تب اسے کسی قدر پریشانی ہوئی۔ اس لئے کہ اب اس اکیلے کے مقابلے میں تین لشکروں کی آمد کی توقع تھی۔ دو لشکر پہلے ہی غیاث الدین غوری اور اس کا بیٹیا الپ غازی لئے پیٹھے تھے اور تیسرا لشکر شہاب الدین غوری لے کر ہندوستان سے آندھی اور طوفان کی طرح ہرات کا رخ کئے ہوئے تھا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے علاؤ الدین خوارزم شاہ سوچ میں پڑ گیا کہ اگر

ہرات کے فتح ہونے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی تو کیوں نہ شہاب الدین غوری کی آمد سے پہلے پہلے غیاث الدین اور اس کے پیچھے الپ غازی کے ساتھ مصالحت کا کوئی سلسلہ شروع کر دیا جائے تاکہ اس نازک موقع کو ٹالا جائے۔

علاؤ الدین خوارزم شاہ نے یہ بھی سوچا، اگر یہ بھی ممکن نہ ہوا تو خاموشی سے محاصرہ اٹھا کر واپس اپنے مرکزی شہر خوارزم چلا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ ایک وقت تین قوتوں کا مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

غوریوں کے جس سفیر کو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے ہاں روکا ہوا تھا اس کا نام حسین بن محمد تھا، اسے بلوایا گیا اور اسے اس مصالحت کی مہم پر روانہ کیا گیا۔ جب غوریوں کا سفیر حسین بن محمد، غیاث الدین اور اس کے پیچھے الپ غازی کے پاس پہنچا اور ان سے صلح کی گفتگو کرنا چاہی تب یہ افواہیں اڑنے لگیں کہ شہاب الدین غوری ہندوستان سے خاصا بڑا لشکر لے کر قریب پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اس موقع پر مصالحت اسی میں بھی کر فی الحال ہرات کا محاصرہ ترک کر دیا جائے۔ لہذا بڑی خاموشی کے ساتھ اس نے محاصرہ اٹھایا اور مردو شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

دوسری طرف جب شہاب الدین غوری ہندوستان سے ہرات کے نواح میں اپنے بھائی غیاث الدین غوری اور پیچھے الپ غازی کے پاس پہنچا تو ان سے صلح و مشورہ کرنے کے بعد تینوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ کر دینا چاہئے۔ اب غوریوں کا لشکر علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ ان کا ارادہ تھا کہ پہلے بلخ پر حملہ آور ہوا جائے..... بلخ پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں اپنی طاقت و قوت کو مضبوط و مربوط کیا جائے۔ اس کے بعد دوسری مہموں کی ابتداء کی جائے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ ان دنوں مروہی میں قیام کئے ہوئے تھا۔ جب اسے خبر ہوئی کہ غوریوں کا ایک بہت بڑا لشکر بلخ پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر رہا ہے تب اس نے غوریوں کی راہ روکنے کا فیصلہ کیا۔

کھلے میدانوں میں دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے۔ غوری اور خوارزم شاہی پوری طاقت و قوت کے ساتھ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ بڑا سخت معرکہ ہوا جس میں دونوں طرف سے ہتھیاروں کی آوی مارے گئے..... چونکہ جنگ کا پلڑا تقریباً برابر رہا تھا

اس لئے سلطان شہاب الدین غوری اور غیاث الدین غوری نے فیصلہ کیا کہ سردیاں اب سر پر آگئی ہیں لہذا جنگ کو موقوف کر دینا چاہئے۔

علاء الدین نے بھی اپنی بہتری اسی میں سمجھی کہ جنگ کا سلسلہ ختم کر دیا جائے اور اس جھگڑے کو حریہ طول نہ دیا جائے۔ چنانچہ علاؤ الدین خوارزم شاہ تو اپنے لشکر کو لے کر اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف چلا گیا جبکہ غیاث الدین اور شہاب الدین غوری دونوں بھائیوں نے اپنے لشکر کے ساتھ جاڑا گزارنے کے لئے طوس شہر کا رخ کیا۔

دونوں بھائیوں نے فیصلہ کیا کہ سردیاں طوس شہر میں گزاری جائیں۔ اور جب موسم بہار میں آمد و رفت کی فتنیں ختم ہو جائیں تو حریہ لنگری بھرتی کر کے سلطان خوارزم شاہ کے علاقوں پر چڑھائی کر دی جائے۔ طوس کے لوگ غوریوں کی بجائے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو پسند کرتے تھے لہذا دونوں بھائی جب وہاں پہنچے تو اہل طوس، غوریوں سے ٹالنا ہونے کی وجہ سے ان سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔ دونوں غوری سلطانوں نے جب وہاں پہنچ کر اہلیان شہر کے لشکر کی ضرورت کے لئے خورد و نوش کے ذخائر طلب کئے تو اہل شہر ہرجا مچ اٹھے اور حالات ایسے خمدوش ہو گئے کہ لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

اسے حسین اتفاق ہی کہتا چاہئے کہ اسی دوران سلطان شہاب الدین غوری تو کچھ کام نمٹانے کے لئے ہندوستان چلا گیا جبکہ اس کی غیر موجودگی میں اس کا بھائی غیاث الدین غوری وفات پا گیا۔

تاہم غوری حکمران اپنی جگہ، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنی جگہ سردیاں گزارنے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے اپنی جنگی تیاریاں بھی کرتے رہے۔

★.....★



سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے جو لشکر شہاب الدین بن مسعود کو مہیا کیا تھا اس لشکر کو لے کر شہاب الدین ان علاقوں کی طرف گیا تھا جہاں اکثر و بیشتر دریائے آمو کو عبور کر کے گور خاں کے لشکر کی حملہ آور ہوا کرتے تھے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے شہاب الدین بن مسعود کے نائب کے طور پر اپنے دوسرے سالار منصور ترکی کو بھی اس کے ساتھ کر دیا تھا۔ وہ دونوں اپنے لشکر کو لے کر ان بستیوں کے پشتی حصے میں گئے جن بستیوں پر گور خاں کے لشکر کی حملہ آور ہوتے رہے تھے اور کوہستانی سلسلے کے اندر خیمے نصب کرتے ہوئے انہوں نے اپنا پڑاؤ بنالیا تھا۔ ضرورت کی ہر شے کے علاوہ وہاں ہتھیار بھی مچھل کر دیے تھے۔

پھر اپنے پڑاؤ کی حالت درست کرنے کے بعد شہاب الدین اور منصور ترکی اپنے کچھ سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ نکلے تاکہ ان بستیوں کا جائزہ لیں جن پر گور خاں کے لشکر کی حملہ آور ہوتے رہے تھے۔

پہلی ہی بستی میں جب وہ داخل ہوئے تو لوگوں کا ایک ہجوم ان کے ارگرد جمع ہو گیا تھا جو اپنی بے بسی، اپنی لاچارگی اور اپنے اوپر ہونے والے ظلم و ستم کی داستانیں سناتے گئے تھے۔ بہت سے لوگ وہ تفصیل بھی بتا رہے تھے کہ کس طرح گور خاں کے لشکر کی حملہ آور ہو کر تاخت و تاراجی کا کھیل کھیتے تھے۔

جس وقت شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے چند دوسرے سالاروں کے ساتھ لوگوں کے ہجوم میں گھرے ان سے گفتگو کر رہے تھے اور انہیں تسلی و تشفی دے رہے تھے کہ ایک طرف سے ایک غڑ خاں سا بڑا حمو دار ہوا، اس نے اپنے شانے پر ایک چری تھیلانکا رکھا تھا۔ لگتا تھا وہ اس علاقے کا کوئی صاحب حیثیت یا با عزت شخص

تھا اس لئے کہ جب وہ ہجوم میں سے گزرتا ہوا آگے بڑھا تو لوگ بڑی عقیدت مندی سے اسے راستہ دیتے رہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے ہجوم کے اندر آیا، وہ چری تھیلا جو اس نے اپنے پائیکل شانے پر لٹکا رکھا تھا اس میں ہاتھ ڈالا پھر عجیب سے انداز میں اس تھیلے کے اندر سے پتھر نکال نکال کر اس نے شہاب الدین اور منصور ترکی کو مارنے شروع کر دیئے تھے۔

منصور ترکی چونکہ ذرا پیچھے تھا۔ لوگوں کے سامنے شہاب الدین تھا۔ لہذا زیادہ پتھر شہاب الدین ہی کو لگے تھے۔ اس کا چہرہ زخمی ہو گیا تھا اور کچھ جگہوں سے خون بھی بہنے لگا تھا۔ یہ عجیب سی صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ اتنی دیر تک کچھ لوگ لبک کر آگے بڑھے، اس بوڑھے کو انہوں نے چڑ لیا۔ اس موقع پر ایک نوجوان شہاب الدین کے قریب آیا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن مسعود! اس بوڑھے سے کچھ نہ کہنے گا۔ اس لئے کہ اس کے دوسو کے لگ بھگ بیسے مارے گئے ہیں جس کی بناء پر یہ پاگل ہو گیا ہے۔ یہ نہ خیال کیجئے گا کہ اس کی اتنی بیاں تھیں کہ اس کے دوسو بیسے تھے۔ نہیں، تو خود اس کے دو بیسوں کے آگے ایک بہت بڑا کتب ہے۔ یہ اس کتب کا مدرس تھا۔ اس کتب میں اس کے تحت تقریباً دوسو بیسے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ گور خاں کے حملہ اور لشکریوں نے اس کے سامنے اپنی دوسو بیسوں کو ہلاک کر دیا جس کی وجہ سے یہ بیسے پاگل سا ہو کر رہ گیا ہے۔ ان بچوں کو اپنے بچوں اور اپنے بیٹوں کی طرح چاہتا تھا۔ یہ غم سے بے حال ہے۔ اس بناء پر میرے آپ سے گزارش ہے کہ اسے آپ کچھ نہ کہنے گا۔“

کچھ لوگوں نے اس بوڑھے کے کندھے سے لٹکاتا ہوا چری تھیلا اتار لیا تھا جس میں اس نے پتھر بھرے ہوئے تھے۔ پر بوڑھا جاری طرح پھرتا ہوا تھا۔ آگے بڑھا، شہاب الدین کا گریبان پکڑ لیا۔ اس موقع پر وہاں جمع ہونے والے کچھ جوان آگے لپکے۔ اور وہ چاہتے تھے کہ شہاب الدین کا گریبان اس سے چھڑائیں لیکن ہاتھ کے اشارے سے شہاب الدین نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ یہاں تک کہ شہاب الدین کا گریبان کھینچتے ہوئے اس بوڑھے نے انتہائی ہولناک اور دکھ بھری آواز میں شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا تھا۔

”تم لوگ اس وقت کہاں تھے جب رات کے سنامن محرم، خوف بھرے سناٹوں

میں یہاں کے مسلمان راہ گم کردہ مسافروں اور بے آشیانہ بطور کی طرح دشمن کے آگے بھاگتے ہوئے اپنی جائیں بچا رہے تھے۔ تم لوگ اس وقت کہاں تھے جب یہاں کے لوگ درد کے اڑتے ریزہ ریزوں میں بھروسے جان کنی کے لمحات کے اندر نیستی اور عدم کے کھیل کا شکار تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا کار کا پھر انتہائی تاسف انگیز لہجے میں کہنے لگا۔

”تم لوگ گھہ پانی کے قاتل ہو نہ جہاں پانی کے۔ یہاں کے لوگ حملہ آوروں کے ہاتھوں بردہ فروشوں کی سی بدترین انصافی کا شکار ہوئے۔ آرزو سمجھ دیکھتے ہوئے اب ہم جذبات سے بالکل عاری ہو چکے ہیں۔ تم لوگ اس وقت کہاں تھے جب ڈوبتے سورج کے پھیلتے دھندلوں میں یہاں کے لوگ موت کی آمدھیوں کا لقمہ بن رہے تھے۔؟“

پھر نہ جانے کیا سوچتے ہوئے اس بوڑھے نے شہاب الدین کا دامن خود ہی چھوڑ دیا۔ گردن اس کی جھک گئی۔ پہلے سے زیادہ گم زدہ انداز میں کہنے لگا۔

”کاش! کوئی اخلاق کی سر بلندی رکھنے والا مجاہد افتخار۔ دھڑاتا اور رسواہیوں کی تاریکیاں، دکھ اور کرب کی عقوبت کا ہیں کھڑی کرنے والوں کو جسوں کے آشوب اور زمانے بھر کی دشتوں سے دوچار کر دیتا۔ کاش! کوئی قوی بازوؤں والا فریقہ مہربان نعرہ حق بلند کرتا ہوا افتخار اور سنگ دلی کے خار زار، خوف کے جلتے رشت کھڑے کرنے والوں کے خلاف دکھ کا سمندر اور کرب کی صدیوں کا طوفان بن کر نمودار ہوتا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا خاموش ہو گیا۔ گلے سے اس کی چکیاں اور سکیاں سناٹی دے رہی تھیں۔ وہ رو پڑا تو آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو پہلے لٹکا تھا۔ پھر اپنے آپ کو اس نے سنبھالا اور دوبارہ اس کی آواز سناٹی دی۔

”کاش! سپر گرانہ قابلیت رکھنے والا کوئی چوپان بے غرضی و جفاکشی کا طوفان بن کر اٹھتا اور پرستانہ باطل کی یلغار اور بے حیائی کی اندھی تاریکیاں کھڑی کرنے والوں کا قلع قمع کر کے رکھ دیتا۔ پر کچھ نہ ہوا۔ کوئی بھی ہمارے درد کا دماں نہ بنا۔“

کہیں سے بھی ہمیں تحفظ کا سامنا نہ ملا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا پھر خاموش ہو گیا تھا۔ اس کی چکیاں، اس کی سکیاں پہلے کی نسبت زیادہ نمایاں اور صاف سناٹی دیتے لگی تھیں۔ یہاں تک کہ اس

دن رات محنت کرتے ہوئے شہاب الدین نے ساری بستیوں سے رابطہ قائم کیا بستیوں کے اندر ایک ایک گھر کا انتخاب کر لیا گیا جن کے اوپر ہرے جھنڈے نصب کر دیئے گئے تھے۔ مختلف بستیوں میں خبر بھی مقرر کر دیئے گئے تھے۔ پھر فیصلہ یہ کیا گیا کہ اگر دشمن دن کے وقت حملہ آور ہوتا ہے اور جاسوسوں کا پتہ چلتا ہے کہ دشمن یلغار کر رہا ہے، تب ہرے جھنڈوں کی جگہ سرخ جھنڈے لہرا دیئے جائیں گے۔ جس طرف سے دشمن آئے گا، پہلے سامنے والی سبھی سرخ جھنڈا لہرائے گی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے آخر تک ساری بستیوں پر سرخ جھنڈے لہرائے جائیں گے جو اشارہ ہوگا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم سب کو تیار رہنا ہے۔

رات کے وقت ان ہی مکانوں پر مشعل ملتی رہے گی۔ رات کے وقت اگر مجبوروں کو چہ چلتا ہے کہ دشمن شب خون مارنے کے لئے آ رہا ہے تو اس مشعل کو گول پھرنے میں حرکت دی جائے گی۔ اس طرح پہلی بستی کی مشعل جب حرکت میں آئے گی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے دوسری، تیسری اور پھر سب بستیوں کی مشعلیں حرکت میں آ جائیں گی۔ یہ بھی ہمارے لئے رات کے وقت اشارہ ہوگا کہ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں تیار ہو جانا چاہئے۔



دفاع اور جارحیت کے سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد ایک روز شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی اپنے چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے اندر اپنے چڑاؤ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک منصور ترکی اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو مخاطب کر کے شہاب الدین کہنے لگا۔

”میرے عزیز! ساتھیو! جس وقت ان علاقوں میں آنے کے لئے میں نے سلطان سے گفتگو کی تھی، میں نے انہیں منگینے سے مہیا کرنے کے لئے کہا تھا۔ اور میرے اس مطالبہ کے جواب میں میری خواہش کے مطابق جتنے منگینے میں چاہتا تھا، مجھے مہیا کئے گئے۔ لیکن یہاں آکر میں دیکھتا ہوں حالات کچھ مختلف ہیں۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ ان علاقوں میں چونکہ دریا پر کوئی ٹل نہیں ہے لہذا میں جوانی کا ردوائی کرتے ہوئے دریا کو عبور کر کے دشمن کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گا اور جس طرح ہمارے لوگوں کو وہ نقصان پہنچاتا رہے ہیں، اس سے زیادہ انہیں نقصان پہنچاؤں گا۔ میرا لائحہ

ہی کھڑے منصور ترکی کے چہرے پر بھی طمانیت تھی پھر بلال سلیمان کہنے لگا۔
”میں نے اپنے پاگل پن میں جو پتھر تم پر برسائے، ان کے لئے میں معذرت خواہ ہوں ظلم کی بجلی میں پس کر میں حواس کھو چکا ہوں۔ حواس بانگشی میں جو غلطی مجھ سے سرزد ہوئی اس کے لئے میں معافی کا طلب گار ہوں۔“
اس سے آگے بڑھا کچھ کہتا چاہتا تھا اور کہہ نہ پایا، اس لئے کہ تڑپ کر شہاب الدین نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا، پھر کہنے لگا۔
”آپ میرے باپ کی جگہ ہیں خدا کے لئے ایسے الفاظ استعمال نہ کریں آپ مجھے چند دن کی مہلت دیں، پھر دیکھیں میں یہاں کے لوگوں کے نقصان کا ازالہ کیسے کرتا ہوں اور کیسے ان کی جان و مال کی حفاظت کا فرض انجام دیتا ہوں۔“
بلال بن سلیمان خوش ہو گیا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

”میرے عزیز! میرے ساتھ چل۔ میرے قہروں کی وجہ سے تیرے چہرے پر جو زخم آئے ہیں ان پر میں مرہم لگواؤں۔ کیونکہ ہمارے ہاں کافی طیب ہیں مجھے یہاں کے لوگوں نے بتایا تھا کہ ہمارے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ہماری حفاظت کے لئے ایک لشکر بھیجا ہے جس کا کماندار اعلیٰ شہاب الدین بن مسعود ہے اور اس کا نائب منصور ترکی ہے۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم دونوں میں سے شہاب الدین کون ہے اور منصور کون ہے؟“

اس موقع پر منصور بول اٹھا اور بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں منصور ترکی ہوں اور یہ شہاب الدین بن مسعود ہے۔“
شہاب الدین بن مسعود نے خوش کن انداز میں بلال بن سلیمان کا شانہ چھپتھپایا، پھر کہنے لگا۔

”مجھے اجازت دیجئے میں نے ابھی بہت سی بستیوں کا جائزہ لیتا ہے اور ان بستیوں کے اندر دشمن کی راہ روکنے کے لئے کچھ انتظامات بھی کر رہے ہیں۔“
بلال بن سلیمان نے جب ہاتھ ہلا کر اسے جانے کی اجازت دے دی تو منصور اور دوسرے سالاروں کے علاوہ اپنے لشکر یوں کے ساتھ شہاب الدین وہاں سے ہٹ گیا تھا۔



علاقوں میں کارروائی کرنا ہوگی تو پبل کے جس سرے کے ساتھ لے لیے رے باندھے جائیں گے، وہ رے کسی درخت کے ساتھ بندھے ہوں گے..... لہذا انہیں کھولا جائے گا۔ جب ان رسول کو کھولا جائے گا تو پبل، دریا کی لہروں کے سامنے آپ سے آپ بہتا ہوا اندر جائے گا اور اس کا دوسرا دریا کے دوسرے کنارے جا لگے گا۔

جب پبل دریا پر محیط ہو جائے گا تو اس پبل کے ذریعے دریا کو پار کرنے کے بعد ہم دشمن کے علاقے میں داخل ہو جائیں گے، وہاں حملہ آور ہوں گے۔ خورد و نوش، ضروریات کا سامان بھی بھر کر وہاں سے حاصل کریں گے اور وہ سامان وہاں لا کر یہاں کے لوگوں میں تقسیم کریں گے۔ پبل کے پار دشمن کے علاقے میں جانے کے بعد ایک احتیاط برتی جائے گی، کسی پر ناجائز ہتھیار نہیں اٹھایا جائے گا، کسی کو ناجائز قتل نہیں کیا جائے گا۔ تاہم جو حراحت کرے، اس کے خلاف حرکت میں آنا ہوگا۔ وہاں سے ہم نے صرف ضروریات کا سامان حاصل کر کے یہاں کے لوگوں کی ٹیکہوں کو رفع کرنا ہے۔ یہ ایک کام ہے جو اس پبل سے لیا جائے گا۔ دوسرا کام جو اس پبل سے لیا جائے گا وہ یوں ہوگا کہ جب کبھی کوئی دشمن کا بڑا لشکر پبل پار کرے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرتا ہے یا ان علاقوں میں داخل ہوتا ہے تو پبل کے اندر بھی ہم اپنے تیر انداز بٹھادیں گے..... پبل کے دونوں طرف چونکہ لکڑی کے موٹے موٹے تختے لگے ہوں گے..... لہذا وہاں بیٹھنے والے تیر انداز محفوظ رہیں گے۔ اب ضرورت کے مطابق اس پبل کو رسول کے ذریعے ہم اوپر پہنچنے لے جاسکتے ہیں۔ جہاں بھی دشمن پر تیر اندازی کی ضرورت پڑی اس پبل کے اندر بیٹھ کر ہمارے تیر انداز دشمن پر تیر اندازی کرتے ہوئے اسے بے پناہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ بول اٹھا۔
”میرے عزیز بھائیو! میں نے جو کچھ کہا تھا، کہہ چکا..... اب تم لوگوں میں سے اگر کوئی کچھ کہتا چاہے تو کہے۔ تاکہ آنے والی شب کو متفقہ تجویز کے مطابق اس پر عمل کیا جاسکے۔“

مضبور ترکی کے علاوہ دوسرے سارے سالاروں نے جب شہاب الدین مسعود کی اس تجویز سے اتفاق کیا تو شہاب الدین نے خوشی کا اظہار کیا، پھر آنے والی شب کو بھی جنگل سے درخت کاٹ کر دریائے آمو کے کنارے کے ساتھ ساتھ پبل بنانے کے کام

عمل یہ تھا کہ یہ جو جنگیزے میں ساتھ لے کر آیا ہوں، جب دریا کو پار کرتا ہوا تو ان کے اندر خشک گھاس یا پرائی ٹھوس ٹھوس کر بھردی جائے گی۔ ان کا منہ سختی سے بند کرنے کے بعد ان کے ذریعے بڑی آسانی سے دریا کو عبور کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں آکر جو حالات میں نے دیکھے وہ مختلف ہیں..... اس لئے کہ یہاں کے لوگوں کو بڑی طرح لوٹ لیا گیا ہے..... لوگوں کے پاس کھانے کے لئے خوراک نہیں ہے۔ جو لوگ تین وقت کا کھانا کھاتے تھے میں نے دیکھا کہ انہیں گھروں میں لوگ ایک ایک وقت کا کھانا کھانے پر مجبور ہیں..... گوشتیں نے اپنے لشکر کی خوراک میں سے کچھ ذخیرہ انہیں سپلا کیا ہے لیکن اس طرح ہم زیادہ دن یہاں کے لوگوں کی مدد نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا کریں گے تو ہمارے اپنے لشکر کے پاس خورد و نوش کا سامان ختم ہو جائے گا۔

جس طرح میرا پہلا لائحہ عمل تھا، اس کے ذریعے اگر ہم دریا کو جنگیزوں کے ذریعے عبور کرتے تو دشمن کے علاقے میں جا کر پھر ہم ان پر حملہ آور ہو کر ان سے ان کے حملوں کا انتقام لے سکتے تھے۔ یہاں کے لوگوں کی ہنسی اور بھلائی کے لئے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اب میں یہاں کے لوگوں کے لئے بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں۔“
یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر مضبور ترکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”مضبور، میرے بھائی! آنے والی شب سے ہم سب نے مل کر ایک کام کرنا ہے..... میں دیکھتا ہوں اس علاقے میں بہت سے درخت ہیں اور درخت بھی کافی بڑے بڑے اور اچھے تھوڑے والے ہیں..... رات کے وقت درختوں کو کاٹا جائے گا۔ لشکر کے اندر جو صنار ہیں، ان کے ذریعے درختوں کے تنے چیر کر ان کے تختے بنائے جائیں گے۔ ان تختوں سے دریائے آمو کے اس کنارے کے ساتھ ساتھ اعزاز اتنا لیا جائے گا کہ یہاں کیا جائے کہ وہ پبل دریا کی چوڑائی سے تھوڑا سا بڑا ہو۔ اس پبل کے دونوں اطراف موٹے موٹے مضبوط تختے نصب کر دیے جائیں۔ اس پبل سے میں دو طرح کا کام لینا چاہتا ہوں۔

پہلا یہ کہ یہ پبل جو ہم تعمیر کریں گے اس کا ایک سرا مضبوط رسول کے ذریعے دریا کے کنارے کسی بڑے درخت کے تنے کے ساتھ باندھ دیں گے۔ پبل کے دوسرے سرے کے ساتھ بھی لے لیے رے باندھ دیے جائیں گے۔ جب ہم نے دشمن کے

اہانت اور بے عزتی کرنا چاہتے ہیں..... قسم خداوند قدوس کی، آپ کے سامنے زمین پر بیٹھے ہوئے جو سکون اور جوگلی آسودگی ملی وہ پہلے کہیں نصیب نہ ہوئی تھی..... آپ نے مجھ سے پوچھا کہ میں کس سلسلے میں آپ کی طرف آیا ہوں؟ محترم بہن سلیمان! جس میں کی تعمیر کا کام میں نے شروع کیا تھا، وہ مکمل ہو چکا ہے۔ آج رات کے وقت خداوند قدوس نے چاہا تو میں دشمن کے علاقوں میں دو ربک شب خون ماروں گا، بلیخار کروں گا، ایسا وعاہوا بولوں گا کہ غیر مسلم خطائی ترکوں کا بادشاہ گور خاں اور اس کے سالار، وذرراہ چیخ چیخ کر چلا آئیں گے۔ اس نے دریائے آمو کے اس پار جو مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے میں اس نقصان سے نیکزور گنا انہیں نقصان پہنچاؤں گا تاکہ آنے والے دور میں ہمارے علاقوں میں وہ سوچ سمجھ کر داخل ہوں۔

میرا یہاں آنے کا اصل مقصد تو یہ تھا۔ آپ جانتے ہیں فی الوقت میرے پاس میرا فکرم ہے یا فکرم کے لئے چند ماہ کی خوراک کا سامان ہے۔ اب میں نے آنے والے دنوں کے لئے اپنے فکرم کے لئے خورد و نوش اور ضروریات کا سامان دریائے آمو کے اس پار سے ہی حاصل کرنا ہے۔ یہاں دریائے آمو کے کنارے کنارے جس قدر بستیوں تباہ ہوئی ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لگا کر ان لوگوں کے نقصانات کا جائزہ لیں۔ مجھے امید ہے کہ میں دریائے آمو کے اس پار سے بہت کچھ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں گا اور اس سے یہاں ہونے والے لوگوں کے نقصان کی تلافی کروں گا۔

دوسرا اہم مقصد جو لے کر میں آپ کی طرف آیا ہوں وہ یہ کہ مجھے ذرا چند یوم تک ان علاقوں میں قدم جمانے کی مہلت دیں۔ اس کے بعد میں آپ کے کتب کی سنے سرے سے تعمیر کروا دوں گا۔ میں جانتا ہوں حملہ آور دشمن نے آپ کے ان گنت طلباء کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے پاس پھر علم کی طلب رکھنے والے جمع ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ اور جب کتب کی عمارت بنے سرے سے تعمیر ہو جائے گی اور یہاں پڑھنے والوں کے لئے بہترین سہولتیں مہیا کی جائیں گی تو طلباء کی تعداد بھی زیادہ ہو جائے گی۔ اور پھر جب لوگوں کو یہ احساس بھی ہوگا کہ ان علاقوں کی اب حفاظت بھی کی جا رہی ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آپ کے کتب کی طرف متوجہ ہوں گے۔“

کی ابتداء کر دی گئی تھی۔



ایک روز شہاب الدین بن مسعود اپنے نائب منصور ترکی اور چند دوسرے سالاروں کے ساتھ بلال بن سلیمان کے کتب کی طرف آیا۔ کتب کی عمارت کا زیادہ حصہ غیر مسلم خطائی ترکوں کے حملوں کی وجہ سے برباد ہو چکا تھا۔ لہذا قھوڑے سے طالب علم تھے جنہیں بلال بن سلیمان کتب کے سامنے کھلے میدان کے اندر ایک درخت تلے لئے بیٹھا درس دے رہا تھا۔

شہاب الدین اور منصور اپنے ساتھیوں کے ساتھ ذرا فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ بلال بن سلیمان نے اپنے شاگردوں کو فارغ کر دیا اور وہ اپنے گھروں کی طرف چلے گئے۔ جب شہاب الدین اور منصور ترکی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بلال بن سلیمان کے پاس گئے، اس نے سب کا شاندار اعزاز میں استقبال کیا اور ان سے معافہ کیا۔ اور پھر بلال بن سلیمان کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

”محترم بہن سلیمان! گنتا ہے ہم نے آپ کو زحمت دی ہے..... میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کی طرف آیا تھا اور یہ سمجھ کر آیا تھا کہ آپ کے کتب کا وقت ختم ہو چکا ہو گا۔ کہیں آپ نے ہمیں دیکھ کر اپنے طالب علموں کو فارغ تو نہیں کر دیا؟“

اس پر بلال بن سلیمان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”نہیں! ان کے گھر جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے انہیں بھیج دیا۔ آپ کہیں، میرے کتب کی طرف آنے کی زحمت کیسے کر لی؟“

اس موقع پر بلال بن سلیمان کبھی ٹکی کی بنی ہوئی ایک چھوٹی سی شہہ نقشن پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ جن طلباء کو وہ درس دے رہا تھا وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر شہاب الدین نے کچھ سوچا، پھر وہ بلال بن سلیمان کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے منصور ترکی اور دوسرے سارے ساتھی بھی وہاں بیٹھ گئے تھے۔

شہاب الدین کی اس حالت پر بلال بن سلیمان چونکا، اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا لیکن تڑپ کر شہاب الدین اپنی جگہ سے اٹھا اور بلال بن سلیمان کو پکڑ کر اس نے کبھی مٹی کی بنی ہوئی اسی شہہ نقشن پر بٹھا دیا، پھر کہنے لگا۔

”اگر آپ نے اپنی اس نشست سے اٹھنے کی کوشش کی تو میں سمجھوں گا آپ میری

اٹھ کھڑا ہوا، شہاب الدین کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔ شہاب الدین کی پیشانی پر کئی بوسے دیئے، پھر کہنے لگا۔

”شہاب الدین! ایک عابد کی حیثیت سے تمہارا رتبہ مجھ جیسے عالم سے کہیں زیادہ ہے۔ تمہارے اصرار کرنے پر میں اس بجی مٹی کی شہہ نشین پر بیٹھ گیا تھا۔ ورنہ میں اس قابل تھا کہ تمہارے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھوں۔“

ابن سلیمان جب خاموش ہوا تب شہاب الدین بول اٹھا۔
”آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں..... آپ میرے بزرگ ہیں..... آپ کہیں کہ کن دو کاموں کے سلسلے میں آپ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے.....؟“

اس پر ایک لمبا سانس لینے کے بعد ابن سلیمان بول اٹھا۔
”بچے! پہلا کام یہ ہے کہ تم نے اپنے لشکر کا پڑاؤ ہماری بستیوں سے بڑا دور رکھا ہے۔ اس کے لئے لوگ اعتراض کر رہے ہیں..... ان کا کہنا ہے کہ رات کے کسی لمحے بھی اگر دشمن حملہ آور ہو تو اپنے پڑاؤ سے کھل کر لشکریوں کی مدد کے لئے آنے میں کچھ وقت لگ سکتا ہے جس سے دشمن نقصان پہنچا سکتے ہیں۔“

بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا تب شہاب الدین کہنے لگا۔
”یہاں آنے کے بعد میں نے جوان بستیوں کی حفاظت و دفاع کے لئے اقدامات کئے ہیں شاید لوگوں کو ان کا علم نہیں۔ میں نے دریائے آسوں کے کنارے دن کے وقت ہری و سرخ جھنڈیوں اور رات کے وقت مشعلوں کا ایک نظام قائم کیا ہے جس کے لئے مجھے دشمن کے آنے کی بروقت خبر ہو سکتی ہے اور میں ان کی روک تھام کر سکتا ہوں۔ بہر حال لوگوں کو اگر اعتراض ہے تو وہ جس جگہ چاہتے ہیں، میں وہاں ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیتا ہوں۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بلال بن سلیمان نے خوشی کا اظہار کیا اور دوبارہ بول اٹھا۔

”لوگ چاہتے ہیں کہ آپ میرے کتب کے آس پاس اپنے لشکر کا پڑاؤ کریں۔ کچھ لوگ آپ کے پڑاؤ میں آپ کی امامت میں نماز ادا کر چکے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ یہیں اجتماعی طور پر نماز ادا کی جائے اور وہ لوگ آپ کی مجلس سے بھی مستفید ہوں۔“

بلال بن سلیمان کے خاموش ہونے پر شہاب الدین نے اپنے ساتھی منصور ترکی کی

جب تک شہاب الدین بن مسعود بولتا رہا، بلال بن سلیمان عجیب سی چاہت اور شفقت سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب شہاب الدین خاموش ہوا تب ابن سلیمان نے بڑی عقیدت اور ارادت مندی سے کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیزو! وہ قوم جس کے افراد میں بے نفسی اور بے غرضی کا نور اور فرمانبرداری ختم ہو جاتی ہے، وہ قوم منزلوں کے موبہم نشانات کو تلاش نہیں کر سکتی۔ جس قوم کے افراد تاریخ کے حقائق کو مستور کرتے ہیں، ہوش و دانش کو فراموش کرتے ہیں، زندگی کے میدانوں میں ان کی حالت بے مقصد جنگی بھیڑوں اور اندھے جوش و جذبے سے زیادہ اہمیت نہیں ہوتی۔ وہ قوم جو اپنے اندر شائین صفت مرد کو ہمارا پیدا نہیں کر سکتی، اودار کی برقی تلے وہی قوم ہے وقت اور غیدہ سر ہو جاتی ہے اور اس کے افراد بستیوں کی لاشوں کی طرح ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں۔

میرے عزیزو! وہ لوگ جو وقت کی آپ جو کار بننے کی ہمت و استطاعت رکھتے ہیں وہی سانوں کی گونجوں اور موت کی بے امان رقص و مدام میں وقت کی آنکھ کا تارار بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ وہی اسی پناہ مشیت میں ستاروں سے کہکشاں، دڑے سے صحرا اور قطرے سے سمندر تک کا سفر کامیابی سے طے کر لیتے ہیں۔

میری خداوند مہربان و بیدار سے انتہائی عاجزی کے ساتھ دعا ہے کہ وہ اپنی صفت حمدیت، کعبہ کی عفت، مشن انسانیت کی تقدیس، بدر کے مقدس میدانوں، اُحد کی متبرک چٹانوں اور صفا و مروہ کی نورانی وادیوں کے صدقے میں تم لوگوں کو تمہارے مقاصد اور کام میں سرفرازی و کامرانی اور رحمت کے عطیوں کے خدائی فوز مندی عطا فرمائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بلال بن سلیمان رکا، کچھ سوچا پھر شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن مسعود! شاید خداوند قدوس ہی میری مدد فرما رہا ہے کہ تم یہاں میرے پاس آ گئے ہو..... ورنہ میں خود تمہارے پاس جانے کے لئے سوچ رہا تھا..... میرے ذہن میں دو کام ہیں جن کے لئے میں تم سے التماس اور گزارش کرنا چاہتا تھا۔“

شہاب الدین نے ایک دم تڑپ جانے کے اعزاز میں آگے بڑھ کر بلال بن سلیمان کے پاؤں پکڑ لئے۔ اس کے ایسا کرنے پر بلال بن سلیمان کچی مٹی کی شہہ نشین سے

کے لئے جاتے ہیں پر وہ کسی سے ملتا ہی نہیں۔ ایک طرح کا خانہ نشین ہو کر رہ گیا ہے۔ امیر! اگر آپ کوشش کریں تو حسام الدین کی پہلی حالت بحال ہو سکتی ہے۔ اس کے کھیت، باغات جو اُڑ گئے ہیں، دوبارہ ان پر ہریالی آ سکتی ہے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ بہتی کے مغرب اور جنوب میں جس قدر باغات اور کھیت ہیں سب کا مالک حسام الدین ہے۔ اس کے باغات اور کھیتوں کی آبپاشی کا نظام بھی بڑا عمدہ تھا۔

امیر! آپ نے دیکھا ان بہتیوں کے کھیت، زمینیں اور باغات دریائے آمو سے کچھ نیچے ہیں۔ حسام الدین کے باپ غر الدین نے اپنے دور میں دریائے آمو کے ساتھ ساتھ چھوٹے چھوٹے تالاب بنائے تھے۔ دریائے آمو سے پانی نکال کر ان تالابوں میں اس وقت بھرا جاتا تھا جب دریا طغیانی پر آتا تھا۔ اور پھر پورا سال انی تالابوں کا پانی استعمال کر کے آب پاشی ہوتی تھی۔ اس طرح یہ علاقہ سرسبز و خوش حال تھا۔ اب حملہ آوروں نے نہ صرف وہ تالاب توڑ پھوڑ دیئے ہیں بلکہ باغات اور کھیتوں تک کو انہوں نے آگ لگا دی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ حسام الدین سے ملیں، اسے تسلی و دُحار دیں، اپنے لشکریوں کے علاوہ ان ساری بہتیوں کے نوجوانوں کو ساتھ لاکر یہاں کے لوگوں کی زمینوں کا جو آب پاشی کا نظام برباد ہو گیا ہے اسے بھی بحال کر دیں تاکہ لوگوں کے کھیت، باغات، پھر پہلے کی طرح سرسبز ہو جائیں۔ حسام الدین کی مالی حالت بھی ان دنوں بہت تپتی ہے۔ یہاں کے لوگ اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں پر وہ قبول نہیں کرتا۔ میں نے اب یہاں تک سنا ہے کہ اس کے ہاں صرف ایک وقت کا کھانا کھانے کی نوبت آگئی ہے اور حالت اگر ایسی ہی رہی تو دونوں باپ بیٹی اس قلعہ نما حویلی کے اندر ہی گھٹ گھٹ کر مر جائیں گے اور یہاں کا کوئی فرد انہیں پسند کرے گا کہ ان دونوں باپ بیٹی کی یہ حالت ہو۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

”محترم ابن سلیمان! اگر میرے جانے سے محترم حسام الدین کے حالات بدل سکتے ہیں تو میں ایک بار انہیں، سو بار اس کے ہاں جانے کے لئے تیار ہوں۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بلال بن سلیمان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”منصور! میرے بھائی! اپنے لشکر کا ہذاؤ آج ہی اس کتب کے قریب جو کھلا میدان ہے، اس میں نخل ہو جانا چاہئے۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بلال بن سلیمان مسکرایا اور کہنے لگا۔

”یہاں کے سب لوگوں کی خواہش ہے کہ وہ جہیں امیر کہہ کر مخاطب کریں۔ لہذا آج سے میں بھی جہیں امیر کہہ کر مخاطب کروں گا۔ ہر امت ماننا۔۔۔۔۔ اس لئے کہ تم اس کے حق دار ہو۔ اب میں تم سے اپنی دوسری گزارش کرتا ہوں۔ میری دوسری گزارش یہ ہے کہ ان ساری بہتیوں کا ایک سردار قاضی بلکہ ہے، ابھی بھی زندہ ہے۔ اس کا نام حسام الدین ہے۔ اس کے چھ جوان کوہ جیکر بیٹے تھے۔۔۔۔۔ یہ سائے جو بہتی دکھائی دے رہی ہے اس کے اندر ہی اس کی قلعہ نما حویلی ہے۔ اس کا نام حسام الدین ہے اور اس کے باپ کا نام غر الدین ہے۔ انتہا درجہ کا رحم دل، دین سے محبت کرنے والا شخص ہے۔ خطا کے ترکوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے یہاں کے سب لوگوں کی وہ مالی مدد کیا کرتا تھا۔۔۔۔۔ اس کے ہوتے ہوئے ان علاقوں میں کبھی کسی نے شکیات نہیں کی کہ اسے دو وقت کے لئے کھانے کو نہیں ملتا۔ اس لئے کہ حسام الدین کے وسیع باغات اور آمدنی کے بہت سے ذرائع تھے جن میں سے اکثر کو اس نے ضرورت مندوں کے لئے وقف کر رکھا تھا۔

جن دنوں خطا کے غیر مسلم ترک ان علاقوں پر حملہ آور ہوئے ان دنوں حسام الدین اپنی بیٹی کے ساتھ خوارزم کی طرف گیا ہوا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں ہی خطا کے ترک حملہ آور ہوئے۔ اس کے چھ بیٹوں، اس کی بیوی کو حملہ آوروں نے موت کے گھاٹ اتار دیا، اس کی حویلی کو لوٹ کر آجاؤ کر دیا۔ حویلی کے اندر جس قدر سامان تھا، اسے حویلی سے باہر نکال کر آگ لگا دی۔ حویلی کے اندر جس قدر نقدی و جواہرات اور دوسری قیمتی اشیاء تھیں، لوٹ لیں۔ کچھ کروں کو آگ لگا دی۔ اس کے بعد جب انہیں پتہ چلا کہ حسام الدین کے باغات ہیں تو وہ وہاں بھی حملہ آور ہوئے، اس کے باغات کو بھی آجاؤ کر رکھ دیا۔ ان علاقوں کے سردار حسام الدین کے لئے یہ نقصان ناقابل برداشت تھا۔ اب وہ پیارہ اکیلا اپنی بیٹی کے ساتھ اس قلعہ میں رہتا ہے۔ دونوں باپ بیٹی ایک طرح سے عزت نشین اور گوشہ گیر ہو چکے ہیں۔ لوگ ان کی خیریت پوچھنے

”اگر یہ بات ہے تو پھر ابھی میرے ساتھ چلو۔“

شہاب الدین کھڑا ہو گیا۔ اس موقع پر منصور ترکی نے اس کی طرف دیکھا اور کہہ لگا۔ ”شہاب الدین، میرے بھائی! آپ محترم بلال بن سلیمان کے ساتھ جائیں۔ مگر اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑاؤ کی طرف جاتا ہوں اور جب تک آپ ان بہتیموں کے سردار حسام الدین سے مل کر آتے ہیں اس وقت تک خداوند نے چاہا تو میں اپنے لشکر پڑاؤ اس کتب کے پاس جو کھلے میدان ہیں، وہاں لے آتا ہوں۔“

شہاب الدین نے اس تجویز سے اتفاق کیا جس پر منصور ترکی اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس چلا گیا جبکہ شہاب الدین، بلال بن سلیمان کے ساتھ سامنے دکھائی دیے والی بستی کا رخ کر رہا تھا۔

اس بستی میں داخل ہونے کے بعد بلال بن سلیمان ایک قلعہ نما حویلی کے دروازے پر دگ گیا۔ بیرونی دروازہ بھی بہت بڑا تھا۔ ایسا ہی دروازہ تھا جیسا عمو قلعوں کا ہوتا ہے۔ دروازے کے ساتھ لوہے کا ایک موٹا کڑا لٹک رہا تھا۔ اس کے ذریعے بلال بن سلیمان نے دروازے پر دستک دی گئی۔

پہلی بار دستک دینے پر اندر سے کسی رد عمل کا اظہار نہ ہوا۔ دوسری بار جب دستک دی گئی تو دستک دینے کے ٹھوڑی دیر بعد اندر سے ایک انتہائی پرکشش اور سحر و طلسمان بھیری نسوانی آواز سنائی دی۔

”کون ہے.....؟“

جواب میں بلال بن سلیمان اپنا منہ دروازے کے قریب لے گیا، پھر مدہم سی آواز میں کہنے لگا۔

”مسودہ میری بیٹی! بلال بن سلیمان ہوں۔“

ان الفاظ کا ادا ہوتا تھا کہ صدر دروازے میں جو مزید ایک چھوٹا دروازہ تھا، وہ کھل گیا۔ دروازہ کھلتے ہی شہاب الدین بن مسعود کی نگاہ ایک نوخیز، دراز قد لڑکی پر پڑی؛ گلابی دھندلوں، قمقوس کی شوفٹائی جیسی خوبصورت، رنگت و نہجت و نور کے بہاؤ جیسو پُر جمال، جذبوں کی تابانی اور طلسمانی کہانیوں کی تحریک جیسی حسین تھی۔ شہاب الدین نے دیکھا اس کے چہرے پر دل آویز تجلیات کی لذت اور گلاب پتیوں سے اس کے ہونٹوں پر دل موہ لینے والا ربیعی تبسم تھا۔ اس سے اس کی آنکھوں میں خوشی کی اجابا

چمک اور نظر میں آتشیں نفوس کے بیج تاب تھے۔ جموی طور پر وہ لڑکی جمال و جدت، کشش و جذب کا نگار خانہ، خوبصورتی کا اسرار اور حسن کا خمار خانہ دکھائی دے رہی تھی۔ مسودہ نام کی اس لڑکی نے بھی لمحہ بھر کے لئے بلال بن سلیمان کے پیچھے شہاب الدین کو دیکھا تھا، پھر ہنسنے کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھتے ہوئے وہ ایک دم بائیں جانب ہٹتے ہوئے دروازے کی اوٹ میں ہو گئی تھی۔

اس پر بلال بن سلیمان چھوٹے سے دروازے سے اندر داخل ہوا اور دروازے کے قریب ہی کھڑے ہو کر اس نے دروازے سے لگ کر کھڑی مسودہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”بیٹی! میں اس وقت اکیلا نہیں ہوں..... تم جانتی ہو ہمارے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے ان علاقوں کی حفاظت کے لئے ایک لشکر یہاں بھیجا ہوا ہے جو یہاں کے دفاعی حالات کو مضبوط اور مستحکم کر رہا ہے۔ اس لشکر کا سالار اس وقت میرے ساتھ آیا ہے۔ اس کا نام شہاب الدین بن مسعود ہے۔“

بلال بن مسعود کے ان الفاظ پر مسودہ چونکی تھی، لمحہ بھر کے لئے اس نے احتجاج بھرے انداز میں ہنسنے کی طرف دیکھا، پھر ٹھکوں بھری آواز میں کہنے لگی۔

”عم! آپ نے یہ کیا کر دیا..... میری قوم کے ایک مجاہد، میری ملت کے ایک سالار کو آپ نے اجنبیوں کی طرح حویلی کے باہر کھڑا کر دیا جیسے اس سے ہمارا کوئی تعلق ہی نہ ہو..... زندگی کی در بدر کرتی دشمنوں اور آجائے چڑا لینے والی طاغوتی قوتوں کے سامنے ایسے مجاہد ہی نیزے کی چمک اور انڈوں جیسے پاسبان ثابت ہوتے ہیں۔ غارت گری کے کارندوں، ظلم کے نمائندوں اور بے درماں زخموں کی ویرانوں میں ایسے ہی سالار شمشیر بیک محافظ بن جاتے ہیں۔ عم! وقت کے سیاہ غریب اور اوتوں کی در بدری میں قوم کے ایسے ہی سالار اپنے کردار کی تقدیس سے ساحرانہ کارنامے انجام دیتے ہوئے روشنی اور تخطل کے پیتا میر بن جاتے ہیں۔“

اتنا کہنے کے بعد مسودہ رکی، پھر کہنے لگی۔

”جو لشکر ان علاقوں کی حفاظت کے لئے آیا ہے اگر یہ اس کے سالار اعلیٰ ہیں تو ہمارے لئے بڑے محترم ہیں..... آپ انہیں اندر بلائیں، میں بابا کے پاس جاتی ہوں اور ان کے آنے کی اطلاع انہیں کرتی ہوں۔ آپ انہیں دیوان خانے میں لے

کر آئیں۔“

اس کے ساتھ ہی سدورہ بھاگتی ہوئی حویلی کے سکوتی حصے کی طرف چلی گئی تھی۔ یہ ساری گفتگو باہر کھڑے شہاب الدین نے سن لی تھی۔ سدورہ کے اندر چلے جانے کے بعد بلال بن سلیمان پریشان پریشان سا باہر نکلا اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ایمر! آپ میرے ساتھ آئیے۔“

ابن سلیمان کی حالت دیکھتے ہوئے شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

”جس لڑکی سے آپ گفتگو کر رہے تھے، اس کی گفتگو میں سن چکا ہوں۔ آپ کو اس سلسلے میں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“

جواب میں بلال بن سلیمان مسکرایا، پھر شہاب الدین کا ہاتھ پکڑ کر حویلی میں داخل ہوا۔ جب وہ شہاب الدین کو لے کر اس حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا تو دیوان خانے کی حالت دیکھتے ہوئے شہاب الدین کو بڑا تعجب اور ایک طرح کا دکھ بھی ہوا۔ اس لئے کہ دیوان خانے میں ویرانی اور افسردگی تھی۔ خاصا بڑا دیوان خانہ تھا جس کے اندر آسنے سامنے بس دو بوسیدہ سی مسہریاں پڑی تھیں جن کے اوپر پرانے بستر گئے ہوئے تھے۔ بلال بن سلیمان اور شہاب الدین دونوں آگے بڑھ کر ایک مسہری پر ہو بیٹھے تھے۔

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ حویلی کے اس دیوان خانے کے دروازے پر سدورہ نمودار ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کا باپ حسام الدین بھی تھا۔ دونوں کو دیکھتے ہوئے شہاب الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بلال بن سلیمان بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے سدورہ نے شہاب الدین کو مخاطب کیا اور اپنی شہد و شیرینی برساتی آواز میں کہنے لگی۔

”میں آپ کو اپنی حویلی میں خوش آمدید کہتی ہوں۔ عم سلیمان مجھے آپ سے متعلق بتا چکے ہیں..... مجھے افسوس ہے کہ جب انہوں نے دروازے پر دستک دی تو میں نے دروازہ کھولا تو یہ خود اندر آ گئے اور آپ کو انہیوں کی طرح باہر کھڑا رکھا۔ اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔“

سدورہ کی اس گفتگو سے شہاب الدین بڑا متاثر ہوا، کہنے لگا۔

”خاتون! آپ کو معذرت خواہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... میں اس حویلی اور اس کے کینوں کے لئے اپنی تھا اور اس موقع پر میرا ہر کھرا ہوا ہی مناسب تھا۔“

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اسی دوران حسام الدین آگے بڑھا، پہلے اس نے شہاب الدین کو پلٹ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا، پھر کہنے لگا۔

”آپ جیسے مجاہد ہی تو ہماری ملت، ہماری قوم کا سرمایہ ہیں..... اگر میرے حالات پہلے جیسے ہوتے تو شاید اس حویلی میں آپ کا استقبال، آپ کی مہمان نوازی بڑے مختلف اعزاز میں ہوتی لیکن.....“

اس کے ساتھ ہی حسام الدین اور سدورہ دونوں باپ بیٹی سامنے والی مسہری پر ہو بیٹھے تھے۔ پھر شہاب الدین نے حسام الدین کو مخاطب کیا۔

”محترم بلال بن سلیمان مجھے آپ کے حالات تفصیل کے ساتھ سنا چکے ہیں..... آپ کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لشکر کا پڑاؤ پہلے جنوب کے کوہستانی سلسلوں کے پستی حصوں میں تھا لیکن آپ کی طرف آنے سے پہلے محترم بلال بن سلیمان نے کہا کہ میں اپنے لشکر کا پڑاؤ ان کے کتب کے قریب کروں۔ اس لئے کہ بیٹیوں کے لوگ چاہتے ہیں کہ میرا لشکر ان کے قریب رہے۔ وہ ہمارے لشکر میں ہی آکر نماز ادا کریں۔ دوسرے وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ حفاظت کے لئے میرے لشکر کا ان کے نزدیک رہنا ضروری ہے۔ حالانکہ اگر میرا لشکر دور بھی رہے تب بھی میں نے یہاں کی بیٹیوں کے دفاع کے انتظامات کر رکھے ہیں۔ بہر حال عصر تک مجھے امید ہے کہ میرے لشکر کا پڑاؤ ابن سلیمان کے کتب کے قریب قائم ہو جائے گا۔

وحشی خطائیوں نے ان بیٹیوں پر حملہ آور ہو کر یہاں کے لوگوں کی بہت لوٹ کھسوٹ کی ہے۔ آپ کے حالات مجھے ابن سلیمان نے تفصیل کے ساتھ بتائے ہیں۔ مجھے اس حویلی کے حالات سن کر بڑا دکھ ہوا ہے۔ آپ بے فکر رہیں، خداوند نے چاہا تو چند یوم کے اندر اندر ان ساری بیٹیوں کا جو پہلے آب پاشی کا نظام تھا، وہ بحال کر دیا جائے گا۔ جو باغات، کھیت، اجاز دینے گئے ہیں، پہلے کی طرح انشاء اللہ دوسرے روز سرور ہو کر آدھوں گئے۔ میں آج مغرب کی نماز کے بعد دریائے آمو کے اس پار دشمن کے علاقوں میں ترک تازہ، یلغار کروں گا۔ جگہ جگہ شب خون ماروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں

کئی ہوں۔“

شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

”خاتون! یہی سمجھتا کہ تم نے مجھے ستو پیش کر دیے اور میں نے کھائے ہیں۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں تمہیں نہ شرمندہ ہونے کی ضرورت ہے اور نہ پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔“

پھر شہاب الدین آگے بڑھا۔ حسام الدین سے اس نے مصافحہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی شہاب الدین اور بلال بن سلیمان دونوں حسام الدین اور سدورہ کی حویلی سے نکل گئے تھے۔

★.....★

وہاں سے بہت کچھ حاصل کروں گا۔ جو چیزیں مجھے ملیں، یہاں کے لوگوں میں تقسیم کر کے مجھے امید ہے کہ میں ان کی حالت سنوارنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ اس لئے کہ یہاں کے لوگوں، یہاں کی بستیوں کو اب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے میرے تحفظ میں دیا ہے اور میں ان کی حفاظت اور ان کی خوب مدد کروں گا۔۔۔۔۔ ویسے تو سب سے بڑا مدد کرنے والا اللہ ہے۔ پر میں اُسی کی مدد کے سہارے، اُسی کا نام لے کر دشمن پر وارد ہوں گا اور انہیں تباہوں گا کہ ہم نے اپنی حفاظت کا اہتمام کر لیا ہے اور اب ہم ان پر جوابی کارروائی کرنے کے قابل بھی ہو چکے ہیں۔“

اتنا کہنے کے بعد سدورہ کے لئے شہاب الدین رکا، پھر حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں جانتا ہوں آپ بڑی عسرت اور تنگ دستی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ خطائیوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے جو آپ کے حالات تھے وہ مجھے بتائے گئے ہیں۔ خداوند نے چاہا تو چند مہینوں کے اندر اندر پھر آپ کے حالات ویسے ہی ہو جائیں گے۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں آپ کو پریشان ہونے اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“

اس موقع پر سدورہ اپنی جگہ پر کمزری ہوئی، پھر شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”امیر! میں آپ کے کھانے کے لئے کچھ لاتی ہوں۔“

اس کی آواز کے کرب اور اس کی پیش کش پر شہاب الدین کٹ کر رہ گیا تھا، ذمہ بھرے لہجے میں کہنے لگا۔

”خاتون! تم دونوں باپ بیٹی کے پاس اپنے کھانے کو کچھ نہیں ہے تو مجھے کیا پیش کرو گی۔؟ میں جانتا ہوں تم دونوں باپ بیٹی انتہائی تنگ دستی میں گزر رہے ہو۔۔۔۔۔ پر یہ وقت اب طویل نہیں پکڑے گا۔ مجھے صرف آج رات کی مہلت دیجئے۔ خداوند نے چاہا تو کل سے صرف آپ کی ہی نہیں، یہاں کی بستیوں کے سب لوگوں کی حالت تبدیل ہونا شروع ہو جائے گی۔ مجھے اب اجازت دیں، میں جاتا ہوں۔ لشکر کے پڑاؤ کی نگرانی کرنی ہے۔“

اس کے ساتھ ہی جب شہاب الدین اٹھا، تب سدورہ تڑپ کر کہنے لگی۔

”امیر! بیٹھیں۔۔۔۔۔ گھر میں آگے اور کچھ نہیں تو ستو ہیں۔ میں دبی آپ کو پیش کر

لے کر دریائے آمو کو عبور کر کے دوسرے کنارے کی طرف چلے گئے تھے۔

دوسرے کنارے پر جا کر جب شہاب الدین کے ساتھیوں نے جہاں ایک تیر فضا میں چھوڑا تو پیل کے محافظوں نے پیل کا وہ سرا گھنچتے ہوئے پھر اپنے کنارے کے ساتھ لگا لیا تھا۔

دوسرے کنارے پر جا کر شہاب الدین اور منصور ترکی اچالوں کی لاتعداد پرواز اور آندھیوں کے تیز جھکڑوں کی طرح حرکت میں آئے، دشمن کے علاقے میں دور تک انہوں نے دھاوا بولتے ہوئے حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ ایک بستی سے دوسری بستی اور ایک قصبے سے دوسرے قصبے پر حملہ آور ہوتے ہوئے انہوں نے اپنی ضرورت کا سامان اکٹھا کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور جن مسلح گروہوں نے رات کے وقت ان سے ٹکرانے کی کوشش کی، شہاب الدین اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان پر قدرت کے بدترین احتساب، سنگین قیامت خیز قہر کی طرح وارد ہوا اور ان کا خاتمہ کرنا چلا گیا تھا۔

دشمن کے علاقے میں ایک داویلا اور شور و غوغا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لوگ چیختے چلاتے لگے تھے..... جبکہ شہاب الدین اور اس کے ساتھی دشت امکان میں بے بس کر دینے والے انقلاب اور دہشتانی ہواؤں میں اولوں کی بے پناہ بوچھاڑ کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے لئے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے چلے گئے تھے۔ دشمن کے وسیع علاقوں کے اندر انہوں نے زیست کی تشہ جن جو کی طرح ایک سرے سے دوسرے سرے تک حدیث حشر و حساب کا سامان برپا کر کے رکھ دیا تھا۔

کافی رات گئے تک دشمن کے علاقوں کے اندر یہ ترک و تاز جاری رہی۔ دشمن کے علاقے سے شہاب الدین نے ان گنت موشی، اجناس کے انبار، ہتھیاروں کے ڈھیر، سینکڑوں گھوڑے اور ہزاروں کی تعداد میں بھیڑ بکریاں، اونٹ، اس کے علاوہ نقدی و جواہرات کی صورت میں جو کچھ حاصل کیا اس کا شمار یہیں نہیں تھا۔

شہاب الدین نے دشمن کے علاقے میں اپنی یلغار اور ترک و تاز جاری رکھی یہاں تک کہ مشرق کی طرف سے سفیدی نمودار ہونا شروع ہوئی۔ یہ دیکھتے ہی دشمن کے علاقے سے جس قدر سامان حاصل کیا گیا تھا، اسے انہی کے علاقوں سے حاصل کئے ہوئے جانوروں پر لا دیا گیا، اس کے علاوہ جانوروں کے گلے اور گروہوں کے گردہ بھی بانٹنے شروع کر دیے تھے۔ اس طرح سارا سامان اور ہر چیز سینٹے ہوئے شہاب الدین



رات تیزی سے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔ سرما کی آمد آمد تھی۔ لہذا رات کے وقت کچھ خشکی ہونے لگی تھی۔ ایسے میں شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اس جگہ آئے جہاں کنارے کے ساتھ ساتھ ان کا بنایا ہوا کنگزی کا نیا پیل بندھا ہوا تھا۔

اس پیل کے جو محافظ تھے، شہاب الدین اور منصور ترکی کے آنے پر چونک ہو گئے تھے۔ اپنے لشکر کے ساتھ شہاب الدین ان کے پاس آیا اور پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”عزیز ساتھیو! میں آج شب کو اپنے کام کی ابتدا کرنے لگا ہوں۔ پیل کو دوسرے کنارے کی طرف استوار کر دو اور ساتھ ہی میری ایک بات یاد رکھو، اپنے لشکر کے ساتھ اس پیل سے گزرنے کے بعد دوسرے کنارے پر جا کر میں جب جہاں ہوا ایک تیر فضا میں بلند کروں گا تو تم پیل کو گھنچ کر پھر اپنی اصلی حالت پر لے آنا..... دشمن کے علاقے میں اپنی یلغار اور ترک و تاز کا مایاب بنانے کے بعد میں جب لوٹوں گا تو کنارے کے قریب آکر پہلے کی طرح پھر فضاؤں کے اندر جہاں تیر بلند کیا جائے گا۔ وہ تم لوگوں کے لئے اشارہ ہو گا کہ پیل کو پھر تم نے دوسرے کنارے کی طرف استوار کرنا ہے تاکہ میں اپنے لشکر کو لے کر واپس اپنے سکون اور پرداؤں کی طرف آ جاؤں۔“

پیل کے محافظوں نے شہاب الدین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے پیل کے ایک سرے کی رسیاں ڈھیل کر دی گئیں۔ پیل پانی کے تیز بہاؤ کے ساتھ ساتھ دوسرے کنارے کی طرف چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس کا وہ سرا دوسرے ساحل کی طرف جا لگا تھا۔ جب ایسا ہو چکا تب شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے لشکر کو

بہال کر دوں گا۔“

یہاں تک کہتے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر دوبارہ بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ پہلے ساری ہستی کے لوگوں کو بلائیے۔ میں پہلے ان لوگوں کی حلائی کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں کچھ سامان دے کر آپ کو حسام الدین کی طرف روانہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ وہ سامان ان کے گھر پہنچائیے۔“

اس موقع پر جب تو بھرے انداز میں بلال بن سلیمان نے شہاب الدین کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”امیر! کیا آپ میرے ساتھ ان کے گھر نہیں جائیں گے؟“

اس موقع پر شہاب الدین نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، عجیبی مسکراہٹ اس کے چہرے پر نمودار ہوئی، پھر کہنے لگا۔

”جو سامان میں انہیں دینا چاہتا ہوں وہ سامان آپ کے ساتھ میں خود لے کر جاؤں تو انہیں میرا ممنون ہونا پڑے گا۔۔۔۔۔ میرا شکر یہ ادا کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ایسا کریں۔ اس لئے کہ ان کا نقصان ہوا ہے۔ میں ان پر کوئی احسان نہیں کر رہا۔۔۔۔۔ بلکہ جو ان کا نقصان ہوا ہے اس کی حلائی کی جا رہی ہے۔ لہذا جو سامان میں آپ کے حوالے کروں گا، آپ ہی ان کے گھر تک پہنچا کر آئیں گے۔“

بلال بن سلیمان شہاب الدین کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ لہذا شہاب الدین کے کہنے پر وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے مختلف جوانوں کو مختلف ہستیوں کی طرف روانہ کیا اور انہیں اپنے کتب کے پاس آنے کی دعوت دی۔

تھوڑی دیر بعد لوگوں کا وہاں جھنگھا ہوتا شروع ہو گیا تھا۔ لوگ گردہ در گردہ آتے اور اپنی ضرورت کا سامان اور نقدی حاصل کر کے بے پناہ خوشی اور سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے واپس جانے لگے تھے۔

جب سب لوگوں کی حلائی کر دی گئی، تب بھی کافی سامان بچ گیا۔ گھوڑے لشکر کے استعمال کے لئے رکھ لئے گئے۔ بھیڑ بکریوں کے جو ریڑھے تھے وہ بھی لشکر یوں کی لڑاک کے لئے محفوظ رکھ لئے گئے تھے۔ اس کے بعد اجناس کی صورت میں بھی بہت مال بچا تھا۔ جب شہاب الدین سب لوگوں سے فارغ ہو چکا تب اس نے پھر اپنی

دیا آمو کے کنارے آیا، وہاں چلتا خیر بلند کیا جس کے تھوڑی ہی دیر بعد ہل کے محافظوں نے ہل استوار کر دیا تھا۔ اس طرح شہاب الدین اور منصور ترکی دشمن کے علاقے سے حاصل کی جانے والی ساری اشیاء کو بحفاظت دریائے آمو کو عبور کر کے اپنے علاقے میں لے آئے تھے۔

شہاب الدین نے کتب کے پیشی حصے میں جو بڑا اور کھلا میدان تھا، ساری چیزیں وہاں رکھوا دی تھیں اور ان پر پھرہ لگوا دیا تھا۔ آتی دیر تک پڑاؤ میں فجر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ سب نے ل کر نماز پڑھی اور شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے اپنے لشکریوں کے کھانے کا انتظام کرنے لگے تھے۔

فجر کی نماز اور کھانے کے بعد شہاب الدین اور منصور ترکی نے سب سے پہلے بلال بن سلیمان کو بلایا۔ رات جو انہوں نے کارروائی کی تھی، اس کی تفصیل بتائی۔ جو سامان لائے تھے وہ بھی اسے دکھایا۔ سارا سامان دیکھ کر بلال بن سلیمان دنگ رہ گیا تھا۔ اس موقع پر وہ شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! قسم خداوند قدوس کی۔۔۔۔۔ جس ہستی، جس شہر، جس علاقے، جس منطقے کے آپ والی یا محافظ ہوں، وہاں کے لوگ سب سب ک بھوکے نہیں مر سکتے۔ یہ جو سامان آپ دشمن کے علاقے سے لائے ہیں، اتنا سامان تو دشمن کے لشکریوں نے ہمارے علاقے سے بھی نہ چھینا ہوگا۔“

بلال بن سلیمان حریف کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اسے مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین بول اٹھا۔

”ہن سلیمان، میرے متمزم! سب سے پہلے میں نے آپ کو بلایا ہے۔ اب آپ کے ذمہ میں یہ کام لگنے لگا ہوں کہ کچھ ہرکارے مختلف ہستیوں کی طرف روانہ کریں، ان لوگوں کو بلائیں۔ جس کسی کا بھی جس قدر نقصان ہوا ہے اسے اسی قدر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان ہستیوں کے جو آپ کے سردار حسام الدین ہیں، بقول آپ کے ان کا سب سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔ ایک تو ان کے چھ بچے ہلاک کر دیئے گئے، میں ان کی حلائی تو نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ جو ان کا نقصان ہوا ہے اس کی بہر حال میں حلائی کر دوں گا اور چند روز کے اندر اندر اپنے لشکریوں کے ساتھ مل کر یہاں حوض کی صورت میں جو آب پاشی کا نظام تھا، اسے بھی

اپنا کتب بھی چلاتے رہیں گے۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بلال بن سلیمان خوش ہو گیا تھا اور اس نے اس کی ہائی بھر لی تھی۔ پھر شہاب الدین نے گفتگو کا موضوع بدلا اور بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”محترم ابن سلیمان! آپ لوگوں کی بستیوں کے سالار حسام الدین کے لئے میں نے دو بہترین گھوڑوں کا انتخاب کیا ہے۔۔۔ ایک گھوڑا حسام الدین کے لئے، دوسرا اس کی بیٹی سدودہ کے لئے۔ چند دودھ دینے والی بکریاں بھی میں نے علیحدہ کر لی ہیں جو ان کے ہاں بھجوائی جائیں گی جو ان دونوں باپ بیٹی کے کام آئیں گی۔ اس کے علاوہ میرے پاس نقدی کی ایک تھیلی ہے جو میں نے ان کے لئے علیحدہ کی ہے، یہ بھی ان کے حوالے کی جائے گی تاکہ اس سے وہ دونوں باپ بیٹی اپنی ضروریات پوری کریں اور پھیلے کی طرح خوشگوار زندگی کی ابتدا کریں۔ گھوڑوں پر لاڈ کر خورد و نوش کا کچھ سامان بھی جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی شہاب الدین نے نقدی کی ایک تھیلی ابن سلیمان کی طرف بڑھا دی تھی۔ ابن سلیمان نے جب اس کا منہ کھول کر دیکھا تو اس میں سنہری سکوں کے علاوہ کچھ جواہرات بھی تھے۔ سکرارت ہوئے ابن سلیمان نے تھیلی کا منہ بند کر لیا۔ پھر دو گھوڑے، کچھ بکریاں بھی ابن سلیمان کے حوالے کئے گئے۔ جب انہیں لے کر بلال بن سلیمان جانے لگا تب آواز دے کر شہاب الدین نے اسے روک دیا۔ کہنے لگا۔

”محترم ابن سلیمان! ابھی رکے۔ کچھ اور سامان بھی حسام الدین کے ہاں جانا ہے۔“

پھر دیکھتے ہی دیکھتے کچھ لشکری حرکت میں آئے۔ گھوڑوں کی زینوں کے ساتھ انہوں نے کھانے پینے کی بہت سی اشیاء باندھنی شروع کر دی تھیں۔ جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تب شہاب الدین کے کہنے پر وہ سامان لے کر بلال بن سلیمان، حسام الدین کی قلعہ نما حویلی کی طرف روانہ ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد بلال بن سلیمان، حسام الدین کی حویلی کے سامنے رکا۔ دروازے پر اس نے دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے سدودہ کی دھیمی، ٹھٹکی آواز سنائی دی۔

”کون ہے۔۔۔؟“

سلیمان کو اپنے پاس بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ان بستیوں کے سب لوگ تو میں سمجھتا ہوں وقتی طور پر مطمئن ہو گئے ہیں۔۔۔ لیکن ابھی میں انہیں بہت کچھ دودھ گا۔ دشمن کے علاقے میں یہ میری پہلی یلغار ہے۔ ابھی اور بھی تڑ تاز ہو گی جس کے ذریعے دشمن پر واضح کر دیا جائے گا کہ اگر وہ ہمارے علاقوں میں داخل ہو کر جا ہی اور بڑی کاکیل کھیل سکتے ہیں تو ایسا ہی کھیل ان کے علاقوں میں ہم بھی کھیلنے کی ہمت اور جرأت رکھتے ہیں۔“

شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ ابن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے محترم! ابھی بہت سا سامان آپ کے سامنے پڑا ہوا ہے۔۔۔ اس میں سے آپ جو لیتا چاہتے ہیں اپنی مرضی سے لے لیں۔“

بلال بن سلیمان سکرایا، اپنے ہونٹوں پر زبان بھیری، پھر کہنے لگا۔ ”آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میرے کتب کی عمارت دوبارہ ٹھیک کرادیں گے۔“

شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

”وہ تو کتب کی عمارت ہے۔۔۔ وہ تو میں چند روز تک ٹھیک کرادوں گا۔ میں نے آپ سے سوال کیا ہے کہ آپ اپنی ضرورت کی چیز جو لیتا چاہتے ہیں لے لیں۔“

جب میں بلال بن سلیمان افسردہ سا ہو گیا تھا، دکھ میرے اعزاز میں کہنے لگا۔

”امیر! آپ جانتے ہیں کہ میں بڑا ضرورت سا انسان ہوں۔۔۔ میرا کوئی کنبہ قبیلہ نہیں ہے۔ اکیلا ہوں۔ یہ کتب کی عمارت جب درست ہو گی اور علماء کے چٹنے بھی اچھا انتظام ہو گیا تو کتب پھر پھیلے کی طرح آباد ہو جائے گا۔ بس اس کے علاوہ اور میں کچھ نہیں چاہتا۔ بستی کے لوگ میرے لئے بڑے مہربان ہیں۔۔۔ دودھ وقت کا کھا مل جاتا ہے۔ بلال بن سلیمان کے لئے یہی کافی ہے۔“

ابن سلیمان کی اس گفتگو سے شہاب الدین بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

”میں کل سے ہی آپ کے کتب کی درنگی کا کام شروع کر دوں گا۔۔۔ ساتھ ساتھ آپ پاشی کے لئے جو تالاب ہیں، ان کی مرمت بھی شروع ہو جائے گی۔ آج میں آپ کے لئے یہ فیصلہ کر رہا ہوں کہ آج کے بعد آپ کھانا میرے لشکر میں کھائیں گے، یہیں قیام کریں گے۔ ضرورت کی ہر چیز بھی آپ کو مہیا کی جائے گی۔ ہاں، جابین، آپ کی حیثیت میرے لشکر میں لشکر کے قاضی کی سی ہو گی۔ ساتھ ہی ساتھ آگ

ہوا تھا۔ بلال بن سلیمان کو دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا، آگے بڑھ کر ابن سلیمان نے اس سے مصافحہ کیا پھر جس مسجد میں پر سام الدین بیٹھا ہوا تھا اسی پر بلال بن سلیمان بیٹھ گیا۔ سامنے جو اسی طرح کی کھٹات پڑی ہوئی تھی اس پر سدورہ ہو بیٹھی تھی۔ پھر بلال بن سلیمان نے ایک چری تھیلی نکالی اور حسام الدین کی گود میں رکھتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”یہ آپ کی امانت۔“

حسام الدین نے لمحہ بھر کے لئے تشویش اور کسی قدر جستجو بھرے انداز میں بلال بن سلیمان کی طرف دیکھا، منہ سے کچھ نہ بولا۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے اس چری تھیلی کا منہ کھولا۔ وہ دنگ سا رہ گیا..... کچھ دیر تک وہ تھیلی کے اندر سنبھلے سکوں اور جواہرات کا جائزہ لیتا رہا، پھر تھیلی کا منہ بند کر دیا اور اسے اٹھا کر جب اس نے بلال بن سلیمان کی گود میں رکھنا چاہا تب ابن سلیمان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ تھیلی کو دوبارہ اس نے اس کی گود میں رکھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”حسام الدین! تھیلی تمہاری گود میں رکھتے وقت میں نے کہا تھا کہ یہ تمہاری امانت ہے۔ تم تھیلی اسی طرح مجھے لوٹا رہے ہو کہ جس طرح یہ تھیلی میں تمہیں دے رہا ہوں تو تم پر بہت بڑا احسان کر رہا ہوں۔ حسام الدین! تمہیں اور تمہاری بیٹی سدورہ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ شب یہاں جو ہمارے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا لشکر ہے، اس کے سالار شہاب الدین نے دریائے آمو کے اس پار دشمن کے علاقے میں ترک و تازا کی تھی۔ وہ عشاء کے بعد دریائے آمو کو پار کر کے دشمن کے علاقے میں گیا تھا اور صبح تک وہاں یلغار اور ترک و تازا کرتا رہا۔ پھر واپس آیا۔ فجر کی نماز اس نے یہاں اپنے پڑاؤ میں آ کر ادا کی تھی۔ اپنے ساتھ وہ بے شمار مال و دولت کے علاوہ گھوڑے، بار برداری کے جانور، بھیڑ بکریوں کے ریوڑ اور کھٹے، اس کے علاوہ اناج اور ضروریات زندگی کا سامان اس قدر اپنے ساتھ لایا جس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

رات بھر دریائے آمو کے اس پار یلغار کرنے کے بعد اس شخص نے آرام نہیں کیا۔ فجر کی نماز کے بعد اس نے مجھے طلب کیا اور مجھ سے کہا کہ مختلف بستیوں کی طرف میں پیغام بھجوا دوں تاکہ لوگ آئیں اور گورخاں کے لشکر کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے جس قدر ان کا نقصان ہوا ہے ان کی غلطی کر دی جائے۔

”حسام الدین! میں اس کی کارروائی سے اتنا خوش ہوں کہ میں اس خوشی کا نہ خود

باہر سے ابن سلیمان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”سدورہ میری بیٹی! دروازہ کھولو۔ میں بلال بن سلیمان ہوں۔“

اس پر دروازہ فوراً کھل گیا۔ بلال بن سلیمان نے بوئے قلعہ نما دروازے کو جو زنجیر لگی ہوئی تھی، وہ بھی کھول دی۔ اس لئے کہ سدورہ نے چھوٹا دروازہ کھولا تھا۔ جبکہ ابن سلیمان نے پورا دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ گھوڑوں اور ان بکریوں کو نکلتا ہوا حویلی میں داخل ہوا تھا۔ وہ ساری چیزیں دیکھتے ہوئے سدورہ دنگ رہ گئی تھی۔ کبھی تعجب بھرے انداز میں ان اشیاء کی طرف دیکھتی، کبھی جستجو بھرے انداز میں وہ بلال بن سلیمان کی طرف دیکھنے لگ جاتی تھی۔ پھر دروازہ سدورہ نے خود بند کیا۔ حویلی کے صحن میں جو یائیں جانب بہت بڑا، پختہ اور خوبصورت اسٹبل بنا ہوا تھا، بلال بن سلیمان نے گھوڑوں اور بکریوں کو اس طرف بانگ دیا۔ انہی دیر تک سدورہ بھی اس کے قریب آئی اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے بلال بن سلیمان کو مخاطب کیا۔

”عم! یہ کیا ہے.....؟ یہ آپ کہاں سے لائے ہیں.....؟ اور یہ جو گھوڑے ہیں، ان پر جو چیزیں لدی ہیں ان میں کیا ہے.....؟“

بلال بن سلیمان نے لمحہ بھر کے لئے مسکرا کر سدورہ کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”میری بیٹی! تھوڑی دیر رک۔“

اس کے بعد اس نے گھوڑوں اور بکریوں کو وہاں باغہ دیا۔ گھوڑوں کے اوپر جو زینوں کے ساتھ سامان بٹھا ہوا تھا وہ اس نے کھول کر ایک طرف رکھ دیا۔ دونوں گھوڑوں کی زینیں بھی اتار کر ایک طرف رکھ دیں اور ان کے منہ سے دہانے بھی اتار دیئے تھے۔ پھر وہ سدورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹی! پہلے میرے ساتھ حرکت میں آؤ۔ دونوں باپ بیٹی یہ سارا سامان پہلے تمہارے مطبخ میں منتقل کرتے ہیں، پھر میں تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔“

سدورہ مان گئی۔ دونوں نے مل کر گھوڑوں سے اتارنا جانے والا سارا سامان مطبخ میں منتقل کر دیا۔ پھر بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

”اب اپنے باپ کے پاس چلو..... ساری گفتگو اس کی موجودگی ہی میں ہوگی۔“

سدورہ چپ چاپ اور خاموشی کے ساتھ بلال بن سلیمان کے ساتھ ہوئی تھی۔ دونوں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ اس وقت حسام الدین دیوان خانے میں بیٹھا

اور چپکے چپکے بھی ان کی مدد کرتے رہے ہو۔۔۔۔۔ ساری باتیں میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ شہاب الدین کو بتا دی ہیں لہذا ہمیں بلانے سے شہاب الدین نے منع کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ماضی میں جو شخص دل کھول کر یہاں کے لوگوں کو نوازتا رہا ہے، اسے اس طرح بلا کر نوازنا اس کی توہین ہے۔ لہذا ضرورت کا سامان خود اس کے گھر پہنچایا جانا چاہئے۔

تمہارا دوسرا شکوہ یہ ہے کہ شہاب الدین خود کیوں نہیں آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے خود بھی شہاب الدین سے کہا تھا کہ وہ یہ سامان حسام الدین کے گھر خود پہنچائے۔ اس پر وہ کہنے لگا۔ ”یہ سامان میں نہیں پہنچاؤں گا۔ اس طرح محترم حسام الدین اپنے آپ کو میرا زیر بار احسان خیال کریں گے اور احسان مندی اور شکر گزاری کے تکلف میں پڑ جائیں گے۔ لہذا میں ایسا نہیں چاہتا۔“ اس بناء پر یہ سامان شہاب الدین نے مجھے دے کر تم دونوں باپ بیٹی کی طرف روانہ کر دیا۔ اب بولو، تم کیا کہتے ہو؟“

بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا تب حسام الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔
”یہ شہاب الدین کی شرافت اور اس کی بلند کرداری ہے کہ اس نے ایسا کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے مجھے دوبارہ زندگی دے دی ہے۔ اب میں باہر نکل کر لوگوں سے مل سکتا ہوں۔۔۔۔۔ اپنی بیٹی کے ساتھ مفلسی اور تنگ دستی کا لہاؤ بھی اتار سکتا ہوں۔“
یہاں تک کہتے کہتے حسام الدین کو روک جانا پڑا اس لئے کہ بلال بن سلیمان بول اٹھا۔

”حسام الدین! تمہارے لئے ایک اور اچھی خبر یہ ہے کہ کل سے شہاب الدین اپنے لشکر یوں کے ساتھ حرکت میں آ رہا ہے۔ یہاں جو آب پاشی کے تالاب گور خاں کے حملہ آوروں کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گئے ہیں، ان کو شہاب الدین پھر بحال کر دے گا اور یہاں کے پرانے آب پاشی کے نظام کو دوبارہ جاری کرتے ہوئے وہ ان بستیوں کے کیتوں اور باغات کو پھر لہلہاتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔“

بلال بن سلیمان کے ان الفاظ پر حسام الدین اور سندورہ دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ پھر دیوان خانے میں حسام الدین کی آواز سنائی دی تھی۔

”ابن سلیمان! جس وقت یہاں سے کچھ لوگ شکایت لے کر اپنے سلطان

اعزاء کر سکتا ہوں نہ کسی کے سامنے الفاظ میں بیان کر سکتا ہوں۔ میں نے ساری بستیوں کی طرف پیغام بھجوایا، لوگ آئے اور جس قدر ان کا نقصان ہوا تھا اس سے بڑھ کر ان کی تلافی کر دی گئی ہے۔ اب بھی میرے کتب کے پیچھے جو کھلا میدان ہے، وہاں کافی سامان بچا ہوا ہے۔۔۔۔۔ بھڑ بھڑائیوں کے ریوڑ بھی ہیں جو شہاب الدین نے اپنے لشکر کے استعمال کے لئے رکھ لئے ہیں۔

حسام الدین! یہ نقدی کی تھیلی شہاب الدین نے مجھے دی ہے۔ یہ میں تمہیں پیش نہیں کر رہا، یہ تمہارا حصہ، تمہارا حق ہے۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ تمہارے اصطبل میں، میں نے دو گھوڑے اور کچھ بکریاں بھی باقاعدہ دی ہیں اور اناج اور دیگر ضروریات کا سارا سامان میں نے اپنی بیٹی سندورہ کی مدد سے تمہارے باورچی خانے میں رکھا دیا ہے۔“
جب تک بلال بن سلیمان بول رہا، حسام الدین اور سندورہ دونوں باپ بیٹی بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوا تب حسام الدین بولا اور کہنے لگا۔

”ابن سلیمان! سب سے پہلے تو میں اس شہاب الدین بن مسعود کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے یہاں کے لوگوں کے نقصانات کی تلافی کی۔ ایسے جوان بہت کم پیدا ہوتے ہیں جو اپنی قوم اور ملت کے لئے اس قدر درد اور ہمدردی رکھتے ہیں۔ پر مجھے ایک شکوہ اور شکایت بھی ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں دو شکوے اور شکایتیں ہیں۔

پہلا یہ کہ جس وقت سب لوگوں کو بلایا گیا، میری طرف کیوں نہ پیغام بھیجا گیا اور مجھے کیوں نہ بلایا گیا؟۔۔۔۔۔ دوسرا شکوہ وہ شکایت مجھے یہ ہے کہ یہ چیزیں جو تم مجھے دینے کے لئے آئے ہو اگر مجھے سب لوگوں کی طرح نہیں بلایا گیا تھا تو کم از کم یہ چیزیں شہاب الدین خود مجھے دینے کے لئے آتا تو میری خوب تلافی ہوتی۔“
حسام الدین کے خاموش ہونے پر بلال بن مسعود مسکرایا اور کہنے لگا۔

”تمہارے ان دونوں شکوؤں کا جواب بلکہ خوب جواب میرے پاس ہے۔ سنو! ایسا کرنے سے مجھے شہاب الدین بن مسعود نے منع کر دیا تھا۔ جس وقت سب لوگوں کو بلایا گیا تھا تو تمہیں بلانے سے شہاب الدین نے اس لئے منع کیا تھا کہ گور خاں کے لشکر کے حملہ آور ہونے سے پہلے تم یہاں کے لوگوں کو خوب نوازتے رہے ہو۔ تمہاری وجہ سے یہاں کے مساکین و فقراء پیٹ بھر کر کھاتے رہے ہیں۔۔۔۔۔ تم اعلانیہ

مغرب کی نماز کے بعد شہاب الدین کے خیمے میں اس کے ساتھ منصور ترکی بیٹھا ہوا تھا۔ ایسے میں ایک نوجوان خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”امیر! اگر آپ نہیں تو آپ کا کھانا لے آؤں۔“

شہاب الدین نے مسکراتے ہوئے جب اثبات میں گردن ہلائی جب وہ نوجوان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس نوجوان کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد خیمے کے دروازے پر بلال بن سلیمان، حسام الدین اور اس کی بیٹی سدورہ بیٹیں نمودار ہوئے تھیں۔ ان تینوں کو دیکھتے ہی شہاب الدین اور منصور اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

دروازے پر رک کر حسام الدین کہنے لگا۔ ”امیر! کیا تم اندر آ سکتے ہیں؟“

اس پر شہاب الدین اور منصور دونوں خیمے کے دروازے کی طرف بڑھے۔ ساتھ ہی شہاب الدین کہنے لگا۔

”اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔“ ساتھ ہی شہاب الدین اور منصور نے باری باری حسام الدین اور بلال بن سلیمان کے ساتھ ہر جوش مصافحہ کیا تھا۔ پھر ان دونوں کے ہاتھ پکڑ کر وہ ان کو اپنے خیمے میں لائے۔ سدورہ ان کے پیچھے پیچھے تھی۔ خیمے کے وسط میں آ کر شہاب الدین نے حسام الدین کا ہاتھ چوموڑ دیا۔ پھر بڑی تیزی سے اپنے خیمے کے ایک کونے کی طرف بڑھا۔ وہاں سے سفید رنگ کی ایک چادر اٹھائی اور سمجھوڑ کے چوں کی بنی ہوئی چٹائی پر ڈالنا چاہی جس پر اس سے پہلے وہ اور منصور ترکی بیٹھے ہوئے تھے۔

شہاب الدین چادر بچھنا ہی چاہتا تھا کہ حسام الدین نے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا۔ پھر بڑی عقیدت اور ارادت مندی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہن مسعود! پہلے یہ کہو کہ ہم تینوں کے آنے پر کیا آپ دونوں حضرات سمجھوڑ کے چوں کی بنی ہوئی اسی چٹائی پر نہیں بیٹھے ہوئے تھے۔؟“

شہاب الدین نے عجیب سے انداز میں حسام الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”محترم حسام الدین! ہماری بات اور ہے۔ ہم ایسی چیزوں کے عادی ہیں۔ ہم دونوں زمین کی تنگی چننے پر بیٹھ کر بھی گزر بسر کر لیتے ہیں۔ لیکن آپ کا معاملہ اور ہے۔ آپ ان بیٹیوں کے۔“

علاء الدین خوارزم شاہ کے پاس گئے تھے تو میں یہ امید لگا کر بیٹھا تھا کہ سلطان یہاں کے لوگوں کی تھوڑی بہت مدد کر دے گا یا بالکل ہی خاموشی اختیار کر لے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ سلطان نے ایک ہمدرد اور ایک جرأت مند سالار کو ایک لشکر دے کر یہاں بھیجا ہے جس نے ایک طرح سے یہاں کے لوگوں کی کایا ہی پلٹنا شروع کر دی ہے۔ یہاں کے لوگوں کے نقصان کی تلافی کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن اس سالار نے کر دکھایا ہے۔ ہن سلیمان! میں چاہتا ہوں کہ آج شام کے وقت میں اور میری بیٹی سدورہ دونوں اس سے ملاقات کریں اور اس کا شکر یہ ادا کریں۔“

حسام الدین کے خاموش ہونے پر ہن سلیمان مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم دونوں باپ بیٹی میرے کتب میں آ جانا۔ میں تم دونوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ اس نے مجھ پر بھی بہت احسان کئے ہیں۔ اس نے میرے لئے بہتری کا کام یہ کیا ہے کہ اس نے میرے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ میں اب کھانا اس کے لشکر میں کھا کر اس کے لشکر میں میری حیثیت لشکر کے قاضی کی سی ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر مجھے اور کیا مل سکتا ہے۔ اس نے گزشتہ دن سے اپنے لشکر کا پڑاؤ میرے کتب کے پاس کر لیا ہے۔ یہ لوگوں کی فرمائش تھی۔ اور کل مغرب کی نماز کا سام دیکھنے والا تھا۔ اس کے لشکریوں کے علاوہ بیٹیوں کے بہت سے لوگ مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے اس کے پڑاؤ میں پہنچے۔ بہت سی عورتیں بھی جو پچھلی صفوں میں کھڑی ہو گئی تھیں۔ اس موقع پر اس نے مجھے مغرب کی نماز کی امامت کرانے کے لئے کہا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ امامت میں نے اسی سے روائی۔ اس کی قرأت بھی کمال کی ہے اور وہ دعا مانگتا ہے تو اس کے الفاظ دل و جگر دونوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔“

بلال بن سلیمان کے خاموش ہونے پر حسام الدین کہنے لگا۔

”ہن سلیمان! میں آج مغرب کے بعد تمہارے پاس آؤں گا اور پھر شہاب الدین سے ملاقات کروں گا۔“

اس کے ساتھ ہی بلال بن سلیمان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ حسام الدین سے اس نے اجازت لی اور وہاں سے چلا گیا تھا۔

اور لہلہانے لگیں گے۔“

اتنا کہنے کے بعد حسام الدین رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔
 ”گور خاں کے لشکر کے حملہ آور ہونے سے پہلے یہ علاقہ پھلوں اور اجناس کی
 پیداوار میں ایک مثالی علاقہ خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن گور خاں کے لشکر نے حملہ آور ہونے
 اس کی ہیئت اور حالت میں تبدیل کر کے رکھ دی۔ گور خاں کے لشکر کے حملہ آور ہونے
 سے پہلے میری حویلی کے اندر کئی خدام تھے جن کی میں پرورش کرتا تھا، دیکھ بھال کرتا
 تھا، ان میں سے بے چارے اکثر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ صرف ایک بیوہ
 عورت بچی تھی جو ان حالات میں اپنے ایک عزیز کے پاس چلی گئی تھی۔ جب بلال
 بن سلیمان آپ کی طرف سے بھیجی ہوئی چیزیں لے کر گیا تو اس کے تھوڑی دیر بعد
 اپنی بیٹی سدورہ سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے اس بیوہ خاتون کو پھر اپنے گھر میں
 بلا لیا ہے۔ اس لئے کہ اس کا آگاہ چچا کوئی نہیں، بوڑھی عورت ہے۔ پھر وہ میری بیٹی
 سدورہ کے ساتھ بڑی ماؤں بھی ہے۔۔۔۔۔ اسے اپنی بیٹی خیال کرتی ہے اور یہ بھی اسے
 اماں کہہ کر پکارتی ہے۔ میرے خیال میں ہماری واپسی تک وہ بھی ہماری حویلی ہی میں
 آجائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ حویلی کی چھل پھل پہلے جیسی نہ سی لیکن کسی قدر ضرور
 لوٹ آئے گی۔“

حسام الدین جب رکا تو توسیعی انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بلال بن
 سلیمان کہنے لگا۔

”حسام الدین میرے محترم! یہ آپ نے بہت اچھا قدم اٹھایا۔ دو دن پہلے سارا
 نام کی وہ خاتون جو آپ کے ہاں کام کرتی تھی، مجھے بتی تھی۔ میں نے دیکھا اس کی
 حالت بڑی قابلِ رحم ہو رہی تھی۔ اس لئے کہ جن عزیزوں کے ہاں وہ رہ رہی تھی،
 ان کی اپنی حالت بڑی تپتی ہے۔ اب امیر شہاب الدین کی طرف سے جب سب
 لوگوں کو سامان ملا ہے تو میرے خیال میں اب ان کی بھی حالت سدھر جائے گی۔ لیکن
 آپ نے اچھا کیا اس سارا نام کی خاتون کو اپنی حویلی میں بلا لیا۔۔۔۔۔ اس طرح اتنی
 بڑی حویلی میں کسی قدر رونق ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے سدورہ بیٹی کا بھی دل لگا
 رہے گا۔“

بلال بن سلیمان کی اس گفتگو کے جواب میں حسام الدین کچھ کہنا چاہتا تھا کہ جو

اس سے آگے شہاب الدین کچھ نہ کہہ سکا۔ اس لئے کہ حسام الدین نے اس کے
 منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ پھر حسام الدین کہنے لگا۔
 ”ابن مسعود! میں جیسی تم لوگوں جیسی عادات اپنانے کا عہد کر چکا ہوں۔“
 اس موقع پر سدورہ نے بھی دخل اندازی کی اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے
 لگی۔

”امیر! میرے باپا ٹھیک کہتے ہیں۔۔۔۔۔ آپ کو تکلف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
 ہم اس چٹائی پر بیٹھ سکتے ہیں۔ ایسا کرنے سے نہ ہماری عزت پر کوئی حرف آئے گا اور
 نہ ہی ہم اپنے آپ کو کم تر خیال کریں گے۔“

اس کے ساتھ ہی سدورہ نے ہاتھ آگے اٹھا کر شہاب الدین سے وہ چادر لے لی
 تھی، اسے تہہ کیا اور جہاں سے شہاب الدین نے وہ چادر اٹھائی تھی، وہیں رکھ آئی
 تھی۔ اس کے بعد سب اسی چٹائی پر بیٹھ گئے تھے۔ بیٹھے ہی حسام الدین نے شہاب
 الدین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”ابن مسعود! محترم بلال بن سلیمان کے ہاتھ جو چیزیں آپ نے میری حویلی میں
 بھجوائی ہیں ان کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں آپ کا شکریہ ادا کر سکوں۔“

جواب میں شہاب الدین بڑی انکساری سے کہنے لگا۔

”آپ کو شکریہ ادا کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ گور خاں کے لشکریوں کے حملہ
 آور ہونے کی وجہ سے آپ کا اس سے کہیں زیادہ نقصان ہوا تھا۔ جو کچھ آپ کو دیا گیا
 ہے وہ آپ کا حق ہے۔ اور جب کسی کو حق ملتا ہے تو اس کے لئے شکریہ ادا نہیں کیا
 جاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک آپ کے نقصان کا پوری طرح ازالہ نہیں کیا گیا۔ اس
 لئے کہ۔۔۔۔۔“

جواب میں حسام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

”بیٹے! اس سے حریف نہیں سمجھ کر کرنے اور دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ تم نے
 بھجوایا ہے اس سے ہی میں اپنی پہلی حالت کو ضرور استوار کر لوں گا۔ میں نے سنا ہے تم
 لوگ ان بیٹیوں کی تالابوں کے ذریعے کی جانے والی آبپاشی کا نظام بھی درست کرنا
 چاہتے ہو۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر یوں چانو میری ہی نہیں، ان بیٹیوں کے سارے لوگوں
 ہی کے نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ اور یہاں کے باغات پھر پہلے کی طرح شرمندہ

نوجوان شہاب الدین اور منصور کا کھانا لینے گیا تھا، وہ لوٹ آیا اور اس کے ہاتھ میں کھانے کے برتن جو تھے وہ سفید کپڑے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ شہاب الدین اپنی جگہ سے اٹھنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی منصور اپنی جگہ سے اٹھا، اس سے کھانے کے برتن لے کر ایک طرف رکھ دیئے۔ اس موقع پر شہاب الدین نے اس نوجوان کو مخاطب کیا۔
”ذرا رکو۔“

شہاب الدین کے کہنے پر وہ رک گیا۔ پھر شہاب الدین نے حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”میرے خیال میں آپ تینوں نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔ محترم ابن سلیمان تو ہمارے لشکر ہی میں کھانا کھاتے ہیں، میرے خیال میں ان کا کھانا ابھی تک ان کے پاس نہیں پہنچا ہوگا۔ اور جہاں تک آپ دونوں باپ بیٹی کا قتل ہے تو میرا اندازہ ہے کہ کھانا آپ نے ابھی ابھی تک نہیں کھایا۔“

حسام الدین کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی مسدودہ بول اٹھی۔
”امیر! ہم جھوٹ نہیں بولیں گے۔ کھانا تو ہم نے ابھی تک نہیں کھایا۔“
مسدودہ کے ان الفاظ پر شہاب الدین مسکرایا۔ پھر اس نوجوان کو جو ابھی تک خیمے کے دروازے پر کھڑا تھا، کہنے لگا۔

”میرے عزیز! تین آدمیوں کا کھانا اور لے کر آؤ۔“
اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان وہاں سے ہٹ گیا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ لوٹ آیا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کے مزید برتن تھے۔ پہلی کی طرح منصور نے آگے بڑھ کر اس سے برتن لے لئے، پھر شہاب الدین نے اس نوجوان کو مخاطب کیا۔
”اب تم جاؤ، جا کر کھانا کھاؤ۔“

اس کے ساتھ ہی وہ نوجوان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔
منصور نے بعد میں آنے والے کھانے کے برتن بھی پہلے برتنوں کے پاس رکھ دیئے تھے۔ اس موقع پر مسدودہ نے شہاب الدین کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔
”اگر آپ محسوس نہ کریں تو میں خود اٹھ کر کھانے کے برتن لگاؤں۔“

اس پر شہاب الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔
”اے حسام الدین! تمہیں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم اس خیمے میں

مہمان ہو۔ مہمان سے کام لینا ہم تہذیب اور اپنے اصولوں کے خلاف سمجھتے ہیں.....
آپ لوگ بیٹھیں۔ میں اور منصور ایسے کاموں کے عادی ہیں۔“
شہاب الدین کا یہ جواب پا کر مسدودہ خاموش بیٹھ گئی تھی۔
پھر شہاب الدین اور منصور دونوں نے خود کھانے کے برتن لگائے اور سب چٹائیوں پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔

★.....★

ہوئے کہنے لگی۔

”تو گویا اس حقیر سفیر نے اپنے دعوے کو پورا کر دکھایا۔ اس نے کہا تھا کہ یہاں سے جانے کے بعد وہ۔۔۔۔۔“

کیرش اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ اسی لمحے بے پناہ غصے اور غضب ناک کی اظہار کرتے ہوئے اس کا منگیت اور گور خاں کا بھتیجا بیوہ خاں بول اٹھا تھا۔

”مگر اس نے اپنا عہد پورا کر دیا ہے تو میں بھی عہد کرتا ہوں کہ میں بھی اس کی گردن کاٹوں گا ہر صورت میں اپنے اس عہد کو پورا کر کے رہوں گا۔ پہلی بار جب میں نے مسلمانوں کے علاقوں میں ترک و تاز اور یلغار کی تھی تو میں نے اپنا ہاتھ کچھ ہلکا رکھا تھا، اس بار میں انہیں ایسا چڑکا، ایسا داغ لگاؤں گا کہ جو صدیوں تک ان کے لئے عبرت خیزی کا سامان بن رہے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بیوہ خاں رکا، پھر دوبارہ گور خاں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”آپ مجھے وہی لشکر مہیا کر دیجئے جس کے ساتھ میں نے اس سے پہلے مسلمانوں کے علاقوں میں یلغار کی تھی۔ میں چند روز کی تیاری کے بعد پھر مسلمانوں کے علاقوں میں شکست و ریزش کا وہ کھیل کھیلوں گا کہ مسلمانوں کا وہ سالار جس نے ہمارے دربار میں اپنا نام شہاب الدین بنایا تھا، دریائے آمو کے اس پار ہمارے علاقوں کی طرف دیکھتے ہوئے بھی خوف محسوس کرے گا۔“

بیوہ خاں کے ان الفاظ پر گور خاں نے خوشی کا اظہار کیا تھا، پھر اپنے سپہ سالار اعلیٰ تانیکو کی طرف دیکھتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

”تانیکو! بیوہ خاں کو پہلے والا لشکر مہیا کرو۔ چند دن اس کے ساتھ مل کر اس کے کوچ کی تیاریاں کرو، اس کے لشکر کو ضرورت کی ہر شے مہیا کرو۔ اس کے بعد یہ پہلے کی طرح مسلمانوں کے علاقوں میں کامیاب ترک و تاز کرے۔ ہم علاؤ الدین خوارزم شاہ کو بتانا چاہتے ہیں کہ اس کی پوری سلطنت ہماری مٹھی میں ہے اور ہم جب چاہیں گے مٹھی بند کر کے اسے اپنی زندگی کے آخری دن گنتے پر مجبور کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں رکا، کچھ سوچا، دوبارہ اس نے اپنے سپہ سالار اعلیٰ تانیکو کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔



گور خاں کا دربار اس کی بیٹیوں اور اس کے سالاروں اور عمائدین سلطنت سے اسی طرح کچھ کھینچ بھرا ہوا تھا جس طرح شہاب الدین کی وہاں آمد کے وقت ہجوم تھا۔ پھر گور خاں اپنے سالاروں پر برس اٹھا۔ کہنے لگا۔

”دریائے آمو کے اس پاس ہمارے لشکر نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سرزمینوں پر یلغار کرتے ہوئے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا تھا، اس کے جواب میں مسلمانوں نے ہمارے علاقوں میں ترک و تاز کرتے ہوئے اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچایا، ان گنت ہتھیوں اور قصبوں کا سامان وہ لوٹ کر لے گئے۔ فرق صرف اتنا رہا ہے کہ ہم نے دشمنوں کے علاقے میں قتل عام کیا تھا، مسلمانوں نے ہمارے علاقے میں قتل عام نہیں کیا۔ جہاں تک لوٹ مار کا تعلق ہے، جس قدر سامان ہمیں مسلمانوں کے علاقوں سے حاصل ہوا تھا اس سے دس گنا زیادہ سامان مسلمانوں کا وہ لشکر ہمارے علاقوں سے سمیٹ کر چلا گیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں غصے کی حالت میں جب دم لینے کو رکا تب اس سالار اعلیٰ تانیکو کی قدر مودب ہوتے ہوئے گور خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! میں اس پورے حادثے کا جائزہ لے چکا ہوں۔ ہمارے علاقوں میں یلغار کرنے والا وہی شخص ہے جو علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے ایک بار سفیر بنا کر ہمارے ہاں آیا تھا جس نے اپنا نام شہاب الدین بنایا تھا اور جس نے ہمیں بیوقوف بنانا کے مقابلے کے دوران بیوہ خاں کو نیپا دکھایا تھا۔“

تانیکو کے ان الفاظ کے جواب میں گور خاں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی چھوٹی بیٹی کیرش جو بیوہ خاں کی منگیت بھی تھی، بے پناہ غصے اور غضب ناک کا اظہار کرتے ہوئے

لاتے ہوئے مسلمانوں کا سالار شہاب الدین ہمارے علاقوں میں پھیلنا نہ کر پائے گا۔“
تانیکو کے خاموش ہونے پر اس بار گور خاں کی چھوٹی بیٹی کیرش پھر بول اٹھی اور
اپنے منگیتر بیدو خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بیدو خاں! میں تم سے قربان کر رہی ہوں کہ مسلمانوں کے اس سالار کو جس کا نام
شہاب الدین ہے اسے پھیلنے کے دوران زندہ گرفتار کر دو، اسے زنجیروں میں جکڑ کر یہاں
لے آؤ، اسی حالت میں اسے دربار میں پیش کیا جائے گا۔ پہلے بھرے دربار میں اسے
خوب ذلیل و زسوا کیا جائے گا، پھر زنجیروں میں جکڑے ہی جکڑے اس کا منہ کالا کیا
جائے گا، اسے ایک لانگرو کھڑے پر بٹھا کر پورے شہر میں گھمایا جائے گا اور شہر کے لوگوں
سے کہا جائے گا کہ جہاں کہاں سے بھی وہ گزرے اس پر جوتوں کی برسات کریں۔ اس
کے بعد شہر کے کسی چوراہے پر کھڑا کر کے اس کی گردن کاٹ دی جائے گی۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تب بیدو خاں نخر اور گھمنڈ کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
”کیرش! مطمئن رہو..... تمہاری خواہش، تمہاری آرزو کا احترام کیا جائے گا۔
اب میں اس شہاب الدین کو زندہ گرفتار کر کے دربار میں زنجیروں میں جکڑ کر پیش
کردوں گا۔“

بیدو خاں کے ان الفاظ پر جہاں کیرش خوش ہو گئی تھی وہاں گور خاں بھی بے پناہ
خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس موقع پر گور خاں کی سب سے بڑی بیٹی جس کا نام جاسکی
تھا، جس کی شادی ہو چکی تھی اور جس کا شوہر بھی اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور جس کا
نام فوتا تھا، جاسکی فوتا کو کہنی مارے ہوئے رازداری میں کہنے لگی۔

”کیا بیدو خاں ایسا کر پائے گا.....؟“

فوتا اپنی بڑی اور گور خاں کی بڑی بیٹی کے ان الفاظ کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ
گور خاں کی دوسری بیٹی جو کیرش سے بڑی تھی اور جس کا نام زوزن تھا جو اس وقت
جاسکی کے قریب ہی بیٹھی تھی اپنا منہ اپنی بڑی بہن جاسکی کے کان کے قریب لے
گئی، پھر بڑی رازداری میں کہنے لگی۔

”بھیری بہن! میں تو ڈرتی ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ جو حالت بیدو خاں مسلمانوں
کے سالار شہاب الدین کی کرنے کا دعویٰ کر رہا ہے وہی حالت کہیں علاء الدین خوارزم
شاہ کا سالار بیدو خاں ہی کی نہ کر دے۔ اس لئے کہ وہی شہاب الدین اس سے پہلے

”تانیکو! ابھی تک تم نے مجھ پر یہ انکشاف نہیں کیا کہ مسلمانوں کے اس سالار جس
کا نام شہاب الدین ہے، اس نے دریائے آمو کو کیسے پار کر لیا؟ اور کیسے وہ ہمارے
علاقوں میں آن کھسا؟ جہاں تک دریائے آمو کے پل کا تعلق ہے تو پل کے اس طرف
ہمارے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ مقیم رہتا ہے۔ اگر وہ پل کے ذریعے آتا تو اس حصے
سے نکلنا یا خود مارا جاتا یا ہمارے لشکر کو نقصان پہنچاتا، لیکن ایسا نہیں ہوا۔“
گور خاں کے خاموش ہونے پر تانیکو کہنے لگا۔

”میں نے اپنے غمزدوں کے ذریعے سب حالات جاننے کی کوشش کی ہے۔ دراصل
اس نے ایک خیاطریتہ کار وضع کیا ہے۔ اس نے اپنی سست دریائے آمو کے کنارے
کنارے کھڑی ایک ٹیل بنایا ہے۔ پل کا ایک سرا تو اس نے پکا پختہ ایک درخت کے
ساتھ باندھ دیا ہے جبکہ ٹیل کا اوپر والا حصہ عارضی طور پر باندھا جاتا ہے اور جب اس
سے کام لینا ہوتا ہے تو اس کے رے ڈھیلے کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سرا
دریائے آمو کے ہماری طرف کے کنارے سے آن لگتا ہے اور اسی پل کے ذریعے
شہاب الدین نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے آمو عبور کیا اور ہمارے علاقوں
میں ترک و تار کی۔“

تانیکو کے ان الفاظ پر کچھ دیر تک سوچتے ہوئے گور خاں اپنی گردن ہلاتا رہا اور پھر
تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تانیکو! جس جگہ مسلمانوں کے سالار شہاب الدین نے وہ پل بنایا ہے وہاں بھی
لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ متعین کر دو تاکہ آئندہ اگر علاء الدین خوارزم شاہ کا سالار
شہاب الدین اس پل کو حرکت میں لاتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہمارے
علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو ہمارے وہ مسلح جوان اس پر حملہ آور ہو کر
وہیں آسے اور اس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر ان کی لاشیں دریائے آمو
میں بہا دیں۔“

گور خاں کے اس حکم کے جواب میں تانیکو نے پہلے اپنی گردن کو خم کیا، پھر کہنے
لگا۔

”ناک! آپ بے فکر رہیں۔ میں آج ہی ایک نامور سردار کی سرکردگی میں ایک لشکر
کا خاصا بڑا حصہ وہاں متعین کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ آئندہ اس پل کو کام میں

حسام الدین شاید حریہ کچھ کہتا چاہتا تھا پر اس نے ابھی تک یہی الفاظ ادا کئے تھے کہ میں مسدودہ بولی اٹھی۔

”ہایا! بستی میں تو یہ خبر پھیل چکی ہے کہ گور خاں کا لشکر ایک بار پھر ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے والا ہے..... اس بناء پر لوگ بڑے پریشان اور غرمند ہیں۔“

جواب میں حسام الدین پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔
 ”بھئی! اب یہ فکر مندی اور پریشانی نہیں رہے گی۔ ان لئے کہ ہم نے ساری بستیوں کی طرف ہرکارے اور مناد پھیلا دیئے ہیں جن کی وجہ سے اب بستیوں میں سکون اور آسودگی ہو جائے گی۔ ہم نے لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ گور خاں کا لشکر بے شک ان علاقوں پر حملہ آور ہونے والا ہے لیکن انہیں ہماری ان بستیوں تک پہنچنے کی ہمت اور جرأت نہ ہوگی۔“

حسام الدین کے خاموش ہونے پر مسدودہ نے پھر بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

”ہایا! کیا امیر شہاب الدین نے دشمن کے حملوں کو روکنے کے لئے کوئی اہتمام کیا ہے.....؟ دشمن دریا کو عبور کر کے ہماری کسی بستی میں تو داخل نہ ہو پائیں گے؟“

حسام الدین پھر بڑی شفقت سے بول اٹھا۔
 ”میری بھئی! تمہیں پریشان اور غرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہاری تسلی اور تشفی کے لئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ شہاب الدین بن مسعود اپنے لشکر کے ساتھ اب یہاں نہیں ہے۔“

حسام الدین کے ان الفاظ پر مسدودہ حریہ پریشان ہو گئی تھی۔ کچھاتی ہوئی آواز میں پوچھنے لگی۔

”ہایا! دشمن ان علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ شہاب الدین یہاں نہیں ہیں..... کیا وہ کہیں چلے گئے ہیں؟“

اس بار حسام الدین نے پہلے کی نسبت گہری مسکراہٹ سے اپنی بیٹی مسدودہ کی طرف دیکھا پھر اسے تسلی دیتے ہوئے بول اٹھا۔

”میری بھئی! تو خواہ مخواہ میں پریشان اور غرمند ہو رہی ہے..... گھر سے نکلنے کے بعد میں سیدھا ابن سلیمان کے پاس گیا۔ اسے لے کر شہاب الدین اور منصور کی طرف

بھرے دربار میں بیدو خاں کو پہنچ زنی کے مقابلے میں ذلیل و رسوا کر چکا ہے۔“
 روزن حریہ کچھ کہتا چاہتی تھی کہ جاسی نے بڑے پیار سے اس کے گال پر ایک چپٹ لگائی اور کہنے لگی۔

”خاموش رہو! دربار میں ایسی گفتگو نہیں کرتے..... جو کچھ تم نے کہا ہے میرا بھی اندازہ چلی ہے اور میری سوچیں تمہاری سوچوں سے مختلف نہیں ہیں۔“

اس کے بعد مطمئن ہو کر گور خاں نے وہ دربار پر درخواست کر دیا اور ساتھ ہی تانیکو کو حکم دیا کہ بیدو خاں اور اس کے لشکر کے کوچ کی تیاریوں کو آخری شکل دے۔ اس کے بعد ہر کوئی قصر کے اس کمرے سے باہر جا رہا تھا۔



ایک روز حسام الدین، بلال بن سلیمان کے ساتھ اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ ابھی دونوں حویلی کے صحن میں ہی پہنچے تھے کہ سکوتی حصے سے مسدودہ، ایرانی ملازمہ سارہ نگر مندی کی حالت میں صحن میں آئی تھیں۔ پھر بڑی بے چینی، بڑی نگر مندی کا اظہار کرتے ہوئے مسدودہ اپنے باپ حسام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”ہایا! آپ دوپہر سے پہلے کے گئے ہوئے ہیں اور اب شام ہونے کو ہے۔ اتنی دیر آپ کہاں رہے.....؟ بستی میں طرح طرح کی خبریں بھی اُڑ رہی ہیں۔ لوگ پریشان و غرمند ہو رہے ہیں۔“

مسدودہ کے ان الفاظ پر حسام الدین نے مسکراتے ہوئے لمبا سانس لیا، پھر کہنے لگا۔
 ”بھئی! یہاں کھڑے ہو کر بات نہیں کرتے۔ دیوان خانے میں آؤ..... سارہ! تم بھی آ جاؤ۔“

اس کے ساتھ ہی چاروں دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ دیوان خانے کی حالت اب بدل چکی تھی۔ پہلے دیوان خانے کے اندر صرف دوسہریاں ہو کر تھیں لیکن اب دیوان خانے میں زیب زینت کے دوسرے سامان کے ساتھ ساتھ بہترین نشیمنوں کا بھی اہتمام کر دیا گیا تھا۔ چاروں جب ایک دوسرے کے سامنے نشیمنوں پر بیٹھ گئے تب حسام الدین، مسدودہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بھئی! میں دراصل ابن سلیمان کے ساتھ لشکر گاہ کی طرف چلا گیا تھا۔ وہاں کچھ دیر شہاب الدین اور منصور ترکی کے پاس بیٹھے رہے۔“

گئے۔ ہم دونوں انہی کے پاس بیٹھے رہے۔ اب جبکہ وہ کوچ کر گئے ہیں تو ہم دونوں بھی واپس آ گئے ہیں..... بیٹی! شہاب الدین اپنے لشکر کو دریائے آمو کے پل کی طرف لے گیا ہے۔ اس نے راستہ بھی عجیب و غریب اختیار کیا ہے۔ پڑاؤ سے نکل کر پہلے وہ بائیں جانب گیا، کوہستانی سلسلے کے اندر ہی اندر سفر کرتے ہوئے وہ آگے بڑھا۔ سورج غروب ہونے کے بعد وہ دریائے آمو کے پل کے پاس پہنچا گا۔ اس سے پہلے اس نے اپنے آگے آگے گلاہ گر اور صلح دیتے بھیج دیئے ہیں جو ان علاقوں میں پھیل چاہیں گے اور اگر دشمن کا کوئی جاسوس یا مخبر دکھائی دیا تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ اپنے لشکر کے ساتھ شہاب الدین، پل کے پاس قیام کرے گا اور وہیں دشمن کے حملہ آور لشکر سے ٹکرائے گا۔ اسے اپنی بستیوں کی طرف نہیں بڑھنے دے گا۔ یہی پیمانہ ہم نے ساری بستیوں کی طرف بھجوا دیا ہے تاکہ لوگ غرمند و پریشان اور خوف زدہ نہ ہوں۔

میری بیٹی! اس بار معاملہ خداوند نے چاہا تو الٹ ہو گا۔ پہلے گور خاں کے لشکری ہادی ان ساری بستیوں میں دھماتے پھرے تھے۔ جس کا جی چاہا، انہوں نے قتل عام کیا۔ جس گھر، جس بستی کو چاہا، جی بھر کر لوٹا۔ لیکن اس بار نہیں اپنی اس قتل و غارت گری کا حساب دینا ہو گا اور مجھے امید ہے کہ شہاب الدین اپنے لشکریوں کے ساتھ ان سے یہ حساب بڑے خوب انداز میں وصول کرے گا۔

حسام الدین جب خاموش ہوا تب سدودہ نے پھر پریشانی کی حالت میں پوچھا۔
”بابا! جس طرح امیر شہاب الدین یہاں سے لکڑی کے پل کے ذریعے دریائے آمو کو پار کر کے دشمن کے علاقوں پر حملہ آور ہوئے تھے، ودر تک یلغار کی تھی، اگر ایسا ہی کوئی طریقہ دشمن کے لشکر نے اپنا لیا اور دریائے آمو کے پرانے پل کی بجائے وہ کسی اور راستے سے ہمارے علاقوں میں آئے گئے تو پھر کیا ہو گا؟“

حسام الدین نے بڑے پُر سکون انداز میں کہنا شروع کیا۔
”میری بیٹی! میری بیٹی! انہیں نہیں ہو گا۔ یہ شہاب الدین بڑا جنگجو سالار ہے۔ بڑا تربیت یافتہ، ہونہار اور جرأت مند ہے۔ ان علاقوں کی ساری بستیوں کے اندر اس نے اپنی جاسوسی کا جھنڈو اور مشغلوں کے ذریعے بہترین نظام قائم کر رکھا ہے۔ اگر دشمن نے دھوکا دی سے کام لیتے ہوئے کئی اور جگہ سے دریائے آمو کو عبور کر کے ہمارے

علاقوں میں داخل ہونا چاہتا تھا انہوں کے اندر شہاب الدین کو اس کی خبر ہو جائے گی اور وہ دشمن سے ٹکرائے گا۔ اپنے باپ حسام الدین کی اس گفتگو سے سدودہ کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر حسام الدین کہنے لگا۔

”سدودہ! میری بیٹی! سارہ اور تم دونوں اٹھو۔ کھانے کا اجتماع کرو۔ بہترم بلال بن سلیمان کھانا بھی یہیں کھائیں گے اور آج یہ قیام بھی ہمارے ہاں ہی کریں گے۔ یہ نہیں آتے تھے، انہیں زبردستی پکڑ کر لایا ہوں۔ میری بیٹی! دشمن کے حملے سے متعلق تم بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ تم دیکھنا، امیر شہاب الدین اس بار حملہ آور دشمن کا ایسے ہی بندوبست کرے گا جیسے کسی دشمنی دروے کو لوہے کے بنجرے میں بند کر دیا جاتا ہے۔“
اپنے باپ کے ان الفاظ پر سدودہ ہنس دی۔ وہی پھر کھانا تیار کرنے کے لئے وہ اور سارہ دونوں دیوان خانے سے نکل گئی تھیں۔



شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے کے اندر رہتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ سورج غروب ہونے تک وہ کوہستانی سلسلے کے اندر ہی رہے۔ مغرب کی غماز بھی انہوں نے دین ادا کی۔ جب فضاؤں میں اندھیرا پھیل گیا تب کوہستانی سلسلے سے نکل کر وہ دریائے آمو کے پل کی سیدھ میں آئے، وہاں رات کی گہری تاریکی میں شہاب الدین نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ شہاب الدین نے منصور ترکی کے علاوہ دوسرے سارے سالاروں کو اپنے پاس بلایا۔ جب سب اس کے گرد جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

”میرے عزیز ساتھیو! ہمارے سامنے اب دریائے آمو کا پل ہے۔ اسی کے ذریعے دشمن دریا کو عبور کر کے ہمارے علاقوں میں داخل ہو گا۔ جو خبریں ہمارے طلاہہ گروں اور جھروں نے دی ہیں ان کے مطابق اس بار بھی گور خاں کا بیٹھا بیدو خاں ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کو عبور کر کے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو گا۔ ہم نے جوابی کارروائی کیسے کرنی ہے، کس طرح اس کے حملے کو ناکام بناتے ہوئے اس پر ضرب لگانی ہے، اس کی تفصیل میں تم سے کہتا ہوں۔ جو کچھ میں کہتا ہوں، غور سے سننا..... جہاں تک ہمارے جھروں اور طلاہہ گروں نے خبر دی ہے اس کے مطابق گور

کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔
یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر وہ خصوصیت کے ساتھ منصور
ترکی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”منصور، میرے عزیز بھائی! لشکر کا ایک حصہ میری کمانداری میں رہے گا۔ اتنا ہی
بڑا حصہ تمہارے پاس ہوگا۔ لشکر کی تقسیم سے پہلے لشکر کے اندر جو بہترین تیر انداز ہیں
انہیں علیحدہ کر دیا جائے گا اور وہ تیر انداز ایک طرح سے لشکر کا تیسرا حصہ بنیں گے۔

اب دشمن کا استقبال کرنے کے لئے ہم نے یہ منصوبہ بنایا ہے کہ ابھی توہڑی در
تک جو مورچے اور خندقیں ہم کھودیں گے، اپنے سارے تیر انداز ان مورچوں کے اندر
بٹھا دیں گے اور ان کے پاس تیروں کی وافر مقدار رکھ دی جائے گی۔ جو لشکر میرے
حصے میں آئے گا اسے لے کر میں دریائے آمو کے پل کے بھیچے چند فلاگ دوز چلا
جاؤں گا۔ منصور میرے بھائی! تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جہاں مورچے کھودے
جائیں گے ان سے چند فلاگ اور چار اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں چلے جانا۔
میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ نیچے کی سمت گھات میں چلا جاؤں گا۔

اس کے بعد جو ہم نے اگلا قدم اٹھانا ہے وہ انتہائی اہم اور انتہائی ذمہ داری کا
ہے۔ گور خاں کا بھتیجا بیوہ خاں جب اپنے لشکر کو لے کر دریائے آمو کا پل عبور کرے گا
تو پل عبور کرنے کے بعد وہ دو قدم اٹھائے گا۔ پہلا یہ کہ جن بستیوں کو اس نے پہلے
براد کیا ہے دوبارہ ان کا رخ کرے گا یا ان بستیوں میں سے ہوتے ہوئے دائیں بائیں
اور آگے کی جو بستیاں ہیں جن پر وہ اس سے پہلے حملہ آور نہیں ہو سکے، ان کا رخ
کرنے کی کوشش کرے گا۔

اگر وہ ایسا کرتا ہے تو جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کے ساتھ اوپر کی
طرف جاتا ہے اور عین اس وقت جبکہ وہ ہمارے تیر اندازوں کی سیدھ میں آئے گا،
ہمارے تیر انداز ان پر تیر اندازی کرتے ہوئے ان کی اکثریت کو کھینچ کر لے کر کوشش
کریں گے۔ تیر اندازی کرنے کے ساتھ ساتھ تیر اندازوں پر جو سالار مقرر کیا جائے
گا، تیر اندازی کرتے کرتے وہ فضاؤں کے اندر جلتے پھول کا تیر بھی چلائے گا۔ وہ تیر
منصور ترکی، میرے اور تمہارے لئے اشارہ ہوگا اور اس اشارے کو پاتے ہی سامنے کی
طرف سے تم اپنے لشکر کے ساتھ ٹکنا اور گور خاں کے لشکر پر حملہ آور ہو جانا۔

خاں کا لشکر صبح سورج طلوع ہونے سے توہڑی در پہلے ہم پر حملہ آور ہوگا۔ ایسا وہ اس
لے کر رہے ہیں کہ اس وقت سسان حجر کی نماز میں مصروف ہوں گے۔ لہذا انہیں
مسلمانوں کو برباد کرنے اور ان کا قتل عام کرنے کا خوب موقع ملے گا۔ لیکن ہم انہیں
ایسا موقع فراہم نہیں کریں گے۔ ہم نے حملہ آوروں سے اپنا پہلا حساب بھی بے باقی
کرتا ہے جو اس سے پہلے ان علاقوں میں داخل ہو کر انہوں نے قتل عام اور بربادی کا
کیل کیا تھا۔

ہمارے خبردار طلاہ گریہ بھی خردے چکے ہیں کہ جو لشکر دریائے آمو کو عبور کر کے
ہمارے علاقوں میں داخل ہو گا اس کی کمانداری گور خاں کا بھتیجا بیوہ خاں کر رہا ہے
..... یہ وہی بیوہ خاں ہے جو اس سے پہلے اس علاقے میں تاجی اور بربادی مچا چکا ہے
اور اس بار وہ پہلے کی نسبت بڑا لشکر لے کر مسلمانوں کے علاقے میں دندنہ کرنے کی کوشش
کرے گا۔

ہمارے خبر یہ بھی بتا چکے ہیں کہ بیوہ خاں نے اپنے بادشاہ گور خاں کے سامنے
دعویٰ کیا تھا کہ وہ مجھے زندہ گرفتار کر کے اور خیردوں میں بٹکر کر اس کے سامنے پیش
کرے گا۔ اب یہ فیصلہ تو کسی انسان کے بس کا نہیں، میرا اللہ ہی فیصلہ کرے گا کہ
ہم انہیں زیر کرتے ہیں یا وہ مجھے زیر کرنے اور خیردوں میں بٹکرنے میں کامیاب
ہوتے ہیں۔“

شہاب الدین کی یہ گفتگو سالاروں کے علاوہ کچھ لشکریوں نے بھی سن لی تھی۔ لہذا وہ
فرط جوش میں شہاب الدین کے حق میں نعرے بلند کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر
شہاب الدین نے انہیں خاموش رہنے کے لئے کہا۔ جب لشکری خاموش ہو گئے تب
شہاب الدین نے پہلے کی نسبت دھیمی آواز میں اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے
کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیز بھائیو! جہاں ہم کھڑے ہیں اس جگہ کے محل وقوع کا جائزہ لو۔
دریائے آمو کا پل یہاں سے چند فلاگ نیچے کی سمت ہے۔ ابھی توہڑی در پہلے تک
ہم پہلا کام یہ کریں گے کہ جہاں اس وقت لشکر کھڑا ہے اس سے توہڑی پیچھے چھوٹے
چھوٹے مورچے اور خندقیں کھودی جائیں گی اور مورچوں اور خندقوں سے نکلنے والی مٹی
دعدموں کی صورت میں انہی مورچوں کے سامنے ڈال دی جائے گی۔ اس کے بعد لشکر

بھی تیر انداز فضاؤں کے اندر چلتے پروں کا تیر چلا دیں گے۔ اس کے بعد وہ اپنے مورچوں سے نکل کر کوہستانی سلسلے کی گھاٹ میں رہتے ہوئے بید خاں کے لشکر کے متوازی دائیں جانب بڑھنا شروع کر دیں گے اور جب میں سامنے کی طرف سے بید خاں پر حملہ آور ہوں گا تو پہلو کی طرف سے تیر انداز حملہ آور ہو جائیں گے۔ اتنی دیر تک منصور زکی! تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پشت کی جانب سے نمودار ہو کر بید خاں کے لشکر پر حملہ آور ہو جانا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ دیر تک غور سے منصور کی طرف دیکھتا رہا، پھر بول اٹھا۔

”منصور میرے بھائی! کیا تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو؟“

جواب میں منصور سرکرایا اور کہنے لگا۔

”شہاب الدین! میرے عزیز بھائی! اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس منصوبہ کے تحت ہر صورت میں ہم بید خاں کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

منصور کے بعد شہاب الدین نے اپنے دوسرے سالاروں کی طرف دیکھا اور انہیں قاطب کیا۔

”میرے عزیز بھائی! تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال اور تاثر ہے؟“

اس پر ان سالاروں میں سے ایک اپنے ساتھیوں کی نمائندگی کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”امیر! ہمارا رد عمل وہی ہے جو منصور زکی کا ہے۔“

اپنے سالاروں کے اس جواب پر شہاب الدین خوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد لشکر وارت میں آیا۔ جہاں لشکر کا تھا اس سے پیچھے بڑی تیزی سے مورچے بنا دیئے گئے۔ لشکر کے اندر جو بہترین تیر انداز تھے، ان کو مورچوں میں بٹھا کر ان کے پاس تیر رکھ دیئے گئے۔ باقی لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے منصور دیا کے اوپری طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ شہاب الدین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر زیریں جانب کا رخ کر رہا تھا۔



رات خواب لہروں پر پرواز کرتی ہوئی اپنا ہولناک اضطراب بڑھاتی چلی جا رہی تھی۔ ہر شے نیند کے ہاتھوں تک جھکی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ چاند آجاولوں کی لامحدود

چونکہ ہمارے تیر اندازوں کی وجہ سے گور خاں کے بہت سے لشکر پیچھے ہٹ چکے ہوں گے، دیکھی ہوں گے۔ ان کے اندر ایک افراتفری کا عالم ہو گا۔ ایسی صورت میں وہ اس سمت بڑھنے کی کوشش کریں گے جو دھڑ سے تیر آ رہے ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ پہلے تیر اندازوں کا خاتمہ کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔ اتنی دیر تک منصور! سامنے سے تم ان پر حملہ آور ہو جانا اور ان کی افراتفری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کا قتل عام شروع کر دینا۔

جہاں تک میرا تعلق ہے، جو جہی فضا کے اندر چلتے پروں کا تیر باندھو گے، میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ نکلوں گا۔ میرے خیال میں اس وقت تک تم دشمن سے ٹکرائے ہو گے اور اسی وقت یا اس سے تھوڑی دیر بعد میں بھی دشمن پر اس کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو جاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ اس سہ طرفہ حملے سے ہم گور خاں کے کسی لشکر کو کچ کر بھاگنے نہ دیں گے۔ اس موقع پر ایک خیال رکھنا اور اپنے سارے لشکریوں اور تیر اندازوں کو بھی سمجھا دینا کہ اول کوشش یہ کرنی ہے کہ بید خاں کو زندہ گور قمار کیا جائے۔ اگر وہ جنگ میں کام آتا ہے تو کوئی بات نہیں، اپنی طرف سے کوشش کرنی ہے۔ اگر یہ کوشش کامیاب نہ ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔“

اتنا کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیز ساتھیو! اب میں دوسرے قدم کی طرف آتا ہوں جو گور خاں کا نتیجہ بید خاں اٹھا سکتا ہے۔ ممکن ہے دریائے آمو کو عبور کرنے کے بعد بید خاں بائیں جانب کی ان بستیوں کا رخ نہ کرے جن کو وہ پہلے آہاز اور بر باد کر چکا ہے۔ وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے کہ ان بستیوں میں اب اس کے لئے کیا دلچسپی رکھی ہے۔ لہذا وہ ان بستیوں کی بجائے دریا کے نچلے حصے یعنی دائیں پہلو کا بھی رخ کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہمیں اپنے لائحہ عمل کو تبدیل کرنا ہو گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ بالکل صح سویرے حملہ آور نہ ہو، اس وقت حملہ آور ہو جب فضا کے اندر تاریکی ہو۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تب بھی تیر انداز ہی ہماری راہنمائی کریں گے۔ دریائے آمو کا ٹکڑا چونکہ تیر اندازوں کے قریب ہو گا اور وہ مستعد ہوں گے۔ لہذا وہ دیکھ لیں گے کہ بید خاں بائیں جانب کا رخ کرتا ہے یا دائیں کا۔ اگر بائیں کا رخ کرتا ہے تو اس سے پہلے جو میں منصوبہ بنا چکا ہوں اس پر عمل کیا جائے گا۔ اگر وہ دائیں جانب رخ کرتا ہے تب

بیدو خاں نے اب تیر اعزازوں پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اس لئے کہ منصور کے سامنے کی طرف سے حملہ آور ہونے کی وجہ سے اس نے اپنی ساری توجہ سامنے کر لی تھی۔ جبکہ تیر اعزاز اب اپنے لشکریوں کو بچاتے ہوئے بیدو خاں کے لشکر کے بستی جھے کی طرف تیر اعزازی کرنے گئے تھے اور دشمن کو خاصا نقصان پہنچانے لگے تھے۔

لیکن آخر تیر اعزازوں کو اپنی ہی کارروائی بھی روکنا پڑی۔ اس لئے کہ پشت کی جانب سے شہاب الدین نمودار ہوا تھا۔ پہلے اس نے بدن میں مرگ کی شمشک اور دشت کی کچلی طاری کر دینے والے اعزاز میں تعمیریں بلند کیں، اس کے بعد شہاب الدین نے زوردار اعزاز میں اپنے رب کی صفت بیان کرتے ہوئے پکارا۔

نحن صبرنا الی اقدار اللہ

”ہم اللہ کی تقدیر پر صبر کرنے والے ہیں۔“

اس کے بعد شہاب الدین نے اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ رصد گاہ چشم کو چندھیا دینے والے لادے اٹھتے آتش فشاں اور وقت کے بند دروازوں پر موت کی دستک دینے والے لادے اٹھتے آتش فشاں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ختم ہوئی رات کی پہلی تاریکی میں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے رگوں میں بے روک کرب بھرنے لگا تھا۔ زندگی کی تپوں میں موت کے زہر سنسانے لگے تھے۔ قضا کی دھن میں زیست کے جوہر لہو لہو ہوتا شروع ہو گئے تھے۔ ہر سانس میں کیکاپاہٹ طاری ہوتا شروع ہو گئی تھی۔

مشرق سے اب روشنی کی لہریں اپنا رنگ دکھانا شروع ہو گئی تھیں۔ اور پھر وقت کی آنکھ نے دیکھا، شہاب الدین اور منصور اپنے قاصدوں کے ساتھ بیدو خاں کے لشکر پر اس طرح غالب آنے لگے تھے جیسے خداداد قدوس کی فضیلت و حاکمیت، زندہ و بیدار کی عظمت و جلالت شیطانی گماشتوں کی شوکت اور بدی کے منادوں کی صداؤں پر غالب آنا شروع ہو گئی ہو۔

بیدو خاں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح اپنے لشکر کو بچا کر دریائے آمو کے اس پار بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جائے لیکن اب ایسی کوئی صورت بھی دکھائی نہ دے رہی تھی۔ ایک طرف ٹھانسیں مار رہا ہوا دریائے آمو تھا جو کناروں تک

پر واڑ کرتا ہوا غروب ہو گیا تھا۔ رات اپنے اختتام کا نوحہ گانے لگی تھی۔ لوح زمین پر ہمار کی کے نقوش ماند پڑنے لگے تھے۔ ایسے میں گور خاں کا جھنجھا بیدو خاں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کے پل کو عبور کر رہا تھا۔ دریائے آمو کے پل سے گزرنے کے بعد کھلے میدانوں میں بیدو خاں نے اپنے لشکر کو روکا، تھوڑی دیر تک وہ وہاں رک کر اپنے سالاروں کے ساتھ صلاح و مشورہ کرتا رہا، ساتھ ہی اس نے اپنے لشکر کی ترتیب درست کر لی تھی۔ پھر اپنے لشکر کے ساتھ اس نے بائیں جانب کا رخ کیا تھا۔ گویا وہ پھر ان بستیوں کا رخ کرنا چاہتا تھا جن کو اس سے پہلے وہ بر باد کر چکا تھا۔

بیدو خاں اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تھوڑا سا آگے گیا ہو گا کہ گھات میں بیٹھے ہوئے مسلمان تیر اعزاز فطرت کے جلال میں قضا کے گھات اتار دینے والی بد بختیوں کے سایوں اور بھرتی و کوکئی برقی کی طرح حرکت میں آئے اور بیدو خاں کے لشکر پر انہوا نے تیر اعزاز شروع کر دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اسی لمحے جلتے ہوئے پردوں تیر بھی فضا میں بلند ہو گیا تھا۔

اس اچانک اور غیر متوقع تیر اعزاز نے بیدو خاں، اس کے سالاروں اور لشکر پر ہوا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ بیدو خاں کے کئی لشکر کی چھلتی ہو کر رہ گئے تھے۔ کچھ گھوڑوں سے گر گئے تھے۔ کچھ گھوڑوں پر لیت گئے تھے۔ زخمی ہونے والے گھوڑے ہڑناتے آتے تھے۔ ایک کہرام سا برپا ہو گیا تھا۔

اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے بیدو خاں نے اب اپنے لشکر کو روک کر اس سمت حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا جس سمت سے ان پر تیر اعزاز کی گئی تھی۔

لیکن اسی لمحہ ستائوں سے بغل گیر فضاؤں کے اندر منصور اپنے لشکر کے ساتھ صدمہ شوریہ میں تقدیر کے بدترین عذاب کی طرح نمودار ہوا۔ بیدو خاں کے قریب آ منصور نے زوردار آواز میں اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے آیت پڑھی۔

لَا يُؤْذُنُ فَنَ مَسَائِلَ بِاللَّهِ

”جو اللہ سے سوال کرتا ہے وہ اسے رو نہیں کرتا۔“

اس کے ساتھ ہی منصور خزاں اور جرجر میں انحطاط و زوال کے بگولوں، پیاسے فقس بے کھلی بڑھاتے موت کے نادیہ درواز دست کی طرح بیدو خاں کے لشکر پر سامنے طرف سے حملہ آور ہو گیا تھا۔

بھر پور انداز میں بہہ رہا تھا اور اس طرف جانا گویا خود موت کے دروازے پر دستک دینا تھا۔ دائیں جانب موت کے رنگ بکھیرتے تیر انداز تھے جن کے تیروں کی بوچھاڑ پھلتی کر دینے والی تھی۔ سامنے کی طرف سے منصور کرب خیز انداز میں بیدو خاں کے لشکریوں کو کاٹ رہا تھا جبکہ پشت کی جانب سے شہاب الدین موت و کرب کے کسی شہسوار کی طرح بیدو خاں کے لشکریوں کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتا چلا جا رہا تھا۔

آخر سورج کی سرخ آکھ نے جب مشرق سے ابھرتے ہوئے زمین کے تن سے تاک جھانک کرنا شروع کی تب چاروں طرف پھلتی روشنی میں یہ عیاں ہوا کہ شہاب الدین، منصور اور ان کے ساتھیوں اور سالاروں نے بیدو خاں کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ پھلتی روشنی میں بیدو خاں اور اس کے سالاروں نے جب دیکھا کہ اب مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے تب وہ ایک جگہ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ہتھیار انہوں نے پھینک دیے اور اپنے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے زوردار آوازوں میں وہ امان طلب کرنے لگے۔

یہ سماں بڑا کرب خیز اور ہولناک تھا کہ شہاب الدین کے لشکری بیدو خاں کے ان لشکریوں کا صفایا کرتے چلے جا رہے تھے جو تاریخ کے اوراق میں بڑے ہولناک اور بڑے خونخوار خیال کئے جاتے تھے۔

آخر جنگ اپنے انجام کو پہنچی۔ بیدو خاں نے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور بیدو خاں اور اس کے چند ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔

★ ★

© © ©

آخر جنگ اپنے انجام کو پہنچی اور شہاب الدین کے کہنے پر گرفتار ہونے والے بیدو خاں اور اس کے دیگر سالاروں اور لشکریوں کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔

سب سے پہلے بیدو خاں کو شہاب الدین کے سامنے لایا گیا۔ اس وقت شہاب الدین منصور اور چند دوسرے سالاروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ شہاب الدین کچھ دیر تک عجب سے انداز میں بیدو خاں کی طرف دیکھا رہا جبکہ بیدو خاں کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ اس موقع پر شہاب الدین نے اسے مخاطب کیا۔

”بیدو خاں! میری طرف دیکھو..... کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ میں وہی ہوں جس کے ساتھ گور خاں کے دربار میں تیرا بیچ زنی کا مقابلہ ہوا تھا۔ میں نے تجھے تیری ہی عزیمتوں کے دربار میں زیر کیا تھا۔ پھر بھی تو نے میرے سامنے آنے کی ہمت و جرأت کی۔ اور پھر تو گور خاں کے سامنے یہ لاف و گزاف کرتا رہا کہ تو مجھے گرفتار کر لئے، مجھے زنجیروں میں جکڑ کر اس کے سامنے پیش کرے گا، اس کے بعد میرا منہ کالا کر کے لاغر گدھے پر بٹھا کر شہر میں گھمایا جائے گا..... اب ذرا اپنی حالت کو دیکھو، کیا تو اس قابل رہا ہے کہ مجھے زنجیریں پہنائے.....؟“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر بیدو خاں چونک اٹھا تھا۔ چہرے اور آنکھوں میں خوف رقص کرنے لگا تھا۔ پھر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ”میں آپ سے اپنے لئے امان اور اپنے ساتھیوں کے لئے رحم کی بیک مانگتا ہوں۔“

کھا جانے والے انداز میں شہاب الدین نے اس کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔ ”کیا میں تجھے اس بناء پر امان دے دوں کہ تو ستم کے موسم کھڑے کرتا رہا، مسلمانوں کی امیدوں کی دلیلیروں پر خون اٹھاتا رہا، ان کے لئے ظلمتوں کے باب

بستیوں کی ان گنت عورتیں، بچیاں، جوان، لڑکیاں ہاتھوں میں پھولوں کی پتیوں
بجھے ٹٹ لے کر آئی تھیں اور ان پر پھول و پتیان چھادو کرنے لگی تھیں۔ ایسے ہی
موقع پر ایک طرف سے سدودہ نمودار ہوئی۔ اس کے ہاتھوں میں چھوٹا سا ایک ٹٹ
تھا۔ شہاب الدین اس وقت وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو سکراتا ہوئے دیکھ رہا تھا
جبکہ اس سے ذرا فاصلے پر منصور وطن کے لشکر سے حاصل ہونے والے سامان کو ایک
طرف رکھوا رہا تھا۔ قریب آ کر سدودہ نے پہلے بڑے خوش کن اعزاز میں مسکراتے
ہوئے شہاب الدین پر پتیان چھادو کرنا شروع کیں، پھر وہ مزید قریب ہوئی۔ وہ چھوٹا
سا ٹٹ جو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا اس میں سے سرخ گلاب کے خوشبو
ایسے پھولوں کا ایک ہار اس نے اٹھایا اور وہ اس نے شہاب الدین کے گلے میں ڈال

”دیکھو! تمہاری پشت پر جہاں تمہارے لشکریوں کی ان گنت لائیں پڑی ہیں، تم لوگوں کے گھوڑے بھی دمناتے پھرتے ہیں، ان گھوڑوں میں سے کوئی ایک گھوڑا چڑکھ

ہونے کے لئے مناسب الفاظ تلاش نہیں کر رہے اور اب آپ میری ایسی تعریف کر بیٹھے ہیں جیسے کہ میں نے کوئی بہت بڑا قلعہ فتح کر لیا ہو..... کسی ناممکن کام کو ممکن کر دکھایا ہو۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر حسام الدین کچھ کہتا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کی بیٹی سدورہ بول اٹھی۔

”امیر! جو کچھ میرے بابا نے کہا ہے وہ درست ہے..... میں سمجھتی ہوں باباے جو آپ کی تعریف کی ہے وہ کم ہے۔ قلعہ فتح کرنا آسان ہے۔ گور خاں کے لشکریوں کے سامنے ناممکن کو ممکن بنانا بھی آسان ہے۔ لیکن آپ نے جو انہیں بدترن شکست دے کر ان کا قتل عام کیا ہے یہ ایسا کام ہے جو ہر کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر مجھے اجازت ہوتی کہ آپ کی تعریف کروں تو قسم خدائے واحدہ لا شریک کی، میں اس سے بھی زیادہ عمدہ اور اعلیٰ الفاظ میں آپ کی تعریف کرتی۔“

لوحہ بھر کے لئے شہاب الدین نے سدورہ کی طرف دیکھ کر خاموش نگاہوں سے شکرگزاری کے جذبات کا اظہار کیا، پھر وہ بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن سلیمان! میرے محترم! آپ مدرس ہیں، پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ ہیں۔ جو تعریف میری حسام الدین نے کی ہے، میں قطعاً اس کے قابل نہیں ہوں۔ آپ بھی اگر کچھ کہنا چاہتے ہیں تو کہہ لیں تاکہ.....“

جواب میں بلال بن سلیمان مسکرا دیا اور کہنے لگا۔

”شہاب الدین! میرے بیٹے! کہنے کو تو میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن حسام الدین نے اس قدر کہہ دیا ہے کہ اب میرے کہنے کے لئے کچھ نہیں رہا۔“

بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا جب سدورہ بول اٹھی۔

”امیر! اس موقع پر میں بھی آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

شہاب الدین نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”نبی حسام الدین! تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو کہو۔ پر میں اس موقع پر التجا کرتا ہوں

کہ میری تعریف نہ کرنا..... اس لئے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے وہ میرے منصب کی

مانگ، میرے فرائض میں شامل ہے اور مجھے ایسا کرنا چاہئے تھا۔ تاہم میں خوش ہوں

دیا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ مسکراتے ہوئے شہر برساتی آواز میں وہ کہنے لگی۔

”امیر! میں آپ کو اس شاندار فتح پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔“

سدورہ کے ان الفاظ کے جواب میں شہاب الدین کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ اسے میں حسام الدین اور بلال بن سلیمان بھی قریب آتے دکھائی دیئے۔ دونوں باری باری پُر جوش انداز میں شہاب الدین سے گلے ملے، پھر حسام الدین، شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! قسم خداوند میراں و رحیم و کریم کی۔ اس وقت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کا اظہار کرنے کے لئے میں مناسب الفاظ تلاش نہیں کر پا رہا۔ اس وقت میں اپنے جن جذبات و احساسات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں ان کے لئے یوں جائیں میرے پاس الفاظ کا قلم پڑ گیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حسام الدین رکا، کچھ سوچا دوبارہ وہ شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”امیر! آپ کی طلب کی لگن نے یہاں کے لوگوں کے لئے غم زمانہ کی دھول، آپ کی وفا کی آغے نے دشمن کی خباثت و دھمکتا اور آپ کی جرأت مندگی کی لوٹنے یہاں کے لوگوں کو غم و ہرج و مرج کی تلخ تسکین سے نجات دے دی ہے۔ آپ نے اپنے ایمان کی طاقت اور جبروت سے دشمن کی قسم کی آندھیوں کا رخ پھیر کر رکھ دیا ہے۔ آپ جیسے نوجوان ہی آگ کے کھولے لادے اور قسم کی آندھیوں میں صبر کی چٹان بن کر اپنی ملت کا دفاع کر جاتے ہیں..... جنگ میں کوساں ثابت ہوتے ہیں اور اضطراب انگیز کمزوریوں میں ریاضت کا پتھر و شہر بن کر سامنے آتے ہیں۔ امیر! گور خاں کے یہ لشکری حشرات الارض اور برساتی کیزروں کی طرح دریائے آمو کو عبور کر کے ان علاقوں پر حملہ آور ہونے کی ٹھانے ہوئے تھے۔ لیکن آپ نے کیا خوب انہیں ہواؤں کے دوش پر دھکے کھاتے چوں کی طرح اڑا کر رکھ دیا۔ امیر! میں حسام الدین آپ کے جذبات کی تائید، آپ کی جرأت مندگی کی اضافی، آپ کی وفا شعار کی جذبہ کو سلام پیش کرتا ہوں۔“

حسام الدین جب خاموش ہوا جب حیرت و تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے

شہاب الدین کہنے لگا۔

”محترم حسام الدین! شرویں میں تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ مجھ سے مخاطب،

بڑھنے لگے جہاں منصور اپنے دیگر سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ طبیوں کی مدد سے زخموں کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔



جن دنوں شہاب الدین اور منصور گور خاں کے لشکریوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے ان ہی دنوں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے غوریوں کے ناقابلِ تغیر سالار محمد بن جریرک کے خلاف ایک لشکر روانہ کیا۔ محمد بن جریرک ان دنوں طالقان کے سارے علاقے پر قابض ہوا تھا اور وہ سارا علاقہ علاؤ الدین خوارزم شاہ اس سے واپس لینا چاہتا تھا۔ جو لشکر علاؤ الدین خوارزم شاہ نے محمد بن جریرک پر حملہ آور ہونے کے لئے طالقان کی طرف روانہ کیا تھا، اس لشکر کی بدقسمتی کچھ محمد بن جریرک نے اسے بدترین شکست دی اور اس لشکر کی غالب اکثریت کو اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہت تھوڑے لوگ جان بچانے میں کامیاب ہو سکے۔

یہ صورت حال علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لئے بڑی ناقابلِ برداشت تھی۔ اس وقت وہ خوارزم شہر سے باہر مستقر میں اپنے سالاروں کے ساتھ موجود تھا کہ اسے محمد بن جریرک کے ہاتھوں اپنے لشکر کی تباہی کی خبر ملی اور اسی خبر کے تھوڑی دیر بعد شہاب الدین بن مسعود کی طرف سے بھی اس کے پاس قاصد گئے جنہوں نے شہاب الدین اور منصور کی پوری کارگزاری کی تفصیل سلطان سے کہی تھی۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے لشکری جہاں غوری سالار محمد بن جریرک کے ہاتھوں اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی پر مغوم اور طولی تھے وہاں شہاب الدین اور منصور کی طرف سے گور خاں کے سلسلے میں جو اچھی جبریں ملی تھیں وہ ان کی طمانیت اور سکون کا باعث بھی تھیں۔

اس موقع پر سلطان علاؤ الدین کے بہت سے سالار اس کے گرد جمع تھے جن میں سے نمایاں کرک، امین الدین ابوبکر، آغش، محمد بن علی اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ماموں امیر ملک زیادہ نمایاں تھے۔

دونوں طرف سے آنے والی خبریں سن کر کچھ دیر تک سلطان علاؤ الدین سوچ و بچار میں ڈوبا رہا، پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”طالقان کے علاقے میں محمد بن جریرک کے ہاتھوں ہمارے لشکر کو تباہی و بربادی کا

کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہئے تھا وہ میں کر گزرا ہوں۔ بے چینی سے گور خاں کے ردِ عمل کا انتظار کروں گا۔“

”امیر محترم! میں آپ کی تعریف نہیں کروں گی۔ میرے بابا نے جو الفاظ ادا کئے ہیں، یوں جائیں وہ میرے جذبات کی بھی ترجمانی ہیں۔ میں تو آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں میں، بابا اور عم بلال بن سلیمان نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں اپنی حویلی میں آپ اور آپ کے سارے سالاروں کی دعوت کرنی چاہئے۔ اس کے لئے آپ ہمیں وقت اور دن دیں کہ ہمیں یہ اہتمام کب کرنا چاہئے۔؟“ آپ اور آپ کے ساتھیوں کی دعوت تو ہمیں شروع ہی میں کر دینی چاہئے تھی لیکن آپ ہماری حویلی میں جا چکے ہیں، ہمارے جو حالات تھے ان میں ہم اس قابل نہ تھے کہ ہم اس دعوت کا اہتمام کرتے۔ اب آپ ہی کی وجہ سے جب ہماری حالت سنو رہی ہے تو ہم اس دعوت کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں اور اس میں ہم سب کی خوشی شامل ہے۔“ مسودہ نے بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

”بہت حسام الدین! دعوت کا اہتمام کرنے سے پہلے ہی میں تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ محترم بلال بن سلیمان اور تمہارے بابا حسام الدین جانتے ہیں کہ دشمن کے اس ٹکڑاؤ سے پہلے میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان بتیوں کے آبِ پاشی کے نظام کو درست کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کام کی تکمیل کے بعد جب آبِ پاشی کا سارا نظام حرکت میں آنا شروع ہو جائے گا یہاں کے باغات کو پانی ملنے لگے گا، کھیت سیراب ہونے لگیں گے تو پھر میں آپ کی دعوت کو قبول کروں گا۔ اس سے پہلے نہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس سے پہلے میں اس قابل ہی نہیں ہوں کہ میں کسی دعوت کو قبول کروں۔ اس کے علاوہ مجھے چند یوم تو لگا تا رہا اپنے زخمی لشکریوں کی دیکھ بھال کرنا ہوگی جس کے باعث مجھے وقت بھی نہیں ملے گا۔ میرے خیال میں اب آپ کہیں بیٹھ جائیں، اپنے ساتھیوں کی دیکھ بھال کرنا ہوں اور آپ کی آمد سے پہلے میں منصور کی طرف جانے لگا تھا کہ آپ کو آتے ہوئے دیکھا اور میں رک گیا۔“

اس پر حسام الدین کہنے لگا۔ ”آپ ہماری فکر نہ کریں..... چلیں ہم بھی آپ کے ساتھ زخموں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔“

حسام الدین کے ان الفاظ پر شہاب الدین خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ چاروں اس سمت

مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”سلطان محترم! اگر آپ شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی دونوں کو محمد بن جریر کے مقابلے میں بھیجتا چاہتے ہیں تو وہ علاقہ جہاں اس وقت دونوں سالاروں نے اپنے ایک لشکر کے ساتھ قیام کیا ہوا ہے وہ سالار علاقہ خطرے میں پڑ جائے گا۔ گور خاں کے لشکر کی دھمکتا ہونے والے آمو کوئیور کریں گے اور ان علاقوں میں تباہی کا کھیل کھیلنے ہوئے موت کا قص کر دیں گے..... اگر آپ شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں ہی کو محمد بن جریر کے مقابلے میں بھیجتا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ایک خفیہ طریقہ استعمال کیا جائے اور وہ یہ کہ شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں کو وہاں سے بلا لیا جائے۔ لیکن ظاہر یہ کیا جائے کہ شہاب الدین بن مسعود وہاں ہے، صرف منصور ترکی کو بلایا گیا ہے۔ جبکہ دونوں کو بلایا جائے گا۔ یہاں سے جو لشکر ان دونوں کے حوالے کیا جائے گا بظاہر اس کی کمانداری بھی منصور ترکی کے ہاتھ میں دی جائے گی۔ اس کی سپہ سالاری کا اعلان بھی کیا جائے گا۔ حقیقت میں شہاب الدین بھی اسی لشکر میں شامل ہوگا اور سارے کام شہاب الدین کی مرضی اور نشاء کے مطابق ہوں گے۔ ظاہری طور پر لشکر کا سردار منصور ترکی ہوگا۔ لیکن حقیقت میں اور اصلیت میں سردار شہاب الدین ہوگا اور اسی کے فیصلوں پر عمل پیرا ہوا جائے گا۔ صرف ظاہر کیا جائے گا کہ شہاب الدین دریائے آمو کی اپنی آجاکا جہی میں ہے، صرف منصور ترکی کو بلا کر اس لشکر کا کماندار بنا دیا گیا ہے۔“

امین الدین ابوبکر جب خاموش ہوا تب ایک بار پھر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کا ماموں امیر ملک بولی اٹھا۔ ”سلطان محترم! بظاہر یہ تجویز اچھی بھی ہے اور ممکن بھی۔ اور اس کے ذریعے محمد بن جریر کو شکست بھی دی جا سکتی ہے۔ اس لئے کہ محمد بن جریر کسی بھی صورت ہمارے دو نامور سالاروں یعنی شہاب الدین اور منصور ترکی کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ لیکن جس طرح ہمارے غلام یہ گھر ہمارے پرچہ نویس وٹن کے علاقوں کے علاوہ دریائے آمو کے آس پاس بھی اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اسی طرح ہمارے دو بڑے دشمن یعنی گور خاں اور تاتاریوں کے بادشاہ کھشی خاں کے سالار بھی سرگرداں رہتے ہیں اور انہیں پتہ چل جائے گا کہ شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں کو ہی دریائے آمو کے کنارے سے ہٹا دیا گیا ہے۔“

سامنا کرنا پڑا ہے تو میں ہر صورت میں نہ صرف طاقتان کا علاقہ واپس لینا چاہتا ہوں بلکہ محمد بن جریر کو بھی شکست سے دوچار دیکھنا چاہتا ہوں۔ اب اس سلسلے میں تم لوگ مجھے مشورہ دو کہ میں جو حربہ لشکر طاقتان کی طرف روانہ کروں اس کا سالار اہلی کے بتاؤں..... اس سے پہلے میرے چند نمایاں سالار محمد بن جریر کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں اور اب میں مزید اپنے کسی سالار کا نقصان برداشت نہیں کرنا چاہتا۔ میں یہ پسند کروں گا کہ کسی ایسے سالار کا انتخاب کیا جائے جو محمد بن جریر کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاء الدین خوارزم شاہ جب رکاب اس کا ماموں امیر ملک بولی اٹھا۔

”سلطان محترم! اس وقت میرے ذہن میں دو ہی سالاروں کے نام آتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں محمد بن جریر کو بڑی آسانی سے زیر کیا جا سکتا ہے۔ جو سالار اس وقت میرے ذہن میں آتے ہیں اور جو محمد بن جریر کو شکست سے دوچار کر سکتے ہیں وہ شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی ہیں۔“ اس موقع پر علاء الدین خوارزم شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنے ماموں امیر ملک کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”تم خداوند قدوس کی، میرے ذہن میں بھی یہی دو نام آئے تھے۔ پر میں اس سلسلے میں تم لوگوں کا عندیہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔“

سلطان علاء الدین خوارزم شاہ جب خاموش ہوا تو اس کا سالار محمد بن علی بن بشیر بولی اٹھا۔ ”سلطان محترم! محمد بن جریر، غوریوں کا ایک انتہائی تجربہ کار اور ناقابلِ تفسیر سالار شمار کیا جاتا ہے۔ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے، اپنے دشمن کو زیر کرنے میں اس کے پاس انتہا درجہ کی ہنرمندی اور صناعتی ہے۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ منصور اور شہاب الدین دونوں کو محمد بن جریر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر دیا جائے۔“

محمد بن علی بن بشیر جب خاموش ہوا تب سلطان علاء الدین کے تجربہ کار اور آزمودہ کار سالار امین الدین ابوبکر نے کہنا شروع کیا۔ یہ امین الدین ابوبکر عمر میں سب سے بڑا تھا۔ جنگ کا تجربہ رکھتا تھا۔ تجربہ کیا بنا پر اس نے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کو

شہاب الدین ان کا مقابلہ کر کے انہیں مار بیٹھائے گا۔

دیہی کیمے میں شہاب الدین کی کارگزاری سے بے حد خوش ہوں۔ اس نے نہ صرف دریائے آمو کو عبور کر کے دشمن کے علاقوں میں یلغار کرتے ہوئے مال و متاع حاصل کر کے دریائے آمو کے کنارے ہماری ہتھیوں کی حق تلفی کی غلطی کر دی ہے بلکہ اس نے ایک طرح سے انہیں اپنے کھڑوں میں آباد کر دیا ہے اور ان کے آب پاشی کے نظام کو بھی درست کر کے رواں دواں کر دیا ہے۔ ان حالات میں شہاب الدین کو وہاں سے ہٹانا اپنی ساری کارگزاری کو خطرناک میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ اور پھر میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ محمد بن جریر کی ہم کو جلد از جلد سر کر دینا چاہیے۔ اس میں کوئی شک نہیں، غیاث الدین غوری فوت ہو چکا ہے لیکن ابھی اس کا بھائی شہاب الدین غوری ہے۔ اس وقت چونکہ وہ ہندوستان میں اپنی مہموں کے سلسلے میں مصروف ہے لہذا اس کی غیر موجودگی میں محمد بن جریر سے غشا جا سکتا ہے اور طالقان کے علاقے کو حاصل کیا جا سکتا ہے ورنہ بعد میں حالات ہمارے لئے خراب بھی ہو سکتے ہیں۔“

وہاں اس وقت سلطان کے جس قدر سالار تھے انہوں نے سالار کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اپنے سالاروں کی تائید پر سلطان خوش ہوا، پھر جو قاصد شہاب الدین کی طرف سے آئے تھے ان کو مخاطب کر کے سلطان علاؤ الدین کہنے لگا۔

”تم دو دن یہاں رک کر آرام کرو، اس کے بعد واپس جاؤ۔ جو گفتگو یہاں ہوئی ہے اس گفتگو کی تفصیل شہاب الدین اور منصور ترکی سے کہنا اور منصور ترکی کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ میرا پیغام سنتے ہی وہ خوارزم کے لئے روانہ ہو جائے۔“

اس کے ساتھ ہی سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ خود بھی وہاں سے ہٹ گیا تھا اور شہاب الدین کی طرف سے آنے والے قاصدوں کو بھی اس نے اپنے ایک سالار کے ساتھ مہمان خانے کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

★ ★

سلطان محترم! ایسی صورت میں حالات یکسر ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ گور خاں تو اپنے لشکر کے ساتھ جا ہی و بربادی کا کھیل کھیلے گا ہی۔ اس لئے کہ اسے کھلی پٹری مل جائے گی۔ کٹلی خاں جو اس وقت گور خاں کے بعد ہمارا بدترین دشمن ہے وہ بھی دوسری سمت سے دریائے آمو کو عبور کر کے ہمارے علاقوں پر چڑھ دوڑے گا اور لوٹ مار کا سلسلہ شروع کر دے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی کٹلی خاں، اس کا بھائی بغیر خاں اور ان کا نامور سالار نصرت خاں کئی بار ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہو کر ہمیں نیک اور نقصان پہنچا چکے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ بہت سے مواقع پر آپ کے والد محترم نے خوارزم شہر میں محصور ہو کر اور دریائے آمو کے پانی کا رخ موڑ کر دشمن کو واپس جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں گور خاں ہمارے علاقوں پر نظر رکھتا ہے وہاں کٹلی خاں، اس کا بھائی اور ان کا سالار بھی ہمارے علاقوں کی طرح کھتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد امیر ملک جب خاموش ہوا تب کچھ دیر مسکرانے کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ بول اٹھا۔ ”میں سمجھتا ہوں شہاب الدین اور منصور دونوں کو دریائے آمو کے کنارے سے نہیں ہٹانا چاہیے۔ اگر ہٹایا جائے گا تو یقیناً منصور کو شہاب الدین کے تحت رکھا جائے گا۔ ایسی صورت میں وہ علاقے یقیناً غیر محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ اصل سالار شہاب الدین کو رکھا جائے اور سالار کی حیثیت سے منصور کے نام کی منادی کرائی جائے۔ اس طرح شہاب الدین کسر نفسی کا شکار ہو جائے گا۔ اس لئے کہ ان دنوں منصور اس کے تابع کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ جب لشکر ہمیں اسے منصور کے تحت کر دیں گے تو میں سمجھتا ہوں شہاب الدین اسے محسوس بھی نہ کرے لیکن میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہے۔“

اتنا کہنے کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔ ”میں نے جو آخری فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ شہاب الدین کو وہاں رکھا جائے گا۔ جبکہ منصور ترکی کو فی الحال واپس بلا لیتے ہیں۔ منصور ترکی کو ایک خاصا بڑا لشکر دے کر محمد بن جریر کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کرتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ محمد بن جریر سے منصور ترکی خوب خٹے گا۔ ان حالات میں اگر دریائے آمو کو عبور کر کے گور خاں کے کسی لشکر یا کٹلی خاں کے حملہ آوروں نے قاعدہ اٹھانے کی کوشش کی تو یقیناً

ہے اور اب میں اس سے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لینے کا وعدہ پورا کروں گا..... میں ہر صورت میں اس کا سر کاٹ کر آپ کے سامنے پیش کروں گا۔“

تکلیف خاں جب رکا تب گور خاں کے قریب ہی بیٹھی اس کی بیٹی کیرش بے پناہ غضب ناکي کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی۔

”یابا! بیدو خاں میرا منگیتر تھا، اس کا قاتل شہاب الدین ہے۔ میں نے قتل نہ کیا، شہسواری اور دوسرے حرب و ضرب کے فنون میں تربیت اس لئے حاصل نہیں کی تھی کہ میں خاموشی سے گھر بیٹھی رہوں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ میں اپنے گھر کو چھوڑ کر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھوں اور بیدو خاں کا انتقام لوں۔ میں آپ سے یہ بھی انتہاس کرتی ہوں کہ ایک لشکر علیحدہ کیجئے، اس لشکر کا کماندار اپنے دوسرے بیٹے اور بیدو خاں کے چھوٹے بھائی تکین خاں کے سپرد کیجئے، اس لشکر میں، میں خود بھی شامل ہوں گی۔ میں اور تکین خاں دونوں مل کر شہاب الدین کے لشکریوں کا صرف قتل عام کریں گے بلکہ بیدو خاں کے قتل کا انتقام لینے ہوئے شہاب الدین کا سر بھی کاٹیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد حسین کیرش جب خاموش ہو گئی تب اس کی طرف بڑے پُرسکون اعزاز میں دیکھتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

”تکین خاں! پہلے تم اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ، پھر میں اپنی بیٹی سے گفتگو کرتا ہوں۔“

گور خاں کے کہنے پر تکین خاں بیٹھ گیا۔ پھر قہر کے اندر گور خاں کی آواز سنائی دی تھی۔ ”بیدو خاں کا انتقام لینا ہم سب پر فرض ہو گیا ہے..... اور میں یہ بھی فیصلہ دیتا ہوں کہ جو لشکر بیدو خاں کا انتقام لینے کے لئے مقرر کیا جائے گا اس لشکر کا سالار تکین خاں کو بنایا جائے گا۔ اور کیرش، میری بیٹی! تو خود بھی اس لشکر میں شامل ہو گی۔ لیکن اس انتقام کی ابتداء بڑے مناسب موقع پر کی جائے گی۔“

اب جو کچھ میں کہنے لگا ہوں، غور سے سنو۔ آج سے ہم اپنی جنگی تیاریوں کو شروع کر لے آئیں گے۔ جب ہم دیکھیں گے کہ اب علاؤ الدین خوارزم شاہ کے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بھانے اور خوارزم شاہ کو اس کے تاج و تخت سے ہم محروم کرنے کے قابل ہو گئے ہیں تب ہم یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلیں گے۔ لشکر کی کمانداری ہمارے لشکر کا سپہ سالار اپنی کاٹیکہ کرے گا۔ یہاں سے لشکر کی روانگی سے پہلے سرقہ کے اپنے حاکم شمس خان کو بھی اطلاع بھیج دی جائے گی کہ سرقہ میں جو ہمارا لشکر اس وقت

شہاب الدین اور منصور ترکی کے ہاتھوں جب بیدو خاں، اس کے سالاروں اور لشکریوں کی تباہی و بربادی کی خبر گور خاں کے مرکزی شہر علاط پہنچی تو علاط کے امیر ایک کھرام منج گیا تھا۔ لوگ اپنے لشکر کی اس تباہی و بربادی کا مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے قضا اور شورش راہ کرنے لگے تھے۔ ان حالات میں گور خاں نے اپنے سارے سالاروں اور عہدہ دارین سلطنت کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے عہدہ دارین، سالار، اس کے عزیز و اقارب، اس کی بیٹیاں، اس آ بیوی و باریاں جمع ہو گئے تب گور خاں نے پناہ نصیے اور برہنہ کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھا تھا۔

”بیدو خاں کے مارے جانے، اپنے لشکر کی تباہی اور بربادی کے بعد ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سلطنت پر حملہ آور ہوں، اس کے سارے شہروں اور اس کی ساری سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دیں اور ایسا ہم گزریں گے۔“

اس موقع پر گور خاں کا دوسرا بھتیجا اور بیدو خاں کا چھوٹا بھائی تکین خاں اپنی جگہ اٹھا اور انتہائی غضب ناکي میں بول اٹھا تھا۔

”مسلمانوں کے سالار شہاب الدین اور منصور نے میرے بھائی، ہمارے سالار اور لشکریوں کا قتل عام کر کے خود اپنی موت، اپنی قضا کے قریطاس پر منہ لگا دی ہے۔ میں ہر صورت میں شہاب الدین سے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لوں گا۔ شہاب الدین اس دربار میں بیدو خاں کو شکست دے کر یہ بھی عندیہ دے گیا تھا کہ وہ ان علاقوں ہمارے لشکریوں کو نقصان پہنچائے گا۔ اور اس طرح سے اس نے اپنا وعدہ پورا کر

ہے اسے لے کر عثمان خان بھی تانیکو سے آن لے۔ اس طرح اس لشکر میں وہ حصہ بھی شامل ہوگا جو تکین خاں اور میری بیٹی کیرش کی سرکردگی میں دیا جانے گا۔ جب یہ حصہ لشکر دریائے آمو کو عبور کرے گا تو وہ حصہ جو تکین خاں کی کمانداری میں ہوگا اسے تکین خاں لے کر شہاب الدین پر حملہ آور ہوگا۔ کیرش بھی اس کے ساتھ ہوگی۔ جہاں تک تانیکو اور سمرقند کے ہمارے حاکم عثمان خان کا تعلق ہے تو وہ اپنے حصہ لشکر کو لے کر آگے بڑھیں گے اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیں گے۔

ایسا کرنے سے ہمارے لئے فوائد ہی فوائد ہوں گے۔ اگر ہم صرف ایک لشکر تکین خاں اور کیرش کی سرکردگی میں شہاب الدین کو سزا دینے کے لئے بھیجتے ہیں تو مجھے خطرہ ہے اس کا شہر اس لشکر سے مختلف نہ ہوگا جو بید و خاں کی کمانداری میں تھا۔ اس لئے کہ اگر ہمارا لشکر بڑا بھی ہوا تو مسلمانوں کے پرچہ نویس اور طلائیہ گر اس کی خبر شہاب الدین اور خوارزم شاہ دونوں کو کر دیں گے۔ لہذا خوارزم شاہ ہماری شکست اور ہماری بربادی کو یقینی بنانے کے لئے شہاب الدین کی مدد کے لئے ایک اور لشکر روانہ کر دے گا۔ اس طرح ہمیں پھر نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اور اگر ہم اس تجویز پر عمل کرتے ہیں جو تھوڑی دیر پہلے میں نے بیان کی ہے تب خوارزم شاہ کے پاس کوئی موقع ہی نہیں رہے گا کہ وہ اس سلسلے میں شہاب الدین کی مدد کرے۔ اس لئے کہ اسے تانیکو اور عثمان خاں سے ٹکرانا ہوگا اور ہمارے یہ دونوں سالار یقیناً خوارزم شاہ کے لشکریوں کو تھیں نہیں کر کے اس کے مرکزی شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ اور جب خوارزم شاہ کی طرف سے شہاب الدین کو کوئی مدد اور اعانت نہ ملے گی تب تکین خاں اور کیرش بھی بڑی آسانی سے شہاب الدین پر قابو پا کر اس سے اپنا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

گور خاں کی اس تجویز سے اس کے سارے سالار، امرائے سلطنت اور اس کی بیٹیوں، بیوی اور داماد نے بھی اتفاق کیا تھا۔ لہذا گور خاں نے اپنا وہ اجلاس برخاست کر دیا۔ اس کے بعد گور خاں نے بڑی سرعت کے ساتھ اپنی جنگی تیاریوں کو آخری شکل دینا شروع کر دی تھی۔



آخر سلطان علاؤ الدین نے منصور ترکی کو شہاب الدین کے پاس سے بلا کر ایک

خاصا بڑا لشکر اس کی کمانداری میں دیا اور طالقان کے علاقے میں محمد بن جریک پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر کو لے کر منصور ترکی طالقان کی طرف روانہ ہوا۔ دوسری طرف محمد بن جریک کو بھی خبر ہو چکی تھی کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس بار علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے نامور سالار منصور ترکی کو روانہ کیا ہے۔

جہاں لوگ محمد بن جریک کی بہادری اور جرأت مندی کے معترف تھے، وہاں منصور ترکی کی بھی جنگ میں فخر مندی اور ستاعی سے لوگ واقف تھے۔ چنانچہ طالقان کے علاقے میں منصور ترکی اور محمد بن جریک کے درمیان خونخوار معرکہ ہوا۔ اس معرکہ میں محمد بن جریک کے پاؤں اکڑ گئے اور منصور ترکی نے اسے بدترین شکست دی جس کے نتیجے میں محمد بن جریک اب اپنے پیچھے کچھ لشکریوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ طالقان سے بھاگ کر محمد بن جریک نے مرو شہر کا رخ کیا۔ اس شہر کے اندر وہ محصور ہو گیا اور محصور رہ کر مقابلہ کرنے لگا۔ دوسری طرف منصور ترکی اس کے تعاقب میں تھا۔ چنانچہ اس نے بھی مرو شہر پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرہ بمشکل پندرہ دن رہنے پایا تھا کہ محمد بن جریک کے لشکر میں کھانے پینے کی اشیاء کا قحط پڑ گیا۔ جس کی بناء پر مجبوراً اس نے منصور ترکی سے صلح کے لئے گفتگو شروع کی لیکن جواب میں منصور نے اس کی درخواست کو رد و خوار اٹھانا نہ خیال کیا۔ صلح کرنے کے ارادے کو ترک کر دیا۔ آخر دونوں لشکریوں کے درمیان جنگ ہوئی رہی جس کے نتیجے میں ایک روز محمد بن جریک کو پکڑ لیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

کہتے ہیں اس بہادری اور نامور سالار کی موت سے غوریوں کے اندر غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی تھی۔ غوریوں کے اندر محمد بن جریک کی جرأت مندی اور اس کی بہادری کے باعث اس کی اہمیت کا اعزاز اس نے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اسے قتل کیا گیا تو تمام فوری قلمرو میں محمد بن جریک کی وفات کا تین روز تک سوگ منایا گیا۔

دوسری طرف اپنے بھائی غیاث الدین کی وفات سے شہاب الدین کی کمر پہلے ہی لوٹ گئی تھی۔ وہ غمزدہ و ملول تھا۔ دوسرے جن دنوں محمد بن جریک کا خاتمہ کیا گیا تھا ان دنوں وہ ہندوستان کی ایک مہم میں مصروف تھا۔

محمد بن جریک کے مارے جانے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سمجھنے لگا تھا کہ اب غوریوں کی سلطنت میں اس کی کوئی راہ نہ روک سکے گا۔ لہذا علاؤ الدین خوارزم

اور انجی کے لئے رقم جمع کرنے کا تو لوگ جلا اٹھے اور رقم دینے سے صاف انکار کر دیا۔ جب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو اس بات کا علم ہوا تو تادوان معاف کر دیا اور لشکر کو لے کر واپس اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا۔

یہ ایک طرح سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی رقم دلی اور اس کا علم تھا کہ اس نے ہرات کے مسلمانوں کو معاف کر دیا، ان سے تادوان لینا بھی پسند نہ کیا۔ اسی دوران اپ غازی کے ساتھ بھی عجیب و غریب معاملہ ہوا۔ جب اس نے لوگوں سے رقوم جمع کرنا چاہیں اور لوگوں نے انکار کر دیا تو وہ پتیارہ فکر اور غم میں مبتلا ہو گیا۔ جب اسے سلطان علاؤ الدین کی اس دریا دلی کا علم ہوا کہ اس نے تو تادوان ہی معاف کر دیا ہے تو اس نے ارادہ کیا کہ دوبارہ سلطان علاؤ الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کرے گا۔ چنانچہ وہ شہر سے نکلا تا کہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو۔ لیکن پتیارہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ وفات پا گیا۔

یہ سارے واقعات ان دنوں رونما ہوئے تھے جن دونوں سلطان شہاب الدین غوری بھی ہندوستان میں اپنی کچھ نہیں سر کرنے میں مصروف تھا۔ اسے جب ان حالات کی خبر ہوئی تو وہ عصر اور غضب ناکی میں کانپ اٹھا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ خوارزم شاہ کی سلطنت پر حملہ آور ہو کر وہ اس سے اپنے نقصانات کا انتقام لے گا۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ ہرات سے نکل کر جس وقت مرو شہر کے نواح میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا تو اسے اس کے پرچہ نویسوں اور طلائے گردوں نے سلطان شہاب الدین کے ارادے سے آگاہ کر دیا۔

اسی دوران سلطان علاؤ الدین کے خبرداروں نے یہ بھی اطلاع کر دی کہ عنقریب مگر خاں کا سالار تانیکو اور گور خاں کے شہر سرقد کا مسلمان حاکم عثمان خان ایک جرار لشکر کے ساتھ سلطان کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلے والے ہیں۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان علاؤ الدین نے تیز رفتار قاصد سلطان شہاب الدین غوری کی طرف روانہ کئے اور اس کو لکھا۔

”بہتری اسی میں ہے کہ اپنے لشکر کے ساتھ میرے علاقوں میں حملہ آور ہونے کے لئے جہاں پہنچے ہو، وہیں رک جاؤ۔ وہیں سے واپس چلے جاؤ۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو میں مجر ہرات پر حملہ آور ہوں گا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔“

شاہ نے تاریخ کے ایک دور کو دہرانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ اس طرح کہ جو علاقے ان دنوں غوریوں کے تسلط میں تھے اور جن پر ان کی حکومت تھی، وہ علاقے کبھی بلجوقی سلطنت کے تھے اور غوریوں نے حملہ آور ہو کر وہ سارے علاقے بلجوقیوں سے چھین لئے تھے۔ اب علاؤ الدین خوارزم شاہ نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جس طرح غوریوں نے بلجوقیوں پر حملہ آور ہو کر ان کے سارے علاقوں پر قبضہ کیا ہے اسی طرح وہ بھی غوریوں پر حملہ آور ہو کر ان سے وہ علاقے چھین لے گا جو کبھی بلجوقیوں کے ہوا کرتے تھے۔ اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے علاؤ الدین خوارزم شاہ 1204ء میں ایک لشکر لے کر نکلا اور غوریوں کے شہر ہرات کا رخ کیا۔

ہرات میں غوریوں کی طرف سے اس وقت الپ غازی حاکم تھا اور یہ الپ غازی سلطان غیاث الدین غوری اور سلطان شہاب الدین غوری کا بھتیجا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھ کر ہرات شہر کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان نے شہر کے چاروں طرف بڑی بڑی تختیاں نصب کر دی تھیں۔ وہ ہر صورت میں شہر پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔ لہذا انجی بختیوں کے ذریعے شہر پر سنگ باری شروع کر دی گئی تھی۔ جب ان بختیوں کے ذریعے شہر پر لگا دستارنگ باری شروع ہوئی تو اہل شہر گھبرا اٹھے اور شہر کے حاکم الپ غازی کو مجبور کیا کہ وہ سلطان سے صلح کے لئے گفت و شنید شروع کرے۔

چنانچہ الپ غازی نے اپنے امراء کے ذریعے سلطان علاؤ الدین سے صلح کی گفت و شنید شروع کی۔ چنانچہ صلح کی شرائط طے کی گئیں اور ان شرائط صلح میں طے پایا کہ آئندہ فریقین ایک دوسرے کی ملکی حدود کا احترام کریں گے۔ مذہبی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گے اور نہ ہی سلطان ان کے علاقوں کو حد بنائے گا۔ اس صلح کے معاہدے میں یہ بھی طے پایا کہ جب معاہدہ صلح پر دستخط ہو جائیں گے تو ہرات کا والی الپ غازی ایک خاصی بڑی رقم بطور تادوان سلطان کو ادا کرے گا۔

اس معاہدے کی تکمیل کے بعد جب الپ غازی اظہارِ تمینان کے لئے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اس کا بہترین استقبال کیا اس کا احترام کیا۔ پر مقامِ حیرت ہے کہ الپ غازی سلطان علاؤ الدین سے ملاقات کرنے کے بعد واپس ہرات شہر میں داخل ہوا اور شہر کے لوگوں سے سلطان کو تادوان کا

ادھر سلطان شہاب الدین غوری بھی ہندوستان کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بڑی برق رفتاری سے منزل پر منزل مارتا ہوا علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔ سلطان شہاب الدین غوری جو لشکر لے کر آ رہا تھا۔ اس میں آتھیوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھی شامل تھی۔ آخر سلطان شہاب الدین غوری، علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں داخل ہوا۔ جواب میں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے کوئی حرکت نہ کی، نہ ہی شہاب الدین غوری پر حملہ آور ہونے میں پہل کی۔ بلکہ وہ اپنے مرکزی شہر خوارزم میں ایک طرح سے محصور ہو گیا تھا۔ تاہم اس نے شہاب الدین کی نقل و حرکت کے علاوہ تانیکو اور عثمان خان کی نقل و حرکت پر بھی گہری نگاہ رکھی ہوئی تھی اور ان سب دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے اپنی تیاریاں کو بھی آخری شکل دے رکھی تھی۔

چنانچہ سلطان شہاب الدین غوری جب اپنے لشکر کو لے کر خوارزم شہر کے قریب نمودار ہوا تب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ حرکت میں آیا۔ اس وقت شہاب الدین غوری نے اپنے لشکر کے ساتھ اس نہر کے کنارے پر جو دریائے جیہون سے کاٹ کر نکالی گئی تھی، پڑاؤ کر لیا تھا۔

اگرچہ اس وقت سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی کمانداری میں خوارزم شہر کے اندر 70 ہزار کا ایک جزار لگتا تھا۔ لیکن جو لشکر سلطان شہاب الدین غوری لے کر آیا تھا اس کے مقابلے میں یہ تعداد موزنیں کھینے میں بالکل معمولی تھی۔

چنانچہ وہ بڑی قوتوں نے اچانک علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کی ٹھان لی تھی۔ ایک گور خاں کے لشکر نے، دوسرا شہاب الدین غوری کے لشکر نے۔ لہذا اسے اپنے لشکر میں اضافہ کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ اب سلطان علاؤ الدین چاہتا تھا کہ اسے غوری کی مہلت مل جائے تو وہ حریہ لشکر کی بھرتی کر کے غوریوں کے مقابلے میں ڈٹ جائے گا۔ لیکن اب ایسا نہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ سلطان شہاب الدین غوری اپنے لشکر کو لے کر سر پر پہنچ چکا تھا۔

آخر حالات کو اپنی گرفت میں کرنے کے لئے سلطان علاؤ الدین نے اپنے سالاروں کو حکم دیا کہ نہر کاٹ کر اس کا بہاؤ غوریوں کے پڑاؤ کی طرف موڑا جائے۔ خوارزمیوں کے ہاتھ میں یہ ایک بہترین حربہ تھا اس لئے کہ اس سے پہلے سلطان علاؤ

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے اس پیمانے کے جواب میں سلطان شہاب الدین نے جواب میں کھلایا۔
”اب اس بات کا فیصلہ یہاں نہیں بلکہ تمہارے مرکزی شہر خوارزم کے پاس میدانِ جنگ میں ہوگا۔“

اس ساری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان علاؤ الدین نے فیصلہ کیا کہ اب اس کا دارالسلطنت خوارزم سے باہر رہنا مناسب نہیں۔ چنانچہ اس نے مرو شہر کے فوج سے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا اور بہ سرعت تمام اپنے مرکزی شہر خوارزم کا رخ کیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے تجربہ، اپنے پرچہ نویس، اپنے غلامیگر اور اپنے مناد غیر مسلم خطا کے ترکوں کی طرف روانہ کر دیئے اور ان کے اندر یہ افواہیں پھیلاتا شروع کر دیں کہ شہاب الدین غوری گور خاں اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ دونوں حکومتوں کا جانی دشمن ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے دونوں ملکوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ دونوں مل کر اس کا مقابلہ کریں تاکہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہونے پائے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنی سیاست میں پوری طرح کامیاب بھی رہا۔ اس لئے کہ گور خاں کو واقعی خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ کہیں شہاب الدین غوری اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر کچھ علاقوں پر قبضہ نہ کر لے۔ اسے یہ بھی خطرہ محسوس ہونے لگا تھا کہ کہیں شہاب الدین غوری علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ساتھ مل کر غیر مسلم ترکوں کے خلاف حرکت میں نہ آجائے اور گور خاں کی سلطنت کا ہی خاتمہ نہ کر دے۔ چنانچہ گور خاں نے ایک خاصا بڑا لشکر اپنے سپہ سالار اعلیٰ تانیکو کی سرکردگی میں دیا۔ ساتھ ہی سرقد کے اپنے مسلمان حاکم عثمان خان کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی ایک لشکر لے کر تانیکو سے مل جائے۔ اس طرح تانیکو اور عثمان خان ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ سے پہلے شہاب الدین غوری سے نمٹا جائے گا۔ اس کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ پر ایسی ضرب لگائی جائے گی کہ وہ اٹھنے کے قابل نہ رہے گا اور آئندہ گور خاں کو اپنے باپ کی طرح باقاعدگی سے خراج کرنا رہے گا۔

کا کھیل، کھیل کر لوٹ مار برپا کرتے ہوئے اپنے لئے ضرورت کا سامان حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

تائیکو اور عثمان خان نے ایسا ہی کیا۔ دریائے آمو کا ٹیل عبور کرنے کے بعد انہوں نے بیدو خاں کے بھائی تنگین خاں کے حصے کا لشکر طبعہ کر دیا تھا۔ اس لشکر میں حسین کیرش بھی شامل تھی۔ تنگین اور کیرش نے تو شہاب الدین سے ٹکرانا تھا جبکہ تائیکو اور عثمان خان اپنے لشکر کو لے کر سیدھے آگے بڑھے اور غوریوں کے علاقوں میں انہوں نے ترک و تاز کرتے ہوئے شکست و ریخت کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ اسی دوران سلطان شہاب الدین غوری کو اطلاع ملی کہ گور خاں کا لشکر تائیکو اور عثمان خان کی سرکردگی میں اس کے علاقوں میں داخل ہو چکا ہے اور دور تک اس نے لینا کھانا شروع کر دی ہے۔ اس صورت حال میں شہاب الدین کے لئے حرید علاء الدین خوارزم شاہ سے ٹکرانا ممکن نہ رہا تھا اس لئے اس نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ راتوں رات کوچ کا بندوبست کچھ اس طرح خاموشی سے کیا جائے کہ علاء الدین خوارزم شاہ کے لشکر کو کانوں کاں خبر نہ ہو۔

لیکن سلطان علاء الدین غافل نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ غوریوں کو ایسا سبق دے جسے وہ تمام عمر نہ بھول سکیں۔ شہاب الدین غوری نے احتیاط حکم دیا کہ تمام غیر ضروری سامان کو آگ لگا دی جائے تاکہ اپنے لشکریوں کو نقل و حرکت میں وقت پیش نہ آئے۔

جب شہاب الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ آدھی رات کے وقت کوچ کیا تو انہیں اس کا خیال تک نہ تھا کہ علاء الدین خوارزم شاہ کے لشکر کی ان کی نقل و حرکت سے پوری طرح باخبر ہیں شہاب الدین غوری اپنے لشکر کے ساتھ ابھی تھوڑی سی دور گیا ہو گا کہ علاء الدین خوارزم شاہ کے لشکر نے بے خبری کی حالت میں پشت کی طرف سے حملہ کر دیا۔ اس حملے کی وجہ سے شہاب الدین کے لشکر میں ایسی بھگدڑ مچی کہ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ بھجڑے ہوئے خوارزمی لشکری غوریوں کو گا جو مولیٰ کی طرح کاٹ کر پھینک رہے تھے اور کسی کو سر پہچانے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ ہزاروں لشکری مارے گئے۔ جو بچ گئے وہ جنگوں اور دیرانوں میں بھگ کر مر گئے۔

سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کو اپنے لشکر کی اس غیر متوقع کامیابی پر بڑی مسرت ہوئی۔ چنانچہ جب اس کے لشکری غوریوں کا تعاقب کر کے اپنے مرکزی شہر خوارزم پہنچے

الدین خوارزم شاہ کے باپ کے دور میں بھی جب کبھی دشمن اس پر حملہ آور ہوتے تھے تو وہ اسی نہر کا بند توڑ کر دشمن کو اپنے سامنے بے بس اور زیر کر دیا کرتا تھا اور اسے پچا ہونے پر مجبور کر دیتا تھا۔ یہی طریقہ کار علاء الدین خوارزم شاہ نے بھی اختیار کیا۔ چنانچہ اس کے منصوبہ پر رات کے وقت اس وقت عمل کیا گیا جس وقت سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر کی آرام کر رہے تھے۔

اگلی صبح کو سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر میں ایک ناقابل برداشت انقلاب اور تبدیلی برپا ہو گئی۔..... ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور اس کے پڑاؤ کا سارا میدان جمیل بن گیا تھا۔ سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر کی بری طرح بچس گئے تھے۔ قیامت کا ساں دکھائی دیتا تھا۔ کئی لشکری گھرے پانی میں ڈوب کر مر گئے۔ اس کے علاوہ گھوڑے، اونچے اور اونٹ بھی کافی تعداد میں تھے، انہیں پانی سے نکالنے میں بڑی وقت پیش آئی اور تقریباً 40 دن اسی تک وہ دو میں صرف ہو گئے۔ ان چالیس دنوں سے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے خوب فائدہ اٹھایا۔ اس دوران اس نے نہ صرف اپنے لشکر میں خوب اضافہ کر لیا بلکہ لشکریوں کو خوب کھل کانٹے سے لیس بھی کر دیا تھا۔

اب سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے درمیان ٹکراؤ شروع ہوا۔ سلطان علاء الدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکلتا۔ دونوں سلطانوں کے درمیان گھسان کا ٹکراؤ ہوتا اور شام کو دونوں لشکر اپنی اپنے پڑاؤ کی طرف چلے جاتے۔ اس طرح دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے ہزاروں سپاہی مارے گئے۔

دوسری طرف گور خاں اپنی جگہ پر پریشان تھا۔ اسے یہ خبر تو مل چکی تھی کہ شہاب الدین غوری اور علاء الدین خوارزم شاہ دونوں آپس میں ٹکرائے ہیں لہذا گور خاں نے اپنے سالار تائیکو اور سرقد کے مسلمان حاکم عثمان خان کو یہ مشورہ دیا کہ وہ خوارزم شہر کا رخ کرتے ہوئے شہاب الدین غوری پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کریں۔ اسے خطرا تھا کہ کہیں اس کے لشکر کی شہاب الدین غوری پر حملہ آور ہوں تو شہاب الدین اور علاء الدین خوارزم شاہ دونوں آپس میں اتحاد کر کے اس کے لشکر کو تہس نہس نہ کر دیتے رکھ دیں۔ لہذا اس نے اپنے سالار تائیکو کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کو لے کر وہ غوریوں کے علاقے میں داخل ہو اور ان کے علاقوں میں دور تک بلیخار کرتے ہوئے تباہی و بربادی



اُدھر بیدو خاں کا چھوٹا بھائی کلین خاں اور گور خاں کی بیٹی کیرش دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دریائے آمو کا پل عبور کرنے کے بعد بائیں جانب مڑے۔ انہوں نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ ہر صورت میں شہاب الدین کے لشکر کا خاتمہ کر کے شہاب الدین کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس وقت تک منصور بھی محمد بن جریر کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد شہاب الدین کے پاس پہنچ چکا تھا۔ لہذا دونوں نے مل کر بیدو خاں کے چھوٹے بھائی کلین خاں اور کیرش کے حملے کا مقابلہ کرنے کی ضمان لی تھی۔

اس بار شہاب الدین اور منصور نے دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے نئی ترکیب استعمال کی تھی۔ پہلے انہوں نے بیدو خاں کے لشکر پر سر طرفہ حملہ کر کے ایک طرح سے اسے اپنے سامنے زبر آور ہے بس کر دیا تھا۔ چونکہ گور خاں کے غلابہ گر بیدو خاں کے بھائی کلین خاں اور کیرش دونوں کو بیدو خاں کی تباہی کی تفصیل بتا چکے تھے لہذا اس بار شہاب الدین دشمن کے خلاف ویسا ہی حربہ استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس بار کلین خاں اور کیرش دونوں کو اپنے دام اور بجزے میں پھنسانے کے لئے شہاب الدین نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔ دریائے آمو کا پل عبور کرنے کے بعد بائیں جانب جو پہلی چند بستی تھیں وہ ساری بستیوں شہاب الدین نے خالی کر لی تھیں اور ان بستیوں کے مکینوں کو دائیں پہلو میں جو کوہستانی سلسلہ تھا ان کے اندر محفوظ کر دیا تھا۔ ان ساری بستیوں کے گھروں کا جو سامان تھا، ان بستیوں کے اندر جو تہہ خانے تھے وہ سارا سامان ان تہہ خانوں میں رکھوا دیا گیا تھا اور بستیوں کے سارے مکان خالی کر کے ان کے دروازے کھلے چھوڑ دیئے گئے تھے۔

تو اس فتح کی خوشی میں بہت بڑا جشن منانے کا اہتمام کیا گیا۔

دوسری طرف شہاب الدین غوری کے بچے کچھ لشکر کی جن کی تعداد مؤرخین کے مطابق 50 ہزار کے قریب تھی جب اندخود کے مقام پر پہنچے تو گور خاں کے لشکر سے اس کی مدد بھیج دی گئی۔ دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ ایسی جہاں جہاں کہ رہی تھی کہ ٹکرائی گئی۔ سلطان شہاب الدین کے لشکر کو بے پناہ نقصان اٹھانا پڑا۔ چنانچہ 50 ہزار کے لشکریوں میں سے بیشکل ایک سو لشکر شہاب الدین غوری کے ساتھ رہ گئے۔ آخر شہاب الدین نے اندخود کے قلعے کا رخ کیا۔ لہذا گور خاں کے لشکر اس کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔ اندخود میں آ کر شہاب الدین جب قلعے میں محصور ہوا تو گور خاں کے لشکر نے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور سلطان شہاب الدین غوری کو زندہ گرفتار کرنے کے لئے قلعے کی دیوار میں انہوں نے نقب لگانا شروع کر دی تھی۔ اس موقع پر سر قندہ مسلمان حاکم عثمان خان نے مداخلت کی اور اس شرط پر سلطان شہاب الدین کی چار بخشی کرائی کہ وہ نقد تاوان ادا کرنے کے علاوہ تمام ساز و سامان چھوڑ خالی ہاتھ قلعے سے نکل جائے۔ مرتا کیا نہ کرتا، شہاب الدین نے شرط مان لی اور اس طرح اپنی او اپنے بچنے والے لشکریوں کی جان بچا کر واپس ہوا۔

جب علاء الدین خوارزم شاہ کو سلطان شہاب الدین غوری کی اس عبرت ناک شکست کا علم ہوا تو اس نے ایک خط تیز رفتار قاصد کے ہاتھ دے کر سلطان شہاب الدین غوری کی طرف روانہ کیا۔ اس خط میں علاء الدین خوارزم شاہ نے لکھا: ”اس افسوس ناک حادثہ کی ذمہ داری خود آپ پر عائد ہوتی ہے۔

اگر آپ نے خوارزم پر حملہ نہ کیا ہوتا تو آپ کو اس مصیبت کا سامنا نہ

کرنا پڑتا اور اس قدر ہندوستان خدا کا خون نہ بہتا۔“

چونکہ سلطان شہاب الدین کو اپنی حالت درست کرنے کے لئے کچھ وقت چاہئے اور اس لئے اس نے خوارزم شاہ کو یقین دلایا کہ اب وہ اس کے علاقوں پر کبھی حملہ آور ہوگا۔



کیرش کے ان الفاظ کے جواب میں تنگین خاں کی چھاتی تن گئی۔ بڑے محمدؔ اور خافزہ سے کہنے لگا۔

”میری بہن! کیسی باتیں کرتی ہو.....؟ میرا تو ایک ہی فیصلہ ہے کہ وہ ہمارے لشکر کی تعداد کو دیکھتے ہوئے یہاں سے فرار ہو چکا ہے..... میں چاہتا ہوں اپنے لشکر کو لے کر حیدر آگے بڑھیں، ایک مناسب جگہ دریائے آمو کے کنارے کھلے میدانوں میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ لیں۔

دریائے آمو کے کنارے پڑاؤ کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ کم از کم ہمارے پڑاؤ کی ایک سمت دریائے آمو کی وجہ سے محفوظ ہوگی۔ باقی تین اطراف کی حفاظت کا سامان کریں گے اور وہاں پڑاؤ کرنے کے بعد اپنے تجربہ اور طولیاء گروں کو حرکت میں لائیں گے اور انہیں حکم دیں گے کہ وہ اِدھر اُدھر پھیل جائیں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ شہاب الدین نے ان بستیوں کو کیوں خالی کر لیا ہے۔ اگر کر لیا ہے تو یہاں کے کینوں کو لے کر وہ کدھر گیا ہوا ہے اور کہاں چھپا ہوا ہے؟“

یہاں تک کہنے کے بعد تنگین خاں رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔ ”جب ہمارے طولیاء گروں کو خبر ہمیں اطلاع دیں گے کہ شہاب الدین نے ہم سے بچنے کے لئے کہاں پناہ لے رکھی ہے تو ہم اس علاقے کا رخ کریں گے اور اس پر حملہ آور ہو کر اس کے لشکر کو تباہ و برباد کر کے اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کریں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد تنگین رکا، پھر کہنے لگا۔

”اس بار ہمیں شہاب الدین اور اس کے نائب منصوبہ سے کوئی خطرہ نہیں۔ جو لشکر ان دونوں کے پاس ہے، تعداد کے لحاظ سے وہ لشکر ہمارے لشکر کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ ساتھ ہی انہیں اپنے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے بھی کوئی مدد نہیں ملے گی۔ اس لئے کہ خوارزم شاہ تو غوری سلطان شہاب الدین کے ساتھ مصروف جنگ ہے جبکہ تانکیو اور عثمان خان نے آگے بڑھ کر غوریوں کے علاقے کے اندر دھاوا بولتے ہوئے ترک و تاز کرنا شروع کر دی ہوگی۔ لہذا ہمارے مقابلے میں شہاب الدین کی مدد کے لئے کوئی نہیں آئے گا اور ہم بڑی آسانی سے اسے زیر کر لیں گے۔“

بہر حال کیرش، تنگین خاں کی باتوں میں آگئی۔ اپنے لشکر کو انہوں نے آگے

تنگین خاں اور کیرش دونوں اپنے لشکر کو لے کر جب ان پہلی بستیوں کے قریب آئے اور بستیوں کو خالی اور گھروں کے سارے دروازے کھلے اور مکانوں کو خالی دیکھ کر ایک طرح سے وہ پریشان ہوئے۔ اس بار تنگین اور کیرش لشکر جو لے کر آئے تھے وہ اس لشکر سے ڈگنے سے بھی زیادہ تھا جو بیدو خاں لے کر شہاب الدین پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا تھا۔

جب ان ساری بستیوں کو خالی پایا گیا تب کیرش کے کہنے پر تنگین خاں نے اپنے لشکر کو ایک جگہ روک دیا۔ پھر کیرش، تنگین خاں کو خطاب کر کے کہنے لگا۔

”تنگین خاں میرے بھائی! یہ جو مسلمانوں کی ساری بستان خالی پڑی ہیں، گھروں کے دروازے بھی کھلے ہیں اور ان مکانوں میں کوئی سامان بھی نہیں ہے تو اس سے بچو ظاہر ہوتا ہے کہ ان مکانوں کے تنگین اپنا سارا سامان سیٹھ کر کہیں دوسری طرف منتقل ہو چکے ہیں۔“

کیرش کے ان الفاظ کے جواب میں تنگین خاں کے چہرے پر کردہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگا۔

”میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے۔ میرے بھائی بیدو خاں کے قاتل شہاب الدین کو یقیناً ہم دونوں کی آمد کی خبر ہو چکی ہے..... اسے یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ جو لشکر اس سے پہلے میرا بھائی بیدو خاں لے کر آیا تھا اس بار ہم اس سے کہیں بڑا لشکر لے کر اس پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے ہیں..... میرا اندازہ ہے کہ یہ ساری خبریں سننے کے بعد وہ غریب ہو چکا ہے اور ان ساری بستیوں کو خالی کر کے وہ کسی اور سمت جانے ہے۔ لیکن ہمیں آگے بڑھنا چاہیے اور یہ جاننے کی کوشش کرنی چاہئے کہ آخر شہاب الدین بستان خالی کر کے کدھر چلا گیا ہے.....؟ اور کیسے ہم سے بچ نکلا ہے.....؟ اگر طرح ہم نے اس کا تعاقب کر کے اس پر گرفت کرنی ہے۔“

تنگین خاں جب خاموش ہوا تب کیرش قدر فکر مند کی کا اظہار کرتے ہوئے کیرش کہنے لگی۔

”کہیں یہ شہاب الدین ہمیں اپنے کرد و فریب کے جال ہی میں پھنساوے کی کوشش نہ کر رہا ہو۔ تم جانتے ہو وہ بچہ بچہ جال میں لاجواب ہے۔ ہمت مروانہ بھی رکھتا ہے..... کہیں اس نے ہمارے خلاف کوئی جال ہی نہ پھیلا دیا ہو۔“

مخاطب کر کے نکلتیں خاں کہنے لگا۔

”میری بہن! تمہارے پاس کوئی طلا ہے مگر یا خبر آیا.....؟“

نکلتیں خاں کے اس سوال پر تجسس بھرے انداز میں کیرش نے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

”میں تو یہ امید لگائے بیٹھی تھی کہ تمہاری طرف کوئی خبر آئے گا اور تم اسے اپنے ساتھ لے کر مجھے کوئی اچھی خبر سنانے کے لئے آؤ گے۔ لیکن دیکھو، سورج غروب ہونے کے بعد ہم کہاں بھی کھانچے ہیں..... رات بھی گہری ہو گئی ہے۔ لیکن ہمارا کوئی خبر یا بھی تک پلٹا نہیں ہے۔“

اس موقع پر نکلتیں خاں نے کندھے اچکاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”میری بہن! جب ہم نے انہیں روانہ کیا تھا تو انہیں تاکید کی تھی کہ دشمن کو تلاش کرنے کے بعد ان کے محل وقوع سے ہمیں آگاہ کریں..... میرے خیال میں جب تک ان میں سے کوئی بھی دشمن کے محل وقوع سے باخبر نہیں ہو جائے گا، اس وقت تک نہیں لوٹے گا۔“

نکلتیں خاں جب خاموش ہوا تب کسی قدر فکرات بھرے انداز میں کیرش بول اٹھی۔
”نکلتیں خاں! تمہارا کہنا درست ہے..... لیکن دیکھو، رات گہری ہو رہی ہے۔ اپنے لشکر کے تین اطراف میں کچھ دے مقرر کردہ جورات کے وقت گاتے ہوئے لشکر کے تحفظ اور نگہبانی کا فرض ادا کریں گے۔ اس قدر دے مقرر کردہ جو تھوڑے تھوڑے وقفے کے لئے باری باری جاگ کر لشکر کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتے رہیں۔“
کیرش کے یہ الفاظ سن کر نکلتیں خاں وہاں سے ہٹ گیا تھا۔



وقت کے کٹھنوں سے اچالا چراتے ہوئے رات گہری ہونے لگی تھی۔ ہواؤں کے رتھ پر سوار نیند ہوش و خرد کے پابانوں پر اپنا تسلط مستحکم کرنے لگی تھی۔ نکلتیں خاں اور کیرش کے لشکر کی گہری نیند سو رہے تھے۔ تاہم لشکر کے تین اطراف میں مختلف دے جاگتے ہوئے کپڑا پہنے دے رہے تھے۔ ایسے میں وہ کچھ نمودار ہو جاتا تھا۔
نکلتیں خاں اور کیرش پہلے ہی اپنے بھڑوں اور طلا یہ گروں کے واپس نہ آنے کی وجہ

بڑھایا۔ دریائے آمو کے کنارے ایک کھلے میدان میں نکلتیں خاں اور کیرش دونوں نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا۔

کیرش اور نکلتیں خاں دونوں اپنی جگہ خوش اور مطمئن تھے۔ دونوں یہ خیال کر رہے تھے کہ ان کے لشکر کی عددی فوقیت کو دیکھتے ہوئے شہاب الدین نہ صرف اپنے لشکر کو یہاں سے لے کر فرار ہو چکا ہے بلکہ اس نے ہستیاں بھی خالی کر دی ہیں اور ان ہستیوں کے ٹیکوں کو لے کر وہ کہیں غائب ہو چکا ہے۔

جس وقت نکلتیں خاں اور کیرش کے لشکر کی پڑاؤ کر رہے تھے، کھانے پینے اور ضروریات کا دوسرا سامان ایک جگہ ڈھیر کیا جا رہا تھا اس وقت نکلتیں خاں اور کیرش دونوں ایک جگہ کھڑے اپنے لشکریوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس موقع پر کیرش کو کوئی خیال گزرا اور نکلتیں خاں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”نکلتیں خاں میرے بھائی! لشکر کی پڑاؤ کر رہے ہیں..... میرے خیال میں اس وقت تم سب سے پہلا یہ کام کرو کہ اپنے بھڑوں کو اپنے تین اطراف میں پھیلا دو تاکہ وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ دشمن کہاں چھپا بیٹھا ہے اور انہیں یہ بھی تاکید کرو کہ اپنی کارگزاری مکمل کرنے کے بعد فوراً ہمیں دشمن کے محل وقوع سے آگاہ کریں۔ میرے خیال میں ہمارے لئے دو اطراف بڑی اہم ہو سکتی ہیں۔ ہمارا شمال دریائے آمو کی وجہ سے بالکل محفوظ ہے۔ دائیں جانب سے بھی ہمیں اتنا بڑا خطرہ نہیں ہے اس لئے کہ اسی سمت سے ہم آ رہے ہیں۔ اب ہم نے اپنے جنوب اور بائیں اطراف پر زیادہ توجہ دینی ہے۔ تاہم دائیں جانب بھی کچھ بھڑوں کو روانہ کر دو اور انہیں یہ بھی تاکید کرو کہ اگر ڈاکہ کھیں نہ جائیں، گروہ کی صورت میں پھیل جائیں اور دشمن کے محل وقوع کو جاننے کی کوشش کریں۔ اور جب ان میں سے کوئی کامیاب ہو جائے تو فوراً اس کی اطلاع ہمیں آ کر کرے۔“

نکلتیں خاں نے کیرش کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ لہذا اپنے بھڑوں کو روانہ کرنے کے لئے وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ کیرش وہیں کھڑی رہی۔ پُر شوق لگا ہوں سے اپنے لشکریوں کو کام میں مصروف دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ پڑاؤ قائم ہو گیا۔
جب سورج غروب ہو گیا، لشکریوں نے کھانا بھی کھا لیا تب نکلتیں خاں اس جگہ آیا جہاں کیرش کا قیام تھا اور اس کے ارد گرد بہت سے محافظ بھی تھے۔ اس موقع پر کیرش کو

سے خوش و خشاں عمر نے اپنا چہرہ دکھایا جب وقت کی آنکھ نے دیکھا، کیرش اور نکین خاں کے لشکری اپنی جائیں بچانے کے لئے اُھر اُھر بھاگ رہے تھے۔ جبکہ شہاب الدین اور منصور اپنے لشکریوں کے ساتھ کسی مجاہد کے تجوہ والہانہ، کسی سرفروش کے رکوہ بے قیام، کسی کیسیا گر کی جشم بصیرت، کسی پارکھ کی بدقی حکمت اور کسی جو بایے حق کی سکتی خواہشوں کی طرح دشمن پر ضربیں لگاتے ہوئے ان کی تعداد کو بدیوی تیزی سے کم کرتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب سورج کا چہرہ تھوڑا سا بلند ہوا تو نکین خاں اور کیرش کے لشکریوں نے عمل طور پر اپنی شکست کو تسلیم کر لیا۔ ان کے اُمرد بدخواہی اور افراتفری اس وقت اپنے عروج پر پہنچ گئی تھی جب نکین خاں کسی گم نام لشکری کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کے مرنے کی خبر اُھر اُھر بھاگتے گور خاں کے لشکریوں میں بھی چمکتی چلی گئی تھی۔ اب ان کے سامنے اپنی جائیں بچانے یا بھاگنے کی کوئی صورت بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ مشرق و جنوب اور مغرب کی طرف سے شہاب الدین اور منصور کے لشکری ایک طرح سے ان کا گھیراؤ کئے ہوئے تھے۔ ان کو بری طرح کاٹتے چلے جا رہے تھے۔ جبکہ ان کے شمال کی طرف دریائے آمو رگوں میں کھولنا، خوف مہربا، نفرت کی بھڑکتی جولا کی طرح بہہ رہا تھا اور اس میں کودنا گویا خود اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنے کے مترادف تھا۔

آخر نکین خاں اور کیرش کے لشکریوں نے اپنے لئے آخری فیصلہ یہی سمجھا کہ وہ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال کر امان طلب کریں۔ چنانچہ بچے کچھ لشکریوں نے اپنے ہتھیار زمین پر ڈال دیئے اور اپنے دونوں ہاتھ فضاؤں کے اُمرد بلند کرتے ہوئے بکھرتی ولرزتی اور دوڑتی آوازوں میں امان طلب کرنے لگے۔

ایک ہولناک سالماں تھا جو صدیوں سے پہلے دریائے آمو نے اپنی جہم بیدار سے دیکھا تھا۔ جس وقت نکین خاں کے لشکری اپنے ہتھیار ڈالنے کے بعد ہاتھ فضا میں بلند کئے کرب خیز اعزاز میں امان کے لئے اُٹھا کر رہے تھے اس وقت شہاب الدین کا ایک چھوٹا سالار بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! اس جنگ میں نکین خاں تو مارا گیا ہے۔ آپ کی بدایت کے مطابق کیرش کو زندہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ وہ اس وقت زخمی ہے اور اسے کچھ سبب جوانوں کی عمرانی میں رکھا گیا ہے۔“

سے پریشان اور جستجو میں تھے۔ اس کے بعد جب رات اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی جب ایسا ہوا کہ دائیں جانب سے موت کے منہ پر ٹہانچے مارنے اور زندگی کی راہوں کو غم انگیز تپائی سے رد چار کرتے انقلاب کی طرح شہاب الدین اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ لامتناہی قوتوں کے غضب و عداوت اور رگ و پے میں قضا کا زہر بھر دینے والی بے امان، دکھ بھری رُخسوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ شہاب الدین کی طرف سے یہ بڑا خوفناک حملہ تھا۔ آتے ہی اس نے دائیں جانب جو کیرش اور نکین خاں کے لشکری جاگ رہے تھے، ان کا کام تمام کیا اور اس کے بعد وہ دشمن کے سونے ہوئے لشکریوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے ساتھی مجاہدوں کو لٹکارتے ہوئے کبھی وہ کبیریں بلند کرتا تھا اور کبھی دھاڑتی ہوئی آواز میں ”لا تملوہم“ یعنی ان کو مت چھوڑو پکارتا چلا جا رہا تھا۔

شہاب الدین کے اس اچانک حملے نے نکین خاں اور کیرش دونوں کو شٹنا کر رکھ دیا تھا۔ تاہم جلد ہی وہ مستحضر کئے۔ اتنی دیر تک دوسری سمتوں سے وہ لشکری جو چہرہ دے رہے تھے وہ بھی سمت کر شہاب الدین کی طرف آئے تھے تاکہ اس کے حملوں کو رکھیں۔ اتنی دیر تک جو لشکری سونے ہوئے تھے انہیں مستحضر کا موقع مل گیا اور وہ بھی اپنے آپ کو تیار کر کے جنگ کے لئے بالکل مستعد ہو گئے تھے۔ لیکن ان کی بد قسمتی کہ ابتداء کچھ اس طرح ہوئی کہ تھوڑی ہی دیر بعد دائیں جانب سے اپنے جیسے کے لشکر کے ساتھ منصور نمودار ہوا اور وہ بھی زندگی کے درد و کرب کا باب کھولنے لگی بھرے لمحوں قدیم اندمی صدیوں سے انتظار کرتے صحرائے گم نام سے اُٹھے آفتیش بگولوں کی طرہ نکین خاں اور کیرش کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اب اس دو طرفہ حملے نے نکین خاں اور کیرش کے لشکریوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ باری باری شہاب الدین اور منصور جو فخرے بلند کر رہے تھے ان کی دم سے دشمن کے لشکر میں اور زیادہ افراتفری، بد نظمی اور ایک طرح کا خوف بھرا خلبان پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا۔

دریائے آمو کے کنارے تیزی سے ختم ہوتی تاریکیوں میں دونوں لشکریوں کے ٹکرائے نقطہ کی سی تلخیوں، ورد کی کھڑاؤں، سرد راتوں کی خنثیوں اور المیہ قصوں کی ک صورت حال پیدا ہونے لگی تھی۔ اور جب رات اپنے انجام کو پہنچی اور شب کی دروزہ

اس موقع پر منصور بھی اپنے گھوڑے کو بھاگتا ہوا وہاں پہنچ گیا تھا اور شہاب الدین نے کیرش کی گرفتاری سے اسے آگاہ کر دیا تھا۔ پھر آنے والے سالار کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

”تم واپس جاؤ..... پہلے طیب کو اپنے ساتھ لو، کیرش کے زخموں کی مرہم پٹی کا سامان کرو۔ لیکن اس کی حفاظت، اس کے نسوانی وقار اور احترام کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ ابی دریک میں اور منصور دونوں جنگ میں کام آنے والوں کی تدفین کے علاوہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور ساتھ ہی دشمن کے جو لشکری امان طلب کرتے ہیں ان سے شفقت ہیں۔“

شہاب الدین کا حکم پایا کہ راجہ چھوٹا سالار ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ دوسری طرف کیرش زخمی حالت میں دریائے آمو کے کنارے انتہائی بے بسی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کے سر سے اس کا آہنی خود اتر چکا تھا اور اس کے خوبصورت رنگی بال ہوا میں ادھر ادھر بکھر کر اس کی شخصیت کو اور زیادہ جاذب نظر بنا رہے تھے۔

کیرش اس موقع پر انتہا درجہ کی پریشان اور فکر مند تھی۔ چہرے پر موت کا کرب، آنکھوں میں آنے والے لحات کی درد نیری کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ بے چاری انہی سوچوں میں پڑی تھی۔ اس کے ارد گرد جو آج کھڑے تھے کہ وہی سالار جس نے اس کے زخمی ہونے کی اطلاع شہاب الدین کو کی تھی وہ طیب کو لے کر آگیا، اس کی نفل میں ایک سفید رنگ کی چادر بھی تھی۔

قریب آکر اس سالار نے صرف ایک لشکری کو وہاں کھڑے ہونے کے لئے کہا، باقی کو پیچھے ہٹا دیا۔ پھر وہ چادر جو اس نے اپنی نفل میں دھری تھی وہ اس نے نکالی اسے کھولا، اس کا ایک سر اس نے خود پکڑ لیا، دوسرا دوسرے لشکری نے پکڑا۔ دونوں نے ایک طرح سے کیرش کے سامنے پردہ کر دیا تھا اور وہ سالار اور لشکری دونوں کیرش کی مخالف سمت منہ کر کے کھڑے ہو گئے تھے۔ ایسے میں طیب کیرش کے پاس آیا۔ وہ ڈھلی ہوئی عمر کا ایک باریش شخص تھا۔ کیرش کے سامنے بیٹھا، پھر انتہائی نرمی سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بیٹی! مجھے بتایا گیا ہے کہ ڈو زخمی ہے..... تیری حیثیت میرے سامنے ایک بیٹی کی

کی ہے۔ اور باپ اور بیٹی کا رشتہ بڑا قابلِ رُکھ، بڑا قابلِ احترام ہوتا ہے۔ بتا، تیرے زخم کہاں ہیں تاکہ میں وہاں مرہم پٹی کر دوں۔“

یہ صورت حال کیرش کے لئے بڑی حیران کن تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ اس کے سامنے چادر تان کر پردہ کر دیا گیا تھا اور جن دو اشخاص نے چادر کے کونے پکڑے ہوئے تھے انہوں نے منہ بھی مخالف سمت کر لئے تھے۔ اس موقع پر کچھ سوچتے ہوئے کیرش مسکرائی، پھر طیب کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ نے جو بھی بیٹی کہہ کر پکارا ہے تو اس سے میرے سارے خدشات رفع ہو گئے ہیں۔ جب آپ آ رہے تھے تو میں بھی سمجھی کہ آپ آتے ہی میری گردن کاٹ دینے کا حکم دیں گے..... لیکن آپ تو میرے زخموں پر مرہم لگانے کے لئے آئے ہیں۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں آپ کو کیسے خیر ہوئی کہ میں زخمی ہوں اور یہ کہ آپ کو کس نے میرا علاج کرنے کے لئے روانہ کیا؟“

طیب مسکرایا اور کہنے لگا۔

”بیٹی! میں لشکر کا طیب ہوں..... تمہارے زخموں کی دیکھ بھال کرنے کے لئے مجھے اپنے امیر شہاب الدین نے اس طرف آنے کا حکم دیا ہے۔ میری بیٹی! اب ڈو بتا، تیرے زخم کہاں کہاں ہیں..... میں وہاں مرہم لگا کر پٹی باندھ دیتا ہوں۔ تجھے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جہاں تک تیری یہ سوچیں ہیں کہ تیری گردن کاٹ دی جائے گی تو میں تجھے ضمانت دیتا ہوں کہ تیرے ساتھ نہ برا سلوک کیا جائے گا نہ تجھے کوئی گزند پہنچایا جائے گا۔“

کیرش جو اس سے پہلے بدحواس ہو رہی تھی، کسی قدر مطمئن ہو گئی۔ پھر جہاں جہاں اس نے اپنے زخم دکھائے وہاں طیب نے زخموں کو صاف کر کے مرہم بنایا لگا کر باندھ دی تھیں۔

اس کے بعد اس سالار اور لشکری نے چادر ہٹا دی۔ چادر انہوں نے زمین پر بچھا دی۔ پھر وہ سالار کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میری عزیز بہن! اب ڈو اس چادر پر بیٹھ جا..... فکر مند نہ ہوتا۔ تم آرام کرو۔ اب امیر شہاب الدین کی طرف سے تمہارے لئے جو ہمیں دوسرا حکم ملے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ لیکن ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا، ہم لوگ عورت کو نقصان نہیں پہنچاتے۔

بڑھ لگاتے ہوئے وہ وہاں سے بھاگ گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد ان دونوں سالاروں کے چرے پہلے ہو گئے تھے۔ شاید وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کا سالاران کی گرویش کاٹنے کا حکم دے گا۔ ان کے چہروں کی اس کیفیت کو شہاب الدین نے بھی بھانپ لیا تھا لہذا ان کے ساتھیوں کے جانے کے بعد شہاب الدین حریہ ان کے قریب ہوا اور بڑی نرمی سے ان دونوں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

”تم دونوں کو بھی پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے..... میں جانتا ہوں تم دونوں یہ سوچ رہے ہو گے کہ تمہارے ساتھیوں کو میں نے بھگا دیا ہے اور تمہارے خلاف میں کوئی تادمی کارروائی کروں گا۔ نہیں، ہرگز نہیں۔“

پھر شہاب الدین نے اپنے دو لشکریوں کو حکم دیا کہ وہ دو گھوڑے پکڑ کر لائیں۔ جس کے جواب میں وہ لشکری پیچھے ہٹے، دو گھوڑوں کو پکڑ لائے اور ان کی باگیں پکڑتے ہوئے شہاب الدین کے قریب آن کھڑے ہوئے۔ پھر شہاب الدین نے کیرش کے ان دونوں چھوٹے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”یہ دو گھوڑے میں نے تم دونوں کے لئے منگوائے ہیں..... تم ایسا کرو دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر دریائے آمو کو عبور کر کے اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف جانے کی بجائے جنوب کا رخ کرو۔ اپنے لشکریوں کے سالار اعلیٰ تانیکو اور سرحد کے حاکم عثمان خان کی طرف جاؤ، انہیں جا کر میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ جو لشکر تکمین خان اور کیرش نے کرہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے تھے اس لشکر کا میں نے قصہ پاک کر دیا ہے اور گور خان کی بیٹی کیرش کو گرفتار کر لیا ہے۔ وہ زندہ ہے اور ہماری پناہ میں ہے۔ اگر تانیکو اور عثمان خان دونوں نے ہمارے علاقوں میں گھسنے کے بعد ہمارے مرکزی شہر خوارزم کا رخ کیا یا ہمارے دوسرے شہروں کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے ہمارے علاقوں میں ترک و تاراج اور کشت و دہشت کا مکمل کھیلنے کی کوشش کی تو میں دو طرح کے ردِ عمل کا اظہار کروں گا..... اول یہ کہ میں گور خان کی بیٹی کیرش کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا اور اس کا سر کاٹ کر گور خان کے مرکزی شہر اخلاط کی طرف روانہ کر دوں گا۔ دوسرا کام میں یہ کروں گا کہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے نکلوں گا، تانیکو اور عثمان خان کے لشکر پر کسی بھی مناسب موقع پر پشت کی طرف سے ایسا حملہ کروں گا کہ

اس کی عزت، اس کی عصمت، اس کی شخصیت، اس کی ذات کا پورا احترام اور تحفظ کرتے ہیں۔ بالکل مطمئن ہو کر اس چادر پر بیٹھ جاؤ۔ جو لشکری اس سے پہلے تمہارے گرد کھڑے تھے وہیں تم سے ذرا ہٹ کر فاصلے پر کھڑے رہیں گے۔ وہ تم پر پہرہ نہیں دیں گے بلکہ تمہاری حفاظت کی خاطر اس جگہ موجود رہیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے کچھ لشکریوں کو سالار نے بلایا جو ذرا فاصلے پر کیرش کے تحفظ کے لئے کھڑے ہو گئے تھے۔ جبکہ وہ سالار اور طبیب دونوں وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

ادھر شہاب الدین اور منصور دونوں اپنے چند مسلح دستوں کے ساتھ پہلے گور خان کے ان لشکریوں کی طرف گئے جو امان طلب کر رہے تھے..... ان کے قریب جا کر شہاب الدین نے انہیں اپنے ہتھیاروں سے دور ہٹ کر کھڑے ہونے کے لئے کہا۔ جب وہ پیچھے ہٹ گئے تب شہاب الدین انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو جنگ کے دوران تکمین خان اور کیرش کے چھوٹے سالاروں کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہو؟“

شہاب الدین کے اس استفسار پر ان میں سے دو جوان آگے بڑھے۔ پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔

”ہم دونوں تکمین خان کے لشکر کے چھوٹے سالار ہیں۔“

ان دو کے علاوہ جو دوسرے لشکری تھے، شہاب الدین نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”تم سب نے چونکہ ہتھیار ڈال کر امان طلب کی ہے لہذا تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔ آئندہ تم میں سے اگر کسی نے بھی ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لئے گور خان کے لشکر میں شمولیت اختیار کی تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ یہ اپنے پیچھے دیکھو! گھوڑے ادھر ادھر بھاگتے پھر رہے ہیں، دندانے پھر رہے ہیں۔ یہ سب تمہارے لشکریوں ہی کے ہیں۔ پیچھے ہٹو، ایک ایک گھوڑے پر سوار ہو اور یہاں سے بھاگ جاؤ۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر وہ لشکری ایسے خوش ہوئے کہ آئندہ اور طوفان کی طرح پیچھے ہٹے، جلدی جلدی ایک ایک گھوڑا پکڑ کر اس پر سوار ہوئے اور پھر انہیں

جائے اور ضرورت کی جس قدر اشیاء ممکن ہوں، اس کمرے میں رکھی جائیں۔ تھوڑی دیر تک گور خاں کی بیٹی کیرش کو اس کمرے کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ اب تم بلال بن سلیمان کی طرف چلے جاؤ۔“

شہاب الدین کا یہ حکم پا کر وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے بعد شہاب الدین اور منصور دونوں جنگ میں کام آنے والے اپنے لشکریوں کی تکفین کے علاوہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔

★.....★

ان کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتارتا چلا جاؤں گا۔ لہذا ان دونوں سے جا کر کہنا ان دونوں کی بہتری، ان دونوں کی سہاگتی اور ان دونوں کا تحفظ اسی میں ہے کہ اپنے لشکر کو لے کر چپکے سے دریائے آمو کو عبور کر کے اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف چلے جائیں۔ میری طرف سے انہیں یہ بھی تسلی دینا کہ ہمارے پاس جب تک کیرش ہے، اس کی عزت، اس کی آبرو، اس کی ذات بالکل محفوظ رہے گی۔ جب ہمیں یقین ہو جائے گا کہ تانیکو اور عثمان خان دونوں اپنے لشکریوں کو لے کر اخلاط پہنچ گئے ہیں تو گور خاں کی بیٹی کیرش کو بھی بحفاظت رہا کر کے واپس اخلاط جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین تھوڑی دیر سٹے لئے رکھا، ہاتھ کے اشارے سے اپنے ایک چھوٹے سالار کو قریب بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ان دونوں کو دریا کے کنارے اس جگہ لے جاؤ جہاں ان کے بادشاہ گور خاں کی بیٹی کیرش کو رکھا گیا ہے۔۔۔۔۔ وہ زخمی ہے۔ اس کے زخموں کی دیکھ بھال کر دی گئی ہے۔ یہ جا کر خود اسے اپنی آنکھوں سے حراست میں دیکھ لیں تاکہ یہ تانیکو اور عثمان خان کو یقین دلا سکیں کہ کیرش کو ہم نے واقعی گرفتار کر کے اپنے تحفظ میں رکھا ہوا ہے۔“

اس کے ساتھ ہی وہ چھوٹا سالار حرکت میں آیا اور گور خاں کے ان دونوں سالاروں کو لے کر دریائے آمو کی طرف گیا۔ وہاں ان دونوں سالاروں نے اپنی آنکھوں سے کیرش کو دیکھا۔ اس موقع پر وہ دونوں غم زدہ اور طول ہو گئے تھے۔ پھر وہ واپس آئے اور شہاب الدین کے حکم پر دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے مرکزی شہر اخلاط کا رخ کرنے کی بجائے تانیکو اور عثمان خان کا رخ کر رہے تھے۔

ان کے جانے کے بعد شہاب الدین نے اسی سالار کو پھر اپنے قریب بلایا جو گور خاں کے ان سالاروں کو دریائے آمو کے کنارے کیرش کی طرف لے کر گیا تھا۔ جب وہ قریب آیا تو اسے مخاطب کر کے شہاب الدین کہنے لگا۔

”تم ابھی اور اسی وقت محترم بلال بن سلیمان کے پاس جاؤ، اسے میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ اپنے کتب کے ایک کمرے کو وہ گور خاں کی بیٹی کیرش کی رہائش کے لئے وقف کر دے۔ میری طرف سے اسے یہ بھی کہنا کہ اپنی بہتیوں کے سردار حسام الدین سے مل کر کتب کے ایک کمرے میں کیرش کے قیام کا بہترین بندوبست کیا

بیچا ہے۔ میں تمہاری رہائش، تمہارے قیام کا بہترین اہتمام کر چکا ہوں..... بے فکر رہو، تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ جب تمہارے یہ رخم نمیک ہو جائیں گے تو تمہیں انتہائی عزت اور احترام کے ساتھ واپس اپنے شہر اخلاط کی طرف جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ مجھ پر اعتماد کرو..... کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔“

اس سالار کے ان الفاظ پر کیرش نے کچھ سوچا، پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس سالار نے اس موقع پر اپنے ایک لشکر کی کو اشارہ کیا جو ایک ٹھوڑا چکر وہاں لے آیا تھا۔ جب وہ کیرش کے قریب آئے کھڑا ہوا تب وہ سالار سے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خاتون! کیا آپ اس ٹھوڑے پر بیٹھ سکیں گی؟“

کیرش نے کچھ سوچا، پھر کمر میں پاؤں بجا کر آہستہ آہستہ تکلف کا اظہار کرتے ہوئے وہ ٹھوڑے پر بیٹھ بیٹھی تھی۔ پھر وہ سالار بھی ٹھوڑے پر سوار ہوا اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خاتون! میرے ساتھ آئیں۔“

اس کے ساتھ ہی اس سالار نے اپنے ٹھوڑے کو ایڑھ لگائی تھی۔ اس کے پیچھے پیچھے کیرش بھی اپنے ٹھوڑے کو بھگانے لگی تھی۔ یہاں تک کہ وہ سالار کیرش کو بلال بن سلیمان کے کتب کی عمارت کے پاس لایا۔

اس وقت کتب کے ایک کمرے کے سامنے بلال بن سلیمان، حسام الدین بن سدورہ تینوں ٹھوڑے ہوئے تھے۔ ان تینوں کو دیکھ کر خصوصیت کے ساتھ سدورہ پر نظر پڑنے کے بعد کیرش کو کسی قدر ڈھارس ہوئی تھی۔ جب وہ سالار اپنے ٹھوڑے سے اترا تب وہ بھی اپنے ٹھوڑے سے اتر گئی۔ سب سے پہلے بلال بن سلیمان آگے بڑھا اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”گور خاں کی بیٹی! یہ عمارت جس کے سامنے تم ٹھوڑے سے اتری ہو، ہمارا کتب ہے اور میں اس کتب کا مدرس ہوں..... دریائے آمو کے کنارے یہ ہماری جس قدر بستیاں ہیں ان کے سردار یہ میرے پہلو میں کھڑے ہیں۔ ان کا نام حسام الدین بن اور ان کے ساتھ ان کی بیٹی سدورہ ہے۔“

جواب میں کیرش نے مسکراتے ہوئے باری باری ان تینوں کی طرف دیکھا یہاں تک کہ بلال بن سلیمان نے پھر کیرش کو مخاطب کیا۔



حسین اور خوبصورت کیرش دریائے آمو کے کنارے سفید چادر پر اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی حفاظت کے لئے اس کے اطراف میں سب سے پہلے کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ وہی سالار آیا جس نے طیب کو لاکر اس کے دشمنوں کی مرہم بننا کرائی تھی۔

وہ سالار کیرش کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”خاتون! اٹھو، میرے ساتھ چلو۔“

کیرش وہیں بیٹھی رہی، اپنی جگہ سے اٹھی نہیں۔ ساتھ ہی بڑی بے بسی اور لاچارگی میں اس سالار کی طرف دیکھنے ہوئے کہنے لگی۔

”میں اس وقت تک اس چادر سے نہیں اٹھوں گی جب تک تم لوگ میری ملاقات اپنے سالار شہاب الدین سے نہیں کر دیتے۔ میرا دل کہتا ہے کہ تم مجھے میری گردن کاٹنے کے لئے لے جانا چاہتے ہو..... پر اس سے پہلے میں تمہارے سالار سے مل کر کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تو وہ سالار تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”خاتون! جن دشمنات، جن اوہام کا تم اظہار کر رہی ہو ایسے کام تمہارے ہاں ہوتے ہیں۔ تمہارے ہاں عورت کی عزت، اس کی عفت کی کوئی قدر و اہمیت نہیں ہے۔ لیکن تمہارے ہاں ایسا نہیں ہے..... ہم جن تمہاری عزت و عصمت کی حفاظت کریں گے، وہاں تمہاری جان کے بھی پاساں بن کر رہیں گے۔ میں تمہیں یقین دلاؤں ہوں، گردن کاٹنا تو بہت دور کی بات، کوئی تمہارے ہاں میلی آنکھ سے تمہاری طرف دیکھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے میرے امیر شہاب الدین نے ہی تمہاری طرف

کے شمال کے تھمن کی بات نہ کریں۔ وہ تم لوگوں کا تھمن ہے۔ ہمارا تھمن اس سے انتہائی مختلف اور خوب تر ہے۔ آپ کی رہائش کا یہ انتخاب اور سارے انتظام ہم اپنے طور پر کر رہی نہیں سکتے۔ یہ سب کچھ امیر شہاب الدین بن مسعود کے حکم پر کیا گیا ہے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس کمرے کے ارد گرد محافظ ہوں گے۔ تمہیں اگر کسی بھی وقت، کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو کسی بھی محافظ سے کہہ دینا، تمہاری اس ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے ہی کچھ مسلح جوان اس کمرے کے اطراف میں مستعد ہو گئے تھے۔ کیرش اس کمرے میں تھوڑی دیر کھڑی رہی۔ یہاں تک کہ بلال بن سلیمان نے اسے مخاطب کیا۔

”بھئی! تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں بھٹنا کہ یہاں قیام کے دوران تمہاری حیثیت ہماری ایک بھئی کی سی ہے۔“

بلال بن سلیمان کے ان الفاظ پر کیرش چونکی تھی، کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی، پھر جذبات میں مغلوب سی آواز میں کہنے لگی۔

”اس سے پہلے آپ لوگوں کے لشکر کے اندر جس طبیب نے میرے زخموں پر مرہم پٹی کی تھی، اس نے بھی مجھے بتایا کہ یہ کپکار تھا، آپ بھی مجھے بتائی کہ مرہم ہے ہیں۔ میں حیران اور پریشان ہوں کہ آپ لوگ اپنے بدترین دشمنوں کے بادشاہ کی بیٹی سے ایسا سلوک کر رہے ہیں۔“

جواب میں پھر مسکراتے ہوئے بلال بن سلیمان کہنے لگے۔

”بھئی! تم سبھی ہوئی ہو، تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ اس مسہری پر لٹ کر آرام کرو۔ تھوڑی دیر تک تمہارا کھانا آجائے گا۔ ہم تینوں جاتے ہیں۔ جب تک تمہارا قیام ہے، ہم وقفہ وقفہ سے تمہارے پاس آتے رہیں گے۔ تمہاری ضروریات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ تمہارا دل بھی بھلاتے رہیں گے۔“

بلال بن سلیمان کے ان الفاظ کے جواب میں کیرش مسکرائی، پھر مسودہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ لڑکی بڑی پیاری اور انتہا درجہ کی خوبصورت ہے۔ کیا میں اس کا نام پوچھ سکتی ہوں۔۔۔۔۔؟“

”اب تم میرے ساتھ آؤ۔“

اس موقع پر کیرش نے ساتھ آنے والے سالار کی طرف جواب طلب انداز میں دیکھا۔ اس پر وہ سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

”چلیں، ان کے ساتھ ہو لیں۔۔۔۔۔ میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔“

کیرش چپ چاپ بلال بن سلیمان کے پیچھے ہوئی تھی۔ حسام الدین، مسودہ اور وہ سالار بھی کیرش کے دائیں بائیں تھے۔

بلال کتب کے ایک کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد کیرش نے دیکھا، کمرہ ہوا دار تھا، صاف ستھرا تھا۔ اس کے اندر ایک مسہری پر خوبصورت بستہ لگا دیا گیا تھا۔ کمرے میں تھوڑی بہت آرائش بھی کر دی گئی تھی۔ دروازے، کھڑکیوں پر پردے بھی لگا دیے گئے تھے۔ جس وقت کیرش اس کمرے کا جائزہ لے رہی تھی اس وقت وہ سالار جو اس کے ساتھ آیا تھا، اسے مخاطب کرنے کے لیے لگا۔

”مگر خاں کی بیٹی! یہ کمرہ تمہاری قیام گاہ ہے۔۔۔۔۔ اس میں تم اس وقت تک رہو گے جب تک تمہارے زخم ٹھیک نہیں ہوتے۔ اپنی جان، اپنی عزت، اپنی عصمت سے محتاط رہیں۔ پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کمرے کے اطراف میں ہمہ وقت تمہاری حفاظت کی خاطر پہرہ لگا رہے گا۔ تمہاری اجازت کے بغیر کوئی اس کمرے کی طرف پہنچ نہ سکتا۔ جو سامنے مسہری لگی ہے، اس پر آرام کرو۔ دروازہ کھلا رکھنا چاہتی ہو تب بھی تمہاری مرضی۔ اگر دروازہ بند کرنا چاہتی ہو تب بھی تم پر منحصر ہے۔ بہر حال یہ تمہاری محفوظ ترین قیام گاہ ہے۔۔۔۔۔ اب میں تمہارے کھانا کا اہتمام کرتا ہوں۔“

”وہ سالار جب وہاں سے ہٹے گا تب بڑی بے چینی اور جستجو کا مظاہرہ کرتے ہو۔ کیرش کہنے لگی۔

”یہ جو میری قیام گاہ کا انتخاب کیا گیا ہے اور میری رہائش کے لئے جو انتظامات کئے گئے ہیں، کیا ایسا تم نے اپنے سالار اعلیٰ کی مرضی سے کیا ہے یا وہ انتظامات نے خبر ہے۔۔۔۔۔؟“

جواب میں وہ سالار مسکرایا اور کہنے لگا۔

”خاتون! آپ اس وقت دریائے آمو کے جنوب کی طرف ہیں۔۔۔۔۔ دریائے آمو

کمرے میں سدورہ اور سارہ داخل ہوئی تھیں۔ وہ کچھ سامان اٹھائے ہوئے تھیں۔ مسمرہ کی قریب جو نشست گاہ بنائی گئی تھی، دونوں وہاں بیٹھ گئیں۔ اس موقع پر کیرش بہت غور سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ پھر سدورہ کو مخاطب کرتے ہوئے کیرش کہنے لگی۔

”یہ جو خاتون تمہارے ساتھ آئی ہیں، میں غلطی پر نہیں تو یہ تمہاری خادمہ ہیں۔“

جواب میں سدورہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سارہ پہلے ہی بول اٹھی۔

”بہنی! تمہارا اعزازہ درست ہے۔ میں ان کی خادمہ ہوں۔“

سارہ کے خاموش ہو جانے پر پیچیدہ سے لہجے میں سدورہ بولی اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میں انہیں خادمہ نہیں، اپنی ماں کے برابر سمجھتی ہوں اور میں انہیں ایسا ہی کہہ کر مخاطب کرتی ہوں۔ دیکھو! ہم دونوں ماں بنی تمہارے لئے کھانا بھی لائی ہیں اور تمہارے لئے کچھ کپڑے بھی لے کر آئی ہیں۔ پہلے لباس تبدیل کرو، اس کے بعد منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھاؤ۔“

جواب میں کیرش مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ”تمہارے آنے کے ساتھ ہی میں اٹھ کر کمرے سے نکلنے لگی تھی۔ کمرے کے باہر جو فکری چہرہ دے رہے ہیں، ان سے پوچھنے والی تھی کہ یہاں کہیں تمہارت خانہ ہے؟“

اس پر سدورہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

”کمرے کے اندر وہ جو سامنے دروازہ ہے، وہ تمہارت خانہ کے اندر کھتا ہے۔ جنہیں دافر پانی ملے گا۔ تمہارے زخموں پر مرہم پٹی ہوئی ہے، اس وقت تم غسل مت کرنا۔ ہاتھ منہ دھو لو۔“

کیرش خوش ہو گئی تھی۔ اپنی جگہ سے جب اٹھی تو ایک لباس سدورہ نے اسے دیا اور کہنے لگی۔

”اندر جا کر ہاتھ منہ دھونے کے ساتھ یہ کپڑے پہن لو۔۔۔۔۔ اس کے علاوہ بھی ہم تمہارے لئے بہت سے لباس لے کر آئی ہیں۔“

کیرش نے اس موقع پر بڑی ممنونیت سے سدورہ کی طرف دیکھا۔ جو لباس اس نے پیش کیا تھا وہ لباس اس نے لے لیا اور تمہارت خانہ کی طرف چلی گئی تھی۔

بلال بن سلیمان مسکرائی اور کہنے لگا۔

”یہ ہمارے سردار محترم حسام الدین کی بیٹی ہے۔۔۔۔۔ اس کا نام سدورہ ہے۔“

کیرش تھوڑی دیر خاموش رہ کر سوچتی رہی، پھر کہنے لگی۔

”بہت اچھا، پیارا نام ہے۔۔۔۔۔ اپنی پرنسپل شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کا نام بھی یقیناً پرنسپل ہے۔“

پھر براہ راست کیرش سدورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کیا تم کبھی کسی میرے پاس آؤ گی؟۔۔۔۔۔ تمہاری وجہ سے شاید میرا دل یہاں لگ جائے۔“

جواب میں سدورہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

”ابھی تھوڑی دیر تک تو میں اپنے والد محترم کے ساتھ اپنی حویلی کی طرف واپس جاؤں گی۔ امیر شہاب الدین کی طرف سے جو احکامات بھیسے ہیں ان کے مطابق میں پھر آؤں گی۔ تمہارے لئے کچھ لباس لے کر آؤں گی تاکہ تم اپنا یہ خون آلود جنگی لباس اتار کر آرام کر سکو۔“

جواب میں کچھ دیر تک کیرش بڑی ممنونیت سے سدورہ کی طرف دیکھتی رہی، پھر نظر ا کر چلتی ہوئی مسمرہ کی پر بیٹھ گئی۔

بلال بن سلیمان اور حسام الدین اور سدورہ تینوں اس کمرے سے باہر نکل گئے تھے جبکہ کیرش مسمرہ پر لیٹنے ہوئے گہری سوچوں میں کھو گئی تھی۔

مسمرہ پر لیٹنے کے تھوڑی دیر بعد کیرش سونے کی کوشش کر رہی تھی کہ اسی وقت وہی سالار جو اسے اس کمرے تک لے کر آیا تھا، اس کا کھانا لے آیا۔ اس کے بستے کے پاس اس نے کھانا رکھ دیا اور خود باہر نکل گیا۔ کیرش نے کھانا کھایا، کچھ دیر بیٹھ کر سوچتی رہی، پھر مسمرہ پر دروازہ ہوئی اور تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند سو رہی تھی۔

شام کے وقت جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا، سورج غروب ہو گیا تھا۔ چاروں طرف تاریکی پھیل رہی تھی۔ اس نے کھڑکی اور دروازے میں سے دیکھا کہ

کمرے کے ارد گرد سب جوان کھڑے تھے۔۔۔۔۔ اس کے کمرے کے اندر کسی نے مشعل بھی روشن کر دی تھی۔ باہر کتب کے صحن کے وسطی حصے میں بھی کچھ شعلیں روشن تھیں۔ اس موقع پر وہ اپنے کمرے سے نکل کر باہر آنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ عین اسی لمحے

تائیکو نے عثمان خان اور اس کے دوسرے ساتھی سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

”میرے عزیز ساتھیو! علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ہمیں اس طرح وہم اور فریب میں مبتلا کیا تھا کہ شہاب الدین غوری ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں ہمارے علاقوں سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، شہاب الدین کی بڑی طاقت و قوت تھی۔ اس کی سلطنت ہندوستان کے آخری کونوں سے دریائے آمو کے کناروں تک پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن اب اس کی کمرٹوت چکی ہے۔ وہ واپس چلا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ جو حالات اس نے یہاں دیکھے ہیں، ان کے تحت وہ دوبارہ ان علاقوں کا رخ نہیں کرے گا۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس نے ہمارے ساتھ صلہ کی ہے۔ لیکن اگر اس کا سارا لشکر اس کے ساتھ ہوتا تو شاید ہم اسے صلہ کرنے پر مجبور نہ کر سکتے۔ ہماری آمد سے پہلے علاؤ الدین خوارزم شاہ اس پر ضرب لگا چکا تھا اور نہمر کا بند توڑ کر شہاب الدین کو ایسا نقصان پہنچا چکا تھا کہ شہاب الدین ہمارا مقابلہ نہ کر سکا اور اسے مجبوراً ہمارے ساتھ صلہ کرنی پڑی۔

اب جبکہ شہاب الدین جا چکا ہے اور ہمیں اس کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں، لہذا میں چاہتا ہوں کہ کل اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کریں اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے مرکزی شہر خوارزم کا رخ کریں۔ مجھے امید ہے کہ خوارزم شاہ اپنے مرکزی شہر سے باہر نکل کر ہمارا مقابلہ کرنے کی جرأت اور جسارت نہیں کرے گا۔ خوارزم شہر میں محصور ہو کر ہمارا مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ ایسی صورت میں ہم شہر کا محاصرہ کر کے پوری طاقت اور شدت کے ساتھ اس پر حملے شروع کر دیں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ زیادہ دن تک ہمارے سامنے اپنا دفاع جاری نہ رکھ سکے گا اور ہمارے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا۔ جب ایسا ہو گا تو ہم اس پر اپنی من مانی شرائط مسلط کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہ کہنے کے بعد تائیکو کا، پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میرے بھائیو! ارادہ ہے۔ اب تم لوگ کہو، اس کے جواب میں کیا کہتے ہو؟“

تائیکو کی اس تجویز کے جواب میں ابھی کوئی کچھ بولنے نہ پایا تھا کہ دو گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں تائیکو اور عثمان خان اپنے

تھوڑی دیر بعد وہاں سے نکلی جو لباس سدورہ اس کے لئے لائی تھی اس میں وہ بڑی خوبصورت اور پُرکشش دکھائی دے رہی تھی۔ طہارت خاندے سے باہر نکلنے کے بعد لحد بھر کے اندر کیرش نے اپنے سر اپا کا جائزہ لیا، پھر مسکری کر بیٹھنے کی بجائے وہ سدورہ کے پہلو میں نشست پر بیٹھی تھی۔ اس موقع پر سدورہ نے اسے مخاطب کیا۔

”تمہیں تو بھوک لگی ہوگی۔ پہلے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد ہم دونوں تمہارے پاس بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“

کیرش نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر سدورہ کھانے کے برتن کھول کھول کر اس کے سامنے رکھنے لگی تھی۔

کیرش نے کھانے کی اشیاء کا جائزہ لیا، چلی چلی چٹاپٹاں تھیں جن کے ساتھ بکری کا شور بے دار گوشت تھا۔ ایک برتن میں خاصا بڑا بجنر کا ٹکڑا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے برتنوں میں تازہ اور خشک مچھل بھی تھے۔

کھانے کی ساری اشیاء کا جائزہ لینے کے بعد کیرش سدورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”تم دونوں بھی تو کھاؤ۔“

جواب میں سدورہ کہنے لگی۔

”ہماری فکر نہ کرو۔ ہم دونوں کھانا کھا کر آئی ہیں۔ تم کھانا شروع کرو۔“

جواب میں کیرش مسکرائی اور کہنے لگی۔

”ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے واقعی میرے کھانے کی اشتہا بڑھ گئی ہے۔“

اس کے ساتھ ہی کیرش جلدی جلدی کھانا کھانے لگی تھی۔

جب وہ کھانا کھا چکی تب سدورہ نے برتن سیٹ کر ایک طرف رکھ دیے۔ اس کے بعد تینوں نشستوں پر بیٹھ کر گفتگو کرنے لگی تھیں۔ کیرش، سدورہ اور سارہ دونوں سے مقامی حالات کی تفصیل جاننے کی کوشش کر رہی تھی۔



سلطان شہاب الدین غوری کے چلے جانے کے بعد تائیکو اور سرقتہ کے حاکم عثمان خان نے اپنے متحدہ لشکر کے ساتھ اندر خود نام کے قلعے کے نواح میں ہی اپنے لشکر بیکہ ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ ایک روز تائیکو اور عثمان خان دونوں صبح کا کھانا کھانے کے بعد جب اپنی لشکر گاہ میں ایک بلند جگہ اپنے کچھ دوسرے سالاروں کے ساتھ جمع ہوئے تو

قاصد جب خاموش ہوا تب انتہائی افسردگی اور غمگینی سے لہجے میں تانیکو اپنے پہلو میں بیٹھے عثمان خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”عثمان خان! میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ غوریوں کے حکمران کے واپس چلے جانے کے بعد ہم دونوں بڑی آسانی کے ساتھ علاء الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں ترک و تازکر کے بہت کچھ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ بلکہ اس کے مرکزی شہر خوارزم کا بھی محاصرہ کر لیں گے۔ لیکن لگتا ہے کہ اب ہم ایسا نہیں کر پائیں گے۔ قاصد نے جو کچھ کہا ہے میں بھی سن چکا ہوں۔ عثمان خان! تم نے بھی سن لیا ہے..... اب مشورہ دو، ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

”اب کسی مشورے کی ضرورت ہی نہیں ہے..... جو کچھ قاصدوں نے انکشاف کیا ہے اس کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنے لشکر کو لے کر واپس چلے جائیں۔“ عثمان خان نے غور سے تانیکو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

عثمان خان کے خاموش ہونے پر بڑے تاسف، بڑی فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے تانیکو کہنے لگا۔

”مسلمانوں کے اس سالار نے ہمیں عجیب سے دام اور پھندے میں پھنسا کر رکھ دیا ہے۔ عثمان خان! اگر تمہارا بھی ارادہ ہے تو پھر میرے خیال میں یہاں سے ہمیں کوچ کر کے ہونے واپس کا رخ کرنا چاہیے۔“

عثمان خان نے اس سے اتفاق کیا۔ پھر تانیکو اور عثمان خان نے اپنے لشکر کی ہر چیز کو سینا اور وہاں سے وہ دریائے آمو کا رخ کر رہے تھے۔ دریائے آمو کے بلی کے قریب آکر تانیکو نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس کی اس حرکت پر عثمان خان بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا، پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تانیکو! کیا معاملہ ہے..... رک کیوں گئے ہو؟“

تانیکو نے کچھ سوچا پھر اپنے سر کو جھکا دیا، اس کے بعد عثمان خان کی طرف دیکھتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”عثمان خان! یہاں اچانک مجھے ایک خیال گزرا ہے اور میں چاہتا ہوں اس پر عمل کر دیا جائے۔ اگر ہم دونوں یہاں سے اپنا رخ موڑیں، دریائے آمو کے اس پار

سالاروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں ان کے قریب آکر اپنے گھوڑوں سے اترے اور پھر آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھے تھے۔

دونوں کو اس طرح آتے دیکھ کر تانیکو زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ انہیں پہچان چکا تھا۔ وہ گور خاں کے لشکر کے چھوٹے سالار تھے۔ جب وہ قریب آئے تب تانیکو نے بڑی فکر مندی اور بڑی پریشانی سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”تم دونوں کے پھروں کے تاثرات بتاتے ہیں کہ تم ہمارے لئے کوئی اچھی خبر لے کر نہیں آئے۔“

جواب میں ان میں سے ایک تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ کا اندازہ درست ہے..... ہم بری بلکہ بدترین خبر لے کر آئے ہیں..... تکمیل خان اور کیرش کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے۔ لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ بہت کم لشکر ہی بچے جن میں ہم دونوں بھی شامل تھے جنہوں نے امان طلب کی۔ اور مسلمانوں کے سالار نے ہم دونوں کو تو آپ کی طرف روانہ کر دیا باقی بچنے والے اغلاط کی طرف چلے گئے ہیں۔ جو بری خبریں ہم اس وقت لے کر آئے ہیں وہ یہ کہ تکمیل خان تو جنگ کے دوران مارا جا چکا ہے جبکہ کیرش کو زخمی گرفتار کر لیا گیا ہے۔“

قاصد کے یہ الفاظ سن کر تانیکو اور عثمان خان دونوں کے رنگ پیلے ہو گئے تھے۔ اس موقع پر تانیکو اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ قاصد پھر بول اٹھا۔

”اب مسلمانوں کے سالار شہاب الدین نے ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا ہے اور یہ دھمکی دی ہے کہ اگر آپ اور ہم عثمان خان دونوں اپنے لشکر کو لے کر اغلاط کی طرف نہ چلے گئے تو مسلمانوں کا امیر کیرش کی گردن کاٹ کر رکھ دے گا۔ اس سنے یہ بھی دھمکی دی ہے کہ اگر آپ دونوں نے علاء الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں تاخت و تاراج کرنے کی کوشش کی تو ایک طرف سے علاء الدین خوارزم شاہ حملہ آور ہوگا اور پشت کی جانب سے مسلمانوں کا وہ سالار حملہ آور ہوگا جس کا نام شہاب الدین ہے۔ بس اس نے یہی پیغام دے کر ہمیں آپ دونوں کی طرف روانہ کیا ہے۔“

تھا۔ کیا ایسے سالار، ایسے فتح زن سے تم امید رکھتے ہو کہ وہ غفلت کی حالت میں پڑا ہو گا..... اور تم جیسے اور جس طرح چاہو اس کا گھیراؤ کرتے ہوئے نہ صرف اس کے لشکریوں کے لئے خطرے کا باعث ہو بلکہ کیرش کو بھی اس کی گرفت میں کامیاب ہو جاؤ..... یہ غلطانہ سوچ ہے اور اس پر میں کم از کم عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یاد رکھنا، علاؤ الدین خوارزم شاہ بڑا خونخوار سالار ہے..... اس پر حملہ کرنا اپنے آپ کو شیر کی کچھار میں ڈالنے کے مترادف ہے۔“

عثمان خان کے ان الفاظ پر تائیکو نے بھی اپنے ارادے کو ہلٹوی کر دیا تھا۔ پھر دونوں اپنے لشکر کو لے کر دریائے آمو کا پل پار کر گئے تھے۔



کیرش کے دھم اب ٹھیک ہو گئے تھے۔ اس کا قیام ابھی تک کب کے اسی کمرے میں تھا۔ جب کبھی کوئی اس سے ملنے کے لئے آتا تو وہ اس سے اپنے امیر شہاب الدین سے ملاقات کرانے کے لئے کہتی۔ لیکن اس وقت تک اس کی ملاقات شہاب الدین سے نہ ہو سکی تھی۔

ایک روز جب کیرش کو صبح کا کھانا مہیا کیا تو کھانا کھانے کے بعد اس نے اپنا شب خوابی کا لباس تبدیل کیا پھر وہ آکر ایک نشست پر بیٹھی تھی کہ اس کے کمرے میں بلال بن سلیمان، حسام الدین اور مسدودہ کے علاوہ سارہ داخل ہوئے۔ مسدودہ اور سارہ دونوں نے کچھ سامان بھی اٹھایا ہوا تھا۔ ان کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر کیرش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ سب سے پہلے بلال بن سلیمان نے آگے بڑھ کر اسے مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

”بھئی! تیرے دھم اب ٹھیک ہو چکے ہیں۔ لہذا آج تو یہاں سے رخصت ہو گی۔“

بلال بن سلیمان کے ان الفاظ پر کیرش خوش ہو گئی تھی۔ پھر کچھ سوچے ہوئے کہنے لگی۔

”میں نے کئی مواقع پر بلکہ کئی بار آپ لوگوں سے کہا کہ آپ لوگ اپنے سالار شہاب الدین سے میری ملاقات کرائیں لیکن آپ لوگ ایسا نہیں کر رہے۔ کیا میرا یہ پیغام اس تک نہیں پہنچایا گیا؟“

جواب میں بن سلیمان مسکرایا اور کہنے لگا۔

جانے کی بجائے دائیں جانب مڑیں، عثمان خان! تم اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے آمو کے کنارے کنارے آگے بڑھو، میں تھوڑا سا پیچہ چتا ہوں اور کوہستانی سلسلے کے ساتھ ساتھ گھاٹ میں رہ کر پیش قدمی کرتا ہوں..... اس طرح ہم ان علاقوں کو گھیرنے کی کوشش کرتے ہیں جہاں مسلمانوں کے اس سالار نے قیام کر رکھا ہے جس نے یکے بعد دیگرے بیدو خان اور اس کے چھوٹے بھائی یکنین خاں کے لشکریوں کو چاہ و بر باد کر کے ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ میرے خیال میں اگر ہم برقی رفتاری سے کام لیں تو مسلمانوں کے سارے لشکریوں کا گھیراؤ کر کے کیرش کو بھی ان کی گرفت سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔“

عثمان خان نے تھوڑی دیر تک بڑے مایوسانہ سے اعزاز میں تائیکو کی طرف دیکھا۔ پھر کہنے لگا۔

”تائیکو! میں تمہاری اس تجویز سے قطعی اتفاق نہیں کرتا اور تمہیں ایسا کرنے سے روکتا بھی نہیں ہوں۔ اگر تم اس تجویز پر عمل کرنا چاہے ہو تو کر گزرو۔ جبکہ میں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دریائے آمو کا پل عبور کر کے سرحد کی طرف چلا جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تم نے اپنی اس تجویز پر عمل کرنے کی کوشش کی تو نہ صرف تمہارے اپنے لشکر کو ناقابلِ حلفانہ نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ وہ لوگ کیرش کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور میں نہیں چاہتا کہ میں کیرش کے قتل کا باعث بنوں اور اس کے لئے گور خاں کے سامنے جواب دہ ہوں۔ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو کر گزرو، پر ایک بات یاد رکھنا، تم کیا سمجھتے ہو یہ جو ہم اپنے لشکر کے ساتھ یہاں تک پہنچے ہیں تو مسلمانوں کے اس سالار نے اپنے مجبور اور غلامیہ گردوں کے ذریعہ ہم پر نگاہ نہ رکھی ہو گی؟ اس کے پرچہ نویس ہم پر گہری نگاہ رکھتے ہوں گے اور اگر ہم نے دریائے آمو کو پار کر کے آگے جانے کی بجائے دائیں جانب کا رخ کیا تو یاد رکھنا مسلمانوں کا وہ سالار گھاٹ میں چلا جائے گا اور پھر گھاٹ سے نکل کر جب وہ ہم پر ضرب لگائے گا تو ہماری حالت ایسی ہو گی جیسے ان گنت نیچے مسافر خونخوار اور آدم خور پھیپڑوں کے درمیان پھنس گئے ہوں۔ تائیکو! میں نے مسلمانوں کے اس سالار کو دیکھ تو نہیں رکھا جس کا نام شہاب الدین ہے لیکن بقل تمہارے وہ ایک بار گور خاں کے دربار میں بھی آچکا ہے اور وہاں فتح زنی کے مقابلے میں بڑی آسانی سے اس نے بیدو خاں کو شکست دے دو چار کر دیا

باندھ دی۔ کیرش نے بلال بن سلیمان اور حسام الدین کا شکر یہ ادا کیا۔ پہلے سارہ سے گلے ملی، پھر سدورہ کو اپنے ساتھ لے لیا..... ساتھ ہی اس کے کان میں کہنے لگی۔

”سدورہ! اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نصرانی اور تم مسلمان ہو..... لیکن یہاں قیام کے دوران جو سلوک، جو رویہ تم لوگوں نے میرے ساتھ روا رکھا، اس کے تحت میں تمہیں اپنی چھوٹی بہن کہتی ہوں..... کبھی موقع ملا تو تمہارے ان احسانات کا صلہ ضرور چکاؤں گی۔“

پھر کیرش علیحدہ ہوئی، بیمارے اعزاز میں اس نے سدورہ کی پیشانی چومی، ہلکی سی چپٹ اس کے گال پر لگائی، پیچھے ہٹی پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور ہاتھ ہلاتے ہوئے ان مسلح جوانوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئی تھی۔

مخافوں کے ساتھ کیرش جب دریائے آمو کے تیل کے پاس پہنچی تو اس نے دیکھا وہاں شہاب الدین چند مسلح دستوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے کیرش نے خوشی کا اظہار کیا۔ اپنے گھوڑے کو شہاب الدین کے قریب لے گئی، پھر دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”مسلمانوں کے سالار! سب سے پہلے تو میں تمہارا شکر یہ ادا کرتی ہوں کہ ہمارے لشکر پر قابو پانے کے بعد تم نے میرے قتل کا حکم نہیں دیا، مجھے امان دی۔ ساتھ ہی میرے دشمنوں کا بہترین اعزاز میں علاج کروایا اور میرے آرام اور قیام کا بھی خیال رکھا۔ اس موقع پر اگر تم چاہتے تو میری گردن بھی کاٹ سکتے تھے۔ اس کے لئے کوئی تم سے نہ احتساب کر سکتا تھا اور نہ مواخذہ۔ اس کے لئے میں تمہاری تہہ دل سے مشکور و ممنون ہوں۔ اس سے قبل تمہارے متعلق میرے خیالات اعتدال درجہ کے منفی اور برے تھے۔ میں تمہارے قتل کے درپے تھی لیکن میں سمجھتی ہوں کہ تم نے اپنے اخلاق و کردار سے مجھے قتل کر کے رکھ دیا ہے۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تب شہاب الدین کہنے لگا۔

”گور خان! کبھی! جو کچھ ہم نے کیا، یوں جانو یہ ہمارا فرض، ہماری روایت تھی اور اس پر ہم عمل کرنے کے پابند تھے۔ یہ سامنے دریائے آمو کا تیل دکھائی دے رہا ہے..... اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگا کر تیل کے پار چلی جاؤ۔ جب تک تم تیل پار نہیں کر سکتی، میں اپنے مسلح دستوں کے ساتھ یہیں کھڑا ہوں گا..... تیل کے اس پار تمہیں کوئی خطرہ

.....“ یہی! مطمئن رہ..... دریائے آمو کا تیل پار کرنے سے پہلے تیری ملاقات شہاب

الدین سے ضرور ہوگی۔ یہ تمہارے ساتھ میرا وعدہ ہے۔“

ابن سلیمان اس کی گفتگو سے کیرش مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس دوران سدورہ اور سارہ دونوں آگے بڑھیں، انہوں نے جو سامان اٹھایا ہوا تھا، کیرش کے پہلو میں رکھ دیا۔ کیرش نے اس موقع پر غور سے سدورہ کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

”یہ کیا ہے؟“

کیرش کے اس سوال کے جواب میں سدورہ کا باپ اور بہتوں کا سردار حسام

الدین بول اٹھا۔

”کیرش! یہ میں بتاتا ہوں کیا ہے.....؟ یہاں ہمارے علاقوں میں تم نے ہماری ایک بچی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ قیام کیا ہے۔ ہم مسلمانوں میں یہ طریقہ ہے کہ جب بچی کو رخصت کرتے ہیں تو اسے خالی ہاتھ نہیں بھیجتے۔ یہ سارا سامان تمہارے لئے ہے۔ اس میں تمہارے لئے کپڑے ہیں اور ضروریات کا دوسرا سامان اور کچھ زینورات بھی ہیں جو ہم تمہیں تحفہ پیش کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم انہیں قبول کرو گی۔“

کیرش نے مسکراتے ہوئے سارے سامان کا جائزہ لیا، پھر کہنے لگی۔

”یہ بہت اچھا سامان ہے..... کیا اب مجھے تیاری کرنی چاہئے؟“

جب حسام الدین نے انہیں اس میں سر ہلایا تب کیرش اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس موقع پر

بلال بن سلیمان اپنے ساتھ ایک چری خرین لایا تھا۔ جو سامان تحفہ کیرش کو پیش کیا گیا

تھا، کیرش کو تاتے ہوئے وہ سامان خرین میں ڈال دیا گیا تھا۔ پھر سب اس کمرے

سے نکلے۔ باہر کچھ مسلح جوان کھڑے ہوئے تھے کہ ان کے درمیان ایک خالی گھوڑا بھی

تھا۔ ان کے پاس آ کر حسام الدین، کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بچی! یہ مسلح جوان دریائے آمو کے تیل تک تمہارے ساتھ جائیں گے اور تیل

کے اس پار تمہارا علاقہ ہے، وہاں تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ جیسا کہ میرے

عزیز بھائی بلال بن سلیمان تمہیں بتا چکے ہیں کہ تیل پار کرنے سے پہلے کسی بھی جگہ

شہاب الدین سے تمہاری ملاقات ضرور ہوگی۔“

اس کے ساتھ ہی سدورہ نے سامان کی خرین آگے بڑھ کر گھوڑے کی زین سے

نہیں۔ تمہیں وقت ضائع کئے بغیر اب اپنے مرکزی شہر اخلاط پہنچنا چاہئے۔ اس لئے کہ تمہارے ماں باپ تمہارے لئے پریشان اور غرمند ہوں گے۔“

انتہائی سنجیدگی اور متانت سے کیرش نے مٹھی نگاہ شہاب الدین پر ڈالی، مسکرائی۔ منہ سے کچھ نہ کہا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے سر پٹ دوڑاتی ہوئی دریائے آمو تیل پار کر گئی تھی۔ جبکہ شہاب الدین اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس جا رہا تھا۔

★.....★

اس واقعہ کو بمشکل دو مہینے گزرے ہوں گے کہ ایک شخص تاج الدین زنگی جو غوریوں کی سلطنت میں بلیغ کا حاکم تھا، مرو شہر پر حملہ آور ہوا اور وہاں کے حاکم کو قتل کر دیا۔ چونکہ یہ حملہ شہاب الدین غوری کی رضامندی حاصل کئے بغیر کیا گیا تھا اس لئے شہاب الدین نے اپنے اس سالار اور عامل تاج الدین زنگی کو سخت سزا سنائی کی۔ جب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو تاج الدین زنگی کی اس حرکت کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے بھائی تاج الدین علی شاہ کی طرف پیغام بھجوایا کہ وہ تاج الدین زنگی پر حملہ آور ہو کر اس سے مرو خالی کرائے۔ چنانچہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کا بھائی اس پر حملہ آور ہوا جس کے نتیجہ میں تاج الدین زنگی مارا گیا۔

اب ایک اور مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی۔ تاج الدین زنگی کے مارے جانے کے بعد 1206ء میں سلطان شہاب الدین غوری نے بلیغ کا حاکم اپنی طرف سے ایک شخص عماد الدین عمر کو بتایا۔ یہ شخص بھی غیر ذمہ دار تھا، بلیغ کا حاکم بننے کے ساتھ ہی اس نے پُرے ڈکے لٹائے شروع کئے اور اس نے خطا کے ترکوں کے شہر ترمذ پر حملہ آور ہو کر اسے غوری مملکت میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

چنانچہ اس نے لشکر استوار کیا، ترمذ پر حملہ آور ہوا اور اسے فتح کر کے وہاں اپنے بیٹے بہرام شاہ کو حاکم مقرر کر دیا۔

اگرچہ شہاب الدین غوری نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف چھیڑ چھاڑ بند کر دی تھی لیکن چونکہ گزشتہ دو ہجری پہ پانی سے اسے حد درجہ ذلت اٹھانا پڑی اس لئے وہ دھپکے چپکے جنگی تیاریوں میں مصروف تھا تاکہ جب موقع ملے اپنے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرنے کے لئے کوشش کرے۔ ساتھ ہی اس غرض سے وہ ہندوستان کی طرف روانہ

مگر چونکہ حسین بن خریمل کو اب غیاث الدین محمود کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا اس لئے جلدی میں اپنے بیٹے علاؤ الدین خوارزم شاہ کے دربار میں بطور پریغال روانہ کر دیا کہ شاید اس طرح ہی سلطان علاؤ الدین اس کی درخواست پر غور کر سکے۔ جب اس سازش کی بھمک ہرات کے امراء کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے ابن خریمل کو مجبور کر دیا کہ وہ غیاث الدین محمود سے اظہار فرمانبرداری کر کے اس کے نام پر خلیفہ پڑھے۔

ادھر یہ پخت و پز وہی تھی اور ادھر علاؤ الدین خوارزم شاہ ابن خریمل کی پیش کش کے جواب میں اپنے مرکزی شہر خوارزم سے نکلا تھا اور ہرات پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔

اب ابن خریمل کی جان عذاب میں تھی نہ جائے نامن نہ پائے رقتن اسی دوران خوارزم شاہی لشکر بھی ہرات پہنچ گیا اور اس لشکر کی کمانداری خود سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نہیں کر رہا تھا بلکہ اس کا ایک سالار کر رہا تھا۔ جبکہ خود علاؤ الدین خوارزم شاہ چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ بلخ کی ایک بھم کی طرف گیا ہوا تھا۔

حسین خریمل نے جب دیکھا کہ غیاث الدین محمود اس پر ضرب لگانے کے لئے پُر تول رہا ہے تو اس نے ایک سیاسی چال چلی، ہرات شہر سے نکل کر وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر سے پاس آیا اور یوزی رازداری سے اسے کہنے لگا۔

”بلخ کے نواح میں تمہارے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو پساہی ہوئی ہے۔ اس لئے اس نے کھلا بھیجا ہے کہ اس کے لشکر کو ان حالات میں دوسرا محاذ کھولنے کی غلطی نہیں کرنی چاہئے بلکہ اس لشکر کو سر دست کوچ کر کے شادیاخ کے مقام پر آ جانا چاہئے۔ سلطان علاؤ الدین کا وہ سپہ سالار ابن خریمل کے جھانے میں آ گیا اور اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے ہٹ گیا۔

جب شہاب الدین غوری کے بھیجے غیاث الدین محمود کو ابن خریمل کی عیاری اور منافقت کا علم ہوا تو اس نے اسے ہرات کی حکومت سے معزول کر کے اس کی ساری جائیداد ضبط کر لی۔ چونکہ اہالیان شہر بھی ابن خریمل کی ان چال بازیوں سے خوش نہ تھے، انہوں نے فیصلہ کیا کہ ابن خریمل کو گرفتار کر کے غیاث الدین محمود کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ اسے اس کی بد اعمالیوں کی سزا مل سکے۔

ہو گیا تھا۔ لیکن حالات کی ستم غریبی کہ وہاں سلطان شہاب الدین کو شہید کر دیا گیا۔ شہاب الدین کی وفات کے وقت اس کا بھتیجا غیاث الدین محمود بست کے مقام پر پڑاؤ رکھے ہوئے تھا۔ اس کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر بھی تھا۔ جب اسے اپنے چچا کی وفات کی اطلاع ہوئی تو اس نے اعلان کر دیا کہ وہ مسلمان غور کا جائز وارث ہونے کی حیثیت سے فاشی کا حقدار ہے۔ اس لئے کہ سلطان شہاب الدین غوری کی کوئی زیرہ اولاد نہ تھی۔

اسی دوران ایک اور تبدیلی بھی رونما ہوئی۔ جس وقت سلطان شہاب الدین خطا کے ترکوں اور عثمان خان کے خلاف برسر پیکار تھا اس کے ایک سالار حسین بن خریمل نے اس سے صلح کی اختیار کر لی تھی اور وہ جا کر ہرات کا حاکم بن بیٹھا تھا اس لئے کہ ہرات شہر کا حاکم اس سے پہلے شہاب الدین غوری کا بھتیجا اب غازی تھا جو مرنے کا تھا لہذا ہرات پر مصلحت بن خریمل کو قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔

اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے حسین خریمل نے اراکین سلطنت کو طلب کر کے اس بھانے بیعت لینے کی کوشش کی کہ سلطان کی شہادت کی وجہ سے خطا کے غیر مسلم ترکوں اور خوارزم شاہ کے حملوں کا خطرہ ہے، اس لئے انہیں چاہئے کہ وہ فوراً حسین بن خریمل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔

حسین بن خریمل کی اس پیش کش کے جواب میں اراکین سلطنت نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تخت کا جائز وارث غیاث الدین محمود ہے۔ اس لئے اس کی زندگی میں کسی اور کی بیعت کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔

چونکہ ابن خریمل کی نیت ابھی نہ تھی اس لئے اس نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو ہرات پر چڑھائی کرنے کی دعوت تھی۔

اسی دوران حسین خریمل کو سلطان شہاب الدین غوری کے بھیجے غیاث الدین محمود کا پیغام ملا کہ وہ اس کی بیعت کا اعلان کر کے عوام کے سامنے اس سے وفاداری کا وعدہ کرے۔

چونکہ ابن خریمل کی نیت میں فتنہ تھا اس لئے اس نے قسمل حکم سے انکار کر دیا۔ ادھر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھی اس کے کونوں مزاج کے پیش نظر مصلحت نہ تھا اس لئے اس نے حسین بن خریمل کی پیش کش کو قابل اعتناء نہ گردانا۔

میں شامل کرے۔

لیکن جب ایک مہم بلخ کو فتح کرنے کے لئے روانہ کی گئی تو اسے ناکامی ہوئی۔ ایک دوسرا لشکر بلخ پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ 40 دن تک محاصرہ جاری رہا، ایک دوسرے پر شہر خون مارنے کا سلسلہ بھی جاری رہا لیکن بلخ شہر پھر بھی سر نہ ہو سکا۔

بلخ شہر کا حاکم عماد الدین تھا جو غوریوں کا عامل تھا اور وہ بلخ شہر کو ہر صورت میں غوریوں کے تسلط میں ہی رکھنا چاہتا تھا۔ آخر جب وہ ہمیں ناکام ہوئیں تب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے ایک سالار محمد بن علی بن بشیر کو ہدایت کی کہ وہ بلخ کے غوری حاکم عماد الدین کو اپنے خشنے میں اتارنے کی کوشش کرے تاکہ وہ شہر خوارزم شاہ کے حوالے کر دے۔

محمد بن علی بن بشیر جہاں ایک اچھا سالار تھا وہاں وہ سفارت کاری کے آداب میں بھی بڑا ماہر تھا۔ اس سلسلے میں وہ کامیاب ہوا اور بلخ شہر پر علاؤ الدین خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا اور عماد الدین شہر سے نکل کر چلا گیا۔

ہرات اور بلخ کی شاندار کامیابی کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ نے سلطان شہاب الدین غوری کے پیچھے غیاث الدین محمود کو لکھا چونکہ کرزبان کا شہر اس کے باپ غیاث الدین غوری نے ایک موقع پر خوارزم شاہی سلطنت کو تحفہ دیا تھا لہذا وہ شہر خوارزم شاہ کے حوالے کر دے۔

ظاہر ہے کہ اس خواہش کے پورا ہونے کا کوئی امکان نہ تھا بلکہ غیاث الدین محمود ایسی بات سننے کو تیار نہ تھا۔ اس لئے سلطان نے پھر وہی چال چلی اور محمد بن علی بن بشیر کو سفیر بنا کر غیاث الدین محمود کی طرف روانہ کیا اور اس نے بہترین سفارت کاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے غیاث الدین محمود کو کرزبان شہر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے حوالے کرنے پر آمادہ کر لیا تھا۔

اب سلطان علاؤ الدین نے یکے بعد دیگرے تین کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ ہرات شہر فتح کیا تھا، بلخ پر قبضہ کیا تھا اور اب کرزبان کا شہر بھی حاصل کر لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنی توجہ ترمذ شہر کی طرف کی۔ ترمذ کا حاکم ان دنوں بلخ کے سابق حکمران عماد الدین کا بیٹا بہرام خان تھا۔ سلطان علاؤ الدین جب ترمذ کی طرف متوجہ ہوا

ابن خریزمی کو جب اہل شہر کے اس منصوبے کا علم ہوا تو اس نے اہل شہر سے گڑگڑا کر معافی مانگی اور قسم کھائی کہ وہ ہر حالت میں غیاث الدین محمود کا وفادار رہے گا اور کبھی بھی اس کے حکم سے سر نہ پلے نہ کرے گا۔

اہل شہر کو اس کی باتوں پر اعتماد آ گیا اور غیاث الدین سے التجا کی کہ اس دفعہ ابن خریزمی کی تعمیر صاف کر دی جائے۔ چونکہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ پھر کبھی شکایت کا موقع نہ دے گا۔

لیکن ابن خریزمی کے حراج ہی میں شور اور فتنہ تھا۔ وہ اب بھی غداری سے باز نہ آیا۔ جس قاصد کو معافی نامے دے کر غیاث الدین محمود کے پاس لے جانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا، اسے حسین خریزمی نے تنہائی میں بلا کر ہدایت کی کہ وہ غیاث الدین محمود کے پاس فیروز کوہ جانے کی بجائے سیدھا نیشاپور کا رخ کرے۔ وہاں اس وقت سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ایک لشکر قیام کئے ہوئے ہے اور اس کے سالار کو جا کر میرا یہ پیغام دے کہ وہ فوراً ہرات شہر کی طرف آئے اور حالات ایسے ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ ہرات شہر پر قبضہ کر سکتا ہے۔

وہ قاصد ابن خریزمی کی باتوں اور سازش میں آ گیا۔ لہذا ہرات سے نکلنے کے بعد پہلے تو اس نے اپنا رخ فیروز کوہ کی طرف کیا جہاں غیاث الدین نے قیام کیا ہوا تھا اور فیروز کوہ ہی اس کا مرکزی شہر تھا، لیکن چند کوس چل کر اس نے فیروز کوہ کی بجائے نیشاپور شہر کی راہ لی۔ ابھی وہ دو تین منزل ہی گیا ہو گا کہ پیچھے سے اس نے علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکر کو چالیا جو ہرات کا محاصرہ ترک کر کے ہٹا تھا اور اس سالار کو اس نے ابن خریزمی کا پیغام دیا۔ یہ پیغام پا کر خوارزم شاہی لشکر وہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ہرات شہر پر قبضہ کر لیا اور تمام ایسے عناصر کو جو ناقابل اعتماد تھے اس شہر سے باہر دھکیل دیا۔

اس طرح ہرات جیسے عظیم شہر پر خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد غیاث الدین محمود نے ہرات شہر کو واپس لینے کی بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔

ہرات کی شاندار فتح کے بعد سلطان علاؤ الدین نے اپنے بھائی تاج الدین علی شاہ کو لکھا کہ وہ بلخ پر چڑھائی کرے۔ اسے غوری سلطنت سے نکال کر خوارزم شاہی لشکر

جسے مسلمان حکمرانوں نے بہت تائید کیا لیکن سلطان کا اصل مقصد کچھ اور تھا۔ ترکان خطا نصرائی تھے اور مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔ لہذا سلطان خوارزم شاہ نے وقتی طور پر ترند شہر گور خاں کو دے کر اسے ٹال دیا تھا۔ جبکہ تاتاریوں کے بادشاہ کھلی خاں کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ بڑے زور و شور سے تیاریاں کرنے لگا تھا۔ سلطان نے شہاب الدین اور منصور کو بھی واپس بلا لیا تھا اور ان علاقوں میں چھوٹا سا ایک لشکر رکھا تھا جس کی کمانداری اپنے دوسرے سالار آغش کے حوالے کر دی تھی۔ اس سلطان علاؤ الدین نے اپنے سالاروں کے ساتھ اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔

دوسری طرف تاتاریوں کا بادشاہ کھلی خان آرمی خان اور طوقان کی طرح علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ان علاقوں کی طرف بڑھ رہا تھا جو دریا کے آمو کے اس پار تھے اور جو گور خاں کے علاقوں کی بجائے کھلی خان کے علاقوں سے متصل تھے۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے دریا کے آمو کو عبور کیا اور اپنے سرحدی علاقوں کے قریب پڑاؤ کر کے تاتاریوں کے بادشاہ کھلی خاں کا انتظار کرنے لگا تھا۔



سلطان کے طلائے گور اور پرچہ نویس برابر کھلی خاں کے لشکر کی نقل و حرکت سے اسے آگاہ کر رہے تھے۔ اور جب سلطان کے طلائے گروں نے سلطان پر یہ انکشاف کیا کہ جو لشکر کھلی خان کے لے کر سلطان کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے، تعداد میں کھلی خاں کا وہ لشکر سلطان کے لشکر سے تین گنا سے بھی بڑا ہے۔

ان حالات میں سلطان نے اپنے سارے سالاروں کا دیرانوں کے اندر اجلاس طلب کر لیا تھا۔ جب سارے سالار جمع ہو گئے تب جو خبریں طلائے گور لے کر آئے تھے وہ سلطان نے اپنے سارے سالاروں کے سامنے پیش کیں، پھر کھلی خاں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان سے صلاح و مشورہ شروع کیا۔

اس موقع پر انکساری اور عاجزی میں شہاب الدین بن مسعود، سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! اگر کھلی خان ہمارے لشکر سے تین گنا بڑا لشکر لے کر ہم پر دھادا بولنے کے لئے آ رہا ہے تو ہمیں کسی طریقے اور کسی نئے قاعدے کے مطابق اس پر

تو حاکم ترند کو بلا بھیجا کہ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ جس طرح تمہارے باپ نے بغیر لڑے بلکہ شہر ہمارے حوالے کر دیا ہے اسی طرح تم بھی ترند شہر ہمارے حوالے کر دو۔

چونکہ بہرام شاہ جانتا تھا کہ خوارزم شاہ نے لاٹا دیوار سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے اس لئے اس نے خوارزم شاہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور ترند شہر سلطان علاؤ الدین کے حوالے کر دیا۔

جن دنوں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ترند پر قبضہ کیا، انہی دنوں اس کے پرچہ نویس اور طلائے گروں نے خبر دی کہ ایک طرف تاتاریوں کا بادشاہ کھلی خان سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے مرکزی شہر سے کوچ کر چکا ہے، دوسری طرف گور خاں بھی اپنے لشکر کی گزشتہ ناکامیوں کا بدلہ لینے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکا ہے۔

اس موقع پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے سیاست سے کام لیا۔ وہ چاہتا تھا کہ گور خاں کو کسی طرح ٹھنڈا کر دے۔ پہلے کھلی خاں سے مقابلہ کرے اس کے بعد جب گور خاں سر اٹھائے تو اس کے خلاف بھی صف آرا ہو جائے۔ سب سے پہلا قدم علاؤ الدین خوارزم شاہ نے یہ اٹھایا کہ اپنے سارے سالاروں سے مشورہ کیا اور یہ طے پایا کہ وقتی طور پر ترند شہر گور خاں کے حوالے کر دیا جائے۔ اس لئے کہ ماضی میں یہ شہر گور خاں ہی کا تھا۔ اگر یہ شہر گور خاں کو واپس دے دیا جائے گا تو گور خاں مستقل نہ سہی، وقتی طور پر سلطان علاؤ الدین سے خوش ہو جائے گا اور اس پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرے گا۔ اس دوران سلطان، کھلی خان سے نمٹ لے گا بعد میں گور خاں کو بھی دیکھا جائے گا۔

سلطان کے سالاروں نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ آخر سلطان نے ترند شہر گور خاں کو بطور تحفہ پیش کر دیا۔ اس کی اس حرکت سے وقتی طور پر گور خاں خوش ہو گیا اور اس نے فی الفور علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے ارادے کو ہٹو کر دیا۔

دوسری طرف علاؤ الدین خوارزم شاہ کی اس بخشش کو ارد گرد کی اسلامی ریاستوں نے بہت برا مانا اور ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ لیکن سلطان احتجاج کے سامنے ٹس سے مس نہ ہوا۔ ہر چند سلطان علاؤ الدین کا یہ اقدام بظاہر ناقابل اعتراض تھا

آپ کے لشکر کا جائزہ لے گا تو وہ دیکھے گا کہ اس کے مقابلے میں عددی لحاظ سے آپ کے لشکر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تب وہ جنگ کو بہت جلد نمٹانے کے لئے خود جنگ کی ابتداء کرے گا۔ ہو سکتا ہے جس روز وہ پہنچے، صرف ایک رات اپنے لشکریوں کو سستانے کا موقع فراہم کرے اس کے بعد وہ جنگ کی ابتداء کر دے۔

دائیں بائیں رچے ہوئے میں اور منصور دونوں میدان جنگ پر نگاہ رکھیں گے۔ پھر ہم باری باری دائیں بائیں سے نکل کر جب کشلی خان کے لشکر کے پہلو پر ضرب لگاتا شروع کریں گے تو کشلی خان اور اس کے لشکری یہی خیال کریں گے کہ آپ کو کہیں سے کمک پہنچ گئی ہے اور اس کمک نے کشلی خان کے دائیں بائیں حملے شروع کر دیئے ہیں۔ ہمارے ان دو طرفہ حملوں سے یاد رکھئے، کشلی خان اور اس کے لشکریوں کے پیروں تلے سے زمین ٹھکنا شروع ہو جائے گی۔ جب ہم حملہ آور ہوں گے تو سامنے کی طرف سے پھر آپ بھی اپنے حملوں میں زور پیدا کر دیجئے گا۔ اس طرح مجھے یقین ہے کہ کشلی خان کو ہم بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

سلطان علاؤ الدین نے شہاب الدین بن مسعود کی اس تجویز کو پسند کیا تھا۔ اس کے بعد جب جنگ سے متعلق سلطان نے اپنے دوسرے سالاروں سے مشورہ طلب کیا تب سب نے یک زبان ہو کر شہاب الدین کی اس تجویز پر عمل کرنے کا مشورہ دے دیا تھا۔

اپنے سارے سالاروں کو کسی مشورے پر متفق ہوتے دیکھ کر سلطان خوش ہوا، پھر سلطان اپنی جگہ سے اٹھا۔ جو لشکر اس سے پہلے دریائے آمو کے کنارے شہاب الدین اور منصور کی سرکردگی میں کام کر رہا تھا اسے ملکہ کر کے اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ شہاب الدین کی زیرکمان اور ایک منصور کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ باقی لشکر کو سلطان نے حرید تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔

سلطان نے مرکزی حصہ یعنی قلب اپنے پاس رکھا، اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ سلطان نے اپنے ماموں امیر ملک کو رکھا تھا۔ دوسرا حصہ جسے دایاں پہلو قرار دیا گیا تھا اس کا سالار اٹلی تجرہ کار سالار امین الدین ابوبکر کو بتایا گیا تھا۔ محمد بن علی کو اس کے نائب کے طور پر مقرر کیا گیا تھا۔ تیسرا حصہ جسے بائیں پہلو کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، اس حصے کا سالار سلطان نے بدر الدین بخاری کو مقرر کیا تھا۔ یہ بدر الدین

ضرب لگائی جانے اور ضرب بھی ایسی کہ کشلی خان کے مقدور اور جھولی میں شکست اور حریمت کے سوا کچھ نہ رہے۔“

شہاب الدین بن مسعود کے ان الفاظ پر سلطان مسکرایا اور کہنے لگا۔
”ابن مسعود! میں ابتداء تم سے ہی کرتا ہوں..... اگر تمہارے ذہن میں کشلی خان سے ٹھٹھنے کے لئے کوئی تجویز ہو تو پیش کرو۔ اس کے بعد میں دوسرے سالاروں سے بھی ایسا ہی سوال کروں گا۔“

جواب میں شہاب الدین کچھ سوچتا ہوا بولی اٹھا۔
”سلطان مجترم! میرے پاس ایک ایسی تجویز ہے جس پر عمل کر کے ہم بڑی آسانی سے کشلی خان کے لشکر کو بدترین شکست دے سکتے ہیں۔ سلطان مجترم! جس لشکر کو لے کر میں اور منصور دونوں گور خاں کے لشکریوں سے اپنے دریائے آمو کے علاقے کی حفاظت کرتے رہے ہیں اس لشکر کو علیحدہ کر دیا جائے گا، اس لشکر کے حرید دو حصے کر دیئے جائیں گے۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا، دوسرا میرے عزیز منصور کی کمانداری میں دے دیا جائے گا اس لئے کہ میں اور منصور اب ایک دوسرے کے اشاروں کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے حراز آشنا ہو چکے ہیں۔“

جن وادیوں میں ہم نے اس وقت پڑاؤ کیا ہوا ہے ذرا ان کا جائزہ لیں، ان کے دائیں بائیں کوہستانی سلسلہ ہے اور سامنے کھلے میدان ہیں..... انہی کھلے میدانوں میں سے کشلی خان نے ہمارے سامنے آکر پڑاؤ کرتا ہے اور جنگ کی ابتداء کرنی ہے۔ سلطان مجترم! میں اور منصور دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گھات میں چلے جائیں گے۔ میں اس میدان کے دائیں جانب کے کوہستانی سلسلوں کی طرف چلا جاؤں گا اور بائیں جانب منصور ہو جائے گا۔ یہ کارروائی آنے والی شب کو کریں گے اور اس کارروائی کی ابتداء کرنے سے پہلے آس پاس کے علاقوں کے علاوہ کوہستانی سلسلوں کے اس طرف بھی اپنے اپنے مسلح جوان پھیلا دیں گے تاکہ ان علاقوں میں اگر کشلی خان کے جاسوس اور طلائیہ گز متحرک ہوں تو ان کا کام تمام کر دیا جائے تاکہ وہ ہمارے اس جنگی طریقہ کار کو کشلی خان تک نہ پہنچا دیں

جب میں اور منصور دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکروں کو لے کر گھات میں چلے جائیں گے تب کشلی خان اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے سامنے پڑاؤ کرے گا۔ جب وہ

جانب کے حصے کو اس نے اپنے بھائی کی کمانداری میں دیا جس کا نام بغرض خان تھا۔ ایک اور سالار جس کا نام وقار خان تھا اسے بائیں پہلو کا سالار بنایا جبکہ اپنے ایک اور نامور سالار داد بیگ کو اپنے نائب کے طور پر کھلی خان نے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ اس طرح اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد کھلی خان نے سلطان پر حملہ آور ہونے کے اپنے فیصلے کو آخری شکل دے دی تھی۔

لشکر کی صفیں جب درست ہو گئیں جب کھلی خان نے جنگ کی ابتداء کی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے کھلی خان، سلطان علاء الدین خوارزم شاہ پر موت کے سایوں سے اٹھتے تو اہم کے ظالم اور بے کراں آداسیوں میں مریدہ و دیارینا بیڑھا تے آشوب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف سلطان نے بھی اپنے آپ کو دفاع تک محدود نہیں رکھا۔ جوانی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی جارحیت پر اتر آ اور کھلی خان کے لشکر پر وہ بھی دلوں کے لاد بچھاتے بے انت و جان لیوا مذاہلوں اور روح کی آخری ضوب تک کو بچھاتے کرے موسموں میں رقص کرتے قضا کے گرم موسموں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

کھلی خان کے لشکر کے مقابلے میں گو سلطان کے لشکر کی تعداد بہت تھی۔ لیکن سلطان اور اس کے لشکریوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ یوں دونوں لشکریوں کے ٹکرائے سے میدان جنگ کے اندر محرمیوں کی داستان رقم ہونے لگی تھی۔ لوح کی گردش، زبان کی حرکت رکے لگی تھی۔ و شوارہ کرے ارادے سہار ہوتا شروع ہو گئے تھے۔ رگ رگ میں جہاں سوز ظالم اور کرب خیزی کی کراہیں اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ موت کی تشنگی بھڑھاتے قضا کے گبولوں نے چار سو اپنا رقص شروع کر دیا تھا۔

بین اس وقت جب کھلی خان اور اس کے تاتاری لشکری خاموشیوں کے حصار کو ڈوئی زہریلی آوازوں میں نعرے بلند کرتے ہوئے تختیوں کے دوسرے کی طرح سلطانوں پر حملہ آور ہو رہے تھے کہ ایک انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

دائیں جانب سے اچانک ساتوں اور فاسلوں کو تاتاری برقی کی بچی زبان، خواہشوں کو بے شکر تجنہستی کے عذاب کی طرح شہاب الدین اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ تاتاریوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر اطمینان کے سایوں کو مارے کرتے انگاروں کے افسوں اور سلامتی کے ہر گوشے کو فنا کر کے اپنی ضرورتوں کا

بخری سلطان کی طرف سے مرد شہر کا حاکم بھی رہا تھا لیکن سلطان نے اسے حالات کو دیکھتے ہوئے اپنے پاس بلا لیا تھا اور بدر الدین بخری کا نائب سلطان نے اپنے ایک اور نامور سالار کر تک کو مقرر کیا تھا۔ اس طرح کھلی خان کی آمد سے پہلے پہلے سلطان نے اپنے لشکر کی تقسیم کا فرض ادا کر دیا تھا۔

یہ سارے کام دن کے وقت نمنا دیے گئے تھے۔ جب رات ہوئی تو مغرب کے بعد علاء الدین گروجر یہ خبر لے کر آئے کہ آنے والی صبح کو کھلی خان، سلطان کے سامنے آنے کو پڑاؤ کرے گا۔ یہ خبر ملنے کے بعد آدھی رات کے قریب شہاب الدین بن مسعود اور منصور دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گھات میں چلے گئے تھے۔

اگلے روز کھلی خان اپنے لشکر کے ساتھ ان میدانوں میں نمودار ہوا جن میدانوں کے اندر سلطان علاء الدین نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا اور سلطان کے لشکر کے سامنے کھلی خان نے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جب کھلی خان کا پڑاؤ قائم ہو گیا تب کھلی خان نے اپنے سالاروں کو اپنے ارد گرد جمع کیا۔ اس سے پہلے وہ سلطان کے لشکر کا جائزہ لے چکا تھا۔ جب اس کے سارے سالار اس کے گرد جمع ہو گئے تب تسخیرانہ سے اعجاز میں اپنے سالاروں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کھلی خان کہنے لگا۔

”میں آتے ساتھ ہی میں علاء الدین خوارزم شاہ کے لشکر کا جائزہ لے چکا ہوں۔ تم بھی اپنے سامنے دیکھتے ہو کہ اس کے لشکر کی تعداد ہمارے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہذا میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ جو بھی پڑاؤ قائم ہو جاتا ہے، لشکر کی صفیں درست کر کے علاء الدین خوارزم شاہ کے خلاف جنگ کی طرح ڈال دیں گے۔

جھپکی منزل پر چونکہ ہمارے لشکر کی آرام کر چکے ہیں لہذا ہر کوئی تازہ دم ہے۔ اس لئے جنگ کی ابتداء کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیا تم میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہو؟“

جب کھلی خان کے سالاروں نے کھلی خان کی اس تجویز سے اتفاق کیا تب لشکر کا پڑاؤ قائم ہونے کے بعد کھلی خان نے اپنے لشکر کو صفیں درست کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ ساری صورت حال سلطان بھی دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ سلطان پر حملہ آور ہونے کے لئے کھلی خان نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ درمیان حصہ اس نے اپنے پاس رکھا، دائیں

ابوبکر اور بدر الدین بخاری، کربک اور امیر ملک نے دیکھا کہ تاتاری ان کے سامنے سے ہٹا ہوا شروع ہو گئے ہیں اور جنگ کرنے سے جی چاہنے لگے ہیں جب انہوں نے زیادہ تیزی سے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا اور یہی طریقہ کار دائیں بائیں سے شہاب الدین اور منصور کی نے بھی اپنایا تھا۔ جس وقت تاتاری آگے بڑھنے سے جی چار رہے تھے، اس وقت مسلمان لشکریوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور وہ تاتاریوں پر موت کے گہرے سمندر، کرب کی خوف ناک ڈالہ باری اور عذابوں کی یلغار کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی تعداد کو بڑی تیزی سے کم کرنے لگے تھے۔

کھلی خان اس کے بعد زیادہ دیر تک مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہ سکا۔ جب اس کے لشکری اگلی صفوں سے پیچھے ہٹنے لگے تو پیچھے بھی پھل برپا ہو گئی۔ اس کے بعد کھلی خان نے اپنی شکست کو تسلیم کیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ سلطان نے کچھ دور تک بھاگتے کھلی خان کا تعاقب کر کے اسے مزید نقصان پہنچایا، پھر سلطان اپنے لشکر کے ساتھ لوٹ آیا۔ زنجیوں کی دیکھ بھال کی گئی، شہید ہونے والوں کی تدفین کا سامان کیا گیا۔ اس کے بعد کھلی خان کے پڑاؤ پر جب قبضہ کیا گیا تو سلطان کے ہاتھ جہاں ضروریات زندگی کے سامان کے ڈھیر لگے وہاں بار برداری کے جانوروں کے علاوہ خوراک میں کام دینے والے ہزاروں جانور بھی سلطان کو ملے اور اسلئے کے ڈھیر کے امیر بھی ہاتھ لگے۔ تاتاریوں کے بادشاہ کھلی خان کے خلاف سلطان علاؤ الدین خوازم شاہ کی یہ شاندار فتح تھی۔

★ ★

امیر کرتے طلسم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ جس وقت بلند آوازوں میں تکبیریں کہتا ہوا شہاب الدین تاتاریوں کے لشکر کے بائیں پہلو پر حملہ آور ہوا اسی وقت منصور کی بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گھاٹ سے نکلا اور کھلی خان کے لشکر کے دائیں پہلو پر راتوں کی کھجوں اور مسجوں کو پامال کرتے کرب مسلسل کے جتس اور خود و خال کو برباد کر دینے والے مرگ کے آشوب اور قہر کی طرح فوٹ پڑا تھا۔

اب جنگ پہلے کی نسبت زیادہ زور اور زیادہ قہر مانی پر اترا آئی تھی۔ موت اور قہر چاروں طرف فتنے کرتے ہوئے ہر ایک سے پوچھنے لگی تھی، کن قافلوں سے تعلق رکھتے ہو؟ کن سرزمینوں کو جانا ہے؟ کہاں سے نکل کر مرنے کے لئے اس میدان میں آئے گئے ہو؟

میدان جنگ میں اب چاروں طرف قہر مڈ لٹ، طوفانوں کی بلا تیزی، سرگرم ستیز کاری و رقابت، شکست و ریخت کے اندھاؤ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ جس وقت شہاب الدین اور منصور، تاتاریوں کے پہلوؤں پر حملہ آور نہیں ہونے پائے تھے اس وقت کھلی خان اور اس کے سالار یہ خیال کر رہے تھے کہ علاؤ الدین خوازم شاہ ان کے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے گا لیکن جب دائیں بائیں سے شہاب الدین اور منصور حملہ آور ہوئے اور اس کے بعد سامنے کی طرف سے سلطان اور اس کے سالاروں نے اپنے حلوں میں مزید تیزی اور ہیمائیک پنا پیدا کر دیا تب کھلی خان مایوسیوں کا شکار ہونے لگا تھا۔ اس لئے کہ دائیں اور بائیں پہلوؤں کی طرف سے اپنے پہلے ہی سنا میں شہاب الدین اور منصور نے ان گنت تاتاریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جو کہ جبر کی بنا پر حملہ آور تاتاریوں کی زیادہ قہر اپنے پہلوؤں کی طرف ہو گئی تھی۔ اس کیفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جب سلطان نے سامنے کی طرف سے جیز حملے شروع کئے اس سامنے کی آن گنت صفوں کو بھی سلطان نے پھل، مسل کر رکھ دیا تھا۔

یہاں تک کہ فوٹ اس حد تک چاہنچی کہ سامنے اور پہلوؤں، تینوں جانب سے کھلی خان کے لشکر کا قتل عام شروع ہو چکا تھا اور کھلی خان کے لشکر کی حالت بڑی تیزی سے زخم خوردہ تصورات کے ساکنوں، بے چینی اور بے قراری کی آکسہٹ سے زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔ دوسری طرف جب سلطان علاؤ الدین، امین الدین

آواز میں بول اٹھی۔

”اماں! آپ نے میرے حلق کی کیا اندازہ لگایا۔۔۔؟“

لحمہ بھر کے لئے سارہ، سدورہ کے سر پر بڑے پیار سے ہاتھ پھیرتی رہی، کچھ سوچتی رہی پھر کہنے لگی۔

”میری بچی! اگر تو برا نہ مانے تو میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ تو کسی کو چاہتے گی ہے۔ دیکھ، میں بوجھتی ہوئی ہوں، تیری نسبت زندگی کا تجربہ زیادہ رکھتی ہوں۔ اس بناء پر میرا اندازہ ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔“

سارہ کے ان الفاظ پر سدورہ چونک سی پڑی تھی، سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ پھر عجیب سے انداز میں سارہ کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ سارہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”تو میرے ان الفاظ پر چونک کیوں گئی؟..... اگر میں غلط ہوں تو صاف کہہ دے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے، یہ درست نہیں ہے..... اگر یہ درست ہے تو پھر میرے ذہن میں ایک ایسا نام بھی اٹھتا ہے جو میرے اندازوں کے مطابق تمہارے دل میں بس چکا ہے۔“

سارہ کے ان الفاظ پر سدورہ اور زیادہ چونک پڑی۔ عجیب سی بے بسی سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس موقع پر سارہ نے اپنے دونوں بازو آگے بڑھا کر سدورہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے گئی اور بڑی شفقت سے کہنے لگی۔

”میری بچی! اگر میں غلطی پر نہیں تو تو شہاب الدین بن مسعود کو پسند کرنے لگی ہے۔“

اس موقع پر ایک سرورگی کے انداز میں سدورہ نے اپنا سر سارہ کی چھاتی پر رکھ دیا تھا۔ کچھ دیر ایسے ہی پڑی رہی۔ تاہم وہ بڑی سنجیدہ ہو چکی تھی۔ پھر طبعیہ ہوئی، اس کے بعد سارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

”آپ میری ماں ہیں..... آپ کے سامنے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ میں ابیر سے محبت کرنے لگی ہوں۔ اماں! اگر محبت کرنا گناہ ہے تو پھر میں گناہ گار ہوں..... میں جانتی ہوں کہ میں انہیں حاصل نہیں کر سکتی اس لئے کہ وہ انہوں کے جلوں میں صبح نوکے قافلوں کی رہنمائی کرنے والے خیر دمہر کے امین ہیں



سدورہ ایک روز اپنی خواب گاہ میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی کہ مطبخ میں کچھ کام منٹا کر سارہ اس کمرے میں داخل ہوئی۔ کچھ دیر تک وہ دروازے پر کھڑی ہو کر بڑے غور سے سدورہ کی طرف دیکھتی رہی جو چپ چاپ، پریشانی کی حالت میں نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جب اسے سارہ کی آمد کا احساس ہوا تو چونک سی پڑی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے لحمہ بھر کے لئے سارہ کے چہرے پر ٹھکرات کے آثار نمودار ہوئے تھے، کچھ سوچتے ہوئے آگے بڑھی، سدورہ کے پہلو میں جو خالی نشست پڑی ہوئی تھی، اس پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک گہری نگاہوں اور عجیب سے انداز میں سدورہ کی طرف دیکھ رہی۔ اس موقع پر سدورہ نے اسے مخاطب کیا۔

”اماں! آج تم مجھے اس طرح دیکھ رہی ہو جیسے میری تمہاری یہ پہلی ملاقات ہے۔ اس سے پہلے جیسے کبھی دیکھا ہی نہیں۔“

جواب میں سارہ کی آواز گھٹیں دور سے سنائی دی۔

”بچی! تیرا کہنا درست ہے..... جس روپ، جس حالت میں آج میں تمہیں دیکھ رہی ہوں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا میری بچی! گزشتہ کئی دنوں سے میں تیری حال کا بڑی گہری نگاہوں سے جائزہ لیتی رہی ہوں۔ دیکھ، میں تیرے بچپن سے تمہارے ساتھ ہوں۔ تیری عادات، تیرے مزاج، تیری سرشت سے پوری واقفیت رکھتی ہوں۔ لیکن اب میں تیری حالت بدلی بدلی دیکھتی ہوں اور اس کی ایک وجہ بھی میرے دل میں آتی ہے میری بچی! ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن.....“

سارہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ سدورہ نے اپنے لبوں پر مسکراہٹ بکسیر دی، اپنا سر اس نے بڑے پیار سے انداز میں سارہ کے شانے پر رکھا، ساتھ ہی چپکتی

..... جبکہ میں بوند بوند کو ترسے صحرا کا ایک حقیر ڈوڑہ، ہواؤں کی زد میں طشماقی شمع اور گندری سہاسوں کی کھوتا سی سے بھی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔

اماں! وہ اپنی قوم، اپنی ملت کے لئے ہجرتوں کے اندھے سفر میں پریشان، بکھری تنظیم کو استوار اور درست کرنے والے عہد ہیں جبکہ میں تو ان کے مقابلے میں مقدر کا وہ دم مہم حرف ہوں جو پڑھا بھی نہیں جاسکتا۔ آنسو میں ڈوبا قلم اور آکھڑوں کی مار کھاتے ہوئے پتے سے بھی زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

اماں! امیر شہاب الدین بن مسعود ان گار خانہ کن میں اندھیرے میں بڑی کے تلاشیوں، طاغوت کے گماشتوں، کفر و الحاد کی خونی قوتوں کے خلاف گرم، جواں اشتقامت اور احساس کی بیداری ہے۔ میری ان کے سامنے کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ اماں! ان سے محبت کرنے کا جذبہ کوئی مجھ سے جھین نہیں سکتا۔ اگر میں انہیں اذ نہیں سکتی، انہیں حاصل نہیں کر سکتی تو کم از کم میں انہیں چاہ تو سکتی ہوں، ان سے محبت تو کر سکتی ہوں۔

اماں! یقین کرنا، فرماز کے بعد میری یہی دعا ہوتی ہے کہ اے صاحب الطاف عطا! امیر کو بے غمیری کے غلاموں، قوطیت و منکرت کے علبرداروں اور زندگی آ تاریک گہرائیوں میں کام کرنے والوں سے محفوظ رکھنا..... فرماز کے بعد میری یہی دعا ہوتی ہے، اے زمین و آسمان کے بنانے والے! اے خالق و رازق! تو امیر شہاب الدین بن مسعود کو جنگ کی سنگتی آکھڑوں اور قلم و استبداد کے طوفانوں میں محفوظ رکھنا۔ اماں! آپ نے اب پوچھ ہی لیا ہے تو میں اپنی زندگی کا کوئی راز، راز نہیں رکھوں..... میں بڑی شدت سے ان کی آمد کا انتظار کرتی ہوں۔ جب وہ یہاں نہیں ہوتے میری بے چین آنکھوں میں ان کی محبت کے خواب ہوتے ہیں..... میرے بے تا، دل میں ان سے ملنے کی خواہشوں کا سمندر ہوتا ہے۔ میری روح کے صحرا میں ہمہ وقت ان کی محبت کے سامنے پرواز کرتے رہتے ہیں۔“

یہاں تک کہ میرے بعد مسودہ جب خاموش ہوئی تو سارا کچھ دیر تک بڑے اس کی طرف دیکھتی رہی، اس کے بعد بول اٹھی۔

”بیٹی! تو یہ کسی قسم کی مایوسی کی گھنٹو کر رہی ہے؟ اگر تو امیر سے محبت کرتی نہ اسے حاصل کیوں نہیں کر سکتی؟ تو نے بھی اپنے سراپا کا غور سے جائزہ لیا ہی نہیں نہ

تو ان لڑکیوں میں سر فہرست ہے جو حسین ترین کچی جاسکتی ہیں۔ دراز قد ہو، نو عمر ہو۔ اعضاء و جوارح کی کشش بھی رکھتی ہو۔ میری بیٹی! تم میں کس چیز کی کمی ہے؟“

سارہ کے ان الفاظ کے جواب میں مسودہ پھر ذکھ پھرے آغاز میں کہنے لگی۔

”اماں! وہ عالم اسلام کے آسمان پر چمکتا ہوا ایک ستارہ ہیں۔ میں ان کے مقابلے میں زمین پر پڑے ہوئے ایک حقیر ڈوڑے کی مانند ہوں..... اماں! امیر عالم اسلام کی وہ آمدنی اور طوفان ہیں جن کے ہوتے ہوئے ہم لوگوں کے دلوں میں تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور میں ان کے مقابلے میں جس رتوں میں پھنسا ہوا ہوا کا ایک معمولی جھوٹکا ہوں..... امیر عالم اسلام کے خزانے کے ایک نایاب ڈر ہیں اور میں دریائے آمو کے کناروں کے پاس کھڑے ان خاموش کھوسانی سلسلوں میں ایک بے کار اور کام نہ آنے والے ٹکڑے بھی نہ حیثیت رکھتی ہوں۔“

یہاں تک کہ میرے بعد مسودہ خاموش ہوئی، کچھ دیر تک کمرے میں سکوت طاری رہا، پھر سارہ مسمکرائی۔ دو تین بار اس نے بڑے پیارے انداز میں مسودہ کا شانہ چھینچایا، پھر کمرے میں اس کی آواز گونجی تھی۔

”میری بیٹی! تو کچھ زیادہ ہی کمر نفسی کا شکار ہو گئی ہے..... امیر، تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے سلطان کی طرف چلے گئے ہیں اور مجھے امید ہے کہ بہت جلد وہ واپس آئیں گے۔ ان کے واپس آنے کے بعد میں ان پر انکشاف کروں گی کہ ایک لڑکی اس کے قدموں میں اپنی محبت کے پھول پھنکار کر بیچی ہے۔ امیر پر انکشاف کروں گی کہ ان وادیوں کی ایک حسین ترین لڑکی بڑی بے چینی سے آپ کی آمد کی منتظر رہتی ہے..... امیر شہاب الدین مسودہ کو بتاؤں گی کہ آپ ایک ایسی ہستی کے جذبات و احساسات سے بے خبر ہیں جو بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کرتی ہے۔“

جب تک سارہ بولتی رہی، مسودہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر خاموش ہونے پر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”اماں! اگر آپ نے اس طرح میری محبت کا انکشاف ان پر کیا اور انہوں نے میری محبت کا جواب محبت سے نہ دیا تو پھر سوچو مجھ پر کیا بیچے گی..... میں تو زندہ ہی نہ رہنے پاؤں گی۔ اس وقت جبکہ ان پر میری محبت کا احساس نہیں ہوا، کم از کم میرے دل

”بھائی! آپ نے مجھے اور میری بیٹی کو ایک جتیس اور پریشانی میں ڈال دیا ہے.....
 اب ہم دونوں ماں بیٹی کو کیا تکلیف دینا چاہتے ہیں.....؟“
 سارہ کے اس سوال پر حسام الدین بول اٹھا تھا۔ کہنے لگا۔
 ”سارہ میری بہن! میں اور بلال بن سلیمان ابھی ابھی امیر شہاب الدین اور منصور
 کے پاس سے اٹھ کر آ رہے ہیں.....“
 یہاں تک کہتے کہتے حسام الدین کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ بے پناہ خوشی کا اظہار
 کرتے ہوئے سدودہ نے پوچھ لیا تھا۔

”بابا! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ لہیر تو یہاں ہیں ہی نہیں..... وہ تو تاتاریوں کے
 دشمن کشتی خان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے سلطان کی طرف جا چکے ہیں۔ اور آپ
 لہر رہے ہیں کہ آپ دونوں ان کے پاس سے اٹھ کر آ رہے ہیں۔“
 سدودہ کے ان الفاظ پر حسام الدین مسکرایا اور کہنے لگا۔

”بیٹی! ٹھیک کہتی ہے..... بے شک شہاب الدین اور منصور دونوں گئے
 اسے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر پہلے ہی وہ لوٹے ہیں۔ ان کے آنے پر لوگوں نے بے پناہ
 اُٹنی کا اظہار کیا ہے۔ لیکن جب انہوں نے یہ انکشاف کیا کہ آج رات ہی وہ یہاں
 سے کسی دوسری جہم کی طرف روانہ ہو جائیں گے تو یہاں کے لوگ کسی قدر پریشان اور
 لرزدہ ہو گئے۔ گروہ درگروہ لوگ ان کے پاس گئے اور ان علاقوں کے تحفظ سے متعلق
 اہل کرنے لگے جس پر لوگوں کو اطمینان دلا دیا گیا کہ نیا سالار لشکر کے ساتھ یہیں
 ہے گا۔ ویسے بھی ان دنوں غیر مسلم ترکوں کے بادشاہ گور خاں سے کسی خطرے کا کوئی
 نشان نہیں ہے..... اس لئے کہ جب سے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ترند شہر
 کو خاں کے حوالے کر دیا ہے، گور خاں کسی قدر سلطان سے خوش ہے..... مستقل میں
 ان کے کیا ارادے ہوں گے، یہ اللہ ہی جانتا ہے بہر حال ہمارا یہ علاقہ اب غیر محفوظ
 نہیں ہے۔“

بیٹی! شہاب الدین اور منصور کی آنے والی شب کو روڈی کا سن کر میں نے ارادہ کیا
 تھا کہ میں اپنی اس ساری بستی کے علاوہ شہاب الدین، منصور اور ان کے سالاروں کی
 اہل کا اہتمام کروں گا۔ لیکن لوگوں نے مجھے اپنی باتیں کرنے دیا۔ بستی کے سب لوگ
 آجے ہیں کہ وہ سب مل کر شہاب الدین، منصور اور اس کے ساتھیوں کی دعوت کا

میں یہ وہم، یہ غریب، یہ دھوکا تو ضرور ہے کہ ہو سکتا ہے کہ امیر بھی مجھے پسند کرتے
 ہوں..... میں اپنے دل کو یہ کہہ کر دھارس اور تسلی دے سکتی ہوں کہ اگر میں امیر سے
 محبت کرتی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ امیر کے دل میں بھی میرے لئے ایسے ہی جذبات
 ہوں۔ اس طرح میں اپنی یادوں، اپنی محبت کے انہی احساسات و جذبات کو گلے لگائے
 زندگی کے دن گزار سکتی ہوں۔ لیکن اگر امیر پر میری محبت کا انکشاف ہو گیا اور انہوں
 نے اس کا ثبوت جواب نہ دیا تو یہ سوچ لینا، پھر سدودہ زندہ نہ رہ پائے گی۔“

سارہ نے ایک بار پھر سدودہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کا سر چوما، پھر کہنے
 لگی۔ ”میری بیٹی! پریشان اور فکر مند نہ ہو..... میرا دل کہتا ہے کہ جب میں امیر کے
 سامنے تمہاری محبت کا انکشاف کروں گی تو وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کریں گے۔ میری
 بیٹی! مطمئن رہ، میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ امیر تمہیں مایوس نہیں کریں گے۔“

سارہ کے ان الفاظ کا سدودہ جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ اسی لمحہ حویلی میں حسام
 الدین اور بلال بن سلیمان داخل ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی دونوں باہر نکل آئی تھیں
 اپنے باپ کو دیکھتے ہی شکوے بھری آواز میں سدودہ بول اٹھی۔

”بابا! آپ کہاں رہ گئے تھے.....؟“

جواب میں حسام الدین مسکرایا۔ پہلے اپنے پیلو میں کھڑے بلال بن سلیمان کی
 طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”بیٹی! اب تو زیادہ فکر مند نہ رہا کر۔ ان بستیوں کے حالات اب پہلے جیسے نہیں
 رہے۔ جب سے گور خاں کا لشکر ان علاقوں پر حملہ آور ہوا تھا، تو کچھ زیادہ سہی سہی
 خوف زدہ رہنے لگی تھی۔ پر میری بیٹی! اب حالات وہ نہیں رہے..... اب تو امیر شہاب
 الدین نے ان علاقوں کو بھی بالکل محفوظ کر دیا اور پھر پہلے کی طرح میری بہن سارہ
 تیرے ساتھ ہے۔ ان حالات میں اگر مجھے گھر سے نکلے زیادہ دیر ہو جائے میری بیٹی!
 تو پریشان نہ ہوا کر..... میری بیٹی! میں اور بلال بن سلیمان آج تمہیں اور سارہ بہن
 دونوں کو ایک تکلیف دینا چاہتے ہیں۔“

حسام الدین کے ان الفاظ پر سدودہ جتیس بھرے اہماز میں کبھی اپنے باپ حسام
 الدین کی طرف دیکھتی تھی، کبھی بلال بن سلیمان کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ اس موقع پر
 سارہ نے حسام الدین کو مخاطب کیا۔

”اس سے آگے آپ یہ کہنا چاہیں گی کہ آپ کا نام سارہ ہے۔“
سارہ بھی ہنس دی، کہنے لگی۔

”امیر! میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔“
سارہ کے ان الفاظ پر شہاب الدین نے چونکے کے اعزاز میں اس کی طرف دیکھا۔
”محترم خاتون! اگر آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں تو بلا جھجک کہیں۔“
اس پر سارہ کو کچھ حوصلہ ہوا، کہنے لگی۔

”امیر! میں آپ پر یہ انکشاف کرنا چاہتی ہوں کہ حام الدین کی بنی مسودہ آپ سے محبت کرتی ہے اور بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو آپ سے کمتر خیال کرتے ہوئے آپ پر اپنی محبت کا انکشاف اور اظہار نہیں کر پا رہی۔ لیکن بے چاری اُداس اور افسردہ رہتی ہے۔ اس کی اس حالت پر جب میں نے اسے کریدنا تو اس نے میرے سامنے آپ سے اپنی محبت کا اقرار کیا۔ اب وہ بے چاری خود آپ سے مل کر تو اظہار محبت کرنے سے رہی۔ اس بناء پر اس کے کام کو آسان کرنے کے لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں اور۔۔۔“

یہاں تک کہتے کہتے سارہ کو رک جانا پڑا۔ شہاب الدین بن مسعود انتہائی سنجیدہ ہو چکا تھا۔ پھر سارہ کی بات کاٹتے ہوئے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”محترم خاتون! وہ ادہام اور بگولوں کے پیچھے بھاگ رہی ہے۔ کیا کوئی لڑکی بگولوں سے بھی پیار کر سکتی ہے؟۔۔۔ وہ سرب کا تعاقب کر رہی ہے خاتون! سرب ہاتھ نہیں آتے۔ نہ ان کی اپنی کوئی حیثیت ہوتی ہے۔ بس سرب ہی ہوتے ہیں۔ یوں جانو، محترم حام الدین کی بنی مسودہ کے سامنے میری حیثیت ایک اُن دیکھے بگولے، ایک ہاتھ نہ آنے والے سرب کی سی ہے۔ وہ نادان لڑکی میرے مقابلے میں اپنے آپ کو کم تر خیال کرتی ہے۔۔۔ شاید وہ میرے حالات سے واقف نہیں ہے۔ اگر میرے حالات سے واقف ہو جائے تو پھر شاید مجھ سے اپنی محبت کے جذبے کو کسی رواج یا چادر کی طرح لپیٹ کر واپس لے لے۔“

یہاں تک کہتے کہتے بعد شہاب الدین رکا، پھر دوبارہ وہ دھیمے لہجے میں سارہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”خاتون! میرا نہ گھر ہے نہ بار۔ میں قیاق کے علاقے سے تعلق رکھنے والا ایک

اہتمام کریں۔ اس بناء پر تم دونوں کو میں یہ تکلیف دینا چاہتا ہوں کہ تم بھی بستی کا عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ مل کر دعوت کے اہتمام میں حصہ لینا۔

میری بیٹی! بلال بن سلیمان کے کتب کے بائیں جانب جو کھلا میدان ہے، اُن میں شہاب الدین کے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہے جبکہ دائیں جانب جو میدان ہے اُن کے اندر دعوت کا اہتمام کیا جائے گا۔ آج مغرب کی نماز بھی بستی کے سب لوگ اُن میدان میں ادا کریں گے۔ میں اور بلال بن سلیمان بھی وہیں ہوں گے۔“

حام الدین جب خاموش ہوا تب سارہ کہنے لگی۔

”بھائی! آپ بے فکر رہیں۔۔۔۔۔ آپ کے جانے کے بعد میں اور مسودہ بھی بستی کا دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر دعوت کے اہتمام میں بھرپور حصہ لیں گی۔۔۔۔۔“
یہاں تک کہتے کہتے سارہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ بستی میں اب عصر کی اذان سنائی دانی تھی۔ لہذا چاروں نماز کی ادا ہو گئی کا اہتمام کرنے لگے۔



مختلف بستیوں کے لوگوں نے بڑے جوش و خروش، بڑی ارادت اور عقیدت مند کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود، منصور اور ان کے ساتھیوں کی روانگی دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ کیا سارہ کیا عورتیں سب بڑی چالستانی سے اپنے اپنے کام میں مصروف تھیں۔ دراصل اس روز ان ساری بستیوں کے لوگوں نے بھی شہاب الدین بن مسعود کے ساتھیوں کے ساتھ ہی کھانا کھانے کا اہتمام کر لیا تھا۔

یہ ایک بہت بڑی مگر انتہائی سادہ دعوت تھی۔ پہلے شہاب الدین بن مسعود امامت میں لوگوں نے مغرب کی نماز ادا کی، اس کے بعد سب نے عجیب سے برادرا اور اخوت بھرے ماحول میں کھانا کھایا۔ جس وقت شہاب الدین بن مسعود کھانا کھا کے بعد اپنے ساتھیوں سے ذرا پیچھے ہٹا، تب اچانک ایک سمت سے بڑی تیزی سے لوگوں کے جھوم میں سے ہوتی ہوئی سارہ، شہاب الدین بن مسعود کے پاس آئی، دیے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”امیر! میں حام الدین کے ہاں خادمہ کی حیثیت سے کام کرتی ہوں۔“

یہاں تک کہتے کہتے اسے رک جانا پڑا اس لئے کہ اس کی طرف مکرر کر دیا گیا ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

سے کب اور کس وقت روانہ ہوں گے.....؟

جواب میں شہاب الدین پھر بول اٹھا۔

”خاتون! جس وقت میں تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خاں سے مقابلہ کرنے کے لئے یہاں سے منصور کے ساتھ روانہ ہوا تھا، اس وقت میں اپنا کچھ سامان جو صرف چڑے کے ایک صندوق پر مشتمل ہے، محترم بلال بن سلیمان کے کتب کے ایک کمرے میں رکھ گیا تھا۔ اب میں یہاں سے سیدھا اس کمرے کی طرف جاؤں گا۔ وہاں سے اپنا سامان لوں گا اور لوگوں سے ملتے ہوئے اور جو عرصہ میں نے یہاں گزارا، اس دوران اگر مجھ سے کسی کے حق میں کوئی خطا، کوئی زیادتی ہو گئی ہو تو اس کی معافی مانگتے ہوئے یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔“

”امیر! اگر آپ برائے نامیں تو پھر میں آپ سے گزارش کروں گی کہ میں سدورہ کو اسی کمرے کی طرف بھیجوں گی جس میں آپ کا سامان رکھا ہے۔ مجھے پھر آپ کی بڑی مہربانی اور احسان ہوگا، آپ اس سے بات کر لیجئے۔ اگر آپ کے سمجھانے سے وہ اپنی محبت کے جذبات کو سمیٹ سکتی ہے تو سمیٹ لے۔ لیکن میں آپ پر واضح کروں کہ اس وقت محبت کے جس مقام، چاہت کے جس خمہ نشین پر وہ کھڑی ہے وہاں سے واپسی شاید اس کے اپنے بس کا روگ بھی نہ رہے۔“

اس کے ساتھ ہی سدورہاں سے مڑی اور چلی گئی تھی۔

اس ساری گفتگو سے شہاب الدین کی قدر سمجھید اور متین سا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ وہاں بستیوں کے معززین کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

”کتب میں میرا سامان پڑا ہے..... اسے سمیٹنے کے بعد رخصتی ملاقات کرنے کے لئے دوبارہ ان کے پاس آتا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی وہ کتب کی طرف ہولیا تھا۔

کتب کے ایک کمرے میں شہاب الدین چڑے کے ایک صندوق میں اپنا سامان نکالنے کے لئے وہاں بیٹھ گیا تھا۔ شاید سدورہ کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دروازے پر سدورہ نمودار ہوئی۔ پھر تھکی تھکی سی اس کی آواز شہاب الدین کے کانوں سے ٹکرائی۔

”امیر! میں اعدا آ سکتی ہوں.....؟“

چونکنے کے انداز میں شہاب الدین نے اس کی طرف دیکھا، اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا

ترک ہوں..... غیر مسلم ترکوں نے جب ہمارے علاقوں پر حملہ کیا تو ہمارے قبیلے انہوں نے بڑی خون ریزی کی۔ میرا باپ مجھے لے کر بھاگا۔ ہم لوگ جگہ جگہ دھڑکھڑاتے رہے۔ میرا باپ اسی جنگ و دو میں مر گیا اس لئے کہ وہ زخمی تھا۔ اس کے بعد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ، ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پکڑا۔ آخر غلامی کی منزلیں ملے کر تار ہوا میں خوارزم شاہی سلطنت کے وزیر کے ہاں جا پہنچا۔ اس نے مجھے خرید، وہاں میں نے غلام کی حیثیت سے کام کیا اور تربیت بھی حاصل کی۔ وہ مجھ بڑے مہربان تھے۔ اس کے بعد جب مجھے خوارزم شاہی لشکر میں شامل کر لیا گیا تو ایک مہم کے دوران میں، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی نگاہ میں آ گیا۔ اس وقت وہ وہاں عہدہ تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے لشکر میں شامل کر کے سالار بنا دیا۔ بس یہی میرا داستان، یہی میرا مستقبل ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، کچھ سوچا پھر دکھ بھرے انداز میں سارہ ام خطاب کر کے کہنے لگا۔

”محترم خاتون! جہاں تک سدورہ کا تعلق ہے، خوبصورت ہے، دراز قد ہے، جاذب نظر ہے۔ بہت کم لڑکیاں خوبصورتی میں اس کی ہم سہری، اس کی مثل ہو سکتی ہیں..... پھر وہ ان بستیوں کے سردار حسام الدین کی بیٹی ہے۔ اس نے بڑی آزادی، بڑے ناز و اندام میں پرورش پائی ہوگی۔ جبکہ میرے حالات بالکل اس کے الٹ ہیں۔ خاتون! واپس جا کر اسے سمجھانا، تفصیل کے ساتھ اس سے میرے حالات کہنا۔ مجھے امید ہے کہ محبت کی جن راہوں پر وہ چل نکلی ہے، ان راہوں کو گرد اور آلودہ ہمارے اگا ہوا دیکھ کر وہ یقیناً واپس آجے گا۔ جتنا پسند کرے گی جہاں سے اس نے محبت کا یہ سفر شروع کیا تھا۔ میرے خیال میں میری طرف سے اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ اب آپ جانیں اور اس سلسلے میں سدورہ کو سمجھا دیں۔“

شہاب الدین یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تو تھوڑی دیر تک بڑی بے بسی سے سارہ اس کی طرف دیکھتی رہی، پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

”آپ کے حالات، میرے حالات سے مختلف نہیں۔ میں ایک عرصہ سے خادمہ کی ا حیثیت سے کام کرتی رہی ہوں۔ خادمہ اور غلام میں فرق کوئی نہیں ہوتا۔ لہذا ایک غلام اور دوسرے غلام کے دکھ درد کا خود بھی احساس کر سکتا ہے۔ امیر! یہ تو کہنے کر آپ یہاں

نہیں۔ اور پھر تم جیسی لڑکی سے نفرت کرنا گناہ خیال کرتا ہوں۔ سدورہ! اگر حالات نے کسی موقع پر میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھے فریب دینے کی کوشش نہ کی تو میں تمہاری محبت اور چاہت کی قدر کروں گا۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ سے سدورہ کی حالت یکسر تبدیل ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے میں دور دور تک خوشیاں، اس کی آنکھوں میں حد نہاد تک غمناہیت کی لہریں بکھر گئی تھیں۔ بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”امیر! آپ نے یہ الفاظ ادا کر کے میری بھولی، میرے دامن میں دھیروں خوشیاں ڈال دی ہیں۔ اب آپ کہیں بھی جائیں، میری نگاہیں آپ کے تعاقب میں، میری محبت آپ کے پیچھے پیچھے، میری دعا میں آپ کے ساتھ ہوں گی اور میں بڑی آسانی سے آپ کا انتظار کر سکوں گی۔“

اس کے بعد سدورہ تھوڑا سا پیچھے ہٹی اور خوش کن آواز میں کہنے لگی۔

”امیر! میں اب جاتی ہوں۔ میں اماں سے آپ کے لئے ذرا وارہ تیار کرنے کے لئے کہہ آئی تھی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ سامان ہے۔ جس وقت آپ یہاں سے رخصت ہوں گے، وہ سامان میں آپ کو پیش کروں گی۔ ساتھ ہی آپ سے رخصتی ملاقات بھی ہو جائے گی۔“

اس کے ساتھ ہی سدورہ بڑی تیزی سے مڑی اور کمرے سے نکل گئی تھی۔ اپنا سامان اٹھا کر شہاب الدین بن مسعود کتب کے اس کمرے سے نکلا، تھوڑا سا آگے گیا ہوگا کہ ایک لنگری کی نگاہ اس پر پڑی، بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور شہاب الدین سے اس کا وہ خیرین منہ صاف دھوک لے لیا۔ اس کے بعد شہاب الدین اس جگہ آیا جہاں حسام الدین اور بلال بن سلیمان کے علاوہ بستی کے دیگر لوگ کھڑے اسی کے منتظر تھے۔ منظور ترکی اور ان علاقوں میں نیا مقرر کیا جانے والا سالار اعلیٰ بھی وہاں کھڑے تھے۔ سب کے قریب آکر شہاب الدین نے کچھ سوچا، پھر حسام الدین، بلال بن سلیمان اور دیگر بستیوں کے جس قدر لوگ وہاں کھڑے تھے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

”میں تھوڑی دیر تک یہاں سے رخصت ہوں گا۔ آپ لوگوں کی بستیوں میں قیام کے دوران اگر مجھ سے کسی کے حق میں ناانسانی، کسی کے ساتھ زیادتی ہوگی تو تو

اس سلسلے میں محترم حسام الدین تمہارے سامنے ایک دیوار بن کر کھڑے ہو جائیں۔ ساتھ ہی یہ بھی سوچ رکھنا کہ اس وقت میرے پاس کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ میرے پاس کوئی آسرا نہیں ہے۔ میں مستقر میں قیام کرتا ہوں۔ یہاں بھی تم نے دیکھا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیمہ گاہ کی زندگی بسر کرتا رہا ہوں۔ اب جو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے مجھے ان علاقوں سے واپس بلا لیا ہے تو وہ کچھ مہموں کی ابتداء کر چاہتے ہیں۔

دراصل تاتاریوں کے بادشاہ کھلی خان کو زیر کرنے کے بعد وقتی طور پر سلطان اپنے آپ کو دشمنوں سے محفوظ خیال کرنے لگے ہیں۔ اس وقت سلطان کے دو بدترین دشمن ہیں، ایک تاتاریوں کا بادشاہ کھلی خان، دوسرا غیر مسلم ترکوں کا بادشاہ گور خاں۔ گور خاں اس لئے جب اور مطمئن ہے کہ سلطان نے تزد شہر اس کے حوالے کر دیا ہے۔ گور خاں کی یہ خاموشی بھی وقتی ہے، مستقل نہیں۔ کچھ عرصہ خاموش رہ کر یقیناً وہ پُر بڑے لٹالے گا اور سلطان سے ماضی کا خراج طلب کرنے کے ساتھ ساتھ حربہ رعایتوں کا جتنی ہوگا۔

دوسری طرف کھلی خان ہے۔ اسے چند دن پہلے ہی بدترین شکست ہوئی ہے اور اسے ایک بار پھر خرم شکوک کہ ہمارے مقابل آنے کے لئے وقت لگے گا۔ لہذا اس وقت سے سلطان قائدہ اٹھا کر اپنی سلطنت کو وسعت دینا چاہتا ہے تاکہ آنے والے دن کے لئے اپنی طاقت اور قوت میں خوب اضافہ کر لے اور اگر کسی موقع پر گور خاں کا کھلی خان یا دونوں سے بیک وقت گور خاں پڑے تو ان دشمن قوتوں کا سامنا کیا جائے۔“

شہاب الدین جب خاموش ہوا تب بڑی حسرت، بڑی بے یقینی کی سی حالت میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے سدورہ بولی اٹھی۔

”امیر! یہاں سے آپ کی روانگی سے قبل میں آپ کی طرف سے صرف یہ اطمینان چاہتی ہوں کہ آپ نفرت و بیزاری۔“

یہاں تک کہتے کہتے سدورہ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں شہاب الدین بول اٹھا۔

”سدورہ! تم سے نفرت کرتا بہت ہلکی بات ہے۔ اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا کر رکھنا کہ میں ایک بڑا عاجز سا انسان ہوں۔ آج تک کسی سے نفرت کرنا سکھا

اپنے لشکر پر رکھی تھی۔ میرے عزیز بھائی! میرے اور منصور کے یہاں سے جانے کے بعد بلال بن سلیمان کے لئے اس منصب کو برقرار رکھنا۔“

شہاب الدین جب خاموش ہوا تو: ”اعلیٰ بڑی عقیدت سے کہنے لگا۔“

”امیر! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ آپ کا فیصلہ میرے لئے سنگ مرمر پر کندہ تحریر سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ محترم بلال بن سلیمان کے سلسلے میں آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی۔“

آتی دیر تک کچھ لشکری شہاب الدین اور منصور ترکی اور دوسرے ساتھیوں کے گھوڑے بھی وہاں لے آئے تھے جنہوں نے شہاب الدین کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔ منصور ترکی اور اعلیٰ وہاں لائے جانے والے گھوڑوں اور رخصت ہونے والے سالاروں اور لشکریوں سے گفتگو کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر چاکلک حسام الدین چونکا اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! سمدورہ اور سارہ دونوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ آپ کے لئے کچھ لباس اور زاو راہ تیار کریں گی۔ لباس تو میرے خیال میں آپ کو پہنچا دیئے گئے ہوں گے۔ ابھی میرے خیال میں وہ آپ کے لئے زاو راہ لے کر آئی ہیں۔ وہ سامنے دیکھیں، دونوں انتظار میں کھڑی ہیں کہ انہیں کس سمت جانا چاہئے۔“

اس موقع پر شہاب الدین نے دیکھا، ذرا قاصطے پر سارہ اور سمدورہ دونوں کھڑی تھیں۔ ہاتھ کے اشارے سے حسام الدین نے انہیں قریب بلایا، جب وہ حسام الدین اور بلال بن سلیمان کے پاس آئیں تب بلال بن سلیمان، سمدورہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میری بچی! یہ سامنے امیر کا گھوڑا کھڑا ہے۔ ان کے لئے جو چیزیں آپ دونوں لائی ہیں، گھوڑے کی زین سے باندھ دیں۔“

اس موقع پر سمدورہ نے فور سے شہاب الدین کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں سوال ہی سوال، چاہتوں کے رنگ ہی رنگ تھے۔ کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن اپنے باپ اور بلال بن سلیمان کی موجودگی میں کہہ نہ پا رہی تھی اور اس کی کوسارہ نے پورا کر دیا۔ اس لئے کہ سارہ، شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”امیر! آپ ذرا ہمارے ساتھ آئیے گا تا کہ ہم آپ کو سامان دکھا دیں اور جس

میں معذرت خواہ ہوں۔ اگر یہاں قیام کے دوران مجھ سے کسی کی دل چسپی ہوگئی ہو، کسی کی مدد کرنے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہو یا کسی کو مجھ سے کوئی اور شکایت ہو تو میں ایسے سب لوگوں سے معافی کا خواستگار ہوں۔“

شہاب الدین بن مسعود کے ان الفاظ سے سب لوگ بے حد متاثر دکھائی دے رہے تھے۔ اس موقع پر قریب ہی کھڑا بلال بن سلیمان بڑی ارادت مندی سے شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ یہ جو معذرت یا معافی آپ طلب کر رہے ہیں یہ تو ہمیں اور یہاں کے لوگوں کو ایسا کہنا چاہئے تھا کہ یہاں آپ کے قیام کے دوران ہم آپ کی خدمت نہ کر سکتے ہوں تو ہم آپ سے معافی کے خواستگار ہیں۔“

بلال بن سلیمان کے خاموش ہونے پر شہاب الدین کچھ دیر سوچتا رہا پھر باری باری حسام الدین اور بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میری جگہ اب یہاں اعلیٰ کام کرے گا۔ یہ بڑا ہونہار، بڑا جانشین اور محنتی سالار ہے۔ اگر خداوند قدوس کو منظور ہوا تو جس طرح میں اور منصور ترکی نے ان علاقوں کی حفاظت کا سامان کیا ہے، مجھے امید ہے اعلیٰ ہم سے بھی بہتر اعزاز میں آپ لوگوں کے جتنوں کا سامان کرے گا۔“

محترم حسام الدین! ان بستیوں کا جو آپ پاشی کا نظام تھا وہ ہم نے درست کر دیا ہے اور اب ان بستیوں کے کھیت اور باغات بھی لہرانے لگے ہیں اور یہ امر میرے لئے سب سے زیادہ خوشی اور غمناکیت کا باعث ہے۔ جہاں تک بلال بن سلیمان کا تعلق ہے تو ان کا کتب بھی پہلے کی نسبت خوب آباد ہو گیا ہے۔ واپس جانے کے بعد اس سلسلے میں، میں سلطان سے بات کروں گا اور ان کے کتب کے لئے ایک اچھی عمارت تعمیر کرنے کی خاطر میں انہیں معقول رقم دلواؤں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر قریب ہی کھڑے نئے سالار اعلیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اعلیٰ میرے بھائی! میری غیر موجودگی میں یقیناً تم محترم حسام الدین اور بلال بن سلیمان سے کافی باتوں ہو چکے ہوں گے۔ میں نے جہاں بلال بن سلیمان کو اپنے لشکر کا قاضی مقرر کیا تھا، وہاں ان کے کھانے اور دوسری ضروریات زندگی کی ذمہ داری،

اپنے باپ کے پاس رہتے ہوئے اپنی حویلی میں آسائشوں بھری زندگی بسر کرتی رہی ہے، اسی طرح میرے پاس آنے کے بعد اگر اسے اس سے بہتر ماحول میسر نہ ہو تو کم از کم اس جیسا ماحول تو اسے ضرور ملے۔ سدورہ کا ہاتھ مانگنے کے لئے میں محترم حسام الدین سے اس وقت بات کروں گا جب میں اپنے رہنے کے لئے کوئی ٹھکانہ بنا لوں گا۔ اس وقت میں بڑے اطمینان اور آسودگی کے ساتھ محترم حسام الدین سے سدورہ کو مانگ سکوں گا۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر سارہ اور سدورہ دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ پھر تینوں اس جگہ آئے جہاں باقی لوگ کھڑے تھے۔ اتنی دیر تک ٹھوڑوں اور روانہ ہونے والے ساتھیوں کا جائزہ لینے کے بعد منصور اور غلش بھی وہاں آ گئے تھے۔ اس کے بعد شہاب الدین، منصور اور ان کے ساتھ روانہ ہونے والے دوسرے لوگ سب سے ملے، اپنے ٹھوڑوں پر سوار ہوئے اور گہری ہوتی رات کی تاریکی میں وہ دریائے آمو کے کنارے کنارے خوارزم شہر کی طرف کوچ کر گئے تھے.....!



طرح آپ سامان بندھوانا چاہتے ہیں، ہم باغداد دیں۔“
سارہ کے کہنے پر شہاب الدین چپ چاپ ان دونوں کے ساتھ ہولیا تھا۔ ٹھوڑے کے قریب جا کر تینوں رک گئے۔ پہلے سدورہ نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ سامان شہاب الدین کو دکھایا، جس میں کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ تازہ اور خشک جلیں، نمک لگا تازہ دھنیا، پیاز، شہد کی ایک بڑی گلی اور کچھ دوسرا سامان تھا۔
سدورہ سے سامان لے کر شہاب الدین نے اپنے ٹھوڑے کی خرچین میں ڈال دیا۔ اتنی دیر تک سارہ نے زمین کی دوسری جانب پانی کا منگیزہ باغداد دیا تھا۔ پھر دکھ بھرے اعزاز اور امید سے لہر بڑا آواز میں سدورہ، شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
”امیر! میں بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے آپ کا انتظار کروں گی۔“
سدورہ کے خاموش ہونے پر سارہ بھی شہاب الدین کے قریب آئی۔ وہ مسکرائی اور کہنے لگی۔

”بیٹے! جو گفتگو ٹھوڑی دیر پہلے سدورہ آپ سے کر کے گئی ہے اس کی تفصیل اس نے مجھ سے کہہ دی ہے..... میں بے حد خوش اور مطمئن ہوں کہ آپ دونوں کے درمیان ایک سمجھوتہ ہو گیا ہے اور یہ کہ آپ دونوں نے ایک دوسرے کی پسند اور ایک دوسرے کی حاجت کی قدر کی ہے۔ امیر! اس موقع پر میں آپ سے یہ گزارش کرتا چاہوں گی کہ کسی موقع پر سدورہ کی دل بھنی نہ کیجئے گا..... یہ آپ سے ایسی محبت کرتی ہے جس کی کوئی نظیر اور جس کا کوئی مثل نہیں ہے۔“

سارہ جب خاموش ہوئی تب شہاب الدین نے ایک پیار بھری نگاہ سدورہ پر ڈالی۔ اس موقع پر سدورہ بھی مسکراتے ہوئے میٹھی میٹھی تہنیت بھری نگاہوں سے شہاب الدین کی طرف دیکھنے جاری تھی۔ پھر سارہ کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

”اماں! سدورہ جیسی لڑکی کی دل بھنی کرنا میں گناہ خیال کرتا ہوں..... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، اگر میں زندہ رہا تو سدورہ کو کسی موقع پر مجھ سے شکایت نہ ہوگی۔ اماں! فی الحال میں سدورہ کے سلسلے میں محترم حسام الدین سے بات نہیں کروں گا۔ نہ ہی میں فی الحال بات کرنے کے قابل ہوں۔ اس لئے کہ میرے پاس نہ کوئی ٹھکانہ ہے نہ رہائش کی جگہ..... اگر میں سدورہ کو اپنا بھی لوں تو اسے کہاں رکھوں گا؟..... میں اسے خانہ بدوش کی ہی در بدری میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں جس طرح یہ

طالقان کے علاقے کا حاکم ان دنوں سلطان شہاب الدین غوری کے بھیجے غیاث الدین محمود کی طرف سے ایک شخص تاج نامی تھا۔ یہ بہترین سالار بھی تھا۔ طالقان کے قریب پہنچ کر سلطان نے وہاں کے حاکم کو کہلا بھیجا، خون ریزی سے یہ بہتر ہوگا کہ وہ شہر سلطان خوارزم شاہ کے حوالے کر دے۔

لیکن طالقان کے حاکم نے بڑی مختارت کے ساتھ سلطان کے اس مشورے کو ٹھکرا دیا اور لشکر لے کر خیمہ ٹھکانے کے مقابلے پر آیا۔ اب سلطان کے لشکر میں بڑے نامی گرامی، جہاندیدہ اور تجربہ کار سالار شامل تھے۔ ان میں شہاب الدین بن مسعود، منصور ترکی، امین الدین ایوبکر اور کچھ دیگر تھے۔ چنانچہ جب طالقان کے حاکم نے جنگ کا ارادہ کر لیا تب سلطان نے بھی اپنے لشکر کو استوار کیا۔ وسطی حصہ میں سلطان علاؤ الدین خوارزم خود رہا، دائیں حصے کا کماندار شہاب الدین مسعود کو مقرر کیا۔ منصور کو اس کا نائب رکھا گیا جبکہ بائیں طرف کے حصے کا کماندار امین الدین ایوبکر کو رکھا گیا اور سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے ماموں امیر ملک کو اس کے نائب کی حیثیت سے مقرر کیا تھا۔

دوسری طرف طالقان کے حاکم نے بھی اپنے لشکر کو استوار کیا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے اور گھمناس کارن پڑا..... جنگ جب اپنے عروج اور زور پر آئی تب طالقان کے حاکم نے اندازہ لگایا کہ وہ سلطان علاؤ الدین اور اس کی سپاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور جنگ اگر اسی طرح جاری رہی تو بہت جلد اسے بدرتین گھست کا درد دیکھنا پڑے گا۔ لہذا اپنے محافظ دستوں کے ساتھ ادھر ادھر سے چٹا چٹا ہوا وہ اس جگہ پہنچا جہاں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے لشکریوں کو جنگ کے لئے ابھارا تھا۔

سلطان کے پاس آتے ہی طالقان کے حاکم نے اپنی تلوار ہاتھ سے پھینک دی اور اُسے بڑھ کر وہ سلطان کے قدموں پر گر پڑا اور گرز گزرا کر مغانی مانگنے لگا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ سلطان کو اس کا یہ ڈرامائی انداز دیکھ کر گمان گزرا کہ غالباً وہ لغو میں دھت ہے۔

لیکن جب اس کا جائزہ لیا تو یہ چلا کہ وہ ہوش و حواس میں ہے۔ یہ کیفیت جان کر مغان کو اس پر بڑا غصہ آیا اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے طالقان کے حاکم کو



سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے وقتی طور پر اپنے دو دشمنوں کو اس قابل بنا چھوڑا تھا کہ وہ فی الفور پھر اس پر حملہ آور ہوں۔ خطا کے ترکوں کو تہہ شہر اس نے حوالے کر دیا تھا جس کی بناء پر گور خاں مطمئن تھا اور وہ یہ خیال کرنے لگا تھا کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اس سے دیتا ہے، ڈرتا ہے اور اسی بناء پر اس نے تہہ شہر اس کے حوالے کر دیا ہے۔ لہذا گور خاں خود بھی وقتی طور پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا طرف سے مطمئن ہو گیا تھا۔

دوسری طرف تاتاریوں کے بادشاہ کیشی خان کو سلطان نے بدرتین گھست دی تھی اور وہ اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا تھا جس کی بناء پر اسے دوبارہ سلطان کے مقابلے پر آنے کے لئے وقت اور تیاری کی ضرورت تھی۔ انہی حالات سے سلطان خوارزم شاہ نے فائدہ اٹھانے کا تہیہ کیا اور اپنی سلطنت کی وسعت دے کر اسے مضبوط اور مستحکم بنانے کا تہیہ کر لیا۔

جس طرح غوریوں نے آہستہ آہستہ سلجوقیوں کی کمزور سلطنت کو اپنی گرفت میں لے کر اس پر قبضہ کر لیا تھا، یہی طریقہ سلطان خوارزم شاہ نے بھی شروع کیا تھا۔ غوریوں کی سلطنت چونکہ کمزور ہو چکی تھی لہذا اس نے غوریوں کے سارے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کا تہیہ کر لیا۔

غوریوں کی بڑی طاقت سلطان شہاب الدین غوری تھا۔ وہ قتل ہو چکا تھا۔ اس بڑا بھائی غیاث الدین غوری پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ اب غوریوں کا سربراہ غلام الدین محمود تھا۔

سلطان علاؤ الدین نے سب سے پہلے طالقان کے علاقے کو اپنا ہدف بنایا تھا۔

کوئی تعرض کرنا اس نے مناسب نہ سمجھا۔

ان دو مہموں کے بعد سلطان نے چاہا کہ ہرات کا رخ کرے اور وہاں کچھ دن اپنے لشکر کو سستانے کا موقع فراہم کرے۔ چنانچہ اپنے لشکر کے ساتھ سلطان نے ہرات کا رخ کیا..... ہرات کا حاکم ان دنوں ابن خریمل تھا۔ چنانچہ اس نے سلطان کا پُر تپاک خیر مقدم کیا۔ سلطان کو خوش آمدید کہا اور سلطان کے ہرات میں قیام کے دوران سلطان کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جب سلطان کو ہرات میں قیام کے چند دن ہو گئے تب ایک روز ابن خریمل، سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر سلطان اجازت دیں تو وہ ایک قریبی قلعے اصفہر پر حملہ آور ہو کر اسے بھی سلطان کی سلطنت میں شامل کر لے۔

سلطان نے اسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ اس پر ابن خریمل سلطان کے لشکر کا ایک حصہ لے کر نکلا۔ اصفہر پر اس نے چڑھائی کر دی۔ اہل شہر نے دروازے بند کر لئے اور مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے..... ابن خریمل نے انہیں سمجھا بھجا کہ سلطان کی اطاعت پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ شہر کے دروازے کھول دیئے گئے۔ اس طرح بغیر لڑائی کے اصفہر بھی غوری قلمرو سے کٹ کر خوارزم شاہی سلطنت میں شامل ہو گیا تھا۔ اصفہر کی فتح کے بعد سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے جستان کی طرف توجہ کی۔ جہان ایک چھوٹی سی خود مختار ریاست تھی جس کا حاکم ان دنوں حرب بن محمد تھا۔ چونکہ جہان کا حاکم سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے حملے کی تاب نہیں لاسکتا تھا نہ اس میں سکت تھی کہ مقابلہ کر لے لہذا جستان کا علاقہ بھی سلطان علاء الدین کے سامنے سرنگوں ہو گیا اور سلطان نے اسے بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس طرح دن بہ دن سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کی سلطنت میں جہاں وسعت ہونے لگی، وہاں اس کی طاقت و قوت میں بھی اضافہ ہونے لگا تھا۔

جستان پر قبضہ ہونے کے بعد ایک روز سلطان کا ایک سالار تاج الدین اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ شخص سلطان کی طرف سے روزوں کے علاقے کا حاکم بھی تھا۔ بڑا بہادر۔ منچلا سردار تھا اور سلطان کے اچھے سالاروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے گزارش کی۔

”سلطان! مجھے کرمان و کرمان اور ملحقہ علاقوں کی فتح کی اجازت دے دیجئے۔“

مخاطب کر کے کہا۔

”مجبت! اگر تمہیں یہ بے ہودگی ہی کرتی تھی، اس طرح میرے پاؤں پر گزرتا رہتے ہوئے معافی ہی مانگتی تھی تو پھر سینکڑوں بندگان خدا کا خون بہانے کی ضرورت تھی.....؟ میں نے طاقتوں کے قریب پہنچ کر ہی تمہیں پیغام بھجوایا تھا کہ غور و بری سے بہتر ہو گا کہ تم شہر میرے حوالے کر دو..... لیکن تم نہیں سامنے، غم ٹھوٹ کر میرے سامنے آئے اور جنگ کی ابتداء کی۔ لہذا تم خطا کار ہو۔ اگر تم شروع میں میری تنبیہ کے جواب میں میری بات مان لیتے اور طاقتوں میرے حوالے کر دیتے میں تمہیں طاقتوں کی حکومت پر بحال رکھتا، چنانچہ سلطان نے اسے معزول کر دیا اس کی تمام جائیداد ضبط کرنے کا حکم دے دیا۔

طاقتوں کو فتح کرنے اور اس پر اپنا قبضہ مضبوط اور مستحکم کرنے کے بعد علاء الدین خوارزم شاہ نے کالوین اور بیور کا رخ کیا۔ یہ دو انتہائی مضبوط اور مستحکم قلعے تھے ایک دوسرے سے دس میل کے فاصلے پر واقع تھے اور ان دونوں قلعوں کے حاکم کا نام علی بن علی تھا۔ ان قلعوں کے پاس بھی پہنچ کر سلطان علاء الدین نے طاقتوں جیسا طریقہ کار استعمال کیا۔ اس نے تیز رفتار قاصد قلعہ کے حاکم علی بن علی کی طرف روانہ کئے اور اسے یہ پیغام دیا کہ بغیر لڑے بھڑے امن و سکون کے ساتھ قلعہ جات سلطنت کے حوالے کر دیئے جائیں۔

سلطان کی اس پیش کش کے جواب میں علی بن علی نے کہا جیسا کہ وہ سلطان شاہاب الدین غوری کے نتیجے غیاث الدین محمود کی طرف سے ان قلعوں پر متعین ہے اس کی اجازت کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اگر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ چاہتا ہے کہ یہ قلعے اس کے حوالے کر دیئے جائیں تو بہتر ہو گا سلطان اس سلسلے براہ راست غیاث الدین محمود سے گفتگو کرے۔ اگر غیاث الدین محمود بھی سمجھ دے کہ یہ دونوں قلعے سلطان علاء الدین کے حوالے کر دیئے جائیں تو میں بخوشی و ہر قلعے آپ کے حوالے کر دوں گا بلکہ بہترین اعزاز میں ان قلعوں میں آپ کا استقبال کروں گا۔“

سلطان کو ان دونوں قلعوں کے حاکم علی بن علی کا یہ جواب بڑا پسند آیا۔ اس جواب سے وہ متاثر بھی ہوا۔ اپنے لشکر کو لے کر وہ وہاں سے جٹ گیا اور علی بن علی

سلطان نے باقی ماندہ علاقے کو بھی اپنی قلمرو میں شامل کر لیا۔ جس طرح غوریوں نے بلوچیوں کی سلطنت کو اپنی قلمرو میں شامل کر لیا تھا، اسی طرح سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے غوریوں کے سارے علاقوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اس طرح تاتاریوں کے بادشاہ کنگلی خاں اور خطا کے غیر مسلموں کے بادشاہ گور خاں کو وقتی طور پر مطمئن کرنے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا، وہ مقصد حاصل کرنے میں وہ کامیاب ہو چکا تھا۔ ان ساری باتوں کو سر کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر خوارزم کا رخ کر لیا تھا تاکہ کچھ عرصہ اپنے لشکر کو سستانے کا موقع فراہم کرے۔

خوارزم میں اسی قیام کے دوران ایسا حادثہ پیش آیا جس کی بناء پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو غیر مسلم ترکوں کے بادشاہ گور خاں کے خلاف حرکت میں آنا پڑا۔ گو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اب کافی طاقت و قوت پکڑ چکا تھا۔ اس کے آباد اجداد اس سے پہلے گور خاں کو خراج ادا کیا کرتے تھے۔ اس موقع پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اگر خراج دینے سے انکار کر دیتا تو کوئی بڑی بات نہ تھی۔ لیکن سلطان اب بھی تک گور خاں کو تیس ہزار بطور خراج ادا کرتا چلا آ رہا تھا اور اگرچہ یہ ادا نیکی اسے بہت ناگوار معلوم ہوتی تھی لیکن وہ اس لئے خاموش اور سبک تھا کہ نہ معلوم کب حالات پلٹا کھا جائیں اور اسے گور خاں کی طرف سے امدادی کی ضرورت پڑ جائے۔ ساتھ ہی اسے اس موقع پر اپنے باپ کی نصیحت بھی یاد آ جاتی تھی۔ مرتے وقت اس کے باپ نے کہا تھا۔

”جہاں تک بن پڑے، ترکاں خطا کے ساتھ بگاڑ مومل نہ لینا۔ اگر تم ان کے ساتھ بنا کر رکھو گے تو تمہارے لئے دشمن کے خلاف سد سکندری ثابت ہوں گے۔“

لیکن حالات کی تسمر غلطی کی اس نے دشمنی کی کمان سے ایسا کڑا تیر چلایا کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو گور خاں کے خلاف حرکت میں آنا پڑا۔

اس کی وجہ کچھ یوں تھی کہ گور خاں کے آدمی ہر سال خراج کی رقم وصول کرنے کے لئے سلطان کے دربار میں آتے تھے۔ ان میں سے بعض فرامندے بڑے ناشائستہ اور کندہ تاثرات ہوتے تھے۔ دربار خوارزم میں آتے تو سلطان کے ساتھ سخت پریشہ جاتے اور کبھی کبھی ایسا رویہ اختیار کر بیٹھے کہ جو سلطان کے لئے سخت ناقابل برداشت ہوتا۔

سلطان نے کچھ سوچ و بچار سے کام لیتے ہوئے آخر فیصلہ کیا کہ ان چھوٹے چھوٹے کاموں میں سلطان کو خود ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ سلطان علاؤ الدین کو ان علاقوں کو فتح کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ اجازت دینے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کا ایک حصہ تاج الدین کی کمانداری میں دیا اور اس لشکر کو تاج الدین، کرمان اور کرمان کے علاقوں پر چڑھ دوڑا۔ کرمان کو فتح کر کے اس کے ساتھ ساتھ سندھ اور کابل تک کا سارا علاقہ اس نے فتح کر لیا اور سلطان کی سلطنت میں شامل کر دیا۔ اس کے بعد اس نے ہرمز اور اودمان کے حاکم کو بھی سلطان کی اطاعت کرنے پر مجبور کر لیا۔ اس کے علاوہ موجودہ بلوچستان اور قلات کو بھی فتح کر کے سلطان کی قلمرو میں شامل کر لیا تھا۔ اس طرح سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سلطنت شمال میں دریائے جیہوں و سیہون سے لے کر جنوب میں بلوچستان کے سمندر تک پھیلی جاتی تھی۔

یوں سارے علاقوں کو فتح کرنے کے بعد سلطان علاؤ الدین نے ماوراء النہر کے علاقے کی طرف توجہ کی۔ یہ علاقہ غوریوں کی سلطنت میں شامل تھا اور سلطان شہاب الدین کی شہادت خاندان غور کے خاتمہ کا پیش خیمہ تھی۔ اس کا نتیجہ غیاث الدین محمود اس قاتل نہ تھا اور نہ اس کے بازوؤں میں کس بل تھا اور نہ اس میں اہلیت و قابلیت تھی کہ وہ پرلے درجے کا بزدل، بودا اور پست حوصلہ نہ تھا۔ خود لڑ سکتا تھا کسی کو لڑا سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خوارزم شاہ نے ایک ایک کر کے اس کے مقبوضہ جات پر قبضہ کر لیا اور اسے اتنی ہمت نہ پڑی کہ وہی الفاظ میں ہی کہی، سلطان کی اس زبردستی کے خلاف احتجاج کرتا۔

جس طرح 1857ء میں بہادر شاہ ظفر کی سلطنت صرف قلعہ مصلیٰ تک سٹ کر رہ گئی تھی بالکل اسی طرح شہاب الدین غوری کے نتیجہ غیاث الدین محمود کا اثر و رسوخ بھی بس غور اور فیروز کوہ کے علاقوں تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔

شمالی ہندوستان میں قطب الدین ایک، سندھ میں ناصر الدین قباچہ اور غزنی میں تاج الدین یلدرخ خود مختار حکمران بن بیٹھے تھے۔

جب 1211ء میں غیاث الدین محمود فوت ہوا اور بہاؤ الدین سام اس کا جانشین ہوا تو اس وقت اس کے پاس صرف غور کا علاقہ رہ گیا تھا۔ وہ بھی اسی سال فوت ہو گیا

کردہ احق پھر بول اٹھا۔

”اس طرح کھوکھری طرف کیا دیکھتے ہو..... تم ہمارے عہد ہو اور حکومتوں کی لگاؤں اپنے حاکموں کے سامنے جھکی رہتی چاہئیں..... اسی میں ان کی عافیت اور سلامتی ہوتی ہے۔“

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اس گستاخانہ گفتگو پر رد عمل کا اظہار کرتا چاہتا تھا کہ سفارت کاروں نے ایک اور حماقت کر دی۔ وہ سفارت کار جو ابھی تک دربار میں کھڑے تھے، وہ قریبی نشستوں پر بیٹھے، سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے عمائدین کو زبردستی اٹھا کر وہاں بیٹھنا شروع ہو گئے تھے۔

یہ صورت حال نہ صرف سلطان بلکہ اس کے سالاروں کے لئے بھی ناقابل برداشت تھی۔ اس موقع پر سب سے پہلے شہاب الدین اپنی جگہ پر اٹھا اور دھاڑتی ہوئی آواز میں گور خاں کے سفیر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”غیر مہذب قوم کے فرزند! ہمارے دربار میں اہل بیسی رویوں کا اظہار کرتے ہوئے نفرتوں کے لاؤ گرم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ منبروں کے مہموں نقش کی طرح مٹا دیے جاؤ گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر پہلے سے زیادہ غضب ناک اور دھاڑتی ہوئی آواز میں بول اٹھا تھا۔

”مہذب شیطانی گماشتو! جس جس نشست پر زبردستی بیٹھے ہو، فوراً اٹھ کر ہمارے سلطان کے سامنے یا ادب اور عقیدت کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ..... ورنہ یاد رکھنا، کبھری کالی سازشوں میں ریت کی پیاس بنا دیئے جاؤ گے..... کالک میں لپٹی بکری سماعتوں میں فتنہ انگیز ریا کاروں اور کمینہ فطرت اور سیاہ ولی اہلیوں کی طرح کالک کر رکھ دیئے جاؤ گے۔“

شہاب الدین کے کہنے پر بھی گور خاں کے سفارتکار جن نشستوں پر بیٹھے گئے تھے وہاں سے جب نہ اٹھے ہی بڑی غضب ناک اور غصہ میں امین الدین ابوبکر، منصور زکی، سلطان کا ماسن امیر ملک، ایک اور سالار کر تک اور کچھ دیگر سالار بڑی خوشخواری سے گور خاں کے ان سفارت کاروں کی طرف بڑھے جنہوں نے سلطنت کے کچھ عمائدین کو زبردستی اٹھا کر ان کی نشستوں پر قبضہ کر لیا تھا اور ان سالاروں نے ان

خطا کے ترکوں کے ایسے ہی رو بہ یک وجہ سے ایک موقع پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ نے ایک ایسے ہی اچھٹھن کو جو خراج لینے کے لئے آیا تھا قتل کر دیا تھا۔

اسپنے مرکزی شہر خوارزم میں قیام کے دوران ایک روز سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے امراء سلطنت، اپنے سالاروں اور دوسری شخصیتوں کے ساتھ دربار لگائے ہوئے تھا اور اس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی کہ حالات کو دیکھتے ہوئے تہذیب گور خاں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اس وقت سلطان کی کچھ مجبوریاں تھیں۔ اس کی سلطنت کے اندر کچھ استحکام نہیں تھا۔ لہذا گور خاں کی راہ روکنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ اب جبکہ سلطان کی سلطنت بھی کافی وسیع ہو چکی ہے، سلطان کے پاس ایک خاصا بڑا لشکر بھی ہے، تاتاریوں کے بادشاہ کشتی خاں کو بھی ایک بار شکست دے کر بھاگ دیا گیا ہے لہذا اپنا تہذیب وادب اس لئے لین چاہئے۔

ابھی تہذیب کے موضوع پر گفتگو شروع ہی ہوئی تھی کہ سلطان علاؤ الدین کا چوہدار قصر کے اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور اس نے سلطان کو اطلاع دی کہ خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خاں کے کچھ سفیر خراج کی سالانہ رقم وصول کرنے کے لئے آئے ہیں۔

چوہدار کے اس انکشاف پر جس موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی، وہ موضوع تو سلطان نے بند کر دیا۔ اپنے چوہدار کو اس نے حکم دیا کہ گور خاں کے سفیروں کو اندر بھیجا جائے۔ گور خاں کے سفیر قصر کے اس کمرے میں داخل ہوئے، نہایت منکبہ انداز نہایت گھمنڈ اور تردد کے ساتھ چلتے ہوئے وہ آگے بڑھے پھر ان کا سربراہ انتہائی بے وقوفانہ انداز میں اس شخص پر چڑھا جس پر سلطان علاؤ الدین بیٹھا ہوا تھا اور سلطان کے ساتھ جو خالی نشست تھی اس پر بیٹھ گیا اور پھر گستاخانہ انداز میں سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم تم سے سالانہ خراج کی رقم وصول کرنے کے لئے آئے ہیں..... اس معاملے میں تاخیر نہ کرنا۔ یہ جو تم نے دربار لکھا ہے، یہ موقوف کر دو۔ پہلے ہمارے خراج کی ادائیگی کرو۔“

سفارت کاروں کے سربراہ کی یہ گفتگوں کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ آگے بگولہ اور غضب ناک ہو گیا، قہر بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ یہاں تک ا

الدین ہے اور جو تمہارے سالار بیدو خاں سے ٹکرایا اور اسے ایک گھراؤ کے دوران موت کے گھاٹ اتار دیا۔

میری طرف پھر غور سے دیکھ! میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا وہی ادنیٰ سالار ہوں جس نے دریائے آمو کے کنارے بیدو خاں سے بھائی کینین خاں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور تمہارے بادشاہ گور خاں کی بیٹی کیرش کو گرفتار کر لیا تھا۔

میری طرف غور سے دیکھ! میں وہی ہوں جس نے تمہارے بادشاہ کی بیٹی کیرش کی عزت اور اس کی جان کی حفاظت کی اور عزت و احترام کے ساتھ اسے واپس کر دیا۔ آنے والے سفارت کار ارباب اگر تم نے اپنی دوسے پھلانگنے کی کوشش کی تو اپنے حق سے اپنی گردن گنوا بیٹھو گے۔“

شہاب الدین جب خاموش ہوا تو بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے گور خاں کا سفیر کہنے لگا۔

”یہ تمہاری بھول ہے..... جس دن میری گردن کٹی، اس دن تمہارے بادشاہ کی سلطنت بھی گئی..... جب ہمارے بادشاہ گور خاں کو خبر ہوگی کہ اس کے سفیر کو تم نے قتل کر دیا ہے تو تم لوگوں پر حملہ آور ہو کر وہ تمہارا ایسا قتل عام کرے گا کہ کوئی بچہ، کوئی یوزہا، کوئی عورت، کوئی جوان، کوئی لڑکی، کوئی بیچارہ، کوئی اپانچ محفوظ نہیں رہے گا..... سب کے سر کاٹ کر میناروں کی صورت میں کھڑے کر دیئے جائیں گے۔ لہذا میں تم سے کہتا ہوں کہ اب تک جو الفاظ تم نے مجھ سے کہے ہیں، وہ واپس لیتے ہوئے مجھ سے معافی مانگو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس بھرے دربار میں تمہیں قتل کرنے کی قسم کھاؤں گا۔ اگر میں نے تمہیں قتل کرنے کی قسم کھائی تو ہر صورت میں تمہیں قتل کر کے وہاں گا۔ زندہ نہ رہنے دوں گا۔“

وہ سفیر جب خاموش ہوا تب قبر بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

”یہ الفاظ تو تو ایک سفیر کی حیثیت سے مجھے کہہ رہا ہے۔ اگر تمہارا بادشاہ گور خاں مجھ سے ایسے الفاظ کہے جب بھی جو الفاظ میں تم لوگوں کے لئے ادا کر چکا ہوں وہ ہرگز واپس نہ لوں۔ تم تمہارے نہ دہلے ہیں نہ تمہارے محکوم۔ اب تک جو ہمارے سلطان تم لوگوں کو خراج ادا کرتے رہے ہیں تو یہ ایک خاص مصلحت کے تحت تھا..... اب اگر تم

سفارت کاروں کو بازو سے پکڑ کر انہیں کھینچتے ہوئے نشتروں سے اٹھا کر سلطان کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔

اسی دوران شہاب الدین مسعود آندھی اور طوفان کی طرح سفارت کاروں کے ام سربراہ کی طرف بڑھا جو پڑے گستاخانہ رویے کا اظہار کرتے ہوئے شہ نشین پر چڑھ کر سلطان علاؤ الدین کے پہلو میں ایک نشست پر بیٹھ گیا تھا۔

شہاب الدین مسعود نشست پر چڑھا، اپنا واپاں ہاتھ اس کی گردن پر رکھا اور ایک ہی ہاتھ سے اسے اٹھا کر اس نے شہ نشین سے نیچے سلطان کے سامنے پھینک دیا تھا۔ سفارت کاروں کا وہ سربراہ اٹھا، پھر انتہائی غصیلی آواز میں شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہم وہ لوگ ہیں جو جنگ کی بجائی میں برق و شعلہ کی لپک کی طرح نمودار ہوں۔ ہیں اور رزم گاہ میں، بادباراں میں طوفانی یلغار کا غبار ثابت ہوتے ہیں۔ تم نے شہ نشین سے اٹھا کر مجھے اس طرح شہ نشین کے سامنے بیچ کر میری اہانت کی ہے اور ام اہانت کی سزا انہیں ضرور بھگتنا ہوگی۔“

شہاب الدین شہ نشین سے نیچے اتر اور پہلے سے بھی زیادہ غضب ناک آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تیری اہانت کی ایسی کی تھی..... ہم لوگ خود وقت کے صحیفوں میں سائے بردار جذبوں اور فطرت کی داستانوں میں آندھی اور طوفانی جذبوں کی طرح دشمن کے خلاف حرکت میں آنے کا نثر جانتے ہیں۔ تم اپنے ان رویوں سے ہمیں کیا ڈراؤ گے؟“ یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، پھر سفارت کاروں کے سربراہ کے سامنے آن کھڑا ہوا اور غصیلی آواز میں کہنے لگا۔

”میری طرف غور سے دیکھ! کیا میرا چہرہ تیرے لئے شناسا نہیں ہے.....؟ کیا ان مجھے نہیں پہچانتا.....؟ میں وہی ہوں جس نے تمہارے بادشاہ گور خاں کے بھرے دربار میں اس کے بیٹے اور سالار بیدو خاں سے تیغ زنی کا مقابلہ کیا تھا اور تمہارے بادشاہ کے دربار میں ہی اسے مغلوب کر کے اور اسے اٹھا کر گور خاں کے قدموں میں پھینک دیا تھا۔

سفارت کاروں کے سربراہ! مجھے پھر غور سے دیکھ، میں وہی ہوں جس کا نام شہاب

کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان بول اٹھا۔
 ”امین الدین.....! گور خاں کے اس سالار کو قصر سے باہر لے جا کر اس کی گردن کاٹ دو۔“

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ان الفاظ پر گور خاں کے اس سفیر کا چہرہ پتلا ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں وحشت رقص کرنے لگی تھی۔ جسم پر عرش اور لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ پھر جب اپنی تلوار بے نیام کرنے کے بعد امین الدین ابوبکر کے پاس آیا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچتے ہوئے باہر لے جانے لگا تب گور خاں کے سفیر نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے اور سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں اپنے رویے کی معافی مانگتا ہوں..... مجھے قتل نہ کیا جائے۔“

اس کے ان الفاظ کے جواب میں سلطان مسکرتہ خیر انداز تو کہیں نہیں لگا۔

”واہ! یہ بھی تو نے خوب کہی..... تجھے معاف کر دیا جائے تاکہ ٹوٹکی رزم گاہ یا کہیں چھپ کر گھات لگا کر، کہیں بھیجیں بدل کر میرے سالار شہاب الدین کو قتل کر دے۔ کیونکہ اس سے پہلے ہی میں ایسے فتنہ کا کام تمام کر دوں جو میرے لئے نقصان کا باعث بنے۔“

اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر سلطان علاؤ الدین کی دھاڑنی ہوئی آواز قصر میں گونج گئی تھی۔

”امین! اسے کھینچتے ہوئے باہر لے جاؤ اور اس کی گردن کاٹ دو۔“

رد عمل کے طور پر امین الدین ابوبکر نے اس سفارت کار کے بازو پر اپنی گرفت مضبوط کی، بڑی تیزی سے اسے کھینچتا ہوا قصر سے باہر لے گیا اور اس کی گردن کاٹ کر واپس آ گیا تھا۔

امین الدین ابوبکر کے واپس آنے کے بعد جو باقی سفارت کار تھے، ان پر خوف اور لرزہ طاری تھا۔ جب امین الدین ابوبکر اور شہاب الدین مسعود اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تب سلطان دوسرے سفارت کاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم میں سے بھی اگر کوئی اب گردن کٹنے والے ساتھی جیسا رویہ رکھنا چاہتا ہے تو وہ دو قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہو جائے کہ اسے بھی قبر سے باہر لے جا کر اس کی گردن کاٹ دی جائے تاکہ میں دیکھوں کہ تم لوگوں کے اس قتل کے جواب میں گور خاں

لوگوں نے اپنی حدود سے باہر نکلنے کی کوشش کی، ہمارے علاقوں میں ترک و تاز یا یلغار کرنے کی ضمانتی تو یاد رکھنا، ہمارے پاؤں تمہاری سرزمینوں میں ہوں گے اور ہم ایسے طوفان کی شکل اختیار کریں گے جس کے سامنے تمہارا بادشاہ گور خاں بند نہ بائدہ سکے گا۔“ یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین جب خاموش ہوا تب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جو ابھی تک بڑے تحمل سے کام لیتے ہوئے خاموش بیٹھا تھا، حرکت میں آیا۔ اس کا چہرہ اس وقت غصے میں سرخ ہو چکا تھا۔ آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔ بار بار اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے ضبط و تحمل سے کام لے رہا تھا۔ لہذا شہاب الدین کے خاموش ہونے ہی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ آتش فشاں کی طرح بھڑک اٹھا۔

”میں گور خاں کے سفیر! میرے دربار میں داخل ہونے کے بعد تم جو شہنشاہ بن چڑھنے کے بعد میرے پہلو میں آ کر بیٹھ گئے تو یہ ایک بہت بڑی غلطی اور گستاخی تھی۔ میں تم لوگوں کو غیر مہذب اور بد تہذیب کہہ کر شاید اس گستاخی کو معاف کر دیتا، درگزر کر جاتا۔ تمہارے ساتھیوں نے جو میرے عہد میں سلطنت کو ان کی نشستوں سے اٹھا کر ایک طرف دھکیل دیا اور خود ان کی نشستوں پر بیٹھ گئے تو اس رویے کو بھی میں تمہارے جاہلانہ طرز زندگی کا ایک حصہ سمجھتے ہوئے فراموش کرتے ہوئے تمہیں معاف کر دیتا۔ لیکن اب جو تم نے میرے سامنے کھڑے ہو کر میرے سالار کو اس کے الفاظ واپس لینے کی دھمکی دی ہے اس کے بعد تم نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اگر اس نے یہ الفاظ واپس نہ لئے تو اس کو قتل کرنے کی قسم کھا لو گے۔ تو کیا تم ایسا کر سکو گے.....؟“

اس پر سفیر نے غور سے سلطان کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”آپ کے اس سالار نے میرے کہنے پر ابھی تک وہ الفاظ واپس نہیں لئے جو انہوں نے چمک آمیز انداز میں ہمارے خلاف استعمال کئے۔ لہذا میں آپ سب لوگوں کو موجودگی میں اسے قتل کرنے کی قسم کھاتا ہوں۔ اسے ہر صورت میں قتل کروں گا۔ غلام کسی میدان جنگ میں، خواہ کہیں بھیجیں بدل کر، خواہ کہیں چوری چھپے لیکن اس کو مار دلوں گا ضرور۔“

اس سفیر کے ان الفاظ پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور زیادہ برا فرود آ رہا تھا۔ سفیر کو اس نے نظر انداز کر دیا پھر دھاڑنی آواز میں اپنے سالار امین الدین ابوبکر

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاؤ الدین رکا، کچھ سوچا پھر فیصلہ کن انداز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”اب تم جا سکتے ہو..... میں مزید تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔“

اس کے ساتھ ہی گور خاں کے وہ سفارت کار ڈرے ڈرے، سہمے سہمے سے خوارزم شہر کے اس قصر سے نکل گئے تھے۔

★.....★

میرے خلاف کیا طوفان کھڑا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے؟“
سلطان کے ان الفاظ کے جواب میں جب سفارت کاروں میں سے کوئی بھی آگے نہ بڑھا تب سلطان نے حکیمانہ انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔
”مگر تم میں سے کوئی بھی اپنی گردن سے محروم نہیں ہونا چاہتا تو پھر سنو، میں جو پیغام تمہیں دینے لگا ہوں وہ پیغام جا کر میری طرف سے اپنے بادشاہ گور خاں تک پہنچانا۔“

اس کے بعد سلطان چند لمبے خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر گور خاں کے سفارت کاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”واپس جا کر میری طرف سے گور خاں سے کہنا کہ وہ وقت گزر چکا جب وہ اسٹا شاپ کی خلیج پر کھڑے ہو کر خلعت کے عاروں سے نکلتا تھا، لپکتے جھلساتے شعلوں اور یروں کے بھوکے بھیڑوں کی طرح ہم پر حملہ آور ہو کر دریائے آمو کے اس پار مسلمانوں کو ناقابلِ خلائی نقصان پہنچایا کرتا تھا۔ گور خاں سے کہنا اس وقت ہم اپنا کمزوریوں کے ہاتھوں پک چکے تھے لیکن اب وقت تبدیل ہو چکا ہے۔ اسے جا میری طرف سے یہ بھی سمجھ کر کہ تاریخ کے بحر میں جب کوئی قوم تازہ فکر کے ابواب کھولنے کی سناٹا جان جاتی ہے تو وہ تپتے پاپوں میں بھی کھلتی ستم آرائیوں کو سامنے بے بس اور مجبور کر دیتی ہے۔“

گور خاں سے کہنا کہ اگر کبھی بھی اس نے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو اس کے ذہن کی منڈیر پر بے مداغ کھڑے کرنی مرگ کو ہم اس کے سامنے لا کھڑا کر گئے۔ واپس جا کر اس پر آشکاف کرنا کہ ہم نے قدیم سال خوردہ غلامی کے گیتوں لہر کو اب یکسر بدل دیا ہے۔ اب ہم پابند سلاسل کر دینے والے انقلاب کی طرح اس کے سامنے آئیں گے اور اس سے اپنی ماضی کی کمزوریوں کا بڑا بھیاک انتقام لیں گے۔ اسے کہنا، علاؤ الدین خوارزم شاہ کہتا تھا کہ ہم نے اپنے فکر و نظر کی تبدیلی میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اب ہم نے آنندھیوں کے دوش پر دیے جلانے کا ہنر بھی لیا ہے..... اب اگر وہ ہم سے ٹکرایا تو ہم اس کی تہذیب کے ہر طاق کی شمع گل کر گئے۔ اس کی خلعت بھری گود میں سلقی آنندھیاں بھرویں گے اور زندگی کے اسرار کھو قلعہ شکن گرزوں کی طرح اس پر ضرب لگائیں گے۔“

اس موقع پر گور خاں کی بیوی دوتان، اس کی بیٹی جاسٹ، چھوٹی بیٹی کیرش کے علاوہ درمیانی بیٹی زوزن سب بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے کسی برقع کا اظہار نہ کیا تھا۔ زوزن بھی اپنی جگہ مطمئن بیٹھی تھی۔ شاید اس نے اپنے باپ کے اس فیصلے کو قبول کر لیا تھا۔ گور خاں کے اس فیصلے کو سب لوگوں نے پسند کیا اور گور خاں کی تعریف کرنے لگے تھے۔ خوشی اور اطمینان کا اظہار بھی کر رہے تھے۔ کچھ دیر ایسا ہی ساں رہا یہاں تک کہ گور خاں نے پھر بولنا شروع کیا۔

”اب میں دوسرے موضوع کی طرف آتا ہوں جس کے لئے تم سب لوگوں کو بلایا گیا ہے۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنا شہر ترمذ ہمارے حوالے کر دیا ہے اور یہ حوالگی ایک ایسی طرح سے ہمارے لئے فخر و سعادت کا باعث ہے۔ اس حوالگی سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ ہمارا مقابلہ نہیں کرتا چاہتا اور ہمارے سامنے دپ کر ہمارے حکوم اور دہلی کی حیثیت سے رہنا چاہتا ہے۔ اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے اب ہمیں کوئی ٹھکر نہیں۔ ہم بھی کوشش کریں گے کہ اس کے علاقوں میں ترک و تار کرنے کے لئے ہم کبھی پہل نہ کریں۔

یہ ساری صورت حال سامنے رکھتے ہوئے میں نے اپنے سالاروں سے مشورہ کر کے فیصلہ کیا ہے کہ اب ہمیں تاناریوں کے بادشاہ کشلی خاں کے خلاف حرکت میں آنا ہو گا۔ ماضی میں بہت سے ایسے علاقے تھے کہ جن پر ہمارا تسلط، ہمارا قبضہ تھا اور اس کشلی خاں نے حملہ آور ہو کر زبردستی ان علاقوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ابھی تک وہ سارے علاقے اسی کے قبضہ میں ہیں۔ جو علاقے اس نے ہم سے چھینے ہیں، کھیتوں، باغات کے لحاظ سے وہ سب سے زیادہ ذریعہ و شاداب ہیں۔ آمدنی کے لحاظ سے بھی وہ نہ صرف ہمارے بلکہ کشلی خاں کے سارے علاقوں سے زیادہ اہم اور نمایاں ہیں۔ ان حالات میں، میں چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر کو حرکت میں لائیں اور کشلی خاں سے ٹکرائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں، ماضی میں کشلی خاں کی طاقت و قوت ہم سے زیادہ تھی۔ ہم کی بار اس سے ٹکرائے پر کسی ایک موقع پر بھی اس کے مقابلے میں ہمیں کامیابی امیر نہ ہوئی۔ لیکن اب ہم نے اپنی عسکری طاقت و قوت میں ایک انقلاب برپا کر

دوسری طرف خطا کے بادشاہ گور خاں کی حالت بھی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے مختلف نہ تھی۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے ترمذ شہر کے لئے کے باعث وہ سلطان کو اپنے سے کمزور اور کمتر خیال کرنے لگا تھا اور اس نے اپنے ذہن میں یہ بات بٹھالی تھی کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کبھی بھی خم ٹھوکت کر اس کے سامنے نہ آئے گا۔ وہ اس بات پر بھی خوش تھا کہ وہ اپنی کمزوری کو مد نظر رکھتے ہوئے علاؤ الدین خوارزم شاہ ماضی کے اپنے آباؤ اجداد کی طرح ہمیں خراج ادا کرتا رہے گا۔ اب گور خاں تاناریوں کے بادشاہ کشلی خاں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لئے اس نے ایک روز اپنے سارے سالاروں، عمائدین سلطنت اور دوسرے اہم لوگوں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سب لوگ گور خاں کے سامنے جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے گور خاں کہنے لگا۔

”میں نے اپنے دو اہم فیصلوں کے سلسلے میں آپ لوگوں کو یہاں جمع کیا ہے۔ پہلا فیصلہ انتہائی اہم ہے۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی دوسری بیٹی زوزن کو سمرقند کے اپنے حاکم عثمان خان سے منسوب کر دیا تھا۔ منجھی کی کوئی قاعدہ رسم ادا نہیں کی گئی تھی، جس میں اور میرے اہل خانہ نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ زوزن، عثمان خان سے بیاہ دی جائے گی۔ اب بہت سے عمائدین سلطنت کے علاوہ کچھ سالاروں نے بھی اس سلسلے میں اعتراضات کھڑے کئے ہیں۔ لہذا ان اعتراضات کو سامنے رکھتے ہوئے آج میں تم سب لوگوں کے سامنے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنی بیٹی زوزن کو رشتہ عثمان خان کو دینے سے انکار کرتا ہوں۔“

حکرت میں آتے ہوئے وہ ڈھانا کھولے گا اور زبردستی، بزدل قوت ترمذ شہر ہم سے لینے کی کوشش کرے گا۔ اس کی طاقت و قوت کا اعجاز اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ابھی چند ماہ پہلے کی بات ہے کہ دریا کے آمو کو میورگر کے وہ غم خنوک کرتا تیار یوں کے بادشاہ کشتی خاں کے مقابلے پر آیا اور کشتی خاں کو اس نے بدترین شکست دی۔ اس وقت کشتی خاں اپنی جنگی تیاریوں میں بری طرح مصروف ہے اور کسی نہ کسی وقت وہ اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے کر علاء الدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آئے گا اور اپنی شکست کا بدلہ لے گا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میرا مشورہ یہ ہے کہ فی الحال کشتی خاں کے خلاف حرکت میں نہ آیا جائے۔ اس لئے کہ کشتی خاں اپنی عسکری طاقت اور قوت کو عروج پر لے جا رہا ہے۔ اس طاقت اور قوت کے ساتھ وہ اگر ہمارے ساتھ ٹکراتا ہے تو کہیں ہمیں لینے کے دینے ہی نہ پڑ جائیں۔ فی الوقت ہمیں خاموشی ہی اختیار کرنی چاہئے۔ اپنے دونوں دشمنوں کو آپس میں ٹکرانے دینا چاہئے۔ حالات کا انتظار کرنا چاہئے اور دیکھیں، کشتی خاں اور علاء الدین خوارزم شاہ کے دوبارہ ٹکرانے کے بعد حالات کا رخ کس سمت ہوتا ہے۔ اس کے مطابق ہمیں کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں کا وہ مشیر رکا، پھر کہنے لگا۔

”اس وقت حالات عجیب و غریب رخ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ جہاں اس وقت ہمارے دو دشمن ہیں، کشتی خاں اور علاء الدین خوارزم شاہ، وہاں کشتی خاں کے بھی دو دشمن ہیں، ہم اور خوارزم شاہ۔ تیسری طرف خوارزم شاہ کے بھی دو بدترین دشمن ہیں، وہ ہم اور کشتی خاں ہیں۔ جبکہ اس سے پہلے خوارزم شاہ کے تین دشمن تھے۔ تیسری طاقت غوریوں کی سلطنت تھی، جسے اس نے بھگا کی طرح بٹھا کر رکھ دیا ہے۔ لہذا ہمیں خوارزم شاہ کے خلاف سوچ سمجھ کر حرکت میں آنا چاہئے۔ میرا مشورہ تو یہی ہے کہ اس وقت خاموشی اختیار کر لینی چاہئے۔ کشتی خاں اور علاء الدین خوارزم شاہ کو ٹکرانے کا موقع فراہم کرنا چاہئے۔ اس کے بعد ان دونوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے لئے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔“

گور خاں اپنے اس مشیر کی گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اس کا چوہدراس اس لمحے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ چوہدراس نے اپنے ہاتھ میں جو تیرہ پکڑا ہوا تھا، اس

کے اس قوت میں کشتی خاں زبردستی حاصل کر لی ہے۔ اب ہم اس قابل ہیں کہ اپنے ان علاقوں کو واپس لے لیں جو کشتی خاں نے ہم سے چھین لئے تھے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں رکا، پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ”میں سمجھتا ہوں اس سے بہتر موقع ہمیں کبھی نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ اس وقت ہمارے سامنے صرف ایک دشمن ہے اور وہ کشتی خاں ہے۔ علاء الدین خوارزم شاہ خاموش ہے۔ وہ اپنی جگہ مطمئن ہے کہ ہمیں ایک شہر دے کر وہ ہماری طرف سے بالکل غافل ہو گیا ہے۔ اس کی اسی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمیں کشتی خاں سے نمٹ لینا چاہئے۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ دیا۔ اب اس سلسلے میں تم لوگ اپنے خیالات کا اظہار کرو۔ اتفاق رائے سے اس مسئلہ کا فیصلہ کرتے ہوئے اس پر عمل کیا جائے۔“

گور خاں جب خاموش ہوا تب اس کا ایک مشیر اپنی جگہ پر اٹھا۔ وہ دھمکی ہوئی عمر کا ایک شخص تھا۔ پھر وہ گور خاں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”گور خاں! جو کچھ تم نے کہا ہے، تمہارے کے اعزاز کے مطابق وہ درست ہی ہو گا۔ لیکن میرے اعزاز سے، میرے خیالات اس سے مختلف ہیں۔ گور خاں! تم مسلمانوں کے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کو نظر انداز کر رہے ہو تو یہ ایک بہت بڑی غلطی اور کوتاہی ہوگی۔

تم جو کہتے ہو کہ خوارزم شاہ نے اپنا شہر ترمذ ہمارے حوالے کر کے ایک طرح سے اپنی کمزوری، اپنی ناتوانی اور اپنی شکست پر بھر گرا دی ہے، ایسا نہیں ہے۔ جس وقت اس نے ترمذ شہر ہمارے حوالے کیا تھا اس وقت اس کے لئے حالات مختلف تھے۔ اس کے زیر حکومت جو علاقہ تھا وہ ہمارے اور کشتی خاں کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت وہ غوریوں کے خلاف بری طرح الجھا ہوا تھا۔ لیکن اب اس نے غوریوں کی سلطنت کو ریت کی دیوار کی طرح گرا مارا ہے۔۔۔۔۔ ان کے سارے علاقوں، سارے شہروں پر وہ قابض ہو چکا ہے۔ اس طرح علاء الدین خوارزم شاہ نے جہاں اپنی سلطنت میں وسعت پیدا کی ہے وہاں اپنی عسکری طاقت و قوت میں بھی اضافہ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس نے ترمذ شہر ہمیں بخوشی دے کر واقعی طور پر ہمارے منہ پر ڈھانا لگا دیا تھا تاکہ ہم اس کے خلاف نہ بولیں۔ اب وہ طاقت بکڑ بکڑ ہے تو یاد رکھئے گا، جو ڈھانا ترمذ کے نام کا اس نے ہمارے منہ پر باندھا تھا، کسی نہ کسی وقت

کو داہنے ہاتھ میں لیتے ہوئے خود بھی جھکا اور نیزے کو بھی اس نے خوب زمین کی طرف جھکا یا۔ پھر گور خاں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”مالک! آپ نے جو سفارت کار مسلمانوں کے سلطان خوارزم شاہ کی طرف بھیجوائے تھے، وہ واپس آگئے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔“ اس انکشاف پر گور خاں نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر پہلے اس کا جو شیہر بول رہا تھا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم نے جو گفتگو کی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جو سفارت کار میں نے خراج وصول کرنے کے لئے خوارزم شاہ کی طرف روانہ کئے تھے وہ اب واپس آگئے ہیں۔ ان سے گفتگو کرتے ہیں، پھر ان سے ہونے والی گفتگو کی روشنی میں ہم کوئی آخری فیصلہ کریں گے۔“ اس پر وہ شیہر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔ چو بدادر پیچھے ہٹا، سفارت کاروں کو لے کر آ اور انہیں گور خاں کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔

گور خاں کچھ دیر تک ان سب کو بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر پریشانی اور شکرات کے آثار بھی نمودار ہو گئے تھے۔ پھر ان سفارت کاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”میں دیکھتا ہوں کہ جس شخص کو میں نے تمہارا سربراہ بنا کر بھیجا تھا وہ تمہارا ساتھ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جہادری عوامی حالت اور تمہارے چہرے کے تاثرات سے بھی میں یہ اندازہ لگا سکتا ہوں کہ حالات کچھ تمہارے حق میں نہیں ہیں۔“

اس کے بعد گور خاں کے پوچھنے پر ایک سفارت کار نے وہ سارے حالات تفصیلاً کے ساتھ بتادیتے تھے جو خوارزم شاہ کے دربار میں پیش آئے تھے۔ سارے حالات سن کر گور خاں نے ان سفارت کاروں کو کچھ خالی نشستوں پر بٹھانے کے لئے کہا۔ پھر بے پناہ غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”یہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سالار شہاب الدین ہمارے لئے اب ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔ کیا اس کا سر بھی ہوتی فصل اختیار نہیں کر چکا جو کانٹے کے قائل گئی ہو؟ اس سے پہلے بھی تو ہمارے جو سفارت کار علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے آباء اجداد سے خراج وصول کرنے کے لئے جاتے رہے ہیں، وہ اسی طرح کا با

وہاں رکھتے رہے ہیں اور اکثر و بیشتر وہ خوارزم شاہیوں کے حکمرانوں کے پہلو میں جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ ہمارے سفارت کاروں کا ان کے پہلو میں جا کر بیٹھنا بھی ایک طرح کی عزت افزائی ہے۔ اس بار خوارزم شاہ کے سالار شہاب الدین نے جو ہمارے سفارت کاروں کے سالار کو گھسیٹ کر نیچے پھینک دیا تو یہ صرف ہمارے سفارت کاری نہیں، ہماری پوری قوم کی تذلیل ہے اور اس کا انتقام علاؤ الدین خوارزم شاہ سے ہر صورت میں لیا جائے گا۔“

اتنا کہنے کے بعد گور خاں رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔ ”اس کے علاوہ علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ہمارے سفارت کار کا سر قلم کر کے ایک طرح سے اپنی سلطنت کے ٹکڑے خود اپنے ہاتھوں سے کر دیے ہیں۔ اب ہم جب اس کی سلطنت پر حملہ آور ہوں گے تو چاروں طرف تباہی و بربادی اور خون کے کھولنے والوں کے سوا اسے کچھ دکھائی نہ دے گا۔ اس نے ہمارے سامنے سراٹھا کر گویا اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے مرکزی شہر خوارزم میں تباہی و بربادی کے آتش فشاں اٹھتے دیکھے۔“ یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں رکا، کچھ سوچا، اپنے سالار اعلیٰ تانیکو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تانیکیو! اس دربار کے ختم ہونے کے بعد اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچا دو۔ مغرب ہم اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے نکلیں گے اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں داخل ہو کر اس پر حملہ آور ہوں گے۔ اس کے ایک شرے سے دوسرے شہر، اس کی ایک بستی سے دوسری بستی تک جست و خیز کرتے ہوئے اس کی ساری سلطنت کو روند کر اپنی قلمرو میں شامل کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خاں جب خاموش ہوا تب پہلی بار اس کی حسین اور خوبصورت چھوٹی بیٹی کیرش اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بابا! جو کچھ آپ نے کہا ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتی۔ کبھی دور تھا اور آپ میں اتنا دم اور کس مل تھا کہ آپ خوارزم شاہی سلطنت پر حملہ آور ہو کر اس کے مارے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر سکتے تھے۔ لیکن بابا! اب وہ دور گزر چکا ہے۔ ایک انقلاب آچکا ہے۔ ذرا غور سے علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سلطنت کا جائزہ

دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

”بیٹی! اب تو بھی مجھے بدلی بدلی اور تبدیل شدہ لگتی ہے۔ پہلے کبھی تو نے اس طرح کی مایوسانہ گفتگو نہیں کی۔ پہلے تو نے کسی بھی موقع پر مسلمانوں کی تعریف و توصیف نہیں کی۔ اب تم اپنے سالاروں اور لشکریوں پر علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سالاروں اور لشکریوں کو ترجیح دے رہی ہو۔۔۔۔۔ یا ایسا اس لئے ہے کہ تم اپنی اسیری کے کچھ دن ان کے اندر گزر چکی ہو اور اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کرتی ہو۔“

اپنے باپ کے ان الفاظ پر کچھ بھر کے لئے کیرش شرماسی ہو گئی تھی۔ تاہم جلدی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور کہنے لگی۔

”بابا! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔۔۔۔۔ میں نے جو کچھ دیکھا اس کا اکتھار آپ کے سامنے کیا ہے۔ اس سلسلے میں، میں مسلمانوں یا ان کے سالاروں، لشکریوں کی طرف داری یا تعریف کیوں کرنے لگی؟۔۔۔۔۔ بابا! اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گی کہ آپ جو میری بڑی بہن زوزن کا رشید عثمان خاں کو نہ دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں، میں سمجھتی ہوں یہ فیصلہ بھی درست نہیں ہے۔ آپ ایک بار عثمان خاں سے کہہ چکے ہیں کہ آپ زوزن کو اس سے بیاہ دیں گے۔ اب جب عثمان خاں کو خبر ہو گی کہ ہم نے زوزن کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینے سے انکار کر دیا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں کہ عثمان خاں ہمارے خلاف ہو جائے اور ہم سے انتقام لینے کے لئے ہماری کسی مخالف قوت کا ساتھ دینے کا عزم کر لے۔۔۔۔۔ اس مقصد کے لئے اس کی نگاہیں دو قوتوں پر جم چکی ہیں۔ وہ تاتاریوں کے بادشاہ کشکی خاں سے بھی اتحاد کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ کشکی خاں کی سرحدیں قریب ہی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ اس سلسلے میں ہمارے خلاف علاؤ الدین خوارزم شاہ سے بھی اتحاد کرتے ہوئے اس کا حلیف بن کر ہمارے خلاف اٹھ سکتا ہے۔ ایسا کیا صورت میں ہماری عسکری طاقت کو ضرب نہ لگے گی؟۔۔۔۔۔ عثمان خان سمرقند کا حاکم ہے۔ سمرقند ایک بہت بڑا شہر ہے اور اس کے اندر ایک خاصا بڑا لشکر ہے اور جو لشکر اس وقت سمرقند میں ہے وہ سارے کا سارا تقریباً مسلمانوں پر جمی ہے۔ وہ پورا لشکر بھی عثمان خاں کی طرف داری کرتے ہوئے ہمارے خلاف اٹھ کھڑا ہو سکتا ہے اور اس کے علاوہ سمرقند کی آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ وہ لوگ بھی عثمان خاں کی حمایت کرتے ہوئے ہمارے خلاف اٹھ سکتے ہیں۔

لیں۔ جس وقت علاؤ الدین خوارزم شاہ تخت نشین ہوا تھا، اس وقت اس کے علاقے زیادہ سے زیادہ مرو سے قزوین اور خیواسے کاشان تک پھیلے ہوئے تھے۔ لیکن بابا! اب حالات مختلف ہیں۔ اس کی سلطنت اب مرو سے بہت آگے آرمینیا کے علاقوں تک اور خیواسے لے کر شیراز، ہندراس، کرمان حتیٰ کہ بلوچستان کے ساحل سمندر تک پھیل چکی ہے۔ ان حالات میں آپ کا یہ کہنا کہ آپ اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اس کے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیں گے، ایک ایسا دعویٰ، ایک ایسا زعم اور غن ہے جس پر کسی بھی صورت عمل نہیں کیا جاسکتا۔“

کیرش کچھ بھر کے لئے رکی، دم لیا، اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

”بابا! تاتاریوں کے بادشاہ کشکی خاں کی اصل حیثیت کوئی ہم سے کم نہیں ہے۔ لیکن آپ نے دیکھا علاؤ الدین خوارزم شاہ کیسے غمضوب کر اس کے سامنے آیا اور اسے بدترین شکست دی۔ اس پر مزید میں یہ کہنا بھی پسند کروں گی کہ اس وقت علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس کچھ ایسے سالار ہیں جو ناممکن بنانے کا فخر جانتے ہیں اور ہمارے سالار زرم کاہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

بابا! آپ نے دیکھا اس سے پہلے بیدو خاں دریائے آمو کے اس پار بڑی آسانی سے ترک و تاز کرتا تھا، لوٹ مار کا سلسلہ ہر وقت روا رکھتا تھا اور وہاں سے مال و اسباب سے لدا ہوا واپس آتا تھا۔ لیکن جب علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ان علاقوں کے تحفظ کا بندوبست کیا تو جو رد عمل ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ جو لشکر ان علاقوں میں سلطان نے اپنے سالار شہاب الدین مسعود کی سرکردگی میں مقرر کیا اس لشکر نے بیدو خاں اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کیا۔ پھر بیدو خاں کے بھائی کو زعم اٹھا کہ وہ اپنے بھائی کا بدلہ لے سکتا ہے۔ مجھ پر بھی یہی جھوٹ سوار تھا لہذا ہم نکلے، بیدو خاں کا بھائی بھی مارا گیا اور میری بدقسمتی کہ میں اسیر ہو گئی اور ہمارے لشکر کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ان سارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے بھی آپ یہ دعوئی کرتے ہیں کہ آپ علاؤ الدین خوارزم شاہ کو اپنے سامنے نچا دکھاتے ہوئے اس کے علاقوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟“

کیرش جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر تک بڑے غور سے گور خاں اس کی طرف

دیں کہ اب اس نے تہیہ کر لیا ہے کہ آنے والے دور میں وہ کبھی ہمیں خراب نہیں دے گا۔ بلکہ اس نے اپنے سالاروں کے ساتھ طویل گفتگو کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اب ہم سے خراج وصول کرے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ خبر جب خاموش ہوا تو گور خاں بڑے تعجب اور حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”علاء الدین خوارزم شاہ کی یہ ہمت اور جرأت کہ وہ ہمارے علاقوں پر دست درازی کرنے کی جرأت اور جسارت کرے۔ اگر وہ ایسا کر چکا ہے تو پھر اس کی موت اسے تہذیب کی طرف بلا رہی ہے۔“

گور خاں رکا، کچھ سوچا پھر تجزروں کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔ ”کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس کے پاس کس قدر لشکر ہے اور اب تک وہ تہذیب کیلئے کیا کرے گا؟“

اس بار دوسرا خبر بول اٹھا۔

”مالک! اس کے پاس خاصا بڑا لشکر ہے..... اس کے بڑے بڑے نامی گرامی سالار اس لشکر میں شامل ہیں۔ اس لشکر کے ساتھ علاء الدین خوارزم شاہ بڑے اہتمام اور بڑے طریقے وسیلے سے پیش قدمی کر رہا ہے۔ آگے بڑھنے کی اس کی رفتار کوئی زیادہ تیز نہیں ہے۔ بڑے آرام اور سکون سے اپنے لشکریوں کو سستا نے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرتے ہوئے وہ تہذیب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس موقع پر میں آپ پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ اس کا ہدف صرف تہذیب شہری نہیں ہے۔ اس موقع پر شاید یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ سمرقند اور بخارا دونوں شہروں کے جو لوگ خفیہ طور پر علاء الدین خوارزم شاہ سے خط و کتابت کرتے رہے ہیں اور اس سے التجا و درخواست کرتے رہے ہیں کہ وہ دونوں شہروں پر حملہ آور ہو کر انہیں ہمارے تسلط سے نجات دے اس بناء پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ تہذیب پر حملہ آور ہونے کے بعد علاء الدین خوارزم شاہ دم نہیں لے گا بلکہ سمرقند اور بخارا کو بھی اپنی ضرب کا نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا۔“

خبر کے خوش ہونے پر بے پناہ غصے اور غضب ناک کے اظہار میں گور خاں بول اٹھا تھا۔

”سمرقند اور بخارا پر تو وہ اس وقت ضرب لگانے کے قابل ہوگا جب تہذیب کے نواح میں اسے کامیابی نصیب ہوئی۔ جب ہم تہذیب کے نواح میں اسے بدترین شکست

پایا! بات سنیں پر ہمیں ختم ہو جائے گی۔ سمرقند کے معاملات کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے ہمارے دوسرے بڑے مسلم شہر بخارا میں بھی یہی حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ بخارا کا حاکم بھی مسلمان ہے۔ ہو سکتا ہے اس سلسلے میں عثمان خان، بخارا کے مسلمان حاکم سے گھ جڑ کر لے اور پھر آپ جانتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی بخارا کے کئی لوگ خفیہ طور پر علاء الدین خوارزم شاہ سے نامہ و پیام کر چکے ہیں۔ بہت سے لوگوں نے جن میں زیادہ تر بخارا کے علماء شامل ہیں انہوں نے علاء الدین خوارزم شاہ کی طرف قاصد بھجوائے تھے کہ بخارا اور سمرقند دونوں شہروں کو وہ غیر مسلم کے تسلط سے نجات دلانے۔ میرے خیال میں علاء الدین خوارزم شاہ جب دیکھے گا کہ اس کی قوت ایسی ہوگئی ہے کہ وہ ہم سے ٹکرا سکتا ہے تو وہ ہر صورت میں بخارا اور سمرقند ہمارے قبضہ سے نکالنے کے لئے ہم پر حملہ آور ہوگا۔“

یہاں تک کہتے کہتے کیرش کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ قصر کے اس کمرے کے دروازے پر دو مسلح جوان نمودار ہوئے تھے۔ اس موقع پر جو بدار نے انہیں روکنا چاہا لیکن گور خاں نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اس لئے کہ آنے والے دونوں جوان گور خاں کے خبر تھے اور گور خاں نے حکم دیا کہ ان دونوں کو اندر لے دیا جائے۔ اس پر عزت اور احترام کے ساتھ جب داران دونوں کو اندر لے گیا اور گور خاں کے سامنے انہیں کھڑا کر دیا۔ ان دونوں نے خوب زمین کی طرف جھک کر گور خاں کو تعظیم دی۔ یہاں تک کہ ان کی سماعت سے گور خاں کی آواز نکلتی۔

”میں نہیں جانتا تم دونوں میرے لئے ابھی خبر لے کر آئے ہو یا بری۔ جو کہ تم کہنا چاہتے ہو، کہو۔ میں غور سے سنوں گا۔“

اس پر ان دونوں میں سے ایک بول اٹھا۔

”مالک! ہم یقیناً بری خبر ہی لے کر آئے ہیں..... اس سے پہلے یقیناً جو ہمارے سفارت کار واپس آئے ہیں، انہوں نے آپ کو ایک بری خبر سنا دی ہوگی کہ سفاک کاہلوں کے سربراہ کو علاء الدین خوارزم شاہ نے قتل کر دیا ہے۔ اب دوسری بری خبر یہ ہے کہ علاء الدین خوارزم شاہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر خوارزم سے نکل کر ہمارے علاقوں کا رخ کرنے والا ہے۔ سب سے پہلے وہ تہذیب شہر پر حملہ آور ہوگا اور تہذیب شہر کو ہم سے واپس لینے کی کوشش کرے گا۔ ہم آپ پر یہ بھی انکشاف کئے

انقلاب رونما ہو چکا ہے۔ اس کا اندازہ تو میں نے چند دن پہلے ہی لگا لیا تھا لیکن آج جو گفتگو تم نے مجھ سے دربار میں بابا سے کی اس گفتگو کو سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی تمہارے اندر ایک تبدیلی ہے۔ کیرش! تم مری چھوٹی بہن ہو۔ مجھے بڑی عزیز اور پیاری بھی ہو۔ اگر میں تم سے کچھ پوچھوں تو اسے راز اور مجید تو نہ رکھوں گی۔ سچ سچ بتا دینا میری بہن! جھوٹ نہ بولنا۔ کیا مسلمانوں کے لشکر میں تم کسی کی چاہت اور محبت میں جتلا ہو چکی ہو؟“

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش چونکی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھنے کے انداز میں اس نے تجسس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا، منہ سے کچھ نہ بولی پھر اس کی نگاہیں جھک گئی تھیں۔ زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔

”کیرش میری بہن! اس طرح نہیں۔ جو کچھ میں تم سے پوچھا ہے اس کا اظہار اس طرح نہیں ہونا چاہئے۔ میں تو تمہاری زبان سے کچھ سننے کی منتھی ہوں۔ کیرش! تم میری بہن ہو۔ میری جان سے بھی زیادہ مجھے عزیز ہو۔ اگر تم یہ خوف کھاتی ہو کہ میں تمہارے راز کو، تمہارے مجید کو عیاں کر دوں گی تو یہ تمہاری بھول اور نا سمجھی ہے۔ تم حقیقت سے پردہ اٹھاؤ، پھر دیکھو میں کیسے تمہارا ساتھ دیتی ہوں۔“

اس موقع پر کیرش نے گردن سیدھی کی، جسکی تھکی نگاہوں سے زوزن کی طرف دیکھا پھر دھیمے لہجے میں بول اٹھی۔

”میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے، میں واقعی محبت کی اس الجھن میں پڑ چکی ہوں۔“

جواب میں زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔ ”کیرش! اگر اس موقع پر میں یہ کہوں کہ جس شخص کی محبت میں تم جتلا ہو چکی ہو وہ یقیناً شہاب الدین مسعود ہے تو کیا یہ درست ہوگا؟“

اس بار کیرش کے حسین اور خوبصورت لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پہلے اس نے اثبات میں گردن ہلائی پھر پہلے جیسے دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

”ہاں۔۔۔۔۔ یہ بھی درست ہے۔“

کیرش سے یہ جواب سن کر زوزن تھوڑی دیر تک اس کی طرف دیکھتی رہی، مسکرائی رہی جبکہ خود کیرش تجسس بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہی تھی یہاں

دیتے ہوئے اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اسے بھاگتا پر مجبور کر دیں گے تو پھر علاء الدین خوارزم شاہ کہاں سے جرأت اور جسارت لائے! کہ تڑپ سے اٹھ کر وہ صرفہ صالح کو اپنا ہدف بنانے کی جرأت کرے۔“

گور خاں رکا، کچھ سوچا پھر لحد بھر کے لئے اس کی نگاہیں اپنے لشکریوں کے مسالار اٹلی تا نیکو پر جم گئیں پھر تا نیکو کو مخاطب کرتے ہوئے وہ بول اٹھا۔

”تا نیکو! آج ہی ایک لشکر مقدمہ انجیش کی حیثیت سے ترتیب دو اور اسے مسلمانوں کے لشکر کی طرف روانہ کرو۔ ہمارا مقدمہ انجیش ایک طرح سے علاء الدین خوارزم شاہ کے لشکر کو اپنے ساتھ الجھانے کی کوشش کرے گا۔ کبھی ان کے سامنے کی طرف سے ضرب لگائے، کبھی اپنے بائیں سے، کبھی شب خون مارے کبھی دن کے وقت گھاٹ میں رہتے ہوئے انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ اس طرح علاء الدین خوارزم شاہ کے آگے بڑھنے کی رفتار سست ہو جائے گی۔ اتنی دیر تک ہم اپنے لشکر کے ساتھ تڑپ پیچ کر علاء الدین خوارزم شاہ سے جنگ کرنے کی منصوبہ بندی آخری شکل دے لیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی گور خاں نے اپنا وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

اجلاس والے کمرے سے نکل کر جس وقت کیرش اپنی خواہگاہ میں داخل ہوئی ام کے چہچہے چہچے اس کی بڑی بہن زوزن بھی چلی آئی تھی۔ اتنی دیر تک کیرش ایک نشست پر بیٹھ چکی تھی۔ زوزن آگے بڑھ کر کیرش کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ کچھ خاموشی رہی اس دوران زوزن عجیب سے انداز میں کسی قدر گہری نگاہوں سے کیرش کے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر کیرش مسکرائی پھر زوزن مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”میری بہن! تم تو میری طرف اس طرح دیکھ رہی ہو جیسے میں تمہارے لئے بیٹھ ہوں۔ میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں۔ میں کوئی اجنبی لڑکی ہوں اور جس کے سراپا کا بڑے غور سے جائزہ لے رہی ہوں۔“

جواب میں زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔

”کیرش میری بہن! بات کچھ ایسی ہی ہے۔ تم پہلے والی کیرش نہیں رہی ہو۔ ام واقعی تم ابھی کیرش ہو گی ہو۔ میں یہ بھی دیکھتی ہوں کہ تمہارے اندر کافی تبدیلی ا

تو میری بہن! اس وقت میں پوری طرح اس کے قبضے، اس کی گرفت میں تھی۔

وہ یہ بھی جانتا تھا کہ میں اس کے خلاف انتقامی کارروائی رکھتی ہوں اور اسے یہ بھی خیر خجہ چنگی تھی کہ میں نے اس کی گرد گائے کا اعلان کر رکھا ہے پر جب میں اسیر ہوئی اور اس نے مجھ سے ملاقات تک نہ کی تو میری حیرت اور توجہ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ”وزن میری بہن! اسیری کے دوران وہ میری خوبصورتی و میرے حسن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میرے حیرت و عصمت سے محرم کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا..... میں اس کی گرد گائے کا اعلان کرتی تھی، جواب میں وہ بھی اسیری کے دوران میری گرد گائے کا اعلان کرتا تھا..... اس نے ایسا بھی نہیں کیا اور تیسری اور سب سے بڑی بات جس نے مجھے متاثر کیا وہ یہ کہ جتنے دن میں اس کے ہاں اسیر رہی اس نے مجھ سے ایک ملاقات بھی نہ کی، نہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے آیا، نہ ہی کوئی طفرہ گفتگو کی کہ میں انتقام لینا چاہتی تھی، اسیر بنا دی گئی۔ تاہم وہاں قیام کے دوران اس نے مجھے بہترین آسائشیں اور ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے کا حکم دے رکھا تھا۔

میری بہن! جس دن اس نے مجھے رہا کیا، اس دن بھی وہ مجھ سے ملنے نہیں آیا، میں اس کے اسی اخلاق و کردار سے بے حد متاثر تھی..... اس سے مل کر اپنے رویے کی معافی مانگنا چاہتی تھی، میں نے اس کے آدمی سے پوچھا بھی کہ ان کا سالار شہاب الدین کہاں ہے..... میں اس سے ملنا چاہتی ہوں تو مجھ سے کہا گیا کہ اپنے علاقوں میں داخل ہونے سے پہلے وہ مجھ سے ضرور ملے گا۔

اس طرح اس کے مسلح جوان مجھے دریائے آمو کے پل پر لے آئے..... وہاں میں نے دیکھا وہ اپنے کچھ مسلح ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ بس وہاں اس نے مجھ سے الوداع کہا۔ اس موقع پر بھی اس نے لاف و کذاف پر مبنی کوئی گفتگو نہ کی۔ ”وزن، میری بہن! اس کے اسی کردار، اس کے اسی رویے نے مجھے ایسا متاثر کیا کہ میں اس کی طرف مائل ہو گئی۔

میری بہن! ذرا اپنے ہاں کے تمدن کا بھی جائزہ لو، اگر ہمارے کسی دشمن کی خوبصورت اور حسین لڑکی اس طرح ہمارے ہاں اسیر ہو کر تو تمہارا کیا خیال ہے اس کی عزت و اس کی آبرو و محفوظ رہ سکتی ہے..... ہرگز نہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رک گئی، پہلے کی نسبت زیادہ اداس اور افسردہ ہو گئی۔

تک کہ وزن کی آواز پھر سنائی دی۔

”حیرت کا مقام ہے جس شخص کی تم گردن کاٹنے کو دوڑ رہی تھی، محبت کے معاملے میں تم اسی سے ملوث ہو گئی۔ اس نے بیہوش خان کو مجھ سے دربار میں بیٹج زنی میں زیر کیا۔ کیا اس موقع پر تم نے بیہوش خان کو اس کی گردن کاٹنے کے لیے کہا تھا..... بیہوش خان لشکر لے کر اس کی گردن کاٹنے کے لیے گیا بھی پر اپنی گردن کٹوا بیٹھا..... اس کے بعد تمہارے انتقامی جذبے نے مزید جوش مارا..... بیہوش خان کے بھائی کو لے کر تم نکلی وہ مجھ مارا گیا اور تم اسیر ہو گئی۔ تو کیا میں یہ سمجھوں کہ تمہارے جذبات میں یہ جو تبدیلی اور انقلاب رونما ہوا ہے یہ سب کچھ اسیری کے دوران ہی ہوا ہے۔“

وزن نے ان الفاظ پر کیرش کسی قدر سنجیدہ ہو گئی تھی، کچھ سوچا پھر وزن کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول اٹھی۔

”میری بہن! معاملہ ایسا نہیں ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جس وقت اس نے ہمارے دربار میں بیہوش خان کو بیٹج زنی میں شکست دی تھی اسی وقت میرے ذہن میں یہی سی ایک تبدیلی ضرور آئی تھی۔ اس لیے کہ اس سے پہلے میں بیہوش خان کو سب سے عمدہ بیٹج زن خیال کرتی تھی اور میں نے اپنے ذہم، اپنے غم میں یہ ٹھان رکھا تھا کہ بیہوش خان ناقابل تغیر ہے۔ ایسا شاید میں اس لیے سوچ بیٹھی تھی کہ مجھے اس سے منسوب کر دیا گیا تھا لیکن جب شہاب الدین نے اسے مجھ سے دربار میں بیٹج زنی کے مقابلے میں ہرایا اور ذلیل و رسوا کیا اس وقت واقعی وقتی طور پر مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا تھا اس لیے کہ اپنے ذہن میں میں نے بیہوش خان سے متعلق جو اہم اور غلطوں پر ایک عمارت بنا رکھی تھی وہ جب ایک دم سے گری تو میں حیرت زدہ ہوئی، اسی حیرت زدگی میں میں شہاب الدین کے خلاف انتقامی کارروائی کرنے پر تیار ہو گئی تھی لیکن حالات شہاب الدین کے حق میں اور ہمارے خلاف تھے۔ بیہوش خان کا بھائی مارا گیا..... میں اسیر ہو گئی اور پھر اسیری کے دوران وزن میری بہن، میرے ذہن میں ایک بہت بڑا انقلاب برپا ہوا۔

میں شہاب الدین کی دہری، جرأت مندی، اس کی طاقت و قوت اور بیٹج زنی میں اس کی مہارت اور ہنرمندی کی تو پہلے ہی قائل تھی کیونکہ اس کا نمونہ وہ ہمارے درباروں میں بیہوش خان سے مقابلہ کر کے دیکھ چکا تھا لیکن جب میں اس کے پاس اسیر ہو گئی

”وہ اکثر و بیشتر شباب الدین سے ملتی بھی رہتی ہوگی۔۔۔۔۔؟“ اس بار کریدنے کے انداز میں زوزن نے پوچھ لیا تھا۔

”ہاں! یقیناً وہ شباب الدین سے ملتی رہتی ہے اور وہ سب لوگ شباب الدین کو امیر کہہ کر پکارتے ہیں۔“

”اگر شباب الدین نے اس لڑکی سے شادی کر لی جس کا نام تم نے ابھی ابھی سدورہ بتایا ہے تب۔۔۔۔۔؟“ زوزن نے کیرش کے جذبات کا اندازہ لگانے کے لیے پوچھ لیا تھا۔

جواب میں کیرش مسکرائی اور کہنے لگی۔ ”میرے جذبات پہلے ہی پھر رہے۔ اگر سدورہ شباب الدین کے قریب ہوتی ہے اور شباب الدین اسے اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہیں تو زوزن میری بہن! مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا بلکہ میں تو سدورہ سے مل کر اس سے التجاء کروں گی کہ وہ شباب الدین سے محبت میں مجھے اپنا شریک اور مسافر بنالے۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تو زوزن تھوڑی دیر تک فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کا شانہ چھتیاتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ تو نے جن جذبات و خیالات کا اظہار کیا ہے، ان کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ تم ایک روز اپنی محبت میں کامیاب ضرور ہوگی، اس لیے کہ تم میں رقابت کا جذبہ نہیں ہے اس بات پر یقیناً سدورہ کے ساتھ مل کر شباب الدین کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرنے کے لیے تیار ہو۔“ یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی، کچھ سوچا، دوبارہ اس نے کیرش کو مخاطب کیا۔

”کیرش، میری بہن! سب سے پہلے تو میں تمہاری شکر گزار ہوں کہ تم نے اپنی زندگی کے ایک بہترین بھید کا مجھے رازدار بنایا، اب میں بھی تم پر اپنی زندگی کے ایک راز سے پردہ اٹھاتی ہوں۔ ساتھ ہی تم سے التجاء بھی کرتی ہوں کہ وہ راز، راز رکھنا اور نہ میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔“

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش چونکی تھی پھر بڑی انکساری اور عاجزی میں زوزن کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”زوزن! تم میری بڑی بہن ہو۔ تمہارا احترام و تمہاری عزت مجھ پر واجب

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے زوزن بھی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھی۔

”اب کیا ہوا۔۔۔۔۔ تمہارے چہرے کا رنگ اچانک تبدیل ہو گیا ہے۔“ کیرش نے اس موقع پر ایک لمبا سانس لیا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

”میری بہن! میں اپنے آپ کو اس کی محبت میں جلا کر چکی ہوں لیکن اب سوچو ہوں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ نہ شباب الدین کو خیر ہے کہ میں اسے پسند کرنے لگو ہوں اور نہ ہی ہمارے حالات ایسے ہیں کہ میں اس سے ملاقات کر سکتی ہوں۔۔۔۔۔ جس میں اس سے مل ہی نہ پاؤں گی، اس پر اپنے جذبات کا اظہار ہی نہیں کر پاؤں گی! کیسے میں اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہوں۔۔۔۔۔؟“

زوزن نے اس موقع پر اس کا شانہ چھتیاتھا، کہنے لگی۔ ”انتی جلدی پریشان او فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔ دیکھو حالات کیا کروٹ لیتے ہیں، ہو سکتا۔ حالات خود ہی کوئی ایسا موقع پیدا کر دیں کہ تمہیں شباب الدین سے مل کر اپنے جذبات کے اظہار کا موقع مل جائے۔“

”میرا اندازہ ہے کہ ایک اور لڑکی بھی شباب الدین کو پسند کرتی ہے۔“ کیرڈ نے غور سے زوزن کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

”کیا اس کے شباب الدین کے پسند کرنے پر بھی تم پریشان اور فکر مند ہو۔۔۔۔۔! زوزن نے غور سے کیرش کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر چپے ہوئے لہجے میں پوچھ تھا۔

اس موقع پر کیرش نے اپنے سر کو جھکا، نفی میں گردن ہلائی پھر مسکرائے ہوئے کہنے لگی۔ ”نہیں۔۔۔۔۔ ہرگز نہیں! وہ لڑکی بہت اچھی ہے، اس کی گفتگو سے اندازہ لگاؤ ہوں کہ وہ شباب الدین کی طرف مائل ہے۔“

”وہ لڑکی کون ہے۔۔۔۔۔ کہاں رہتی ہے۔۔۔۔۔ تمہاری اس سے کہاں ملاقات ہوئی۔۔۔۔۔؟“ بڑی تیزی سے زوزن نے اس سے پوچھ لیا تھا۔

”اس سے میری ملاقات اسیری کے دوران ہوئی۔۔۔۔۔ جن بستیوں پر بیوقوف حملہ آور ہوا تھا اور ان کی لوٹ کھسوٹ کبھی، ان بستیوں کا ایک سردار ہے، نام اس حسام الدین ہے۔ وہ لڑکی اس کی بیٹی ہے، نام اس کا سدورہ ہے۔۔۔۔۔ اجتہاد خوبصورت، پرکشش، دراز قد اور اعلیٰ شان دار شخصیت کی مالک لڑکی ہے۔“

دونوں ہمیں قصر کے اس کمرے سے نکل گئی تھیں۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ گورخان کے سفارتکاروں کو رخصت کرنے کے بعد اپنے لشکر کی تیاریوں میں لگ گیا۔ اس نے اب فی الفور گورخان سے تین شہر ترمذ بخارا اور سمرقند لینے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جہاں تک بخارا اور سمرقند کا تعلق ہے تو اس سے متعلق مؤرخین کہتے ہیں کہ چونکہ بادشاہ اہمہو کا پورا علاقہ خطا کے ترکوں کی حکومت میں شامل تھا۔ لہذا بخارا اور سمرقند بھی جو اسلامی علوم و فنون کے مرکز تھے ان کے تحت چلے آ رہے تھے اور یہ خطا کے ترک ایسے ظالم اور مسلمانوں سے ناروا سلوک رکھتے تھے۔ کچھ مؤرخین کا یہ بھی خیال ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے دور تک گورخان مارا جا چکا تھا اور اس کی بیٹی حکمران بن گئی تھی لیکن دوسرے مؤرخین کہتے ہیں کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے زمانے تک گورخان باقاعدہ زندہ رہا اور سلطان سے مقابلہ کرتا رہا۔

بہر حال سمرقند اور بخارا دونوں مسلمانوں کے شہر تھے اور گورخان کی طرف سے وہاں حاکم بھی مسلمان تھے۔ ان دونوں شہروں میں عوام کی غالب اکثریت بھی مسلمان تھی اس کے باوجود دونوں شہروں کے مسلمانوں سے سخت غیر ہمدردانہ سلوک کیا جاتا تھا۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ بخارا کا حاکم کمزور اور ابن الوقت قسم کا آدمی تھا۔ بجائے اس کے کہ اپنے ہم مذہبوں کے دکھ درد میں شریک ہوتا، الٹا اپنے ظالم آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے مسلمانوں کو ستاتا اور دکھ دینا ان پر فرض مین خیال کرتا تھا۔ ان حالات میں وہاں کے مسلمانوں کی نظریں سلطان علاؤ الدین پر لگی تھیں، کئی خفیہ پیغام بھی سلطان تک پہنچے اور کئی وفد بھی سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ وہ خطا کے ترکوں سے ان کو نجات دلائے۔

جہاں تک سمرقند کے مسلمان حاکم عثمان خان کا تعلق ہے، اس سے متعلق مؤرخین کا کہنا ہے کہ اگرچہ وہ بھی ترکان خطا کے ماتحت تھا لیکن بخارا کے حاکم کی نسبت وہ کسی قدر ہمدرد، رحم دل اور مسلمانوں کا خیر خواہ تھا۔ اس سے اپنے ہم مذہبوں کی ذلت و رسوائی نہیں دیکھی جاتی تھی، وہ بھی خفیہ طور پر علاؤ الدین خوارزم شاہ سے رابطہ قائم رکھے ہوئے تھا۔

ہے..... میں تمہارے راز کو کیسے فاش کر سکتی ہوں..... تمہاری زندگی مجھے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہے..... کہو! تم کس راز سے پردہ اٹھانا چاہتی ہو.....“

کیرش کے ان الفاظ سے زوزن کو کچھ حوصلہ ہوا کہنے لگی۔ ”کیرش! جس وقت پہلی بار شہاب ہمارے ہاں ایک سفیر کی حیثیت سے آیا تھا اور بیدوخان سے اس کا تعلق زنی کا مقابلہ ہوا تھا، اس کے بعد جب وہ واپس جانے کے لیے روانہ ہوا تھا تو تمہیں یاد ہوگا کہ ہمارے باپ نے بیدوخان کو اجازت دے دی تھی کہ وہ اپنے کچھ سچ جوان شہاب الدین کے پیچھے لگا دے جو اسے دیئے آمو کے بل کے پاس اس قدر زخمی کریں کہ زنی حالت میں شہاب الدین اپنے علاقوں میں داخل ہونے کے بعد تھوڑا سا آگے جا کر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔“

اس پر کیرش کہنے لگی۔ ”ہاں! مجھ سب کچھ یاد ہے اور بیدوخان نے اس کے پیچھے اپنے آدمی بھی لگا دیئے تھے لیکن شہاب الدین نے کمال ہمت و جواہری کا مظاہرہ کیا، ان سب کا خاتمہ کر کے اپنے علاقوں کی طرف چلا گیا۔“

زوزن سکرانی اور کہنے لگی۔ ”میری بہن! ایسا نہیں ہے، جس وقت شہاب الدین ہمارے دربار سے نکل کر گیا تھا اور بیدوخان اس کے پیچھے سچ جوان روانہ کرنے کے لیے نکلا تھا، اس وقت میرے دل میں ایک جذبہ سا اٹھا تھا کہ ایسے بے نیت زن، ایسے بے مثال و جنگجو طاقتور و دلیر انسان کو اس طرح دھوکہ دے کر کام لے کر ہلاک نہیں کرنا چاہیے۔ لہذا جس وقت دربار پر خراست ہوا تو میں نے اپنے اہمہو کے کچھ لوگوں کو بل کی طرف بھیجا جہاں انہوں نے بیدوخان کے آدمیوں پر تیر اندازی کر کے انہی ہلاک کر دیا اور شہاب الدین بخیریت اپنے علاقوں کی طرف چلا گیا۔“

زوزن کے اس انکشاف پر کیرش ایک خوش ہوئی کہ آگے بڑھ کر اس نے زوزن کو پینا لیا، کئی بار اس کی پیشانی، اس کا منہ چوما پھر طحہ ہوئی، کہنے لگی۔

”زوزن! ایسا کہ تو نے میرا دل خوش کر دیا ہے..... یقیناً تو نے بہت اچھا بروقت اور مناسب قدم اٹھایا تھا۔“

اس پر زوزن اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔ ”آؤ اب لشکر گاہ کی طرف چلتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ وہاں علاؤ الدین خوارزم شاہ کے حملہ آور ہونے سے متعلق کیا تاثرات ہیں..... کچھ دیر تک بابا بھی وہاں بیٹھ جائیں گے۔“ کیرش نے اس سے اتفاق کیا پھر

علاء الدین خوارزم شاہ کی پیش قدمی کی خبر ملی تو اس نے اس پیش قدمی کو کوئی اہمیت نہ دی۔ اس موقع پر گورخان نے دو قدم اٹھائے۔ پہلا یہ کہ ایک لشکر اس نے ترند شہر کے نواح میں متعین کیا۔ ایک اور لشکر کو اس نے اپنے ایک تجربہ کار سالار کی سرکردگی میں دیتے ہوئے اسے مقدمہ آئیش کا نام دیا اور اسی مقدمہ آئیش کو اس نے روانہ کیا تاکہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کی راہ روکے۔

گورخان یہ خیال کیے ہوئے تھا کہ اس نے اپنے جس لشکر کو مقدمہ آئیش کا نام دیا ہے وہ لشکر ہی علاؤ الدین خوارزم شاہ کو شکست دے کر مار بھگاے گا اور جو لشکر اس نے ترند شہر کے نواح میں متعین کیا ہے اس کے جنگ میں حصہ لینے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ گورخان کے تکیہ اور غرور کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ کو بھی اپنے مرکزی شہر اخلاط میں ہی رکھا اور کچھ دوسرے سالاروں کے تحت دو لشکر ترتیب دے کر ایک کوزہ میں مقیم کر دیا۔ دوسرے کو مقدمہ آئیش کا نام دے کر خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بھی گورخان جیسا ہی قدم اٹھایا، اسے جب اس کے خبروں نے اطلاع دی کہ گورخان دو لشکروں کو حرکت میں لایا ہے، ایک لشکر اس نے ترند میں متعین کر دیا ہے۔ دوسرے کو مقدمہ آئیش کا نام دے کر سلطان پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا ہے جب اس نے بھی اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اسے مقدمہ آئیش کا نام دیا۔ اس کا سالار اور کماندار شہاب الدین مسعود کو بنایا۔ منصور ترکی کو اس کے تحت کیا اور انہیں گورخان کے مقدمہ آئیش پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا۔ اس طرح سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور خطا کے ترکوں کے بادشاہ گورخان کے مقدمہ آئیش ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لیے آندھی اور طوفان کی طرح ایک دوسرے کی طرف بڑھے تھے۔

دونوں مقدمہ آئیش آخر کار ایک دوسرے کی راہ روکے ہوئے خطا کے ترکوں کے بادشاہ گورخان نے تو اپنے مقدمہ آئیش کو اس لیے روانہ کیا تھا کہ وہ سلطان علاؤ الدین سے ٹکرانے کا اور اسے شکست دے کر مار بھگاے گا۔ اس لیے کہ اسے اپنی طاقت و قوت کا بوازم اور گھمنڈ تھا۔ وہ اپنے مرکزی شہر اخلاط میں اپنے عزیز اقارب کے علاوہ اپنے بڑے بڑے سالاروں کے ساتھ بالکل مطمئن تھا اور اسے

عثمان خان بھی سلطان علاؤ الدین کو اپنے علاقوں کے حالات سے باخبر رکھا اور لشکر کشی کے لیے باقاعدہ اکسارت رہتا تھا۔ دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی اہل اپنی مملکت میں مضبوط اور مستحکم نہ ہوئی تھی کہ جس کی بنا پر وہ مجڑوں کے چھتے کو پھینرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے معاملے کو ٹالتا چلا آ رہا تھا، اب جب سلطان علاؤ الدین نے گورخان کے سفیر کو قتل کر دیا اور ساتھ ہی ماورائے نہر کے مسلمانوں کا اصرار حد سے بڑھ گیا کہ سلطان خطا کے ترکوں سے انہیں نجات دے۔ جب سلطان نے مناسب سمجھا کہ وہ خطا کے ترکوں سے ضرور ٹکرائے گا اور ان سے اپنے تین شہر ضرور واپس لے گا۔

اب سلطان کے لیے مسئلہ یہ تھا کہ ترند شہر تو اس کا اپنا تھا جو اس نے گورخان کو دیا تھا، اس کو واپس لینے کا وہ تکیہ کر چکا تھا، بخارا کا مسلمان حاکم گورخان کا بھتیجہ سے طرفدار تھا۔ جہاں تک سرحد کے حاکم عثمان خان کا تعلق ہے تو وہ ہمدرد اور رحمدل ضرور تھا لیکن تنکون حراج بھی تھا، کسی ایک معاملے پر مستقل رہتے ہوئے کام کرنے کا عادی نہ تھا۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان نے پہلے اپنی مملکت میں کچھ تقریریں کیں تاکہ گورخان سے ٹکراتے ہوئے مملکت کے اندر استحکام ہو، امن رہے۔ اس سلسلے میں اس نے تاج الدین علی شاہ کو طبرستان اور جرجان کا حاکم مقرر کیا۔ کریمک کو نیشاپور کا امیر۔ چلچک کو ہندوستان کا، خرمیل کو ہرات کا بندوبست سپرد کیا۔ امین الدین ابوبکر جو بہترین سالار تھا اسے فوجی طور پر زردن کے علاقے کا حاکم مقرر کر دیا تھا لیکن اس کی طرف سے کسی اور شخص کو زردن روانہ کر دیا گیا تھا اور امین الدین ابوبکر کو سلطان نے لشکر ہی میں رکھ لیا تھا۔

ان سارے انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد سلطان علاؤ الدین نے اپنے لشکر کو ترتیب دیا، اس کے بعد وہ اپنے مرکزی شہر خوارزم سے نکلا اور ترند شہر کا رخ کیا تھا۔ دوسری طرف گورخان کو اپنی طاقت اور قوت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں، اس کی سلطنت بڑی وسیع تھی۔ ایک طرف اس کے علاقے صحرائے گوبی کو گھس کرتے تھے دوسری طرف ماورائے نہر کا تقریباً سارا ہی علاقہ اس کی عملداری میں تھا۔ اس کے پاس علاؤ الدین خوارزم شاہ سے کہیں بڑی فوجی قوت تھی۔ اس بنا پر جب اسے

دست کرتے ہی وہ جنگ کی ابتدا کرے گا اور ہم پر حملہ آور ہونے میں وہ پہل کرے گا۔ کچھ دیر تک چاروں گروہ ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کریں گے اس کے بعد دونوں چھوٹے سالار جو میرے اور تمہارے درمیان ہوں گے وہ کچھ اس طرح پیچھے ہٹنا شروع ہوں گے گویا وہ گور خان کے لشکریوں کا دباؤ برداشت نہ کر سکے ہوں۔ اس طرح میرے اور تمہارے درمیان ایک خلاء پیدا ہو جائے گا۔ اس خلاء کو پر کرنے کے۔ یہ یقیناً گور خان کے لشکری ان خلاء میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے چھوٹے سالاروں نے اپنے لشکریوں کو پیچھے لے جاتے ہوئے جو خاصہ بڑا خلاء پیدا کر دیا ہو گا جب میرے بھائی تم دیکھو کہ وہ خلاء دشمن کے لشکریوں سے بھر گیا ہے تو تب تم ایک دم اپنا رخ پلٹنا اور دائیں جانب حملہ آور ہو جانا۔ اسی موقع پر میں بھی اپنے اندر ایک تبدیلی کروں گا اور بائیں جانب حملہ آور ہو جاؤں گا۔ اس طرح دشمن کا وہ لشکر جو ہمارے دو چھوٹے سالاروں کے تعاقب میں ہم دونوں کے اندر تک گھس آیا ہو گا اس کی تعداد بہت زیادہ ہوگی، اسے ہم لوگ موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا پھر کہنے لگا۔

”منصور میرے بھائی! جو کچھ میں نے کہا ہے یہ آخری نہیں، ردوبدل کرنا چاہو تو اس میں کر سکتے ہو۔ اس لیے کہ تم ایک عمدہ سالار ہو اور جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے دیے بھی کوئی اچھی اور عمدہ دلیل لا سکتے ہو۔“

منصور مسکرایا اور کہنے لگا۔ ”میرے پاس فی الوقت اس سے عمدہ اور اچھی مجھ پر نہیں ہے، سوای عمل کر کے دیکھتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی دونوں اپنے ہرے کی طرف گئے، اپنے اپنے ہرے کے لشکر کے قریب سے کیے۔ اس کے بعد اپنے اپنے ہرے کے سامنے کھڑے ہو کر وہ دشمن کے حملہ آور ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد جنگ کی ابتداء خطا کے ترکوں کے سالاروں نے کی۔ خطا کے ترک چونکہ اپنے آپ کو قوت و عظمت کی پر نگاہ علامت خیال کرتے تھے لہذا جنگ کی ابتدا کرنے کا فیصلہ انہوں نے کیا۔ اس طرح خطا کے ترک حملہ آور ہونے کے لیے اہل لڑنے میں آگے بڑھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خطا کے ترک مسلمانوں پر نفرتوں کی ہزاروں، عذاب راتوں کے خونی دکھ، بھوک و قحط پھرے ساموں کے ہجوم اور ہوش و

یقین تھا کہ جو مقدمہ انجیش اس نے سلطان علاؤ الدین پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا ہے وہ ضرور سلطان کو شکست دے کر اسے خوارزم کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دے گا۔

جب دونوں مقدمہ انجیش ایک دوسرے کے سامنے آئے تب وقت کی آنکھ لے دیکھا گور خان کے مقدمہ انجیش کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرانے کی خاطر اپنی مقیمیں درست کرنے لگے تھے۔ شہاب الدین نے سب سے پہلے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا پھر جنگ کی ابتدا سے پہلے وہ منصور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”منصور میرے بھائی! اس میں کوئی شک نہیں کہ گور خان کے مقدمہ انجیش کی تعداد ہم سے زیادہ ہے لیکن ہم نے ان کی عددی فوقیت کو کوئی حیثیت نہیں دی۔ لشکر کے میں نے دو حصے کر دیے ہیں۔ ایک حصہ میرے تحت، دوسرا تمہاری کمانداری میں کام کرے گا۔ اپنے ہرے کے لشکریوں کو بتا دینا کہ گور خان کے مقدمہ انجیش کی عددی فوقیت سے ہرگز مرعوب نہ ہونا۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو یہ خطا کے ترک ہمارے سامنے زیادہ دیر غہر نہ نکلیں گے۔ جہاں تک خطا کے ترکوں کا تعلق ہے تو کسی بھی صورت نہ ہم پر فوقیت نہیں رکھتے۔ جہاں یہ ترک ہیں، ہم بھی ترک ہیں۔ ہمیں ان پر فوقیت یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور کسی خاص مقصد اور کسی خاص دماغ کے سامنے رہتے ہوئے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں لہذا میرا دل کہتا ہے کہ اس ٹکراؤ میں کامیاب ہم ہی رہیں گے۔“ شہاب الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”منصور میرے عزیز بھائی! اب میں اور تم اپنے اپنے ہرے کے لشکریوں کو حریف دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔ ایک حصہ پہلے ہی میرے اور تمہارے پاس ہو گا جو حریف دو حصے بنائیں گے، انہیں اپنے چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں رکھیں گے۔ میرے ہرے کو جو میرے لشکر سے اٹھے گا، اسے میں اپنے بائیں جانب اور تم اس حصے کو اپنے دائیں جانب رکھنا۔ اس طرح جو حصے چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں ہوں گے وہ ہم دونوں کے درمیان رہیں گے۔

اب ہمارا جنگ کا طریق اس طرح ہو گا کہ پہلے پوری طاقت و قوت دشمن سے ٹکرائیں گے، دشمن چونکہ ہم پر عددی فوقیت رکھتا ہے، میرا خیال ہے

دانش سے محروم سازشی عناصر کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف شہاب الدین اور منصور نے پہلے طوفانی انداز میں بکیریں بلند کیں پھر جوبانی کا ردروائی کرتے ہوئے وہ بھی اتنا کی آگ، فضاء کے طوفان، موجوں کے بیچ تاب کی سی سرگردانی اور چان کشی صف در صف ٹکلی سرکش، طغیانوں اور انقلاب طوفان کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے میدان جنگ کے اندر تلکی سانس تمام ہونے لگی تھیں۔ لمبے خون آلود ہونا شروع ہو گئے تھے۔ رستیں غبار اڑانے لگی تھیں۔ ہر کوئی دوسرے کے روپ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک گھسانا کا زن پڑتا رہا۔ اس دوران گورخان کے سالار کسی قدر مایوسی کا شکار ہوئے اس لیے کہ وہ تو امید لگائے ہوئے تھے کہ چونکہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں لہذا سلطان کا جو لشکر ان کے سامنے آیا ہے وہ چند لمبے بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکے گا لیکن جب اس لشکر نے ان کے حملوں کو روکنے ہو۔ جوبانی کا ردروائیاں بھی کرنی شروع کیں تب گورخان کے سالاروں کو کسی قدر مایوسی سامنا کرنا پڑا تھا۔ عین اسی لمحہ گورخان کے لشکریوں کو امید کی کرن دکھائی دی اور انہیں یہ یقین ہونے لگا کہ اب ان کی فتح و کامیابی یقینی ہے۔ اس لیے کہ شہاب الدین اور منصور دونوں کے درمیان جو چھوٹے چھوٹے لشکر دو چھوٹے سالاروں کی کمانداری میں تھے وہ چیخے پھٹے لگے اور ظاہر انہوں نے ایسے کیا تھا کہ گویا وہ گورخان کے لشکر پر کے دباؤ کو برداشت نہ کر سکے ہوں۔

گورخان کے سالاروں نے جب دیکھا کہ سلطان علاء الدین کے لشکر کا وہ حصہ پیچھے ہٹنا شروع ہو چکا ہے تب انہیں اپنی کامیابی کی بحال دکھائی دی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ مزید زوردار حملے کے جائیں تاکہ مزید وقت ضائع نہ ہو اور اپنی فتح کو بڑھا دیا جائے۔ اس صورتحال میں شہاب الدین اور منصور نے بھی قدم اٹھایا اور انہوں نے اپنے درمیان فاصلہ اور زیادہ کر لیا تھا۔

اس صورت حال سے گورخان کے سالاروں اور لشکریوں نے فائدہ اٹھانا شروع کیا اور وہ منصور اور شہاب الدین کے درمیان بننے والے خلاء میں گھستے ہوئے اس سامنے پسپا ہونے والے علاء الدین خوارزم شاہ کے لشکریوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ جب منصور اور شہاب الدین کے درمیان پیدا ہونے والا خلاء بھر گات

تیزی سے تبدیلی رہنا ہوئی۔ ایک دم بکیریں بلند کرتے ہوئے شہاب الدین نے بائیں جانب اور منصور نے بڑی تیزی سے اپنے دائیں جانب حملے شروع کر دیے تھے۔ یہ حملہ زیادہ دیر نہ رہا، بہت جلد شہاب الدین اور منصور نے اپنے دونوں لشکریوں کے درمیان گھس آنے والے گورخان کے لشکریوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔ میدان جنگ کے اندر اب جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی گورخان کے لشکریوں کی ااشیں بکھر گئی تھیں۔ گورخان کے سالاروں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے سالاروں نے ان کے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے اور ان کے لشکر کے ایک بہت بڑے حصے کو انہیں بیچ میں لا کر ان کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا ہے۔ تب انہوں نے آخری امید کے طور پر اپنے لشکر میں کچھ تبدیلیاں کر کے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہونا شروع کیا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں مزید بے شمار اور اُن گت لشکری مارے گئے جس کے نتیجے میں گورخان کے سالار مایوس ہو گئے اور ہرنے کو اپنے پیچھے چھوڑتے ہوئے شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

شہاب الدین اور منصور دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کر لیا تھا۔ مرنے والوں کی تدفین کے علاوہ اپنے زخموں کی انہوں نے بہترین دیکھ بھال کی۔ گورخان کا لشکر جو سائیاں چھوڑ کر بھاگا تھا، اس پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہیں قیام کر کے سلطان کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے تاکہ متحدہ لشکر ترمذ کا رخ کرے۔

★.....★

ہمارے مقدمہ انجیش کو بدترین شکست دی ہے۔ مقدمہ انجیش کی اکثریت کو شہاب الدین نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور وہ اب ہمارے لشکر کی ہر چیز پر قبضہ کر کے اپنے سلطان کے ساتھ تہہ شہر کی طرف بڑھے گا۔" یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی، کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"وزن میری بہن! یہ تو وہی خبر ہے جو ہمارے شہر میں آئی ہے..... ویسے ہی نہیں ہے اس لیے کہ جس وقت بابا نے مقدمہ انجیش کو مسلمانوں کے سلطان کو مار بھگانے کے لیے اسے روانہ کیا تھا، اسی وقت ہی مجھے شک اور وہم ہو گیا تھا کہ مسلمان ہمارے اس مقدمہ انجیش کو بدترین شکست دیں گے۔

اس کے باوجود ہمارے گھمنڈ اور تکبر کا عالم ہے کہ اس وقت ہمارے سارے بڑے بڑے سالار اپنے مرکزی شہر اخلاط میں قیام کیے ہوئے ہیں..... ان میں سے کوئی بھی لشکریوں کی دہکوتی یا ان کا حوصلہ بوجھانے کے لیے تہہ نہیں گیا۔ یہاں تک کہ بابا بھی ہمیں قیام کیے ہوئے ہیں جبکہ مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ ان کا جو لشکر تہہ شہر پر حملہ آور ہو کر تہہ پر قبضہ کرنے کے لیے آ رہا ہے اس لشکر کی سپہ سالاری سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ خود کر رہا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سارے بڑے بڑے اور نامی گرامی سالار اس لشکر میں شامل ہیں۔ اب مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے مقدمہ انجیش کو تو بھگت ہو گئی ہے، اگر تہہ شہر میں ہمارا جو لشکر اس وقت پراڈ کیے ہوئے ہے اسے بھی سلطان علاؤ الدین نے شکست دے دی تو پھر آنے والے دور میں ہمیں علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ہاتھوں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اگر تہہ کے نواح میں ہمارا لشکر مات کھا گیا تو تہہ کے بعد بخارا اور سرقد کو فتح کرنے میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کو کوئی زیادہ وقت پیش نہیں آئے گی۔"

کیرش جب خاموش ہوئی تب کی قدر رتھنات کا اظہار کرتے ہوئے وزن کہنے لگی۔ "کیرش! میرے اور تمہارے اس طرح کلگرومنڈے اور پریشانی کا اظہار کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب بابا خود ہی اپنے بڑے بڑے سالاروں کو اپنے پاس روکے ہوئے ہیں اوز چند چھوٹے سالاروں کو لشکر دے کر علاؤ الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کر دیا ہے تو شکست تو ہمارا مقدر بنے گی ہی۔ شاید ہمارے باپ کو اس زعم، اس گھمنڈ میں ان پرستی پر مجبور کر دیا ہے کہ اس کی سلطنت بڑی وسیع



وزن اپنے کمرے میں بیٹھی تھی کہ اس کی چھوٹی بہن کیرش اس کے کمرے میں داخل ہوئی اور آگے بڑھ کر وہ وزن کے پہلو میں بیٹھ گئی تھی۔ وزن کچھ دیر تک اس کے چہرے کا جائزہ لیتی رہی پھر کہنے لگی۔

"تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم بہت کچھ کھانا چاہتی ہو..... کیا ہمارے شہر میں کوئی ذخیرہ آئی ہے؟"

جواب میں کیرش مسکرائی اور کہنے لگی۔ "وزن میری بہن! اکثر تمہاری قیاذ شناسی صحیح ہو جاتی ہے..... شہر میں واقعی ہی خبر آئی ہے اور یہی خبر یہ ہے کہ ہمارے لشکر کے ایک حصے کو شکست ہوئی ہے..... یہ خبر ابھی ابھی بابا کے پاس کچھ بجڑے کر آئے ہیں..... بابا نے غلطی کی تھی کہ وہ لشکروں کو ایک کام دیا تھا۔ ایک لشکر کو تہہ کی حفاظت کے لیے تہہ کے نواح میں چھوڑا، دوسرے لشکر کو مقدمہ انجیش کا نام دے کر علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روکا۔

اب حیرت کی بات یہ ہے کہ سلطان نے اپنے پورے لشکر کے ساتھ ہمارے مقدمہ انجیش کا مقابلہ نہیں کیا حالانکہ ہمارے مقدمہ انجیش کی بہت بڑی تعداد تھی۔ مسلمانوں کے سلطان نے اپنے سالار شہاب الدین بسود اور منصور ترکی دونوں کو اپنے لشکر کا ایک حصہ دے کر اپنے آگے آگے روانہ کیا اور اس لشکر کا نام بھی اس نے مقدمہ انجیش ہی رکھا۔

پھر میری بہن کلے میدانوں میں دونوں لشکر آپس میں لگرائے..... جو اطلاعات بجز بابا کے پاس سے لے کر آئے ہیں ان کے مطابق شہاب الدین کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی جبکہ اس کے مقابلے میں ہمارا لشکر بہت بڑا تھا۔ اس کے باوجود شہاب الدین نے

بابا سے یہ بھی کہیں کہ ہمارے ساتھ وہ کچھ حفاظتی دستے روانہ کر دے۔" یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی پھر اپنی بات کو بڑھاتی چلی گئی تھی۔

"دزون! اس موقع پر بابا ہم دونوں سے یہ بھی پوچھ سکتے ہیں کہ آخر ہم کس مقصد کے تحت اپنے اس لشکر میں شامل ہونا چاہتی ہیں جو تڑکے کے نواح میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے تو اس کے لیے میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ بابا اپنے مقدمہ انکیش کے شکست کھانے سے لشکر بدل ہو چکے ہیں لہذا جب وہ ہم دونوں بہنوں کو لشکر کے اندر دیکھیں گے تو ان کے حوصلے پھر پختہ دان کے ارادے پھر مضبوط ہو جائیں گے اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ استحکام اور جواہری سے مسلحانوں کا مقابلہ کر پائیں گے۔

مجھے امید ہے کہ بابا کو جب ہم یہ وجہ پیش کریں گے تو وہ ہم دونوں بہنوں کو چند محافظ دستوں کے ساتھ تڑکے جانے کی اجازت دے دیں گے اور ہم اپنے لشکر میں قیام کریں گے۔ قیام کے دوران....."

یہاں تک کہتے کہتے کیرش کو رک جانا پڑا اس لیے کہ دزون نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا کی بار اس کا چہرہ چومنا پھر کہنے لگی۔

"کیرش میری بہن! تم نے وہ کچھ کہہ دیا جو میں نہ کہنا چاہتی تھی، تم نے میرے اشوور اور شعور دونوں میں اٹھنے والے خیالات کو چرا لیا ہے جہاں تک تم کہہ چکی ہو اس سے آگے میں کہوں کہ نہیں کیا کرنا چاہیے؟

میری عزیز بہن! اس لشکر میں پڑاؤ کے دوران ہم دونوں کوشش کریں گی کہ کوئی ایسی راہ نکل آئے جس کے ذریعہ تمہاری اور شہاب الدین بن مسعود کی ملاقات ہو جائے اور تم اس پر اپنے جذبات، اپنی محبت کا اظہار کر سکو، ایک بار تمہارا اس پر اپنی محبت کا اظہار کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ اسے یہ تو خبر ہو جائے کہ اسے یہ خطا کی کوئی لڑکی بھی اسے پسند کرتی ہے تاکہ وہ تمہاری طرف توجہ دے سکے۔"

"کیا یہی تم کہنا چاہتی تھی؟" کیرش خوش ہو گئی تھی جب اس نے اثبات میں سر ہلایا تب حسرت لگاتے ہوئے دزون اٹھ کھڑی ہوئی کہنے لگی۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے چلو بابا کے پاس جاتی ہیں۔"

کیرش فوراً اٹھ کھڑی ہوئی جب وہ دونوں اس کمرے سے باہر آئیں تو خوش

ہے۔ اس کے پاس علاؤ الدین خوارزم شاہ سے کہیں زیادہ اور بڑی قوت ہے لیکن مسلمانوں میں یہ خاص صفت ہے کہ چھوٹے چھوٹے لشکریوں سے بھی اپنے سے کئی گنا بڑے لشکریوں کو شکست دینے کا ہنر جانتے ہیں۔ یہی حال کہیں ہماری سرزمینوں میں نہ ہو جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دزون رکی کچھ سوچا پھر اس کی آواز گونجی۔ "اچھا کیرش اس موضوع کو بند کرو، ایک اور موضوع پر بھی میں تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

دزون کے ان الفاظ پر کیرش چونکی، غور سے دزون کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔ "میری بہن! میں بھی ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں..... یہ

موضوع تو زیر بحث اس لیے آگیا کہ تھوڑی دیر پہلے خبر آئے اور انہوں نے اپنے مقدمہ انکیش کی شکست کی خبر دی۔ دوسرے موضوع پر جو میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں وہ انتہائی اہم ہے بلکہ میں یوں کہہ سکتی ہوں کہ اس کا تعلق میری ذاتی زندگی سے ہے۔"

کیرش کے ان الفاظ پر دزون بھی چونکی، کہنے لگی۔ "عجیب اتفاق ہے کہ جس موضوع پر میں گفتگو کرنا چاہتی ہوں وہ بھی تمہاری ذاتی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔"

دزون کے ان الفاظ پر کیرش خوش ہو گئی تھی کہنے لگی۔ "اگر یہ بات ہے تو پھر کچھ تو تم کس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہو؟"

دزون نے ہلکی سی ایک چپت دزون کے گال پر لگائی اور کہنے لگی۔ "یوں نہیں..... پہلے تم کہو، کیا کہنا چاہتی ہو..... اس کے بعد میں اپنی منصوبہ بندی کا تم پر اظہار کر دوں گی۔"

جواب میں کیرش نے پہلے اپنا گلا صاف کیا اس موقع پر اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ و چہرے پر اطمینان تھا۔ کچھ دیر تک وہ اسی کیفیت میں دزون کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

"دزون میری بہن! میں چاہتی ہوں کہ میں اور تم دونوں بابا کے پاس جائیں، اس سے اطمینان کرتی ہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں یہ جو ہمارے مقدمہ انکیش کو شکست ہوئی ہے تو اس کے بڑے فتنی اثرات اس لشکر پر مرتب ہوں گے جو اس وقت تڑکے کے نواح میں پڑاؤ کیے ہوئے ہے..... میں اور تم دونوں مل کر اس بات پر بابا کو قائل کرتی

ہیں کہ ہم دونوں بہنیں اس لشکر کی طرف جاتی ہیں جو تڑکے میں قیام کیے ہوئے ہے.....

خان کہنے لگا۔ ”لیکن.....“

گورخان لیکن ہی کہنے پایا تھا کہ روزن نے پھر اس کی بات ایک لی کہنے لگی۔
”بابا! لیکن کا مطلب ہے آپ ہماری بات ماننا چاہتے ہیں جبکہ میں نے آتے ہی آپ
سے گزارش کی تھی کہ ہمارا کہاٹالے گا نہیں۔“

گورخان مسکرا دیا کہنے لگا۔ ”اگر تم دونوں بہنوں کے یہی ارادے ہیں تو میں
تمہاری تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔“

اس موقع پر گورخان کی بیوی اور کیرش و روزن کی ماں نے بھی اس سے اتفاق کیا
تھا۔ اپنے باپ کے اس فیصلے سے روزن اور کیرش دونوں خوش ہو گئی تھیں پھر بعد میں
کچھ سچا دستے تیار کیے گئے۔ اس دوران روزن اور کیرش نے بھی اپنی تیاری مکمل کر لی
تھی اس کے بعد انہی محافظ دستوں کے ساتھ دونوں بہنیں ترند کی طرف کوچ کر گئی
تھیں۔

★.....★

ہو گئیں اس لیے کہ انہوں نے دیکھا کہ غلام گردش میں ان کا باپ گورخان اور ان کی
ماں و دو تان کچھ غلاموں کو ہدایات دے رہے تھے۔ گورخان نے جب اپنی دونوں بیٹیوں
کو تیز تیز چلتے ہوئے اپنی طرف آنے دیکھا تو غلاموں کو اس نے فارغ کر دیا پھر اپنی
دونوں بیٹیوں کا انتظار کرنے لگا۔ دونوں اس کے قریب گئیں پھر روزن گورخان کو
مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بابا! ہم آپ سے التماس کرنے کے لیے آئی ہیں۔ ساتھ ہی ہم دونوں کی یہ بھی
اتحاد ہے کہ جو کچھ ہم کہنا چاہتی ہیں اسے ماننے کا نہیں۔“ گورخان نے شفقت آمیز
انداز میں باری باری دونوں بہنوں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”گلتا ہے میری دونوں بیٹیاں آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد ہمارے
پاس آئی ہیں..... بہر حال کوہنم کوہنم کیا کہنا چاہتی ہو..... اگر تم دونوں نے اچھی بات
کی تو تمہارا کہاٹالوں کا نہیں۔“ اس پر روزن کی قدر مطمئن انداز میں کہنے لگی۔

”بابا! تھوڑی دیر پہلے کیرش نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ نے جو مقدمتہ انکیش
مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا تھا
اسے شکست ہوئی ہے لہذا ہمارے مقدمتہ انکیش کی اس شکست سے اس لشکر پر بھی
برے اثرات پڑ چکے گئے جو اس وقت ترند شہر کے نواح میں قیام کیے ہوئے ہے۔ اس
شکست سے ہمارے وہ لشکری بددی اور بدلتی کا شکار ہوں گے۔ میں اور کیرش نے
آپس میں مشورہ کیا ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اتحاد کریں کہ ہم
دونوں بہنوں کو اجازت دیں کہ ہم یہاں سے چند مسلح دستوں کے ساتھ اپنے اس لشکر
کے ساتھ جا کر شامل ہو جائیں جس نے ترند کے نواح میں قیام کیا ہوا ہے۔

بابا! آپ بے فکر رہیں، گھبراہٹے گا نہیں..... ہم عملی طور پر جنگ میں حصہ نہیں
لیں گی۔ ہمارا لشکر کے اندر موجود رہنا ہی لشکریوں کی خوراک و کامیابی میں اضافہ کا باعث بن
جائے گا۔ جب لشکر کو یہ احساس ہوگا کہ اگر ان کا بادشاہ یا ان کے سالار اعلیٰ ان
کے اندر موجود نہیں ہیں تو کم از کم ہمارے بادشاہ کی دو بیٹیاں تو ہمارے اندر موجود ہیں
لہذا ہماری موجودگی کی وجہ سے ہمارے لشکری زیادہ پر جوش ہو کر اور زیادہ استقلال کے
ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کر پائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد روزن جب خاموش ہوئی تب لشکر بھرے انداز میں گور

اس موقع پر شہاب الدین نے اپنے بھائی کو بھی ڈھانپ رکھا تھا لہذا اس کے چہرے سے اسے پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔

گورخان کے لشکر میں کچھ دیر تک سناٹا رہا، کوئی بھی انفرادی مقابلے کے لیے باہر نہ آیا یہاں تک کہ شہاب الدین نے دوسری بار انفرادی مقابلے کے لیے لکارا، اس بار بھی کوئی مقابلے کے لیے نہیں نکلا تو تیسری بار شہاب الدین نے جب لکارا تب گورخان کے لشکر سے ایک سیاہ گھوڑے پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے نکلا۔ وہ پوری طرح لوہے میں غرق تھا۔ شہاب الدین کی طرح اس نے بھی اپنا چہرہ اپنے آہنی خول سے ڈھانپ رکھا تھا، اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار اور ڈھال تھی۔

اپنے سیاہ گھوڑے کو سر پیٹ دوڑاتا ہوا گورخان کا وہ لشکری شہاب الدین کے قریب آیا، شہاب الدین اپنے گھوڑے پر سوار ایک جگہ کھڑا رہا جبکہ وہ سوار شہاب الدین کے گرد دو تین چکر لگانے کے بعد اس کے سامنے آن رکھا پھر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا، اسے دیکھتے ہوئے شہاب الدین دنگ رہ گیا تھا، وہ کیرش تھی۔

شہاب الدین کچھ دیر تک عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا، اس کے چہرے پر حیرت اور تعجب کے آثار ابھی تھے پھر کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”گورخان کی بیٹی! کیا تمہارے لشکر میں کوئی جوانمرد، کوئی ایسا بیٹا زن نہیں ہے جو انفرادی مقابلے میں میرے سامنے آتا، تمہیں انہوں نے کیوں موت کا ایذا سننا بنانے کے لیے یوں میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے بھیج دیا ہے؟“

شہاب الدین کے خاموش ہونے پر جگہ بگم تھمسم میں کیرش کہنے لگی۔ ”پہلے آپ اپنے چہرے سے اپنا نقاب ہٹائیں تاکہ مجھے یقین ہو جائے کہ آپ ہی شہاب الدین ہیں، اس کے بعد میں آپ سے وہ کچھ کہوں گی جو کہنا چاہتی ہوں۔ تاہم میں آپ پر یہ انکشاف کر دوں کہ میں آپ سے انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں نہیں اتری۔“

شہاب الدین نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا، کیرش نے دیکھا تب اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ شہاب الدین نے پھر اپنے چہرے پر اپنے آہنی خول کا نقاب ڈال دیا تھا۔ کیرش نے بھی ایسا کر لیا تھا پھر کیرش کی گفتگوائی ہوئی آواز سنائی دی



ترنہ شہر کے نواح میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے تھے۔ سلطان نے اپنے لشکر کو حسب سابق تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وسطی حصے میں سلطان خود رہا، اپنے ساتھ نائب کی حیثیت سے اس نے اپنے ماموں امیر ملک کو رکھا تھا۔ دائیں حصے کی کمانداری شہاب الدین بن مسعود کر رہا تھا۔ منصور ترکی اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا۔ بائیں جانب کی سالاری امین الدین ابوبکر کے پاس تھی اور کر تک اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

دونوں لشکریوں نے جب اپنی صفیں درست کر لیں تب شہاب الدین نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی، شاید اس سے پہلے وہ سلطان کے ساتھ اپنا معاملہ طے کر چکا تھا اور اس کے مطابق وہ حرکت میں آیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتے ہوئے شہاب الدین دونوں لشکریوں کے درمیانی حصے میں آیا، اپنی برہنہ تلوار اور ڈھال دونوں اطراف میں فضا میں بلند کی اور پھر گورخان کے لشکر کی طرف منہ کرتے ہوئے پھر بلند آواز میں کہنے لگا۔

”گورخان کے لشکر یو! میں شہاب الدین بن مسعود ہی شہاب الدین ہوں جس نے پہلے تمہارے بادشاہ گورخان کے دربار میں اس کے پیچھے بید گورخان کو بیچ زنی کے مقابلے میں شکست دے چکا ہوں۔ میں ہی وہ شہاب الدین ہوں جس نے دیا ہے آواز کے بائیں کنارے بید گورخان اور پھر اس کے بھائی کا ایک جنگ کے دوران سر کاٹا۔ میں ہی وہ شہاب الدین ہوں جس نے تمہارے بادشاہ گورخان کی بیٹی کو اسیر بنا لیا۔ میں تم کو کون انفرادی مقابلے کی دعوت دیتا ہوں، تم میں سے کوئی ایسا ہے اپنے لشکر سے نکل کر میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرے۔“

تھی۔

”محترم شہاب الدین! آپ کو غلط فہمی اور دھوکہ ہوا ہے، میں آپ سے انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے نہیں آئی دراصل اسیری کے بعد مجھے کہیں بھی آپ سے ملاقات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ جس وقت آپ نے مجھے دریائے آمو کے پل کے قریب رخصت کیا تھا اس وقت بھی آپ کے ساتھ آپ کے بہت سے ساتھی تھے۔ لہذا اس وقت بھی میں جو کہتا ہوں سچی نہ کہنے پائی۔ جو کچھ میں کہتا ہوں سچی ہی اس کے لیے وہ موقع اور وقت حاصل نہ تھا۔

اب جو آپ کے خلاف انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے نہیں اترے تو میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا، بظاہر تو میں اپنے لشکر کو یہی تاثر دے کر لگی ہوں کہ میں انفرادی مقابلے کے لیے اتر رہی ہوں لیکن میں تو آپ سے صرف یہ کہنے آئی ہوں کہ میں گور خان کی بیٹی کیرش آپ سے محبت کرتی ہوں آپ کی زندگی کی ساتھی بننے کی خواہش رکھتی ہوں میرے خیال میں آپ میری اس پیشکش کو ٹھکرائیں گے نہیں۔“

کیرش کے ان الفاظ پر شہاب الدین نے ہلکا سا ایک ہتھیر لگایا، کچھ دیر غور سے کیرش کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

”گور خان کی بیٹی! یہ بھی تو نے خوب کہی تم جیسی لڑکیاں جو مردوں کی زندگی کو دوزخ نما بنانے کا ہنر جانتی ہیں اور انھوں نے اندر بے لگام ہو جاتی ہیں، میں ایسی لڑکیوں کے سامان شوق اور غضبانہ ذوق میں آنے والا شخص نہیں ہوں۔ بی بی! اگر مجھے باتوں میں لگا کر دھوکہ دینی سے مجھ پر حملہ آور ہونا چاہتی ہو تو یاد رکھنا اس میں تمہیں ناامیدی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مجھے دھوکہ دو گی تو یاد رکھنا فائدہ کسی، قتل و اضطراب اور قطع و برید سے بھی تمہاری حالت بدتر ہو جائے گی اور تمہیں اپنے چاروں طرف ہراس و وحشت کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔

گور خان کی بیٹی! تم جیسی لڑکیاں جو آداب معاشرت اور عقائد و نظریات سے بالکل عاری ہوتی ہیں، وہ دوسروں کو اپنی محبت کا فریب دے کر مٹلیں گے گرداب کی طرح بے وقعت و بے نصیب، بے شرف و بے تیر تو ہو سکتی ہیں، دغا کرنا نہیں جانتیں تم جیسی لڑکیاں جبر کی سیاہ رات میں دردماندہ و غیر ماندہ اور حرام نصیب ہونا سکتی ہیں لیکن کسی سے غلطی پر مٹی پائیدار محبت نہیں کر سکتیں۔

گور خان کی بیٹی! اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ مجھے دھوکے اور فریب میں مبتلا کر لو گی تو تمہارا وہم و گمناہ فریب نظر ہے، تمہارا یہ خیال و جذبہ، تمہاری خوبصورتی کا یہ حیر و جذبہ اور تمہارے حسن کے یہ رنگ و رنگت مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتے لہذا میں تم سے کہوں گا کہ مجھے اپنی محبت کا فریب دینے کی کوشش مت کرنا۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر کیرش تاریک لہجہ جیسی غم زدہ ہوتے ماہ و انجم سی افسردہ اور کھٹکاش کی اجڑی مانگ جیسی طول ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر دنیا بھر کے غم دوراں کا سوگ قص کر گیا تھا۔ کچھ سوچا پھر انتہائی غم زدہ آواز میں شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”آپ میرے حقیقی غلط اندازہ نگار ہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ کبھی میں آپ کے لیے سراپوں کی وسعت میں بھٹکا ایک ہونا کا لمحہ جی لیکن اب انقلاب نے اس میں ایک تبدیلی کر دی ہے۔ اب آپ کے لیے میری محبت شبنم کی خشک، لطافت، خود فراموشی و خویشت اور بے غرض انہماک سے بھی زیادہ گہری اور پر غوص ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں اپنے پورے ام و جسم اپنے نفس و بغی کی گہرائیوں سے آپ کو چاہنے لگی ہوں میں نہیں جانتی کہ اس سلسلے میں میں کیسے آپ کو اپنے جذبات کا احساس والا کتبہ ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی اور دوبارہ شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ”میں آپ پر صرف اپنی محبت کا اظہار کرنے کے لیے میدان میں اترتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری کوئی غرض و غایت نہیں ہے میں اب واپس جاتی ہوں، ساتھ ہی آپ سے یہ اتماس کرتی ہوں کہ اگر اس انفرادی مقابلے سے متعلق کوئی تفصیل آپ سے پوچھتی تو آپ یہ کہیے گا کہ ایک لڑکی آپ کے مقابلے پر اپنی تھی پر آپ نے لڑکی سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا اس بنا پر یہ انفرادی مقابلہ نہ ہو سکا اور گور خان کے لشکر سے نکلنے والی لڑکی واپس چلی گئی۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تب شہاب الدین کہنے لگا۔ ”میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اب تم واپس جاؤ، تمہارے لشکر میں اگر تمہاری سلطنت کے نظریوں کا سپہ سالار اعلیٰ تانیکو ہے تو اسے میرے مقابلے پر بھیج دو اور کوئی اہم سالار موجود ہے تو کم از کم اسے تیغ زنی کے انفرادی مقابلے پر میرے سامنے آنا چاہیے تھا

تھے۔ اس وقت ایک چھوٹا سالار بڑی تیزی سے سلطان کے قریب آیا اور دھمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

”سلطان محترم! میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں لیکن رازداری کے ساتھ۔“

سلطان اپنے سالار کے الفاظ پر مسکرایا، اسے جب کچھ کہنے کی اجازت دی تب وہ سلطان کے نزدیک ہو کر بڑی دھیمی سرگوشی میں سلطان سے کچھ کہنے لگا تھا۔

جب تک وہ سرمشقی کرتا رہا سلطان مکرکرا رہا، تب سلطان کے کہنے پر وہ سالار وہاں سے ہٹ کر چلا گیا، تب کچھ دیر تک وہاں علاء الدین خوارزم شاہ اپنے قریب کھڑے شہاب الدین بن مسعود کی طرف دیکھتے ہوئے مکرکرا رہا پھر ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے شہاب الدین کو قریب آنے کے لیے کہا۔

شہاب الدین جب سلطان کے قریب گیا تب شہاب الدین کا بازو پکڑ کر سلطان نے اسے حریف اپنے قریب کیا اور پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں سلطان شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن مسعود! دشمن کے جو فکری اسیر بنائے گئے ہیں، ان اسیروں میں گور خان کی دو بیٹیاں بھی ہیں، یہ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو اپنا سالار آیا ہے اس نے بھی اطلاع مجھے دی ہے۔ گرفتار ہوئی ان گور خان کی بیٹیوں میں سے ایک کا نام دزدن بتایا گیا ہے، دوسری کا نام کیرش اور وہ دونوں تم سے ملنا چاہتی ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا، تھوڑی دیر تک پھر مسکراتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود کی طرف دیکھتا رہا۔ دوبارہ بول اٹھا۔

”ابن مسعود! مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ دونوں لڑکیاں اسیر بنائی نہیں گئیں بلکہ بنی ہیں۔ اگر وہ بھاگنا چاہتیں تو بھاگ سکتی تھیں۔ وہ خود اسیر اس لیے بنی تھیں کہ تم سے کسی موضوع پر گفتگو کرتا چاہتی ہیں۔ میرے خیال میں ان میں سے ایک لڑکی تو وہ ہے جو تمہارے ساتھ انفرادی مقابلے کے لیے نکلی تھی اور تم نے ایک لڑکی سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن میرا دل کہتا ہے کہ وہ مقابلے کے لیے نہیں اترتی تھی اس لیے کہ جو سالار تھوڑی دیر پہلے آیا ہے اس نے دوران گفتگو مجھے یہی اشارہ دیا ہے کہ انفرادی مقابلے کے دوران وہ لڑکی کسی اور ہی موضوع پر تم سے گفتگو کرنے کے لیے آئی تھی لیکن تم نے اسے زیادہ وقت نہیں دیا۔ بہر حال اب ہم جبکہ دُخن کو ٹھکست دے

..... اب تم جا سکتی ہوں، میں کسی بھی موضوع پر حرید تم سے گفتگو کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔“

شہاب الدین کا کہا مانتے ہوئے کیرش نے اپنے گھوڑے کی باگیں موڑیں، اسے ایڑھ لگاتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف چلی گئی تھی۔ شہاب الدین واپس اپنے لشکریوں کی طرف ہولبا تھا۔

اسکے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے حملہ آور ہونے میں پہلے گور خان کے لشکر نے کی تھی اور وہ سلطان علاؤ الدین کے لشکر پر بےستیاں کھنڈر کرتے آگ برساتے ابر آور اپنے آغاز و انجام دونوں میں خیر لے آئندہ کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

دوسری طرف سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اسکے سالاروں نے بھی اپنی کارروائی کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لیا اور وہ بھی گورخان کے اس لشکر پر جسم و جان کا کرب بٹنے دکھ کے سمندر و قس کی دیرائیاں و جدائی کی شاموں کا دکھ پھیلائی خشونت آمیز لافتمای قوتوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔ تہذہ شہر کے نواح میں دونوں لشکر اپنی پوری طاقت و قوت کے ساتھ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ گورخان کے لشکر کی تہذہ شہر کا تحفظ کرنا چاہتے تھے جبکہ سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ہر صورت میں تہذہ شہر پر قبضہ کرنے کا تہیہ کیے ہوئے تھا۔ آخر سد پہر کے قریب گورخان کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی، اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ بہت کم کو بھاگنا نصیب ہوا اور بہت سول کو اسیر بنایا گیا تھا۔

چونکہ سلطان کے لشکر نے غور خان کے لشکر کا خوب قتل عام کیا تھا اور بہت کم کو اپنی جانیں بچا کر بھاگنا نصیب ہوا تھا اس کے علاوہ کچھ نے ہتھیار چھینک کر امان طلب کی تھی اور انہیں اسیر بنا لیا گیا تھا لہذا سلطان نے بھاگے والوں کا تعاقب نہیں کیا تھا۔



دشمن کے پڑاؤ کی ہر شے پر قبضہ کرنے کے بعد آخر سلطان فاتح کی حیثیت سے ترمذ شہر میں داخل ہوا جس وقت ترمذ کے اکابر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں کے ارد گرد ہجوم کیے، سلطان کو اس فتح پر مبارکباد پیش کر کے

محبت کے معاملے میں مجھے کچھ خام کار لگتے ہو۔ دیکھو! اگر حسام الدین کی بیٹی تمہیں پسند کرتی ہے اور اس کے علاوہ گور خان کی بیٹی کیرش بھی تمہیں چاہتی ہے تو اس میں پریشانی اور مضطرب ہونے کی کوئی بات ہے؟ میرے عزیز! لوگ تو آٹھ آٹھ نو نو شادیاں کر لیتے ہیں اور تم دو لڑکیوں سے محبت کرتے ہوئے شرمارہے ہو، پریشانی کا اظہار کر رہے ہو۔ دیکھو! سدورہ اپنی جگہ ہے، کیرش اپنی جگہ ہے۔ اگر تمہیں اپنی ذات کا مرکز بنا کر یہ دونوں لڑکیاں تمہارے ساتھ رہنے پر آمادگی ظاہر کر دیتی ہیں تو پھر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم جاؤ، گور خان کی ان دونوں بیٹیوں سے ملو پھر دیکھو وہ کیا کہتی ہیں۔ جو سالار مجھے یہ اطلاع دینے آیا تھا، میں نے اسے یہ کہہ دیا ہے کہ وہ شہر پناہ کے شرقی دروازے کی طرف جائے، وہاں جو محافظوں کے لیے کمرے بنے ہوئے ہیں ان میں سے ایک کمرہ خالی کر کے عزت کے ساتھ ان دونوں بہنوں کو وہاں بٹھائے اور وہیں جا کر تم ان سے گفتگو کرو۔

سلطان کے کہنے پر شہاب الدین وہاں سے بہت گیا تھا پھر وہ ترنہ شہر کی فصیل کے شرقی دروازے کی طرف گیا تھا۔

جب وہ دروازے کے قریب گیا تو اس نے دیکھا کہ جو سالار سلطان کی طرف تھوڑی دیر پہلے گیا تھا وہاں ایک دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ شہاب الدین کو آنے دیکھتے ہی اس سالار نے مسکراتے ہوئے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا تھا اور شہاب الدین چپ چاپ اس دروازے کے اندر داخل ہوا تھا۔

شہاب الدین نے دیکھا اندر ایک نشست پر زوزن اور کیرش دونوں غمر مند اور پریشان سی بیٹھی ہوئی تھیں۔ جو بیٹی شہاب الدین اس کمرے میں داخل ہوا دونوں فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔ شہاب الدین ان دونوں کے سامنے آیا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”آپ دونوں کو میرے لیے اٹھنا نہیں چاہیے تھا، بیٹھیں۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر دونوں کو کچھ ڈھارس ہوئی پھر دونوں بیٹھیں بیٹھ گئیں، یہاں تک کہ زوزن نے گفتگو کا آغاز کیا۔

”امیر شہاب الدین! یہ کیرش ہے، آپ اسے جانتے ہیں، شاید آپ مجھے نہیں پہانتے ہوں گے۔“

پکے ہیں، ترنہ شہر پر قبضہ بھی کر چکے ہیں اور گور خان کے بڑاؤ پر قبضہ کر کے اس بہت سے لشکریوں کو اسیر بنا چکے ہیں۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ پہلے جا کر ان دونوں لڑکیوں سے ملو اور پھر میں تمہیں یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ گور خان کے جم قدر لشکری ان لڑکیوں سمیت اسیر بنائے گئے ہیں، تم انہیں آزاد کر کے واپس جانے آ اجازت دے سکتے ہو۔“

اس موقع پر سلطان علاء الدین پھر رکا، اس پر کچھ استغنامیہ سے انداز میں ان مسعود کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابن مسعود! کیا ان دو میں سے کوئی ایک تمہیں چاہنے تو نہیں لگی؟ جو انفرادی مقابلے کے لیے نکلے گی تو کیا وہ اپنے جذبات ہی کا اظہار کرنے تو نہیں آتی تھی؟“

شہاب الدین مسکرایا پھر کیرش سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل اس نے دہرے۔

الفاظ میں سلطان سے کہہ دی تھی۔ اس پر سلطان پھر مسکرایا کہنے لگا۔

”ابن مسعود میرے بیٹے! تم خوش قسمت ہو کہ گور خان کی لڑکی تمہیں پسند کر گئی ہے۔ دیکھو، اسے ملو، میں ایک باپ کی حیثیت سے تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اس سے سخت کلامی نہ کرنا، نرم روی سے پیش آنا اور پھر کسی کا دل نہیں توڑنا چاہیے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان جب رکا تب شہاب الدین مسعود کچھ دیر تک سوچتا رہا یہاں تک کہ سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

”اب کن سوچوں میں پڑ گئے ہو؟“

شہاب الدین بن مسعود چونک اٹھا۔ ”سلطان محترم! دراصل بات یہ ہے کہ دریائے آمو کے کنارے جن بیٹیوں کو میں نے آباد کیا تھا ان بیٹیوں کے سردار کا نام حسام الدین ہے، اس کی ایک بیٹی ہے نام اس کا سدورہ ہے، وہاں قیام کے دوران میری طرف مائل ہو گئی تھی اور پھر جس وقت میں تاتاریوں کے بادشاہ غسلی خان مقابلہ کرنے کے لیے وہاں سے نکل کر آپ کی طرف آنے والا تھا تو اس لڑکی کے ہاں جو عورت خادمہ کی حیثیت سے کام کرتی تھی اس نے مجھ پر اس لڑکی کی محبت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد وہ لڑکی خود بھی مجھ سے ملی اور اظہار محبت کیا۔ اب آپ ہی بتائیں ان حالات میں میں کیا کر سکتا ہوں؟“

سلطان نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا، کہنے لگا۔ ”شہاب الدین بن مسعود! تم ہم

مہارت سے متاثر تھی لیکن جب یہ آپ کے ہاں اسیر ہوئی تو آپ کے اخلاق، آپ کے رہن سہن سے ایسی متاثر ہوئی کہ آپ سے محبت کر بیٹھی۔۔۔۔۔ اب اس بیکاری کی حالت دیکھیں، صرف آپ سے ملنے کی خاطر لشکر میں شامل ہوئی اور مجھے بھی ساتھ لے کر آئی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن دیکھ رہی تھی کہ آپ کے ہاں اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کھد رہی تھی۔ ”میں جانتی ہوں ان حالات میں آپ کیرش کے طرز عمل پر اعتنا اور بھروسہ نہیں کریں گے لیکن میں آپ سے ایک سوال کرتی ہوں۔۔۔۔۔ امیر! پہلی بار جب آپ ہمارے مرکزی شہر اخلاط میں ایک سفر کی حیثیت سے آئے تھے اور سفارت کا فرض ادا کرنے کے بعد جب واپس جانے لگے تو کیا دریاے امو کے قریب کسی نے آپ کی راہ روکی تھی؟“

زوزن کے اس انکشاف پر شہاب الدین چونکا، اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔ ”ہاں! روکی تھی۔“

زوزن بھر بول اٹھی۔ ”دراصل جن لوگوں نے آپ کی راہ روکی تھی وہ آپ کو اس قدر زخمی کرنا چاہتے تھے تاکہ آپ پل کو عبور کرنے کے بعد اپنے علاقوں میں جا کر دم توڑ دیں۔ دراصل جن لوگوں نے راہ روکی تھی، انہیں میرے باپ سے مشورہ کرنے کے بعد کیرش کے مرنے والے مغتیر بیدو خان نے بھیجا تھا۔ بیدو خان کیلئے تھوڑی سی رقم کے مقابلے میں آپ سے ہار گیا تھا لہذا اپنی بارگاہہ آپ سے انتقام لینے کے وہ دہے ہو گیا تھا۔

امیر! اس موقع پر یہ بھی یاد رکھیے کہ کیا راہ روکنے والے آپ پر حملہ ہو سکے تھے، کیا ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی کچھ لوگوں نے تیر اندازی کر کے آپ کی حفاظت کی خاطر ان کا کام تمام نہیں کر دیا تھا اور جن لوگوں نے تیر اندازی کر کے راہ روکنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا وہ کوہستانی سلسلے سے نیچے اتر کر آپ سے ملے بھی تھے اور جب آپ نے ان سے پوچھا تھا کہ انہوں نے آپ کی حفاظت کیوں کی اور انہیں کس نے ایسا کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے یہ جواب دیا تھا کہ فی الحال وہ نہیں بتائیں گے، کسی نے ایسا کرنے کے لیے کہا تھا۔“ زوزن دیکھ کر، کچھ دیر بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

زوزن اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لیے کہ شہاب الدین بول اٹھا۔ ”میں تمہیں جانتا ہوں، تم کیرش کی بڑی بہن ہو۔ تمہارا نام زوزن ہے۔“

زوزن مسکراتی کہنے لگی۔ ”چلو اچھا ہوا کم از کم آپ مجھے بھی جانتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہم اسیر بنائی نہیں گئیں، بنی ہیں۔ اگر ہم دونوں بینیں بھاگنا چاہتیں تو اپنی جان بچا کر بھاگ سکتی تھیں لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا اس لیے کہ ہم دونوں بینیں آپ سے ملنا چاہتی تھیں۔ جو گفتگو میں کرنا چاہتی ہوں اس کی ابتداء کرنے سے پہلے میں آپ پر یہ انکشاف کر دوں کہ جس لشکر کے ساتھ آپ کا گھراؤ ہوا ہے، اس میں ہمارا باپ شامل ہے نہ ہمارے لشکر کو اسے سالار اعلیٰ اور نہ ہمارا کوئی دوسرا عزیز ہمارا اقارب شامل ہوا ہے۔ ہم دونوں بینیں اس لشکر میں ایک خاص مقصد کے تحت شامل ہوئی تھیں اور مقصد صرف یہ تھا کہ کیرش کی آپ سے ملاقات ہو جائے اس لیے کہ جا آپ کو پسند کرتی ہے۔“

زوزن جب خاموش ہوئی تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین مسود کہنے لگا۔

”گورو خان کی بیٹی! یہ کیسی عجوبہ اور ان ہوئی سی بات ہے کہ ایک ایسی لڑکی جو کم عرصہ پہلے میرا سر کاٹنے کی روپ تھی، ایک ایسی لڑکی جو مجھ سے اپنے مغتیر کی موت انتقام لینا چاہتی تھی، ایک ایسی لڑکی جو اپنے مغتیر کی وجہ سے بلکہ اس کے ساتھ مل کر مجھے اسیر بنا کر زنجیریں پہنا کر اور گدھے پر بٹھا کر اپنے مرکزی شہر اخلاط میں پھرانے کی خواہاں تھی۔ وہ کس طرح محبت کا بار اور بوجھ لیے میرے قریب آ گئی، کیا یہ بات تمہیں بھی ناممکن ہی نہیں لگتی؟“

جب تک شہاب الدین بولتا رہا زوزن اور کیرش دونوں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتی رہیں، شہاب الدین کے خاموش ہونے پر زوزن بول اٹھی۔

”یہ ناممکن نہیں ہے۔۔۔۔۔ دیکھیں امیر! محبت ایک جذبہ ہے، اسی طرح نفرت کی ایک جذبہ ہے اور یہ دونوں جذبے کبھی کبھی ایک دوسرے سے جذب ہو کر اور اسی حالت میں تبدیل بھی کر لیتے ہیں۔ کبھی کبھی میری بہن کیرش کے ساتھ بھی ہوا۔۔۔۔۔ تک یہ آپ کے ہاں اسیر نہیں ہوئی تھی اس وقت تک واقعی آپ سے انتقام لینے کے وہ تھی لیکن اس وقت بھی یہ آپ کی بہادری و جرأت مندی اور حق زینی میں آپ

رہی تھی اور جب مقابلے سے یہ واپس آئی تو اس نے لوگوں سے کہہ دیا کہ مسلمانوں کے اس سالار نے ایک لڑکی کے ساتھ مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا۔

زوزن رکی پھر دوبارہ کہہ رہی تھی۔ ”میں بات کو زیادہ طویل نہیں دوں گی، اہمال سے کہوں گی کہ کیرش کبھی کبھی موقع پر آپ کو دھوکا نہیں دے گی، یہ آپ سے دل کی گہرائیوں سے محبت کرتی ہے۔ اس کی میں آپ کو یقین دہانی کراتی ہوں، اگر یہ کبھی بھی موقع پر آپ سے دھوکا اور غریب کرے تو آپ مجھ سے عہد لیں، میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گی اور اس کی غلطی پر آپ میری گردن کاٹ سکتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد زوزن رکی تب شباب الدین گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔ اس دوران کیرش ہلکے بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ زوزن کبھی شباب الدین کی طرف دیکھ رہی تھی کبھی اس کی نگاہیں کیرش پر جم جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ زوزن نے پھر شباب الدین کو مخاطب کیا۔

”آپ کہاں کھو گئے ہیں؟“

”دراصل میرے ساتھ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور ابھن ہے، میں سوچ رہا ہوں کہ میں تمہاری اس گفتگو کا کیا جواب دوں۔“

اس موقع پر کیرش پہلی بار بولی اور شباب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”امیر! اگر آپ برائے نامیں تو کیا یہ ابھن مسدودہ کی وجہ سے.....“

شباب الدین نے جو کچھ کے انداز میں کیرش کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔ ”تم نے کہے اندازہ لگایا۔“

کیرش بول اٹھی۔ ”جب میں آپ کے ہاں اسیر تھی تو مسدودہ مجھ سے ملتی رہی تھی، جس انداز میں وہ آپ کی تعریف کرتی رہی ہے یا آپ سے گفتگو کرتی تھی اس سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ آپ کا قرب چاہتی ہے، آپ سے محبت کرتی ہے..... اب جو آپ ابھن میں پڑے ہوئے ہیں تو یقیناً یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اس سلسلے میں آپ مسدودہ سے کیا کہیں گے..... میرے خیال میں یقیناً اس نے بھی آپ پر اپنی محبت کا اظہار کیا ہوگا۔“

شباب الدین کہنے لگا۔ ”کیرش! اس سلسلے میں تمہارا اندازہ درست ہے..... اس نے واقعی اپنی محبت کا اظہار کیا ہے اور میں کبھی اس کو دھوکا نہیں دوں گا۔“

”امیر! ان لوگوں کو ایسا کرنے کے لیے میں نے کہا تھا، ایسا کرنے کے لیے میں نے کسی سے مشورہ نہیں کیا تھا نہ میرے باپ کو پتہ تھا نہ ہی یہ میری بہن کیرش چاہتی تھی۔ اس کے علاوہ بھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ میں نے آپ کی حفاظت کے لیے سامان کیا ہے۔ ایسا کرنے میں آپ پر کوئی احسان نہیں کرنا چاہتی تھی نہ مجھے یہ خیال تھا کہ آنے والے دور میں کبھی مجھے اس بات کو آپ کے سامنے دہرانا پڑے گا۔ اس وقت میرے ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ آپ جیسے اچھے تیغ زن جرأت مند اور دلیر شخص کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ آپ جیسے تیغ زن کی قدر کی جانی چاہیے، اس بنا پر میں نے اپنے خاص آدمیوں کو آپ کی حفاظت کے لیے روانہ کیا۔“

زوزن جب خاموش ہوئی تو شباب الدین کہنے لگا۔ ”جس طرح تمہاری شخصیت پر کشش، جس طرح تم خوبصورت و حسین ہو اس طرح تمہاری گفتگو میں بھی ایک جذبہ ہے..... مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے باپ نے تمہارا رشتہ سرحد کے حاکم عثمان خان کے ساتھ طے کر رکھا ہے..... میں سمجھتا ہوں عثمان خان خوش قسمت ہے کہ اسے تم جیسی با اعتماد اور قابل بھروسہ لڑکی نصیب ہو رہی ہے۔“

اس موقع پر کیرش مسکرائی اور کہنے لگی۔ ”آپ مائیں گے کہ میری بہن زوزن مجھ سے بھی کہیں خوبصورت اور حسین ہے ساتھ ہی.....“

زوزن نے کیرش کی بات کاٹ دی، کہنے لگی۔ ”امیر! برا نہ منائے گا، میرے باپ نے عثمان خان کے ساتھ میرا رشتہ ختم کر دیا ہے لیکن اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں گی کہ اگر عثمان کے ساتھ میرا رشتہ برقرار بھی رہتا تب بھی میں عثمان خان کی نسبت آپ کو زیادہ خوش قسمت خیال کرتی۔ کیرش آپ سے محبت کرتی ہے، میرا تو صرف عثمان کے ساتھ رشتہ طے ہوا تھا، میں نے عثمان خان کو دیکھا ضرور ہے، کبھی اس سے محبت نہیں کی نہ اس سے کبھی میری ملاقات ہوئی نہ ہی ہم دونوں نے باہم گفتگو لیکن کیرش کا معاملہ مجھ سے بالکل مختلف ہے۔“

یہ تو بچاری اپنے مرکزی شہر سے ترمذ صرف آپ سے ملاقات کرنے کے لیے آئی اور پھر جس وقت یہ انفرادی مقابلے کے لیے نکل رہی تھی اس وقت سارے سالاروں نے اسے منع کیا تھا لیکن اس نے یہ بہانہ بتایا تھا، اگر مسلمانوں کے سالار کے مقابلے میں کوئی نہیں نکل رہا تو اسے تو کھانا ہی پڑے گا۔ ایسا یہ صرف آپ سے ملنے کے لیے کر

اس کے ساتھ ہی زوزن نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر شہاب الدین کا ہاتھ پکڑا اور پھر چھوٹی سی چڑی خرچین اس نے اس کے ہاتھ پر الٹ دی۔

اس خرچین سے تین جواہرات جڑی انتہائی قیمتی انگشتر یاں شہاب الدین کی ہتھیلی پر آگئی تھیں۔ انہیں شہاب الدین دیکھ کر چونکا، زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میری بہن یہ کیا ہے؟“

زوزن نے ایک دم آگے بڑھ کر شہاب الدین کے سر کو بوسا دیا۔ ”بہن کہنے پر آپ کا شعر بے ادا کرتی ہوں۔ یہ تین انگشتریاں ہیں، یہ ہم دونوں ہمیشہ ملا کر رکھیں گے۔ اپنے مرکزی شہر اخلاط سے لے کر چلی تھیں۔ اب آپ ان تین میں سے ایک کیرش کو پہنا دیں، ایک خود پہنیں اور ایک اپنے پاس رکھیں۔ جب واپس جائیں تو سدرہ کو پہنچا دیں۔ اس طرح ان انگشٹروں کی وجہ سے آپ تینوں کے درمیان ایک تعلق، ایک واسطہ، ایک رشتہ اور رابطہ قائم ہو جائے گا۔“

اس موقع پر بڑے غور سے شہاب الدین نے اپنے سامنے بیٹھی کیرش کی طرف دیکھا، اس کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں پھر زوزن کو مخاطب کر کے شہاب الدین بول اٹھا۔

”زوزن! پہلے کیرش سے پوچھ لو کہ کیا اس تجویز سے متفق ہے۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر کیرش تڑپ سی گئی تھی۔ اپنی جگہ پر پہلو بدل کر بیٹھی، پھر بڑی بے چینی اور بے تاب کی اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”یہ تجویز میری ہے اور صرف الفاظ میری بہن زوزن کے ہیں اور اخلاط سے تڑپ کر کے آنے سے پہلے ان انگشٹروں کا انتخاب بھی میں نے ہی کیا تھا۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تب پہلے کی نسبت زیادہ اہمیت میں شہاب الدین، زوزن کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

”زوزن! اس سلسلے میں تمہارا کردار اپنی چھوٹی بہن کے لیے قابل تعریف لیکن تمہارا اس کا ساتھ دینے کے باوجود اس سلسلے میں بہت سی الجھنیں اور بہت سے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ایک بات یاد رکھنا، تم دونوں بہنوں کے ماں باپ کبھی کسی بھی موقع پر یہ پسند نہیں کریں گے کہ کیرش کو کچھ جیسے شخص سے بیاہ دیا جائے۔“

شہاب الدین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے کیرش بول

”میں نے کب کہا ہے کہ اس کو دھوکا دیں۔ کیا میں اور سدرہ ایک ساتھ آپ کے ساتھ نہیں رہ سکتیں۔۔۔۔۔ آپ نے فکر ہی کیا، آپ کی زندگی کا سچی بننے سے پہلے میں سدرہ سے بات کروں گی۔۔۔۔۔ اگر اس نے آپ کی محبت میں مجھے اپنا شریک بنانا چاہا تو میں اسے اپنے لیے سعادت جانوں گی۔۔۔۔۔ اگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو میں آپ سے محبت کرتی رہوں گی پر ساری عمر شادی نہیں کروں گی۔“

کیرش کے ان الفاظ پر شہاب الدین پھر چونکا تھا کہنے لگا۔ ”سدرہ ایک اچھی لڑکی ہے۔۔۔۔۔ تمہارے سلسلے میں کوئی اعتراض کوڑا نہیں کرے گی۔ بہر حال تمہارے لیے دشواریاں ضرور ہیں، تم اپنے ہاں سے نکل کر کیسے ہماری طرف آؤ گی، کیا تمہارا باپ پسند کرے گا کہ تم ایک۔۔۔۔۔“

شہاب الدین کو رک جانا پڑا اس لیے کہ زوزن بول اٹھی۔ ”امیر آپ اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہیے میں آپ کی گفتگو سے اب مطمئن ہوں مگر آپ اس کو ناپسند نہیں کرتے اگر سدرہ مان گئی تو آپ اسے بھی اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تیار ہیں۔ فی الحال ہم دونوں ہمیشہ واپس جائیں گی وقت کا انتظار کریں گی اگر حالات ہمارے حق میں کر دت لی تو پھر بہت اچھا اگر حالات اسی طرح رہے جیسے ہیں تو پھر کیرش کوئی مناسب موقع جان کر آپ کے پاس چلی جائے گی جب آپ کے پاس پہنچے گی تو مجھے امید ہے آپ اسے واپس نہیں کریں گے۔“

شہاب الدین نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔ ”زوزن! مطمئن رہو، اگر کیرش واقعی مجھ سے وفا کرنا چاہتی ہے تو میں اسے دھوکا نہیں دوں گا، اس کی قدر کروں گا، اس کی جاہت اور اس کی محبت کو ایک قیمتی اور نایاب گوہر سمجھ کر قبول کروں گا۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر کیرش کی خوش اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اس موقع پر زوزن فوراً حرکت میں آئی، اپنے لباس کے اندر سے اس نے چھوٹی سی ایک خرچین نکالی، اس کا منہ کھولا، اس میں سے اس نے جواہرات جڑی تین انتہائی قیمتی انگشتریاں نکالیں پھر شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”امیر! چونکہ کیرش کی محبت کو قبول کر رہے ہیں بلکہ کیرش کو اپنی زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے بھی قبول کر رہے ہیں، کیرش میری چھوٹی بہن ہے لہذا آج سے آپ میرے چھوٹے بھائی ہیں، اس نام سے اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں۔“

اٹھی تھی۔ ”کیا ہوا آپ کو..... کیا آپ کو کاٹنے لگے ہیں جو دوسروں کو چھہ جائیں گے۔“

کیرش اس بے ساختہ الفاظ پر شہاب الدین ہنس دیا پھر کہنے لگا۔ ”کیرش! تم میری بات کا مدعا جاننے کی کوشش کرو، پہلے جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سنو..... اس کے بعد جواب دینا۔ زوزن! تم نے خود ہی کہا ہے کہ تمہارے باپ نے تمہارا رشتہ عثمان خان سے منقطع کر دیا ہے..... جہاں تک میری حیثیت ہے وہ تو عثمان خان سے بھی بدتر ہے..... میں تو تم دونوں کے باپ کی لگا ہوں میں ایک مجرم شخص ہوں..... اب تم دونوں کا باپ کیسے اور کس طرح پسند کرے گا کہ میرے پیسے شخص کے ہاتھ میں کیرش کا ہاتھ دے دے..... اس کے علاوہ کیرش! تم میں سے اپنے حالات چھپاؤں کا نہیں..... جنہیں ابھی تک کسی نے میری زندگی کے متعلق تفصیل سے نہیں بتایا ہوگا۔“

شہاب الدین کے خاموش ہونے پر بڑی بے چینی اور بڑی بے تالی کا اظہار کرتے ہوئے کیرش کہنے لگی۔

”آپ کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، میں آپ سے متعلق تفصیل سے جانتی ہوں اور مزید مجھے جاننے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔“

”کیا جانتی ہو تم.....“ غور سے کیرش کی طرف دیکھتے ہوئے شہاب الدین نے پوچھ لیا تھا۔

اس موقع پر ہلکا سا جسم کیرش کے چہرے پر نمودار ہوا تھا، کہنے لگی۔ ”آپ اس موقع پر بیٹھنا مجھے یہ کہنا چاہیں گے کہ آپ اپنی ابتدائی زندگی میں غلام تھے، ایک جنگ میں اپنی کارکردگی کی وجہ سے سلطان غورازم شاہ کی نگاہ میں آ گئے اور سالار بنا دیے گئے۔ آپ مجھے یہ بھی کہنا پسند کریں گے کہ آپ کے پاس اپنی کوئی رہائش نہیں ہے، کوئی گھر کا نہ رہیں۔ مجھے ان باتوں سے کوئی تعلق، کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ تفصیل جو میں آپ سے کہہ رہی ہوں یہ میں اس وقت سے جانتی ہوں جس وقت میں آپ کے پاس اسیر ہوئی تھی۔ یہ ساری باتیں مجھے محترم بلال بن سلیمان نے بتائی تھیں۔ میں ان کی ذات کو کبھی بے حد پسند کرتی ہوں۔ ان کے اندر ایک عاجزی اور انکساری ہے۔

جہاں تک آپ کی ذات کا تعلق ہے، مجھے آپ کا ساتھ دینا ہے..... اچھے ہوں برے ہوں..... آپ کے ساتھ رہوں گی، جہاں رکھیں گے وہاں کی..... کوئی خاصا

کوئی مانگ نہیں کروں گی۔“

کیرش کے خاموش ہونے پر زوزن نے کہنا شروع کیا تھا۔ ”شہاب الدین میرے بھائی! کیرش ٹھیک کہتی ہے، یہ آپ سے کچھ نہیں مانگے گی..... اس نے آپ کی ذات کو چاہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کچھ نہیں چاہتی..... اب مستقبل کا لائحہ عمل جو میرے سامنے آتا ہے وہ کچھ اس طرح ہو گا کہ ابھی میں اور کیرش واپسی چلی جائیں گی۔ حالات کا جائزہ لیتی رہیں گی۔ اگر حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ اس کے اندر رہتے ہوئے آپ اور کیرش ایک ہو جائیں تو میں سمجھتی ہوں یہ ہماری خوش قسمتی کی علامت ہو گی اور اگر دوریاں بدھتی رہیں، تناؤ پیدا ہو رہا ہو، آپ دونوں کے لئے کی کوئی امید دکھائی نہ دے تب میں اپنی چھوٹی بہن کیرش کے ساتھ ہوں، پھر ہم دونوں مل کر کوئی ایسا طریقہ اختیار کریں گی کہ کیرش آپ کے پاس چلی آئے، ایک بار کیرش اپنے علاقوں میں نکل کر آپ کے پاس پہنچ گئی تو پھر یہ محفوظ ہو جائے گی، کوئی اس پر گرفت نہیں کر سکے گا اور یہی کیرش کا مدعا بھی ہے..... اب آپ میرے کہنے پر عمل کریں جو تینوں اکثریت آپ کے پاس ہیں ان میں سے ایک آپ اپنے ہاتھ سے کیرش کو پہنا سیں، دوسری انگوٹھی کیرش آپ کو پہنائے گی، تیسری اکثریت آپ لے جا کر سدودہ کو پہنا دیتے گا اور ان سارے حالات سے اسے آگاہ بھی کر دیتے گا..... میں نہیں چاہتی کہ وہ معصوم بچی اس سلسلہ میں کسی اندھیرے اور تاریکی میں رہے۔“

زوزن کی اس گفتگو سے شہاب الدین خوش ہو گیا تھا پھر اپنی ہتھیلی پر رکھی ہوئی ان تین انگوٹھوں میں سے ایک اس نے اٹھائی، لہجہ میرے لیے اس نے بڑے غور سے کیرش کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔ ”کیرش! اپنا ہاتھ آگے کرو۔“

کیرش نے فوراً اپنا ہاتھ آگے کیا اور شہاب الدین نے اسے ایک اکثریتی پہنا دی تھی۔ ساتھ ہی شہاب الدین نے کیرش کا ہاتھ تھامے رکھا۔ جب کہ کیرش نے بھی ہردلی کے انداز میں اپنا ہاتھ شہاب الدین کے ہاتھ میں دیتے ہوئے مسلسل اس کی طرف محبت کے ساتھ دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ شہاب الدین نے اسے مخاطب کیا۔

”کیرش! یہ میرے اور تمہارے درمیان ایک تعلق اور ایک رشتے کا عہد ہے..... میں اس موقع پر تمہیں یقین سے کہتا ہوں کہ میں کسی اس عہد کو توڑوں گا نہیں۔“

تھے اور جب انہیں یہ خبر دی گئی کہ جنگ کے دوران ان کے بادشاہ کی دونوں بیٹیاں بھی گرفتار ہو گئی تھیں، انہیں بھی باعزت طور پر رہا کیا جا رہا ہے تو ان کی خوشی میں حریف اضافہ ہو گیا تھا۔ اس طرح جنگ میں گرفتار ہونے والوں کے ساتھ زوزن اور کیرش دونوں بہنیں تڑخہ شہر سے روانہ ہو گئی تھیں۔

★ ★

شہاب الدین کے ان الفاظ پر کیرش خوش ہو گئی تھی۔ اپنا ہاتھ اس نے شہاب الدین کے ہاتھ میں رہنے دیا اور کہنے لگی۔
 ”آپ میری طرف سے بھی بے فکر رہیے، کیرش اپنے آخری دم تک اور اپنے جسم کے خون کے آخری قطرے تک آپ کے ساتھ وفادار اور مخلص رہے گی۔“
 ساتھ ہی شہاب الدین نے کیرش کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر دونوں بہنوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”پہلے یہ کہو کہ تم دونوں نے کھانا کھایا ہے کہ نہیں۔“
 جواب میں زوزن مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ ”آپ کا چھوٹا سالار جو ہمیں یہاں بٹھا کر رکھا ہے اس نے ہماری بہترین تواضع کی ہے۔۔۔۔۔ ہمارے کھانے کا بھی اہتمام کیا ہے بلکہ ہمارے لشکر کے جو لوگ گرفتار کیے گئے ہیں ان کی بھی بہترین تواضع کی گئی ہے۔“

زوزن کے ان الفاظ پر شہاب الدین خوش ہو گیا تھا، دوبارہ اسے مخاطب کیا۔
 ”اب تم دونوں مجھے یہ بتاؤ کہ تم یہاں چند دن رہنا پسند کرو گی یا کوچ کرو گی اس لیے کہ جنگ کے دوران تمہارے لشکر کے جو افراد گرفتار کیے گئے ہیں انہیں آزاد کیا جا رہا ہے، وہ آج یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔“

اس بار زوزن کے بجائے کیرش شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
 ”ان لوگوں کے آزاد ہونے کے بعد ہم دونوں بہنوں کا یہاں قیام کرنا خطرے سے خالی نہیں، ہم پر شک و شبہ کیا جائے گا۔۔۔۔۔ ہم دونوں بہنیں جس مقصد کے لیے آئی تھیں وہ مقصد ہم احسن طریقے سے حاصل کر چکی ہیں اس کے لیے میں آپ کی شکر گزار ہوں کیونکہ میں آپ سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ کیرش اس سلسلہ میں زندگی بھر آپ کی ممنون! شکر گزار رہے گی۔“

اس کے ساتھ ہی شہاب الدین اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ”اگر یہ بات ہے تو آ میرے ساتھ آؤ۔۔۔۔۔“

دونوں بہنیں شہاب الدین کے ساتھ ہوئیں، شہاب الدین اس سمت گیا جہاں جنگ میں گرفتار ہونے والوں کو رکھا گیا تھا پھر شہاب الدین نے جب انہیں آگاہ کیا کہ واپس جانے کی اجازت دے دی تب وہ لوگ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے

بتانا کہ تم کیا تانے آئے ہو۔“

اس کے ساتھ ہی حسام الدین مڑا، بلال بن سلیمان بھی مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ ہولیا تھا جب کہ سارا اور سدورہ بھی ان دونوں کے پیچھے ہوئی تھیں۔ چاروں جب دیوان خانے میں بیٹھ گئے جب حسام الدین نے بڑے غور سے بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

”میرے بھائی! اب بتا تیرا چہرہ کس اچھی خبر سے کھلا ہوا ہے.....؟“

جواب میں ایک مسکراتی ہوئی نگاہ پہلے بلال بن سلیمان نے سدورہ اور سارا دونوں پر ڈالی پھر حسام الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”حسام الدین! میں دراصل آج تمہارا ایک شکوہ، تمہاری ایک شکایت رفع کرنے کے لیے آیا ہوں..... دیکھو جس وقت سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے ترمذ شہر فتح کر کے گور خان کے حوالے کر دیا تھا تو تمہیں اس کا بڑا دکھ، بڑا غم، بڑا غم اور بڑا ملال ہوا تھا اور تم نے دو دن تک نہا بھی صحیح طرح سے نہیں کھایا تھا۔ افسردہ اور غمگین رہنے لگے تھے اور تمہیں شکوہ یہ تھا کہ آخر اتنا اچھا شہر فتح کرنے کے بعد اسے طشت میں سجا کر علاء الدین خوارزم شاہ نے تلکہ ترکوں کے بادشاہ گور خان کے حوالے کیوں کر دیا..... اگر ایسا ہی کرنا تھا تو شہر کو فتح کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اس سے عالم اسلام میں ایک طرح کی دل کھنی اور بددلی پھیلے گی۔ اب میں تمہارے لیے ایک اچھی اور نئی خبر لے کر آیا ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد بلال بن سلیمان رکا اور وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”حسام الدین میرے عزیز! سلطان نے جو خباب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کو یہاں سے اپنے پا لایا تھا تو اس نے یہ کام ایسے ہی بغیر سوچے سمجھے اور آنکھیں بند کر کے نہیں کیا تھا وہ دراصل اپنے دونوں سالاروں سے کام لینا چاہتا تھا۔ آج جو خبر مجھے یہاں سلطان کے سالار غلش نے بتائی ہے وہ یہ کہ سلطان نے مسلمانوں کے شکوے دور کر دیے ہیں۔ سلطان نے جو ترمذ شہر کو فتح کر کے گور خان کے حوالے کر دیا تھا، گور خان نے شہر کی حفاظت کے لیے خامہ بنگلہ رکھا تھا۔ اس کی پرواہ کیے بغیر سلطان ایک ہولناک قوت کے اعزاز میں ترمذ شہر میں حملہ آور ہوا، وہاں گور خان کا جو



بلال بن سلیمان مسکراتے ہوئے حسام الدین بن خرد الدین کی حویلی میں داخل ہوا تھا۔ صحن میں تھوڑا سا آگے جانے کے بعد وہ اونچی آواز میں پکارنے لگا۔

”حسام الدین..... حسام الدین! کہاں ہو تم.....“

بلال بن سلیمان کی یہ آوازیں کہ سدورہ اور سارا دونوں بڑی تیزی سے حویلی کے سکوتی حصے سے باہر صحن میں نکل آئی تھیں۔ سدورہ بڑی عقیدت میں بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے پوچھنے لگی۔

”عم بلال بن سلیمان! خیرت تو ہے..... پہلے تو آپ نے کبھی اس طرح صحن میں کھڑے ہو کر میرے باپ کو نہیں پکارا تھا، آج اس طرح آپ اجنبیوں کی طرح آوازیں کیوں دے رہے ہیں..... پہلے کی طرح آپ کو چاہیے تھا کہ حویلی میں داخل ہونے کے بعد سیدھے دیوان خانے کا رخ کرتے اس لیے کہ بابا اس وقت وہیں بیٹھے ہوتے ہیں۔“

یہاں تک کہتے کہتے سدورہ کو دک جانا پڑا، وہ اس لیے کہ اس وقت تک حسام الدین بھی دیوان خانے سے نکل کر باہر آ گیا تھا۔

بلال بن سلیمان اس کی طرف دیکھتے ہوئے تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا، کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اتنی دیر حسام الدین جو اس کے قریب آ چکا تھا، وہ بھی غور سے بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ابن سلیمان! تمہارے چہرے کے تاثرات بتاتے ہیں کہ تم ہمارے لیے کچھ اچھی خبر لے کر آئے ہو..... دیکھو جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو یہاں کھڑے کھڑے مت کہنا۔ بات کا لطف خراب ہو جائے گا..... آؤ دیوان خانہ میں بیٹھتے ہیں پھر تفصیل سے

اس کے مطابق سلمان اب اپنے لشکر کے ساتھ تہہ سے نکل کر بخارا کا رخ کرے گا۔ تہہ کی طرح بخارا کو فتح کر کے اس پر قبضہ کرے گا، اس کے بعد سلطان کا ارادہ سرحد پر حملہ آور ہونے کا ہے اور مجھے امید ہے کہ جس طرح سلطان نے گور خان کے لشکر کو بدترین شکست دے کر تہہ شہر پر قبضہ کیا ہے اسی طرح سلطان خطا کے ترکوں سے اپنے شہر بخارا اور سرحد بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔“

بلال بن سلیمان جب خاموش ہوا تب حسام الدین کی قدر شنیدگی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”بلال بن سلیمان! میں غمناک سے بات کرتا اچھا نہیں لگتا کسی مناسب موقع پر باتوں میں اس سے یہ جاننے کی کوشش کرنا کیا امیر شہاب الدین بن مسعود کے پھر ان علاقوں کی طرف آنے کی کوئی امید اور توقع ہے۔ ابن سلیمان! میں تو یہ جان چکا ہوں کہ میری بیٹی مسودہ شہاب الدین بن مسعود کو پسند کرتی ہے اور خود شہاب الدین بھی مسودہ سے متاثر ہے۔ یہ میری اور میری بیٹی کی خوش قسمتی ہے کہ ہم ایک ایسے سالار کی توجہ کے مستحق ہوئے ہیں جس نے عالم اسلام کا نام سر بلند رکھنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔“

اپنے باپ حسام الدین کی اس گفتگو سے مسودہ کی گردن جھک گئی تھی کسی قدر شرابہ کی تھی تاہم اس کے خوبصورت لبوں پر ہلکا سا ایک قہم بھی تھا۔ یہاں تک حسام الدین اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہے پھر کہہ رہا تھا۔

”ابن سلیمان! میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اب کی بار مستقل طور پر یا کسی مہم کے سلسلے میں شہاب الدین بن مسعود ادھر آیا تو میں خود مسودہ سے متعلق اس سے بات کروں گا۔“

اس موقع پر مسودہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کسی قدر ہلکی مسکراہٹ میں بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

”میری بیٹی! تمہیں اس طرح شرمناک لگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تمہارا نام امیر شہاب الدین بن مسعود کے ساتھ منسلک کر دیا گیا ہے۔ یہ کوئی ایک طرفہ معاملہ نہیں ہے، میری بیٹی! اگر تو اس کی ذات میں دلچسپی رکھتی ہے تو وہ بھی تجھے پسند کرتا ہے۔ دیکھ یہاں ہے شرمناک بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

لشکر تھا اسے سلطان نے بدترین شکست دی ہے اور وہ لشکر اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف بھاگ گیا ہے اور تہہ شہر پر سلطان کا قبضہ ہو گیا ہے۔ حسام الدین! میں تمہیں بھی کہا کرتا تھا کہ اگر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے تہہ شہر کو فتح کر کے خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کے حوالے کیا ہے تو اس میں بھی علاء الدین خوارزم شاہ کی کوئی سیاسی چال ہے۔ حسام الدین میرے بھائی! آج تم نے دیکھ لیا کہ سلطان اپنی اس سیاسی اہل میں پوری طرح کامیاب رہا ہے۔ اس نے نہ صرف تہہ شہر پر حملہ آور ہو کر وہاں گور خان کے لشکر کو شکست دے کر اس کی طاقت اور قوت کی کمر توڑ دی ہے بلکہ تہہ شہر پر قبضہ کر کے ایک بار پھر اس نے اسلام کا سر بلند کر دیا ہے۔“

یہ خبریں کر جہاں حسام الدین بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا وہاں سارا اسودہ کے چہروں پر بھی خوشیاں ہی خوشیاں اور مسرت ہی مسرت تھی۔ آخر حسام الدین، بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کیا ایسا ممکن نہیں تم ہمیں سارے واقعات تفصیل کے ساتھ سناؤ۔“

بلال بن سلیمان نے اپنے ہاتھوں پر زبان پھیری اس کے بعد وہ تفصیل ان تینوں سے کہہ رہا تھا جو غمناک سے اسے لکھی تھی۔

”تفصیل جاننے کے بعد خوش کن انداز میں حسام الدین کہنے لگا۔ ”ہمارے سلطان نے بہت اچھا کیا جو گور خان کے سفیروں کو نہ صرف اچھا سبق سکھایا بلکہ گور خان کے لشکر کو بدترین شکست دے کر تہہ شہر بھی اس سے چھین لیا۔ ابن سلیمان! اب یہ کہو کہ اس وقت سلطان اور شہاب الدین بن مسعود کے علاوہ منصور ترکی اور دیگر سالار اپنے لشکر کے ساتھ کہاں ہیں۔“

حسام الدین کے اس استفسار پر بلال بن سلیمان پہلے کی طرح خوش کن انداز میں کہنے لگا۔ ”جو تفصیل مجھے غمناک سے بتائی ہے اس کے مطابق تہہ شہر کو فتح کرنے کے بعد سلطان علاء الدین اور اس کے سالار اپنے لشکر کو لے کر بخارا کا رخ کریں گے۔ غمناک سے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ سلطان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ تہہ کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ بخارا کا رخ کرے گا۔“

حسام الدین میرے بھائی! بخارا اور سرحد ہمارے وہ عظیم شہر ہیں جو ایک عرصے سے گور خان کے تسلط میں چلے آ رہے ہیں۔ غمناک کو خبروں نے جو اطلاع دی ہے۔

ہونے والے لوگوں اور مسلح جوانوں کے ساتھ کیرش اور وزن بھی اخلاط ہی کا رخ کر رہی ہیں۔

ترنہ شہر ہاتھ سے نکل جانے کا گور خان کو بے حد دکھ اور غم ہوا۔ کچھ دیر تک اس کی گردن جھکی رہی کچھ کہہ نہ پایا آخر کچھ سوچتے ہوئے وہ آنے والے دونوں خبردار کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اس بار دوسرا تجربہ ہوا تھا۔

”مالک! ترنہ شہر کو فتح کرنے کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ زیادہ پھیلنے کا عزم کر چکا ہے جس وقت ترنہ شہر کے نواح سے ہم آپ کی طرف روانہ ہوئے تھے اس وقت تک ترنہ شہر کے گرد و نواح میں یہ خبریں گردش کرنے لگی تھیں کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنا بخارا کا رخ کرے گا اور ترنہ شہر کی طرح بخارا پر بھی قبضہ کرنے کے بعد شاید وہ ہمارے خلاف کوئی اور قدم اٹھائے۔“

اس خبر نے گور خان ہی نہیں وہاں کھڑے اس کے سارے سالاروں اور عمائدین سلطنت کو چونکا کر رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد گور خان مزید کچھ سوچتا رہا پھر اس کی نگاہیں باری باری اپنے لشکر کے سپہ سالار تانیکو اور اپنی بڑی بیٹی کے شوہر اور اپنے داماد فوتا پر جم گئی تھیں۔ کچھ دیر تک ان دونوں کا جائزہ لیا پھر تانیکو کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”تانیکو! ایک اور لشکر ترتیب دو اور اسے خوارزم شاہ کی راہ روکنے کے لیے روانہ کرو۔ بخارا پر قبضہ کرنا تو بہت دور کی بات خوارزم شاہ کو بخارا کی طرف پیش قدمی بھی نہیں کرنے دینی چاہیے۔ فی الحال میں تمہیں اور فوتا کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر علاؤ الدین خوارزم شاہ نے زیادہ پھیلنے کی کوشش کی تو پھر ہم اس پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ اسے اپنے مرکزی شہر خوارزم تک کہیں بھی نہ لینے کو جگہ بچیں۔ لے گی۔“

جو لشکر علاؤ الدین خوارزم شاہ کی راہ روکنے کے لیے روانہ کروا اس کے سالار سے کہنا کہ اپنے جو لشکر وہ ترنہ شہر کے نواح میں شکست کھانے کے بعد لوٹ رہے ہیں یا جنہیں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے گرفتار کرنے کے بعد آزاد کر دیا ہے ان سب کو اپنے لشکر میں شامل کرتے ہوئے اپنے ساتھ لے جائے تاہم میری دونوں بیٹیوں وزن اور کیرش کو کچھ حافظہ دستوں کے ساتھ اخلاط کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ فوتا! تم بھی تانیکو کے ساتھ جاؤ۔ دونوں مل کر لشکر تیار کرو، اس پر ایک سالار مقرر کرو اور اسے فی الفور علاؤ الدین خوارزم شاہ کی راہ روکنے کے لیے روانہ کر دو۔ جس لشکر کو روانہ کرو اس کے

بلال بن سلیمان اپنی بات مکمل نہ کر سکا اس لیے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سدودہ کہنے لگی۔ ”عم ابن سلیمان! ایسی کوئی بات نہیں ہے..... میرے بابا اس حقیقت سے آگاہ ہیں..... آپ بیٹھ کر باتیں کریں، کھانے کا وقت ہو رہا ہے میں کھانا تیار کرتی ہوں پھر سب اکٹھے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔“

اس کے ساتھ جب سدودہ دیوان خان کے دروازے کی طرف بڑھی تو سارا بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے ساتھ دیوان خانے سے نکل گئی تھی۔



اخلاط شہر کے گھڑ دوڑ کے میدان میں خطائی ترکوں کا بادشاہ گور خان میدان میں دوڑنے والے گھوڑوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس وقت اس کے پاس اس کے اہل خان عزیز و اقارب اور اس کے سالار اور عمائدین سلطنت کھڑے ہوئے تھے کہ اس کے دو خبر اپنے گھوڑوں کو سر پٹ دوڑاتے ہوئے آئے جہاں گور خان سب لوگوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے تھوڑے فاصلہ پر وہ اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ ان دونوں کو آتے ہوئے گور خان اور سب لوگوں نے دیکھ لیا تھا لہذا گور خان تک پہنچنے کے لیے ان دونوں کے لیے ایک راستہ سامنا دیا گیا تھا۔

گور خان کے سامنے آکر دونوں نے اپنے سر کو خوب خم کرتے ہوئے گور خان کو تہنیم دی جس ہی کے بعد وہ سیدھے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ان میں سے ایک گور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک! ترنہ شہر پر علاؤ الدین خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا ہے۔ آپ نے جو لشکر ترنہ شہر کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اسے بدترین شکست دی ہے۔ اس لشکر میں سے بہت سے کت مرے، کچھ اپنی جائیں بچا کر اخلاط کی طرف بھاگے ہیں اور کچھ کو علاؤ الدین خوارزم شاہ نے گرفتار کر لیا تھا۔

جس وقت حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہم وہاں سے چلے اس وقت تک علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ہمارے گرفتار ہونے والے لشکریوں کو آزاد کر دیا تھا۔ سب سے بڑی سب سے معذور اور افسردہ خبر یہ ہے کہ اس جنگ کے دوران آپ کی دونوں بیٹیاں وزن اور کیرش کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا لیکن مسلمانوں نے ان کی جان، ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کی اور بڑے احترام کے ساتھ ان دونوں کو آزاد کر دیا، باقی آزاد

کی کوشش کی تو ہم اپنی تاریخ کے سنہرے حرف کو حرکت میں لائیں گے اور اس علاؤالدین خوارزم کے ساگر روح میں زہر بھر کر رکھ دیں گے۔ میرے عزیز یہ جنگ دو چار برسوں نہیں صدیوں کے قصوں کا نام ہے۔ مغرب تم دیکھو گے کہ یہی علاؤالدین خوارزم شاہ تھک ہار کر اور اپنی طاقت اور قوت کا جنازہ اپنے کندھوں پر لادے ہمارے پاؤں پکڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔

گور خان کی سلطنت کا وہ کارکن گور خان کی اس گفتگو سے خوش اور مطمئن ہو گیا تھا پھر گور خان ہر چیز کو فراموش کر کے پہلے کی طرح میدان میں دوڑنے لگوڑوں کا بیہوش جاکرہ لینے لگا تھا۔



سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ترمذ شہر کو فتح کرنے اور اپنی مرضی کے مطابق وہاں کا نظم و نسق درست کرنے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ نکلا تھا۔ ایک بار پھر وہ آرمی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا۔ اب اس نے غور میں اٹھنے گبولوں کی طرح بخارا شہر کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف گور خان کا لشکر بھی بڑی تیزی سے بخارا شہر کے تحفظ کے لیے پیش قدمی کر رہا تھا۔ بخارا شہر سے ذرا فاصلے پر بھی دونوں لشکروں کا ٹکراؤ ہو گیا تھا۔ گور خان کا وہ لشکر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر کی راہ روک کھڑا ہوا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے گور خان کا وہ لشکر انتہاء خشوک کے بیابانوں، غول و بد روح کے گروہوں، وحشت اور واپس کھڑے کرتے آسیب اور چھاؤں کی پیلخار اور انحطاط و زوال فراق و جبر کی داستانیں کھڑی کرتے اندھیاد کی طرح سلطان کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان کے لشکر نے پہلے سلطان کی رہنمائی میں زور دار انداز میں بحیروں بلند کیں، ان بحیروں کے بلند ہونے سے یوں لگا جیسے وقت کے گہرے ساگر میں سیال نغمے اپنی پوری طغیانی اور سلاخی کیفیت کے ساتھ بہہ نکلتے ہوں۔ اس کے بعد سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اس کے سالار، اس کے لشکری خطا کے ترکوں پر خون کے احوال لکھتے شب میں موت اور نیستی کی سوزش اور اضطراب کھڑے کرتے لائوٹی لڑتوں کے جربے کراں، ناامیدی، خوف، تنگی پیادگی اور کسبیری کا عالم برپا کرتی، کرشمہ طرازیوں کے طلسماتی ردعمل کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

پہ سالار کو تاکید کرتا کہ وہ کسی بھی صورت علاؤالدین خوارزم کو بخارا کی طرف نہ بڑھنے دے۔

گور خان کا یہ حکم پا کر تانیکو اور فوتا وہاں سے ہٹ گئے تھے جبکہ گور خان پھر پہلے کی طرح گھوڑ دوڑ کے میدان کی طرف متوجہ ہونے لگا تھا کہ اتنے میں اس کی سلطنت کا کوئی اہم رکن اس کے قریب آیا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ مسلمانوں کا سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ ایک طرح سے اپنی حدود سے باہر ہو کر پھیلنا ہی شروع ہو گیا ہے۔ کیا یکے بعد دیگرے ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہونے اور ان پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے اور اس کے لشکریوں کے حوصلے بلند تو نہ ہو جائیں گے؟“

اپنی سلطنت کے اس کارکن کے ان الفاظ پر گور خان کے چہرے پر غصہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کہنے لگا۔

”علاؤالدین خوارزم شاہ کو کچھ عرصہ تک اپنی لپائی تہاؤں میں ہوں گے جھکڑوں اور قسم کے موموں میں اندھیوں کا کھیل کھیلے دو، یہ نیا نیا حکمران بنا ہے اور حکمرانی کا نیا نیا نقشہ بہت سے نئے کام کرنے پر بسے اور مجبور کر دیتا ہے۔ ہم غم خشوک کر ساتے آئیں گے اور اس کے جذبات اور اس کا کامیابیوں کو برف کے ڈھیر پر خون کے نشان بنا کر اس کے سامنے پیش کریں گے تو یقیناً اپنی خونی تہاؤں کی تکمیل کو فراموش کر بیٹھے گا۔ فی الحال وہ پھیل رہا ہے اور ہم اس کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ جب ہم اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اندھے ظلم کے پچاں پور اور خیر اور شر کے تصادم کی طرح اس علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آئیں گے تو اس کے سارے ہنر و کسب کی ریاضت کو اپنے پاؤں تلے روند کر چوراہوں میں اس کے لیے صلیبیں کھڑی کر دیں گے اور اس کے ہاتھوں میں تکلیں خشوک کر اس کی ساری فتوحات کو اس کی ناکامیوں میں تبدیل کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان کا پھر اپنی بات کو آگے بڑھانا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

”ہم اپنی دھرتی کے امن ہیں اور اس کی حفاظت کرنا بھی جانتے ہیں۔ علاؤالدین خوارزم شاہ نے ترمذ شہر پر قبضہ کر کے پہلی غلطی کی ہے۔ اب بخارا کی طرف پیش قدمی کر کے اپنے شیش جان میں زندگی بھرے گا اور اگر اس سے بھی بڑھ کر اس نے پہلے

”عزیزانِ من! علاؤالدین خوارزم شاہ جو اس سے پہلے ہمارا باج گزار تھا اس کا باپ بھی ہمیں خراج دیتا رہا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد بھی یہی طریقہ اختیار کیے رہے تھے۔ خراج دینے کے ساتھ ساتھ وہ ہمارے منہج اور فرمانبردار بن کر خوارزم پر حکومت کرتے رہے تھے لیکن اب اس علاؤالدین خوارزم شاہ نے اس پرانی روش کو ترک کر کے ہمارے علاقوں پر پیلغار اور ترک تاز کا سلسلہ شروع کیا ہے۔

جس وقت اس نے ترمذ شہر پر قبضہ کیا تھا ہم یہ سن کر خاموش رہے تھے کہ ترمذ شہر خود ہی اس نے فتح کر کے ایک طرح سے طشت میں سجا کر تجھے کے طور پر ہمیں پیش کیا تھا۔ ہم نے قبول کر لیا تھا جب اس نے ترمذ شہر پر قبضہ کر لیا تو ہم نے سوچا یہ اس کی زندگی کی پہلی جہالت ہے۔ نیا نیا حکمران بنا رہے اور سنے سنے حکمران کے سر پر بی بی فتوح حال کا بھوت ضرور سوار ہوتا ہے۔ اس بنا پر ہم نے ترمذ کے چلے جانے کے بعد کسی سخت رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔

شاید ترمذ کی فتح نے اس علاؤالدین خوارزم شاہ کے حوصلوں کو جوانی اور تقویت بخشی۔ اس نے مزید پر پزے لگالے، بخارا کی طرف بڑھا، ہماری بدبختی اور اس کی خوش قسمتی کو بخارا کے نواح میں بھی اس نے ہمارے ایک لشکر کو شکست دی اور بخارا پر قبضہ کر لیا اور بخارا کا قلم و نسق درست کرنے کے بعد وہ بڑی تیزی سے سمرقند کی طرف بڑھا اور سمرقند پر بھی وہ قابض ہو گیا ہے اور یہ خبر بھی تمہاری دیر پہلے ہمارے خبر لے کر آئی ہے۔ اس بنا پر میں نے تم سب لوگوں کو قلعہ میں طلب کر لیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان جب خاموش ہوا تو اس کی سلطنت کا ایک اہم کارکن اٹھا پھر وہ گور خان کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

”گور خان! جس وقت ہم نے اپنے سفیر خراج کی وصولی کے لیے علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیے تھے علاؤالدین خوارزم شاہ نے ستم گری اور ظلم سے کام لیتے ہوئے ہمارے ان سفیروں کو قتل کر دیا تھا۔ اس وقت ہی میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ اپنے سفیروں کے قتل کا انتقام لینے کے لیے ہمیں فی الفور علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو جانا چاہیے۔

اگر ہم اس وقت ہی خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ کر دیے۔ جہت و خیر کرتے ہوئے ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے سے تیسرے جاتے ہوئے اس کی سلطنت

سلطان علاؤالدین اور اس کے سالاروں کے اس طرح حملہ آور ہونے سے میدان جنگ وحشی خونخوار قزاقوں کی معدادوں کی طرح گونج اٹھا تھا۔ دونوں لشکریوں کے ٹکرائے سے یوں گلتا گویا غیب و شہود کے غم پر خیر و شر کا ٹکراؤ شروع ہو گیا ہو۔

خطا کے ترک زیادہ دیر تک سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں اور لشکریوں کے حلقے کو برداشت نہ کر سکے لہذا انہیں بخارا شہر کے نواح میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور شکست اٹھا کر وہ اپنے مرکزی شہر اخلاط کی طرف بھاگ گئے تھے۔

انہیں شکست دے کر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ بے روک آنسو کی طرح بخارا کی طرف بڑھا۔ بخارا پر اس نے قبضہ کر لیا اور وہاں کا قلم و نسق درست کرنے لگا تھا۔

بخارا کا قلم و نسق درست کرنے میں سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے زیادہ وقت نہیں لیا۔ وہاں سے بھی وہ نکلا اور ابھی خطا کے ترکوں کا شکست خوردہ لشکر اپنے مرکزی شہر اخلاط پہنچا ہو گا کہ سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ سمرقند کا رخ کیا۔ سمرقند بھی فتح کر کے اس نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس لیے کہ سمرقند کے حاکم عثمان خان نے سلطان کو خوش آمدید کہا تھا جب اس سے پہلے وہ گور خان کے ایک عامل کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس طرح چند ہی دنوں کے اندر سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ نے ترمذ بخارا اور سمرقند جیسے بڑے بڑے اور اہم شہروں پر قبضہ کر لیا تھا۔

خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کو جب اپنے لشکر کی بدترین شکست سلطان علاؤالدین خوارزم شاہ کے بخارا پر قبضہ کرنے، اس کے بعد سمرقند بھی ہاتھ سے نکل جانے کی خبر ملی تو یہ خبریں سن کر ایک طرح سے اس کے پاؤں تلے سے زمین ٹھسکتا شروع ہو گئی تھی۔ اس نے فی الفور اپنے سارے سالاروں، عمائدین سلطنت اور دیگر اہم شخصیتوں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

سب لوگ جب قصر میں جمع ہو گئے تب اس کی اطلاع گور خان کو دی گئی چنانچہ گور خان بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ قصر کے اس کمرے کی نشیں پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر تک قصر کے اندر کھا جانے والی مغموم خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد اپنے قصر کے ان سارے ارکان کو مخاطب کرتے ہوئے گور خان کہہ رہا تھا۔

سلطنت کا وہ رکن جب خاموش ہوا اور اپنی جگہ پر بیٹھا گیا تب ایک آدمی اور اٹھا اور گور خان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سرقد کے معاملے میں ہم سے بھی ایک غلطی ہوئی ہے۔ گور خان! آپ نے پہلے عثمان خان کو اپنی بیٹی دوزن کا رشتہ دینے کی حامی بھر لی تھی بلکہ سلطنت کے اندر یہ بھی مشہور ہو گیا تھا کہ عثمان خان کی بیٹی دوزن کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ بعد میں آپ نے خود ہی بلا کی وجہ سے اس رشتے کو منقطع کر دیا۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا ہوتا تو آج عثمان خان اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ سرقد سے باہر نکل کر علاء الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کرتا اور اتنی جلدی اسے سرقد میں داخل نہ ہونے دیتا۔ اتنی دیر تک ہماری طرف سے بھی کوئی لشکر بھیج دیا جاتا۔ اس طرح ہم اور عثمان خان دونوں قوتیں مل کر علاء الدین خوارزم شاہ کو سرقد کے نواح سے بھاگنے پر مجبور کر دیتے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص رکا دوبارہ گور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”محترم گور خان! تعلقات کو کاٹنا، تعلقات کو منقطع اور ختم کرنا بڑا آسان ہے لیکن تعلقات کو استوار کرنا بھی مشکل ہے..... آپ نے جو اپنی بیٹی دوزن کا رشتہ عثمان خان سے منقطع کر دیا ہے تو میرے خیال میں آپ کے اس عمل کے جواب میں یقیناً عثمان خان نے علاء الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ ڈٹ کر نہیں کیا ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عثمان خان ہماری طرف سے سرقد کا عامل ہے لیکن سرقد میں اس کی ذاتی حیثیت بھی بڑی مضبوط اور مستحکم ہے۔ سرقد کے مسلمان اسے پسند کرتے ہیں اور ہر معاملے میں اس کا ساتھ دینے کے لیے تیار اور مستعد رہتے ہیں۔ اگر دوزن کا رشتہ دینے سے انکار کے بعد اسے سرقد کی ولایت سے محروم کیا جاتا ہے تو سرقد کے اندر ہمارے خلاف بغاوت بھی کھڑی ہونے کا خدشہ پیدا ہو سکتا تھا لیکن اب تو معاملہ ہی ختم ہو گیا ہے۔ اب تو سرقد علاء الدین خوارزم شاہ کے پاس چلا گیا اور اس وقت عثمان خان ہمارا نہیں بلکہ علاء الدین خوارزم شاہ کا ماتحت ہو گیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ سرقد کو فتح کرنے کے بعد عثمان خان سے علاء الدین خوارزم شاہ نے کیا سلوک کیا ہو گا۔“

سلطنت کا وہ کارکن یہیں تک کہنے پایا تھا کہ قصر کے دروازے پر گور خان کا پوہدار نمودار ہوا، اس کے اس طرح آنے پر گور خان نے اسے مخاطب کیا۔

کے اہم شخصوں کو روندتے تو یقیناً ہم اسے اپنے سامنے جھکے پر مجبور کر سکتے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا۔ یہ ہماری بہت بڑی غلطی تھی اور اس نے ہماری غلطی سے خوب فائدہ اٹھایا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ترمذ شہر اس نے خود ہمیں دیا تھا لیکن یہ سوچا جائے کہ خود ہی اس نے واپس لیا ہے اور پھر اس نے ترمذ شہر پر اپنا قبضہ کیا۔ وہ آج کل گبولوں کی طرح حرکت میں آیا ہوا ہے۔ ترمذ کے بعد اس نے بخارا اور پھر سرقد بھی ہم سے لے لیا ہے۔ ان تینوں شہروں کو فتح کرنے سے بے حد فوائد حاصل ہوئے ہیں۔

اول یہ کہ اس کے اور اس کے لشکریوں اور سالاروں کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں اور وہ یہ فیصلہ کرنے لگے ہوں گے کہ خطائی ترکوں کو کسی بھی میدان میں شکست دینا مشکل اور ناممکن نہیں ہے۔

دوم ترمذ، بخارا اور سرقد کو فتح کرنے کے بعد جہاں اس کی سلطنت میں وسعت ہوئی ہے وہاں اس کے حوصلوں میں بھی وسعت پیدا ہو گئی۔

سوم ان تینوں شہروں کے دسائے اب ہمارے بجائے خوارزم شاہ کے ہاتھ میں آ گئے ہیں اور ان شہروں کے دسائے کو یقیناً ہمارے خلاف استعمال کرے گا۔

چہارم پہلے اس نے ترمذ شہر کے نواح میں ہمارے ایک خاصے بڑے لشکر کو شکست دی، آدھے سے زیادہ لشکریوں کو اس نے کاٹ کر رکھ دیا، کچھ کو اسیر بنا لیا، آپ کی دونوں بیٹیاں بھی اسیر ہو گئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس کی فراخ دلی تھی، دونوں بیٹیوں کے علاوہ اس نے ہمارے لشکریوں کو بھی رہا کر دیا۔ اس کے بعد اس نے دوسری شکست ہمارے لشکر کو بخارا کے نواح میں دی اور ان دونوں لشکروں کو شکست دینے کے بعد ہمارے لشکروں کے پڑاؤ سے بھی اسے بہت کچھ مال غنیمت کی صورت میں حاصل ہوا ہوگا۔

اس طرح تین شہروں پر قبضہ کرنے اور ہمارے دو بڑے لشکروں کو شکست دینے کے بعد جہاں علاء الدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں اور لشکریوں کے جذبات اور حوصلوں کو تقویت ملی ہے وہاں علاء الدین خوارزم شاہ کو مالی غنیمت حاصل ہونے کی وجہ سے مالی استحکام بھی حاصل ہوا ہے اور اب وہ زیادہ پر جوش اعزاز اور زیادہ قوت و خنواری کے ساتھ ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا۔“

اعزازہ ہے کہ علاؤالدین خوارزم شاہ کسی بھی صورت شرف قد شہر سے باہر نکل کر ہمارا مقابلہ نہیں کرے گا۔

اس نے سرفرد پر قبضہ کرنے کے بعد اس وقت تک اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے اندر ہی قیام کیا ہو گا جو لشکر لے کر ہم اس پر حملہ آور ہونے کے لیے جائیں گے۔ اس کی تعداد یقیناً اس کے لشکر سے بہت زیادہ ہوگی لہذا وہ شہر کے اندر محصور رہ کر ہی مقابلہ کرنے کی ٹھانے گا۔ ہم شہر کا محاصرہ کر لیں گے۔ اس محاصرے کے دوران عثمان خان سے رابطہ قائم کریں گے۔ اسے دزون کا رشتہ دینے کی حامی بھر لیں گے اور اسے پکا پختہ یقین دلائیں گے کہ دزون کو اس سے بیاہ دیا جائے گا۔ جب ایسا پیغام عثمان کو ملے گا تو شہر کے اندر یقیناً علاؤالدین خوارزم شاہ کے خلاف کوئی نہ کوئی سازش تیار کرے گا جس کی ہمیں بھی اطلاع دے گا جس کے تحت ہم علاؤالدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہو کر سرفرد اس سے ملے سکتے ہیں۔

یہاں تک کہتے ہیں کہ بعد فوٹا کچھ دیر کا، کچھ سوچا، اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔ ”یہ بھی ممکن ہے کہ جب ہم عثمان خان کو دزون کا رشتہ دینے کی پیشکش کر دیں تو اس سلسلے میں اس سے پکا پختہ وعدہ کریں تو ہمارے ساتھ مل کر عثمان خان کوئی ایسا انتظام کرے کہ ہم علاؤالدین خوارزم شاہ کے لشکر کو تباہ و برباد کرنے کے بعد اسے اور اس کے سالاروں کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں اور عثمان خان سے رابطہ کر کے ایسا کرنا کوئی مشکل بھی نہیں ہے۔“

یہاں تک کہتے ہیں کہ بعد فوٹا جب خاموش ہوا تو گور خان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کے لیے کہا۔ فوٹا چپ چاپ بیٹھ گیا پھر گور خان نے اپنے لشکر کے سپہ سالار اعلیٰ تانیکو کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تانیکو! اب تک جو گفتگو ہوئی تم نے بھی سنی، اب تم ذرا اپنے خیالات کا اظہار کرو، میں دیکھوں تم کیا کہتے ہو۔“

تانیکو اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور گور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”ہاں! جو کچھ آپ کے دادا فوٹا نے کہا ہے میں اس سے اختلاف نہیں کرتا۔ اس سے متفق ہوں، اس لیے کہ فوٹا بھی جنگ کا دستہ تجربہ رکھتا ہے۔ پہلی بات جس سے میں اتفاق کرتا ہوں وہ یہ کہ عثمان خان کو ہمیں دزون کا رشتہ دے دینا چاہیے اس طرح ہم عثمان خان

”غیر مت تو ہے..... کیا معاملہ ہے.....؟“

اس پر اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے عصا سمیت چوہدار نے اپنے آپ کو خوب زمین کی طرف جھکا یا پھر سیدھا کھڑا ہوا اور گور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہاں! مسلمانوں کا سلطان علاؤالدین خوارزم کی طرف سے ایک سفیر آیا ہے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔“

اس موقع پر گور خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، کچھ سوچا اس کے بعد اپنے چوہدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اسے آج کے دن اور آنے والی شب کو مہمان خانے میں ٹھہراؤ کل اس سے بات کریں گے۔ آج ہم جس موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں اس کو غٹنا نہیں گے۔“

گور خان کا یہ جواب سن کر چوہدار پیچھے ہٹ گیا تھا۔ چوہدار کے جانے کے بعد گور خان نے کچھ سوچا پھر سلطنت کا وہ کارکن جو کھڑے ہو کر اس سے گفتگو کر رہا تھا۔ اسے مخاطب کر کے گور خان کہنے لگا۔

”عثمان خان نے یقیناً علاؤالدین خوارزم شاہ کی اطاعت اختیار کر لی ہوگی اور میرے خیال میں علاؤالدین خوارزم شاہ اسے قصاص نہیں پہنچائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دزون کا رشتہ دینے کی بنا پر عثمان کے دل میں یقیناً ہمارے خلاف میل گیا تھا لیکن کسی بھی موقع پر اس نے ہم سے بیزاری کا اظہار نہیں کیا۔ اگر علاؤالدین خوارزم شاہ نے سرفرد فتح کر کے عثمان خان کو اپنا مطیع اور فرمان بردار بنا لیا ہے تو آج والے دنوں میں عثمان خان میں سے رابطہ کر کے ہم علاؤالدین خوارزم شاہ سے سرفرد واپس لے سکتے ہیں۔“

گور خان پھر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوا۔ اس کے بعد اپنے دادا اور لشکر یوں کے بڑے سالار فوٹا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”فوٹا جو گفتگو اب تک ہوئی اس سلسلے میں تم کیا کہتے ہو.....؟“

فوٹا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور گور خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”میں یہ پسند کروں گا کہ ایک دو دن کے اندر اپنی عسکری تیاریوں کو عروج پر لانے کے ایک لشکر یہاں سے روانہ ہو اور سرفرد کا رخ کرے۔ علاؤالدین خوارزم شاہ نے ام وقت سرفرد ہی میں قیام کیا ہو گا لہذا ہمیں چاہیے کہ سرفرد پر یلغار کر دیں۔ میرا

عمل کیا جائے گا۔ میں اب اس دربار کو ختم کرتا ہوں۔ تانیکو! تم سارے سالاروں کے ساتھ حرکت میں آؤ، لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دو، ایک حصہ اخلاط ہی میں رہے، ایک حصے کو لے کر فوجا خوارزم شاہ کے علاقوں میں داخل ہو جائے جبکہ تیسرے حصے کو تم خود لے کر سرقت کا رخ کر دو اور علاؤ الدین خوارزم شاہ پر ضرب لگانے کی کوشش کر دو یہ آخری فیصلہ ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔“

اس کے ساتھ ہی گور خان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔ اور لوگ قصر کے اس کمرے سے لکھنا شروع ہو گئے تھے۔

★.....★

کو دوبارہ اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جو کچھ فوٹانے کہا ہے اس سے اتفاق کرنے کے بعد میں اس میں کچھ اضافہ کرتا چاہتا ہوں۔

میں اس بات پر تو متفق ہوں کہ ایک دو دن میں ایک خاصا بڑا لشکر تیار کر کے ہمیں سرقت کا رخ کرنا چاہیے اور شہر پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ یقیناً علاؤ الدین خوارزم شاہ سرقت شہر میں محصور ہو کر ہمارا مقابلہ کرے گا۔ اس کے علاوہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طاقت اور قوت کو کمزور کرنے اور اس کے پاؤں سرقت میں حیران کرنے کے لیے میرے پاس ایک تجویز ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ جس قدر لشکر ہمارے پاس ہے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک حصہ اپنی سلطنت کی حفاظت کے لیے ہمیں رکھا جائے، باقی دو حصوں میں سے ایک حصہ علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہونے کے لیے سرقت کا رخ کرے جبکہ دوسرا حصہ بڑی تیزی سے یلغار اور ترک تازہ کرنا ہو علاؤ الدین خوارزم شاہ کی سلطنت میں داخل ہو کر اس کے شہروں اور قصبوں پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی کا وہ کھیل کھیلے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں سرقت سے نکل کر اپنے علاقوں کا رخ کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اس لیے کہ جب ہمارے لشکر کا یہ حصہ اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو گا تو یقیناً اس کے بچنے اس صورت حال سے آگاہ کریں گے اور اس صورت حال کو سامنے رکھ کر ہوئے علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنی سلطنت بچانے کے لیے سرقت سے نکل کر اپنے علاقوں کا رخ کرے گا اور جب وہ ایسا کرے گا تو سرقت کے نواح میں اچانک ایک طرف نمودار ہو کر ہم اس پر حملہ کریں گے، اسے اور اس کے لشکریوں کو ہمیں نہیں کر کے رکھ دیں گے۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نہ صرف علاؤ الدین خوارزم شاہ سے اس کی گزشتہ زیادتیوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کو گرفتار کر کے اس کی وسیع سلطنت کے وسیع حصوں قابض ہونے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

تانیکو کی یہ ساری گفتگو سن کر گور خان خوش ہو گیا تھا۔ تانیکو جب خاموش ہوا تو بے پناہ خوشی اور طمانیت کا اظہار کرتے ہوئے گور خان کہہ رہا تھا۔

”تانیکو! جو کچھ تم نے کہا ہے میں سمجھتا ہوں اسی میں ہماری بہتری ہے اور اس

زوزن جب خاموش ہوئی تب کیرش تھوڑی دیر تک اسے توصیفی انداز میں دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”میری بہن! تیرا اندازہ درست ہے..... میں اس وقت سخت پریشان اور فکر مند ہوں۔ تانیکو اگر لشکر لے کر سرقد کا رخ کرتا ہے تو یقیناً سلطان علاؤ الدین اور شہاب الدین اس کے ساتھ اچھے جائیں گے اس طرح جو لشکر فوتا لے کر ان کے علاقوں میں داخل ہوگا اور اس کی کوئی راہ روکنے والا نہ ہوگا لہذا فوتا ان کے علاقوں میں دور تک تباہی اور بربادی کا مکمل کیتا چلا جائے گا جبکہ میں ایسا نہیں دیکھنا چاہتی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش دیکھ رہی تھی کہ زوزن کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ ”زوزن میری بہن! میں چاہتی ہوں کہ کسی نہ کسی طرح اس صورتحال سے شہاب الدین کو آگاہ کر دیا جائے تاکہ جہاں وہ تانیکو کا مقابلہ کریں وہاں فوتا کی راہ روکنے کا بھی اہتمام کریں۔“

کیرش کی پھر کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبنے کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔ ”زوزن میری بہن! اس کے دو فوائد ہوں گے۔ اول یہ کہ شہاب الدین کو مجھ پر اعتماد اور بھروسہ ہو جائے گا کہ میں واقعی ان سے متعلق ہوں، ان سے کچھ محبت کرنی ہوں..... اس طرح وہ میری قدر کریں گے اور ان کے دل میں بھی میرے لیے محبت ہو جائے گی..... اسی میں میری کامیابی اور اسی میں میری خوشی ہے۔“

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ فوتا کے لشکر کی اطلاع ملنے کے بعد علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر فوتا کی راہ روکنے کا اہتمام کریں گے۔ اس طرح وہ ایک بہت بڑے نقصان سے بچ جائیں گے اور یہ میری دلی خواہش ہے۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تب زوزن کہنے لگی۔ ”یقیناً میں جانتی تھی کہ تم اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے میرے پاس آؤ گی..... اب یلوٹم کیا چاہتی ہو اور اس پر کیسے عمل ہونا چاہیے۔“

جواب میں کیرش کچھ دیر سوچتی رہی پھر زوزن کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ”زوزن میری بہن! کیا ایسا ممکن نہیں کہ جب شہاب الدین پہلی بار ایک سفر کی حیثیت سے ہمارے پاس آئے تھے اور بدودخان نے انہیں دریائے آمو کے پل کے پاس روک کر اور ان پر حملہ آور ہو کر انہیں زخمی کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کے جواب میں میری بہن



زوزن اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اس کے کمرے کے دروازے پر اس کی چھوٹی بہن کیرش نمودار ہوئی، اسے دیکھتے ہی زوزن کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”انداز آجاؤ، دروازے پر کھڑی نہ ہو..... مجھے تمہارا ہی انتظار تھا..... میں جانتی تھی کہ تم میرے پاس ضرور آؤ گی۔“

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش پریشان ہو گئی تھی، آگے بڑھی، زوزن کے سامنے بیٹھ گئی پھر جرات میں ڈوبی ہوئی آواز میں وہ زوزن کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی۔

”میری بہن! تم نے کیسے اندازہ لگایا کہ میں تمہارے پاس آؤں گی اور تم کس بنا پر یا کس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے میری منتظر تھیں۔“

اس موقع پر زوزن نے ایک قہقہہ لگایا، کہنے لگی۔ ”تم بھی میری بڑی بھولی بہن ہو..... میں یقیناً تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی جس وقت دربار میں تانیکو نے تجو بہ پیش کی تھی کہ فوتا ایک لشکر لے کر علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں میں داخل ہو کر تباہی اور بربادی کا مکمل کیتا کیلئے اور دوسرے لشکر کے ساتھ تانیکو سرقد کا رخ کرے اس وقت میں بڑے غور سے تمہارے چہرے کے تاثرات کا اندازہ لگا رہی تھی، میں بڑے غور سے تمہاری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس وقت تمہارے چہرے پر پریشانیوں ہی پریشانیوں! ٹھکرات ہی ٹھکرات تھے اور انہی پریشانیوں اور ٹھکرات کو دیکھتے ہوئے میں یہاں آئے کے بعد بڑی سے جیتی سے تمہارا انتظار کرنے لگی اس لیے کہ میں جانتی تھی جس ہاتھ نے تمہیں ٹھکرات اور پریشانیوں میں ڈال دیا ہے اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے تم میرے پاس ضرور آؤ گی اب یلو کیا کہنا چاہتی ہو۔“

علاء الدین خوارزم شاہ کا ایک سفیر آیا ہوا ہے اور وہ ہمارے بابا سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔
تم نے یہ بھی سنا ہوگا کہ بابا نے چوہدار سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس سفیر کو مہمان
خانے میں بٹھرائے، کل اس سے بات کی جائے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد دوزن رکی، کچھ سوچا پھر اندیشوں بھری آواز میں کہنے
لگی۔ ”کیرش! امیرا! اندازہ ہے کہ جو سفیر علاء الدین خوارزم کی طرف سے آیا ہے اسے
ہمارا باپ موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ علاء الدین خوارزم شاہ نے تو ہمارے
سفیروں کو اس لیے موت کے گھاٹ اتارا تھا کہ وہ اس سے خراج وصول کرنے لگے
تھے اور اس کے دربار میں انہوں نے بدتمیزی اور چالیت کا مظاہرہ کیا تھا جو یقیناً
مسلمانوں کے لیے قاتل برداشت تھا۔ لہذا سفیروں کو ان کی گردنوں سے محروم کر دیا گیا
..... میں اور تم خود بھی اپنے باپ کے حراج اور اس کی طبیعت سے واقف ہیں۔ میرا
اپنا اندازہ ہے کہ جب کل مسلمانوں کے سفیر کو ہمارے باپ کے سامنے پیش کیا جائے
گا، اس نے اپنے سلطان کا کوئی پیغام ہمارے باپ کے سامنے پیش کرنا چاہا تب بھی،
اس نے پیغام نہ بھی دیا تب بھی ہمارا باپ ہر صورت میں اس کی گردن کاٹے گا۔
میں چاہتی ہوں جو کام ہم کرنا چاہتی ہیں اس سفیر کے ذریعے کیوں نہ کریں، ایسا
کرنے کے دو فائدے ہوں گے۔“

اول یہ کہ تمہارا پیغام تمہاری طرف سے شہاب الدین کے پاس پہنچ جائے گا۔
دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ سفیر سلامتی کے ساتھ واپس جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔
اس طرح اس کی جان بھی بچ جائے گی۔ اب پولو تم کیا کہتی ہو؟“
دوزن نے ان الفاظ کو سن کر کیرش ایسی خوش ہوئی کہ آگے بڑھ کر اس نے
دوزن کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا اور بڑے طوفانی انداز میں وہ اس کا چہرہ چومنے لگی
تھی۔ اس کے بعد وہ چیخے ہٹ کر دوبارہ اپنی تخت پر بیٹھی اور دوزن کو مخاطب کر کے
کہہ رہی تھی۔

”میری بہن! جو اطلاع میں پہنچنا چاہتی ہوں اس کے لیے تم نے راستہ تو بڑا
مقول اور مناسب بتایا ہے۔ اب سوچنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے اس سفیر سے رابطہ
کیسے قائم کیا جائے اور پھر اسے یہاں سے نکالنا بھی چاہیے ورنہ وہ جان سے ہاتھ دھو
بیٹھے گا اور اگر ایسا ہو گیا تو جو پیغام میں بھیجنا چاہتی ہوں وہ پیغام بھی نہیں پہنچ پائے

تم نے کچھ آدی مقرر کیے تھے جنہوں نے دریائے آمو کے پل سے پہلے شہاب الدین
کی حفاظت کا کام سرانجام دیا تھا۔“

کیرش رکی پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتی پھر وہ دوبارہ کہہ رہی تھی۔ ”دوزن!
میں چاہتی ہوں کہ ان ہی آدمیوں میں سے کسی شخص کو جو ان کا انتخاب کرو جو میری
طرف سے شہاب الدین کے پاس یہ پیغام لے کر جائے کہ جہاں تا کیوں نہ حملہ آور
ہونے کے لیے ایک لشکر لے کر آ رہا ہے وہاں ویسا ہی ایک لشکر لے کر ونا ان کی مملکت
میں داخل ہوگا لہذا اس کی راہ روک کر اپنے علاقوں کی حفاظت کریں۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر تک بڑے غور سے دوزن اس کی طرف
دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

”تم نادان اور بے وقوف ہو۔ ان لوگوں سے یہ کام نہیں لیا جاسکتا۔۔۔۔۔ اگر ہم
نے یہ کام ان سے لے بھی لیا تو کسی نہ کسی طرح ہمارا راز فاش ہو جائے گا۔ جس
دن ہمارا راز فاش ہو گیا اور ہمارے باپ یا ہمارے عزیز اقارب یا ہمارے سالاروں کو
یہ خبر ہو گئی کہ ہم علاء الدین خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں تو
یاد رکھنا، وہ دن ہماری زندگی کا آخری دن ہوگا اور ہم دونوں بہنوں کے سر قلم کر دیے
جائیں گے۔ لہذا شہاب الدین تک یہ خبر پہنچانے کے لیے ہمیں کسی بااعتماد اور بھروسے
کے شخص کو استعمال کرنا چاہیے۔“

دوزن اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لیے کہ اس کی بات کا سننے ہوئے کیرش بول
اٹھی تھی۔ اس موقع پر کیرش کی آواز میں اندیشے ہی اندیشے اور ٹھکرات ہی ٹھکرات تھے،
کہہ رہی تھی۔

”ایسا آدی کہاں سے لائیں جو قاتل بھروسہ بھی ہو۔۔۔۔۔ ہمارا راز بھی فاش
کرے اور جو کچھ ہم کہنا چاہتی ہیں ہمارا وہ پیغام شہاب الدین تک بھی پہنچا دے۔“
کیرش کے خاموش ہونے پر دوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔ ”اس سلسلے میں ہمیں
فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا آدی آچکا ہے۔ شاہ
قدرت مسلمانوں پر مہربان ہے اس لیے وہ ان کی حفاظت کا اہتمام بھی کر چکی ہے۔
جس وقت دربار لگا ہوا تھا تو تم نے دیکھا دربار کے کمرے کے دروازے پر ہاتھ
چوہدار نمودار ہوا تھا اور اس نے بابا کو تعظیم دیتے ہوئے انکشاف کیا تھا کہ سلطان

لے جو کچھ میں کہنے لگی ہوں غور سے سنتا اور اس پر فی الفور عمل کرنے کی کوشش کرتا۔ سب سے پہلے میں تمہیں تمہارے سالار اعلیٰ محترم شہاب الدین بن مسعود کے نام ایک پیغام دینا چاہتی ہوں جو کچھ میں کہنے لگی ہوں غور سے سنتا واپس جا کر شہاب الدین بن مسعود سے کہنا کہ چند روز تک ہمارے ہاں سے دو لشکر نکلیں گے ایک لشکر سرحد کا رخ کرے گا اور اس کی سالاری ہماری سر زمینوں کا سالار اعلیٰ کا تیکو کرے گا دوسرا لشکر ہمارے پہنچنے کو تا کی سرحد کی میں ہوگا اور وہ تم لوگوں کے علاقوں میں داخل ہو کر ترک تاز کرتے ہوئے تمہارے مرکزی شہر کا رخ کرے گا اس طرح ہمارا باپ کا تیکو کے ذریعے سلطان اور اس کے سالاروں کو سرحد میں مصروف رکھ کر ہمارے بھائی فوتا کے ذریعے سلطان کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے میرا یہ پیغام جب تم شہاب الدین بن مسعود تک پہنچا دو گے تو وہ اس کا سدباب کر لیں گے و دیکھو وقت ضائع نہ کرنا یہ پیغام شہاب الدین تک پہنچانا ورنہ تمہارے علاقے ایک خطرناک عذاب سے دوچار ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش روکی پھر کہنے لگی۔ ”ہم دونوں بہنوں کو جلدی ہے کہ ہم زیادہ دیر یہاں رک بھی نہیں سکتیں اس لئے کہ مہمان خانے کا محافظ اس وقت کھانے کے لئے منتظر کی طرف گیا ہوا ہے اس کی آمد سے پہلے ہم ساری منتظر کر کے واپس چلی جانا چاہتی ہیں..... جب محافظ واپس آتا ہے تو وہ یقیناً تمہیں کھانا پیش کرنے گا ہو سکتا ہے اپنا کھانا بھی یہیں لے جائے تمہیں کھانا کھانے کے بعد جب وہ برتن لے کر جائے تو اس کی غیر موجودگی میں اپنے گھوڑے پر زین ڈال کر یہاں سے بھاگنے والی بات کرنا ورنہ نکل صبح ہمارا باپ تمہاری گردن کاٹنے سے دریغ نہیں کرے گا۔“

یہ بھی بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ سورج غروب ہونے کے بعد شہر سے بہت سے لوگ گردہ در گردہ نکلتے ہیں ان میں کام کرنے والے بھی ہوتے ہیں سبزی فروش، مزدور وغیرہ اور دوسرے شعبوں کے بہت سے لوگ جو گردو لوٹاں سے آتے ہیں وہ نکلتے ہیں تم بھی ان کے ساتھ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے شہر سے نکل جانا اور شہر سے نکلنے کے بعد جس قدر تیزی سے سفر کر سکتے ہو کرنا اور سرحد جا کر جو پیغام میں نے تمہیں دیا ہے وہ شہاب الدین بن مسعود کو دینا۔“

اس موقع پر سفیر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کیرش اور دوزن دونوں اپنی جگہ سے اٹھ

کھڑی ہوئیں کیرش کہنے لگی۔

”ہم دونوں ہمیشہ جانتی ہیں جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنا ورنہ جہاں تمہاری سلطنت کے حالات خراب ہو جائیں گے وہاں تم اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے“ اور اس کے ساتھ ہی کیرش اور دوزن وہاں سے نکل گئیں۔

ان دونوں بہنوں کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سفیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا پھر کوئی فیصلہ کیا ایک دم اٹھ کھڑا ہوا تیز قدم اٹھاتا ہوا اصبیل کی طرف گیا گھوڑے کے آگے اس نے حرید چارہ ڈالا ایک طرف اس کی زین پڑی ہوئی تھی زین کے ساتھ گھوڑے کے چارے کا تو بڑا تھا وہ اس نے اتارا اور خوراک سے بھر کر اس نے ایک طرف رکھ دیا تھا یہ کام کرتے ہوئے وہ کبھی بھی مڑ کر مہمان خانے کے دروازے کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا اس کے بعد حرید حرکت میں آیا گھوڑے کی زین کے قریب ہی جو پانی کا مشکیزہ پڑا ہوا تھا وہ بھی اس نے پانی سے بھر کے مشکیزے کا منہ اچھی طرح باغھ کر زین کے ساتھ ہی رکھ دیا تھا یہ سارے کام کرنے کے بعد دوبارہ اس کمرے میں آ کے بیٹھ گیا جہاں سے نکل کے گیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزر رہی تھی کہ مہمان خانے کا محافظ آگیا اس کمرے میں داخل ہوا جس میں سفیر ٹھہرا ہوا تھا اس کے سامنے کھانے کے برتن رکھے پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں اپنا کھانا کھا آیا ہوں یہ تمہارا کھانا ہے کھا لو پھر میں خالی برتن چھوڑ آؤں گا۔“

سفیر کو اب فکر مند سی اور جلدی لاحق ہو گئی تھی۔ جوئی اس کے سامنے کھانا رکھا گیا اس نے کھانا شروع کر دیا۔ جلدی جلدی کھانا ختم کر نیچے بعد وہ باہر آیا اور مہمان خانے کے محافظ کو آواز دے کر پکارا۔ جب وہ آیا تو اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کھانا تم کھا چکا ہوں، اب تم برتن لے جاؤ۔“

محافظ کمرے میں داخل ہوا، کھانے کے برتن اٹھا کر وہ مہمان خانے کے صدر دروازے سے باہر نکل گیا تھا۔

اس کے باہر جاتے ہی سفیر تقریباً بھاگتا ہوا اصبیل کی طرف گیا۔ زین اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈالی، زین کا تنگ خوب کس کر درست کیا، خوراک کا تو بڑا، پانی کی

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ سالار لوٹا، وہاں آیا جہاں گور خان، تانیکو، فونا و دیگر سالاروں کے علاوہ سلطنت کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے گور خان نے تانیکو کو مخاطب کیا۔

”تانیکو! یہ وہ سالار ہے جسے تم نے علاؤالدین خوارزم شاہ کے سفیر کو لانے کے لیے روانہ کیا تھا۔“

تانیکو نے اس بات پر گردن خم کی اور ساتھ ہی آنے والے اس سالار کو اس نے مخاطب کیا۔ ”تم علاؤالدین خوارزم شاہ کے سفیر کو نہیں لے کر آئے؟“

اس سفیر نے اپنی گردن زمین کی طرف خراب جھکا کر گور خان کو تنظیم دی پھر کہنے لگا۔ ”ماک! مسلمانوں کا سفیر مہمان خانے میں تو بے ہی نہیں، اس نہ کا گھوڑا وہاں ہے۔“

اس سالار کا جواب سن کر گور خان کی حالت ایک دم تبدیل ہو گئی تھی۔ اس کے غصے، غضبناکی اور برہمی کی کوئی انتہا نہ تھی کچھ دیر سوچتا رہا پھر آتہا اسے اس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”تم نے اس سے مصلحتی مہمان خانے کے محافظ سے پوچھا۔؟“

سالار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”ماک! محافظ بھی ابھی ابھی آیا ہے۔۔۔۔۔ آپ جانتے ہیں کہ محافظ رات کو مستقر میں قیام کرتا ہے۔۔۔۔۔ میں نے اس سے پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے مسلمانوں کے سفیر کو رات کا کھانا کھلایا پھر میں برتن لے کر چلا گیا۔۔۔۔۔ میں نے وہیں قیام کیا اور صبح میں جب اس کے لیے کھانا لے کر آیا تو کمرہ خالی تھا اور اصل میں اس کا گھوڑا نہیں تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اس کی اطلاع دینے کے لیے لکھنا ہی چاہتا تھا کہ میں وہاں پہنچ گیا۔“

یہ جواب سن کر گور خان کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ باری باری ایک نگاہ اس نے اپنے دائیں جانب تانیکو، فونا کے علاوہ دوسرے سالاروں پر ڈالی پھر تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تانیکو! میں اس معاملے کو کیا سمجھوں۔۔۔۔۔ غداری یا مسلمانوں کے سفیر کی پیش قدمی۔۔۔۔۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر سفیر کہاں چلا گیا اور وہ کیوں بھاگ گیا۔۔۔۔۔ میں نے کسی کے سامنے اس کی سزا کا ذکر بھی نہیں کیا تھا کہ اسے پتہ چل جاتا اور وہ

جھاگل زمین کے ساتھ باندھ دی۔ اس کے بعد بھاگتا ہوا اس کمرے کی طرف گیا جس میں وہ قیام کئے ہوئے تھا۔ وہاں سے ایک خرین اٹھائی جس میں اس کا سامان تھا اس کے بعد کمرے کے اندر چلتی ہوئی مشغل کو بجھا دیا اور کمرے کا دروازہ اس نے بند کر دیا۔

ایسا کرنے کے بعد وہ اصل کی طرف آیا، جلدی جلدی اس نے گھوڑے کو دھانہ چڑھایا اور پھر گھوڑے کی بھاگ چڑ کر دائیں بائیں آگے پیچھے دیکھتا ہوا اصل کی نکلا۔

آہستہ آہستہ بے فکری سے چلتا ہوا جب وہ شہر پناہ کے دروازے کے قریب گیا تو اس نے دیکھا کچھ لوگ شہر سے نکل رہے تھے لہذا وہ بھی بے فکری کا تاثر دیتا ہوا اپنے گھوڑے کی بھاگ چلائے شہر سے نکل گیا۔ شہر پناہ سے تھوڑی دور جانے کے بعد وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر اپنے گھوڑے کو ایڑہ لگا کر اسے سر پٹ دوڑاتا ہوا وہ اپنی منزل کا رخ کر رہا تھا۔



اگلے روز اغلاط کے ترکوں کا شہنشاہ گور خان اپنے مرکزی شہر اغلاط کے اس چوراہے پر آیا جہاں بہت بڑی صلیب نصب تھی اور جہاں جرمون کو عبرت خیزی کے لیے سب لوگوں کے سامنے سزا دی جاتی تھی۔ اس موقع پر اس کے سارے سالار اور سرکردہ مصاحب اس کے پاس تھے کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تانیکو! اپنے کسی سالار کو مہمان خانے کی طرف بھیجو وہ مسلمانوں کے سفیر کو بلا کر یہاں لائے۔“

گور خان رک پھرا اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ”اس علاؤالدین خوارزم شاہ نے میرے سفیروں کو قتل کیا تھا، میں اس کے سفیر کو یہاں چوراہے پر اپنا مصلوب کروں گا کہ اس کے مصلوب کیے جانے کی روداد سن کر علاؤالدین خوارزم شاہ کے خوف اور ڈر کے مارے روٹنے کھڑے ہو جائیں گے۔“

گور خان کا یہ حکم پا کر تانیکو پیچھے پھرتا پھر ایک سالار کو اس نے مہمان خانے کی طرف روانہ کر دیا تھا۔



سمرقند شہر میں ایک روز وہی سفیر جسے سلطان علاؤ الدین خواجہ شہ نے گور خان کی طرف روانہ کیا تھا سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا، سلطان اسے دیکھ کر خوش ہوا، سفیر کو سلطان نے اپنے قریب بیٹھنے کے لیے کہا جب وہ بیٹھ گیا تب سلطان نے اسے تفصیل بتانے کے لیے کہا جس پر سفیر نے اخلاط شہر سے بھاگنے، کیرش، اس کی بہن روزن سے ملاقات اور اس کے پیغام کی تفصیل کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جان کر سلطان علاؤ الدین خواجہ شہ نے خوشی کا اظہار کیا۔ سفیر کی تعریف کی کہ وہ بروقت اخلاط شہر سے نکل کھڑا ہوا پھر سلطان نے بڑی شفقت سے اسے مخاطب کر کے کہا۔

”اب تم جا کر آرام کرو..... ساتھ ہی شہاب الدین بن مسعود، منصور زری کو ترک، امیر الدین ابوبکر اور امیر ملک کو میری طرف بھیج دو۔“

سلطان کا یہ حکم سن کر سفیر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے نکل گیا تھا۔ کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ سارے سالار جنہیں سلطان نے مخاطب کیا تھا سلطان کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ جب وہ سب سلطان کے گرد بیٹھ گئے تب لہجہ بھر کے لیے سلطان نے بھرپور نگاہ شہاب الدین بن مسعود پر ڈالی، اس کے بعد اپنے مار۔ مالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان علاؤ الدین خواجہ شہ کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیز! سب سے پہلے تو مجھے تم پر فخر ہے کہ ہم سب نے مل کر ترقی، بنار، سمرقند کو فتح کیا۔ اب ہماری ان فتوحات کے جواب میں گور خان اپنے رد عمل کا اظہار کرنے لگا ہے۔ میں نے جو سفیر اس کی طرف بھجوا یا تھا وہ واپس آ گیا ہے، مجھے ساری تفصیل بتا چکا ہے۔

اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ جاتا..... میں نے تو اس کے لیے صرف یہ حکم جاری کیا تھا کہ میں آج اس سے ملاقات کروں گا..... اگر اس نے اسی طرح بھاگ جانا تھا تو یقیناً وہ ہمارے شہر میں داخل ہی نہ ہوتا..... تانیکو! میرا اندازہ ہے کہ اسے کسی نے آنے والے خطرے اور خدشات سے آگاہ کر دیا ہے لہذا وہ اپنی جان بچا کر بھاگ نکلا ہے۔“

گور خان جب خاموش ہوا تب تانیکو کہنے لگا۔ ”مالک! جب آپ نے اس کے لیے کوئی سزا ہی نہیں کی، نہ ہی اس سے متعلق کسی سے گفتگو کی پھر اسے کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔ مالک! میں سمجھتا ہوں اس میں کوئی غداری نہیں ہے..... میرے خیال میں آپ کے ذہن میں یہ بات آ رہی ہے کہ ہمارے کسی آدمی نے اسے چونکا دیا ہے اور وہ بھاگ گیا ہے..... ہمارا آدمی تو اس وقت ایسا کرتا اگر ہم اس کے لیے کوئی سزا تجویز کر چکے ہوتے اور مہمان کو پتہ نہ ہوتا..... ہم سمجھتے کہ ہمارے کسی آدمی نے غداری کی ہے اور اس کی غداری کی وجہ سے وہ مہمان بھاگ گیا ہے۔

میرا دل کہتا ہے کہ مسلمانوں کا سفیر خود اپنے لیے خطرے کی بو پا گیا تھا لہذا جب مہمان خانے کا محافظ اسے کھانا کھلا کر مستقر کی طرف چلا گیا تو اس کی غیر موجودگی میں وہ بھی مہمان خانے سے بھاگ گیا۔“

تانیکو کا جواب سن کر گور خان کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر کہنے لگا۔ ”جب کچھ بھی ہو اس معاملے پر نگاہ رکھو اور جاننے کی کوشش کرو اس کے بھاگنے کی کیا وجہ ہے کیا ہمارے شہر میں کسی کے ساتھ اس کا رابطہ یا تعلق ہے جس نے اسے آنے والے خدشات سے آگاہ کر دیا ہے میں علاؤ الدین خواجہ شہ کے سفیر کو کوئی سزا دینا چاہتا تھا اس کا یہاں سے بھاگ جانا میری ناکامی ہے بلکہ میری توہین اور اہانت ہے۔ بہر حال اس سارے معاملے کی چھان بین کرو پھر دیکھتے ہیں کہ اس کے بھاگنے کی کیا وجہ ہے۔“ اور اس کے ساتھ ہی گور خان صلیب کے اس چوراہے سے اپنے قصر کی طرف چل دیا تھا۔



مقابلہ کرنے لئے روانہ ہو جائیں گے آپ سے متعلق جو منصوبہ بندی ہوئی ہے وہ یہ کہ آپ سمرقند شہر کے اندر رہیں گے اور اگر میں اور منصور ترکی فوتا کے ساتھ مصروف رہے ہیں تو آپ دیگر سالاروں کے ساتھ شہر کے اندر محصور رہ کر ہی گورخان کے لشکر کا مقابلہ کرتے رہیں گے تاہم اگر میں اور منصور ترکی فوتا سے نمٹ کر پہلے چلے آئے تو پھر ہم شہر سے باہر نکل کر تانیکو کا مقابلہ کریں گے۔ سلطان محترم یہ پہلی بات ہے جس پر ہم متفق ہوئے ہیں دوسرا فیصلہ جو ہم نے کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ آج ہی اپنے کچھ خبروں کو اخلاط کے ترکوں کے علاقوں تک پھیلا دیا جائے اور وہ یہ خبر مشہور کر دیں کہ مسلمانوں کے سلطان کو گورخان کے اس لشکر کے حملے کی خبر ہو گئی ہے جو تانیکو کی سرکردگی میں سمرقند کا رخ کرے گا اور اس لشکر سے نمٹنے کے لئے مسلمانوں کے سلطان نے اخلاط اور سمرقند کے درمیان جنگ جگہ کیا ہے چھوٹے چھوٹے لشکر گھات میں بٹھا دیے ہیں جو وقتاً فوقتاً اپنی گھات سے نکل کر تانیکو پر حملہ آور ہوتے رہیں گے اور اسے نقصان پہنچا کر کوہستانی سلسلوں کے اندر اپنے آپ کو محفوظ کرتے رہیں گے۔

سلطان محترم! یہ خبر سن کر تانیکو پریشان ہو جائے گا سمرقند کی طرف بڑھنے کی اس کی رفتار کم ہو جائے گی، وہ چھوٹک چھوٹک کر قدم اٹھائے گا، تیزی سے سمرقند کا رخ نہیں کرے گا۔ اتنی دیر تک ہو سکتا ہے میں اور منصور ترکی دونوں فوتا سے نمٹ کر وہیں سمرقند پہنچ جائیں گے۔ پھر تانیکو سے نمٹا ہمارے لیے آسان اور سہل ہو جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین کا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”سلطان محترم! میری اور منصور ترکی کی یہاں سے روانگی کے بعد محترم امین الدین ابو بکر محترم امیر ملک کرزیک اور دوسرے سالار آپ کے ساتھ رہیں گے اور مجھے امید ہے کہ فوتا کے علاوہ اس تانیکو سے بھی غنیمتیں گے۔“

شہاب الدین بن مسعود جب خاموش ہوا تب تھوڑی دیر تک سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ منکراتا رہا پھر بول اٹھا۔

”ابن مسعود جو منصوبہ بندی تم لوگوں نے ل کر کی ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں لیکن ایک بات کا میں اضافہ کروں گا۔ میرے عزیز! تم نے عثمان خان کے لشکر کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن عثمان خان کی ساری منصوبہ بندی میں تم نے ذکر نہیں کیا

گورخان وہ بڑے لشکر تیار کر رہا ہے، ایک لشکر جس کی کمانداری اس نے اپنے لشکریوں کے سپہ سالار اعلیٰ تانیکو کے حوالے کی ہے، اسے سمرقند کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ وہ ہمارا مقابلہ کرے، ایسا ہی ایک اور بڑا لشکر وہ تیار کر رہا ہے اس کی کمانداری وہ اپنے داماد فوتا کے سپرد کر رہا ہے اور فوتا اس لشکر کو لے کر ہمارے علاقوں میں داخل ہوگا اور ہمارے شہروں اور قصبوں میں یلغار کرتا ہوا ہمارے مرکزی شہر پر ضرب لگانے کی کوشش کرے گا اس طرح اخلاط کے ترکوں کا بادشاہ گورخان ایک وقت ہم پر دھڑیل لگنا چاہتا ہے۔ ایک ہم سے سمرقند لینا چاہتا ہے دوسرے ہماری سلطنت میں اپنے لشکر بھیج کر ہمارے نقصان کا باعث بننا چاہتا ہے جبکہ ہم سب نے مل کر اس کی ان دونوں کارروائیوں کو ناکام بنانا ہے۔“

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا پھر تجسس بھرے انداز میں کہنے لگا۔ ”اب میں تم سب سے پوچھتا ہوں بتاؤ گورخان کے ان دونوں لشکریوں سے ہمیں کس طرح نمٹنا چاہیے کیسے ان کی ناکامی اور اپنی فتح مندی کو یقینی بنانا چاہیے۔“

سلطان خاموش ہوا تب شہاب الدین بن مسعود سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”سلطان محترم! اگر آپ ہمیں تھوڑا سا وقت دیں تو ہم سب آپہں میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد آپ کو ایسے منصوبے سے آگاہ کرتے ہیں جس پر ہم متفق ہوں گے۔“

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اس تجویز کو پسند کیا لہذا اس نے اپنے سارے سالاروں کو مشورے کا موقع فراہم کیا جس کے جواب میں سارے سالار بڑے رازدارانہ انداز میں ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر صلاح مشورہ کرنے کے بعد آخر سارے سالاروں کی نمائندگی کرتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم دشمن سے نمٹنے کے لئے ہم ایک اچھی منصوبہ بندی پر متفق ہوئے ہیں جو فیصلہ ہم سب نے مل کر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت جو لشکر ہمارے پاس ہے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے سلطان محترم ایک حصہ تو یہیں سمرقند میں رہے گا اس کے علاوہ عثمان خان کا سمرقند میں پہلے سے جو لشکر تھا وہ بھی آپ کے تحت کام کرے گا۔ دوسرا فیصلہ ہم سب نے مل کر جو کیا ہے وہ یہ ہے کہ دوسرے لشکر کی کمان داری میرے پاس ہوگی میرے ساتھ منصور ترکی ہوگا اور ہم گورخان کے داماد فوتا کا

تخلص ہے۔ ذرا سوچو کن لڑکی اپنے باپ کے منصوبوں کے خلاف اپنے دشمن کو اطلاع کر سکتی ہے..... ہمارا جو سفیر گیا تھا اسے تو کچھ پتہ ہی نہیں تھا..... یہ تو کیرش نے ساری تفصیل اسے بتائی کہ تانیکو ہم پر حملہ آور ہوگا جب کہ فو تا ایک لشکر لے کر ہمارے علاقوں میں داخل ہوگا بلکہ اس نے تو ہمارے سفیر کی جان بھی بچائی ہے..... میں سمجھتا ہوں کہ ایسی تخلص، ایسی خوبصورت لڑکیاں بہت کم ملتی ہیں۔“

سلطان جب خاموش ہوا تو جب شہاب الدین بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ”سلطان محترم! کیرش واقعی ہی بہت اچھی لڑکی ہے اور وہ قابل اعتماد بھی ہے۔“

اس موقع پر سلطان نے تیز نگاہوں سے شہاب الدین کی طرف دیکھا ساتھ ہی پوچھ لیا۔ ”صرف خوبصورت اور قابل اعتماد ہے..... کیا اس قابل نہیں کہ اسے اپنا چا سکتے؟ شہاب الدین بیٹے! میں جانتا ہوں سدودہ کی طرف تمہارا جھکاؤ ہے..... سدودہ بھی تمہیں پسند کرتی ہے..... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر تمہارا جھکاؤ سدودہ کی طرف ہے تو وہ اتنا درجہ کی خوبصورت لڑکی ہوگی..... میں نے اسے دیکھا تو نہیں پر تمہاری حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ بھی خوبصورتی میں نایاب ہوگی۔ لیکن بیٹے! کیرش کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔“

سلطان جب خاموش ہوا تب شہاب الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم ابھی میں نے شادی کا کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ابھی ہمارے ذمے بہت کام ہیں..... انہیں مٹانے کے بعد میں شادی سے متعلق فیصلہ کروں گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اس سلسلے میں نہ کیرش کو فراموش کیا جائے گا نہ اس سے کوئی زیادتی ہوگی۔“

شہاب الدین کا یہ جواب سن کر سلطان علاؤ الدین خوش ہو گیا تھا۔ ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے شہاب الدین کا شانہ چھپایا پھر کہنے لگا۔

”تمہاری گفتگو، تمہارے فیصلے نے مجھے خوش کر دیا ہے..... اب ابھو اور دوسرے سالاروں کے ساتھ مل کر لشکر کی تقسیم کا کام سارے انجام دیں..... میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی سلطان شہاب الدین کے ساتھ اٹھ کر لشکر گاہ کی طرف

کہ اس کے ذمے کیا کام لگانا چاہیے۔“

سلطان کے خاموش ہونے پر شہاب الدین بن مسعود اپنے ہوتوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

”سلطان محترم! ہم نے عثمان خان کو فراموش نہیں کیا..... ہماری بحث میں اس کا نام بھی آیا ہے اور اس سے متعلق ہم سب نے ایک فیصلہ کیا ہے۔“

سلطان محترم! عثمان خان ایک عرصہ گور خان کے ایک عامل کی حیثیت سے سرحد پر حکومت کرتا رہا ہے لہذا ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ فی الوقت کسی بھی سلسلے میں عثمان خان پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جاسکتا..... اسے آپ آرام کرنے دیں، میرے ان سارے عزیز ساتھیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ عثمان خان کی نسبت اس کا چھوٹا بھائی گنگن زیادہ قابل اعتماد ہے اور وہ کل کر ہماری طرف داری کرنے والا ہے لیکن فی الحال ہم اسے بھی ایک طرف رکھ رہے ہیں..... ہم اس ساری کارروائی میں اپنے سالاروں سے کام لیں گے۔ عثمان خان اور گنگن دونوں بھائیوں کو سلطان محترم! فی الحال ایک طرف رہنے دیں۔ مجھے امید ہے کہ گور خان کے دونوں لشکروں سے ہم خوب نہیں گے۔“

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے سارے سالاروں کے اس فیصلے سے خوش ہو گیا تھا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اب تم سب جاؤ، مغرب کی اذان کا وقت ہونے والا ہے..... شہاب الدین! تم رکو، تم سے ذاتی کام ہے۔“

اس پر سب سالار اٹھ کر وہاں سے نکل گئے تھے۔ جب کہ شہاب الدین بن مسعود وہیں بیٹھا رہا۔ سب کے جانے کے بعد سلطان کے چہرے پر ہلکا سا تہم نمودار ہوا پھر شہاب الدین سے سلطان نے وہ ساری تفصیل کہہ دی تھی جو سفیر نے کئی تھی۔ جس میں کیرش کی طاقت اور کیرش کا پیغام بھی سلطان نے بڑی تفصیل سے کہہ دیا تھا۔

یہ ساری گفتگو سن کر شہاب الدین بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔

”ابن مسعود میرے بیٹے! تم کیرش کو قابل اعتماد نہیں سمجھ رہے تھے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے تھے..... میں سمجھتا ہوں وہ لڑکی تمہارے لیے انتہا درجہ کی

ہو لیا تھا۔



گور خان کا داماد فوتا ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں کا رخ کر رہا تھا۔ جب وہ ایک کوہستانی سلسلے سے ہوتا ہوا کھلے میدانوں میں داخل ہوا تب اچانک ایک طرف سے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے۔ فوتا اور اس کے لشکر کی راہ روک کھڑے ہوئے۔ یہ صورت حال فوتا کے لیے بڑی غیر متوقع تھی۔ وہ تو یہ سوچ رہا تھا کہ ان کی سلطنت کا سالار اعلیٰ کا نیکو ایک بہت بڑے شکر کیا تھا سرحد کا رخ کیے ہوئے ہے لہذا مسلمانوں کے سلطان کو اپنی قوت اور طاقت کے ساتھ کا نیکو کا سامنا کرنا پڑے گا لہذا وہ بڑی آسانی سے مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر دور دور تک ترک تاز کرنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن جب کوہستانوں سے گھرے ہوئے کھلے میدانوں کے اندر شہاب الدین اور منصور ترکی نے اچانک ایک طرف سے نکل کر جتنی چنگھاڑی آندھریوں اور موت کے تاریک ہیولوں کی طرح اس کی راہ روک لی۔ تب فوتا اور اس کے لشکر کی وقتی طور پر پریشان ہو گئے اور فکر مند ضرور ہوئے تھے لیکن انہوں نے جب اندازہ لگایا کہ مسلمانوں کے جس لشکر نے ان کی راہ روک کی ہے وہ تعداد میں ان سے بہت کم ہیں تب انہیں کچھ حوصلہ ہوا لہذا شہاب الدین اور منصور ترکی پر حملہ آور ہونے کے لیے وہ بڑی تیزی سے اپنی صفیں درست کرنے لگے تھے۔ دوسری طرف ایسا ہی شہاب الدین اور منصور ترکی بھی کر رہے تھے۔

اس کے بعد اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود منصور ترکی دونوں اپنے لشکر کے سامنے آئے، اپنے لشکر کو وہ دو حصوں میں تقسیم کر چکے تھے۔ ایک حصے نے شہاب الدین کی سرکردگی میں ضرب لگائی تھی۔ دوسرے نے منصور ترکی کی کمانداری میں اپنے کام کی ابتدا کرنا تھی۔ اس موقع پر فوتا کا نام لے کر اسے مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

”فوتا! ہمارے علاقوں میں تم جو قسمت آزمانا چاہتے تھے اس میں ہم تمہیں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ فوتا! ایک بات یاد رکھنا، ہم حرب و ضرب میں خام کار نہیں، یاد رکھنا جس طرح ذرہ صحرا سے آشنا ہوتا ہے، قطرے ساگر شناسا ہوتے ہیں اس

طرح ہم بھی تمہارا ساعدہ ماحول اور ناموافق حالات کو گرفت میں رکھ کر اپنے منصوبوں کے مطابق ڈھالنے کا ہنر جانتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ دوبارہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا۔

”منسو منافقت کے داؤرا! اگر تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم ستم کی پورش بن کر ہمارے علاقوں میں ظلم و کرب کا کھیل کھیلو گے تو تمہیں اس میں کامیابی نہیں ہوگی..... حرص و ہوس کے مردم کزیدہ گماشتو، اندھیروں کی جس شوریدگی اور صحراؤں میں جن تاریک طوفانوں کا تم ہمیں شکار بنانا چاہتے تھے، ان کا حدف ہم تمہیں بتائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا، اس کے بعد دوبارہ وقت کے بہتے سايوں میں اس کی آواز گھمبیر سمندر سے اٹھتے طوفانوں کی طرح بلند ہوئی تھی۔

”فوتا! آؤ ان آشوب فضاؤں میں ایک دوسرے سے ٹکرائیں پھر دیکھیں مقتدر فنا کی تختیاں کس کے لئے لکھتے ہیں۔“

فوتا نے شہاب الدین بن مسعود کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اس نے پوچھا کہ اس کی راہ روکنے والے مسلمانوں کے لشکر کا سالار کون ہے وہ تو بس اس زعم میں مبتلا ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کے جس لشکر نے اس کی راہ روک کی ہے وہ تعداد میں پونہد اس سے بہت کم ہے لہذا وہ محو کے اندر اسے بساط کی طرح پلٹ کر رکھ دے گا لہذا ان ہی اندازوں کو سامنے رکھتے ہوئے فوتا اپنے لشکر کو حرکت میں لایا پھر وہ شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کے لشکر پر خزاں رتوں کے خشک چپوں کے ڈھیر اڑاتے دھکتے طوفانوں کے تند ریلوں، درد کے اتھار سمندر سے اٹھتے نفرت کے اداس موسموں اور عذاب راتوں کے غیر مانوس لہجوں سے اٹھتے قہر کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے بھی فی الفوج جوانی کا روانہ کی پہلے انہوں نے سوچوں اور دھوسوں میں ڈال دیئے والی آوازوں اور خوف زدہ کر دیئے والے انداز میں تکبیریں بلند کیں اور ان تکبیروں کی بازگشت کوہستانی سلسلوں کے اندر چادوں طرف پھیل کر ایک عجیب سا سماں برپا کر گئی تھی اس کے بعد جوانی کا روانہ کرتے ہوئے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی بھی فوتا اور اس کے لشکر یوں پر صدیوں سے سرسبز رازدوں سے

کی داستانوں، وحشی تماشے دکھائی سیاہ تقدیر اور جبر کے شب رنگ دھوئیں کی طرح فوٹ پڑا تھا۔

جب کہ دائیں جانب سے بھی ایک حصہ کرب ناک بیزاری کے ساتھ بحر انقلاب کی طرح اٹل پڑا وہ بھی کوہستانوں اور وادیوں کو ادھیڑ پتی برفانی ہواؤں اور درد اور کرب کے غیر فانی جذبیوں اور ابدی آرزوؤں کی طرح فوٹا بے لشکر کے اس حصے پر ٹوٹ پڑا تھا۔

اس طرح فوٹا بے لشکر کا وہ حصہ جو شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر کے درمیان گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ مسلمان لشکریوں نے دونوں طرف سے اس پر حملہ آور ہو کر مکمل طور پر ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

اب شہاب الدین اور منصور ترکی پر پورے لشکر کے ساتھ لمحہ بے لمحہ تیزی اختیار کرتے ہوئے فوٹا پر اپنا دباؤ بھانے لگے تھے۔

فوٹا اس کے سالاروں اور لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کے لشکر کا وہ بڑا حصہ جو مسلمانوں کے لشکر کو چھ میں سے چیرتا ہوا آگے نکل گیا ہے اس کا تو مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے تو اس صورت حال سے ان کے دلوں میں ایک طرح کا خوف اور بددی کی لہر اٹھ کھڑی ہوئی تھی پھر جب اس موقع پر شہاب الدین اور منصور ترکی نے زوردار انداز میں بغیریں بلند کرتے ہوئے اپنے حلوں میں پہلے کی نسبت زیادہ تیزی اور شدت پیدا کی تب بڑی تیزی کے ساتھ فوٹا کے لشکر کی حالت زوال شب میں بھی آگ ریت کے ٹیلوں پر ایک دم ٹوڑے اندھیروں اور بھگتے تقدیر کے عذاب کے پیچھے درد کے فاصلوں اور زخموں کی کرب خیزی سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

فوٹا اور اس کے لشکری اور سالار زیادہ دیر تک اس کیفیت کو برداشت نہ کر سکے اور شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ شہاب الدین اور منصور ترکی نے پھر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ کچھ دور تک فوٹا اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کی تعداد مزید کم کی اس کے بعد وہ میدان جنگ کی طرف لوٹ گئے تھے۔ شہاب الدین اور منصور ترکی کے ہاتھوں اخلاص کے ترکوں کے لشکر کی یہ بدترین اور ذلت آمیز شکست تھی۔

میدان جنگ میں آنے کے بعد اپنے ساتھیوں کی تدفین اور زخموں کی دیکھ بھال

نمودار ہوئی انتقام کی کھوٹی موجوں پر زندگی کی لامحدود داستانوں کو بے منزل صحراؤں کی بے کنار پیاس اور موجوں کو گم کا منشور، دلوں کو آہوں کا آگن بناتے انگارے برساتے اندھیاؤ کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کوہستانی سلسلوں سے گھری ان وادیوں کے اندر وحشت کے چمٹے دھارے پاؤں میں قضا کا خوف، عزائم میں دکھ کے کوساں کھڑے کرتے ہوئے خواہشوں کو نیت دہلا کرنے لگے تھے دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے قہر مانیت اگلنے ان میدانوں، موت کی ان بیکراں وادیوں میں ہر کوئی تازیانے برساتے منہ زور طوفانوں کی طرح دوسرے پر چھانے کی کوشش کرنے لگا تھا رگ رگ میں چھ جانے والا خوف چاروں طرف دھک اٹھا تھا۔ فوٹا کے لشکر کی تعداد چونکہ زیادہ تھی لہذا اس نے شروع ہی میں انہما پوری طاقت اور قوت کے ساتھ شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کے لشکر کو اپنا ہدف بنایا تھا جب کہ اس سے منٹنے کے لئے شاید شہاب الدین اور منصور ترکی بھی پہلے سے کوئی لائحہ عمل طے کر چکے تھے۔

جب فوٹا کے لشکر کی طرف سے پورا زور ان دونوں سالاروں پر پڑا تب فوٹا کے سالار اور لشکری بھی بے حد خوش ہوئے وہ اس لئے کہ انہوں نے شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر کے درمیان حصے کو پسپا کر دیا تھا اور یہ پسپائی اس تیزی سے ہوئی کہ فوٹا کے سالار اور لشکری شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر کے پیچ میں سے گزرتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے جہی ان کی غلطی اور یہی ان کی حماقت اور بھلا شہاب الدین اور منصور ترکی کا لائحہ عمل تھا۔ اب عجیب و غریب صورت حال پیدا ہوئی تھی فوٹا کے لشکر کا وہ حصہ جو مسلمانوں کے لشکر کو چیرتا ہوا آگے بڑھا تھا جب وہ بڑھا تو اس نے دیکھا جس راستے کو جاتے ہوئے وہ وہاں پہنچے تھے وہ راستہ اب ختم ہو چکا تھا مسلمانوں کی صفیں ایک دوسرے سے گھٹ اور پیوست ہو چکی تھیں اب ایک طرح سے مسلمانوں کا لشکر چار حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا اور یہ کاروائی آنکھ دھندلے میں مکمل ہو گئی تھی سامنے کی طرف سے دو بڑے حصے جو شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کی کمان داری میں کام کر رہے تھے اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ فوٹا کے لشکر کی ضربیں لگا رہے تھے جب کہ پشت کی جانب مزید دو حصے بنے ایک حصہ بائیں جانب سے حرکت میں آیا اور جو فوٹا کے لشکر کی دوسری طرف نکل گئے تھے ان پر وہ کوئی اثر

زوزن جب خاموش ہوئی جب دوبارہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے کیرش بول اٹھی۔ ”کیا تانیکو کے لشکر سے متعلق بھی کوئی خبر آئی ہے۔“

زوزن نے لمبی من گھڑن ہلائی اور کہنے لگی۔ ”تانیکو کے متعلق ابھی کچھ خبر نہیں ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو خبر آئے ہیں جنہوں نے بابا کو یہ بدترین خبر سنائی ہے یہ خبر سن کر بابا غر مند ہیں، بدحواس بھی ہو گئے ہیں اب تم میرے ساتھ آؤ دوں نہیں بابا کے پاس چلتی ہیں اور اس خبر پر بابا سے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتی ہیں۔“

کیرش نے اپنی بڑی بہن زوزن کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر دونوں ہمیں کرے سے نکل کر قصر کے اس حصے کی طرف جاری تھیں جہاں گور خان قیام کیے ہوئے تھا۔

دوسری طرف گور خان کا سپہ سالار اعلیٰ تانیکو جس کے پاس ایک بہت بڑا لشکر تھا وہ اب پھونک پھونک کر اور بڑی احتیاط کے ساتھ سرحد کی طرف بڑھ رہا تھا اس لیے کہ مسلمان خجروں اور غلامیہ گردوں نے چاروں طرف یہ خبریں پھیلا دی تھیں کہ تانیکو کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لیے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے جگہ جگہ اپنے لشکر کے کچھ حصے گھات میں بٹھا دیے ہیں۔ اسی بنا پر تانیکو کے آگے بڑھنے کی رفتار کافی سست تھی۔ پہلے وہ اپنے خجروں کو آگے پھیلا کر بابا سے خبر واپس آ کر اسے مسلمانوں کے لشکر کے نہ ہونے کی اطلاع دیتے تب وہ آگے بڑھتا۔

تانیکو یہ طریقہ اختیار کیے ہوئے تھا کہ رات کے وقت وہ قلعہ سفر نہ کرتا تھا، پڑاؤ کر لیتا تھا۔ صرف دن کے وقت سفر کرتا تھا اور وہ بھی سفر سے پہلے اپنے چاروں طرف اپنے خیر پھیلا دیتا تھا تاکہ مسلمانوں کا اگر کوئی لشکر ناگہانی مسیت کی طرح اس پر نازل ہونے کی کوشش کرے تو اپنا دفاع کیا جاسکے۔



ایک روز دن بھر سفر کرنے کے بعد جس وقت تانیکو ایک جگہ اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کر رہا تھا اس کے کچھ خیر پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ سیدے تانیکو کے پاس آئے، انہیں دیکھتے ہوئے تانیکو تجس میں پڑ گیا تھا، انہیں مخاطب کر کے پوچھنا چاہتا تھا کہ آنے والے میں سے ایک خیر تانیکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

کرنے کے بعد شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے فونا کے لشکر کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سینا پھر بڑی تیزی کے ساتھ جس سمت سے آئے تھے اسی سمت کو روانہ ہو گئے۔



کیرش ایک روز اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے کمرے میں اس کی بڑی بہن زوزن داخل ہوئی۔ زوزن کے چہرے پر اس سے چونک کر سٹراٹ اور خوش گوار تاثرات تھے لہذا اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے کیرش بھی اپنا جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسے مخاطب کر کے کیرش کچھ کہا جانتی تھی کہ زوزن پہلے ہی بول اٹھی۔ ”کیرش میری بہن! میں تیرے لیے ایک اچھی بلکہ بہت اچھی خبر لے کر آئی ہوں۔ خبر یہ ہے کہ ہمارا جو لشکر فونا کی کماداری میں مسلمانوں کے علاقوں کا رخ کرنے کے لیے روانہ ہوا تھا وہ اپنی منزل پر پہنچ نہیں پایا تھا کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے اس کی راہ روک لی۔ دونوں میں ٹکراؤ ہوا۔ فونا کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔ یہ خبر ابھی تھوڑی دیر پہلے کچھ خبر لے کر بابا کے پاس آئے ہیں اور انہوں نے اطلاع دی ہے کہ فونا کے لشکر کی اکثریت کو مسلمانوں نے کاٹ کر رکھ دیا ہے۔ فونا جس قدر سامان جنگ یہاں سے لے کر گیا تھا وہ سب اس سے چھین گیا ہے اور مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے اور بچے کچھ لشکریوں کو لے کر فونا اب اپنے مرکزی شہر اخلاط کا رخ کیے ہوئے ہے۔“

زوزن کے ان الفاظ پر کیرش کی خوش اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آگے بڑھ کر اس نے زوزن کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اپنا منہ اس کے کان کے قریب لے جاسا ہوئے کہنے لگی۔

”میری بہن! یہ تو کبھی مسلمانوں کے جس لشکر نے فونا کو ایسی ذلت آمیز اور بدترین شکست دی ہے اس کی کماداری کون کر رہا تھا۔“

جواب میں بلکی سی ایک چپت زوزن نے کیرش کے سرخ اور خوبصورت گل لگائی پھر کہنے لگی۔

”میری بہن! یہ تو مجھے پتا نہیں کہ فونا کو شکست دینے والا جو لشکر ہے اگر کماداری کون کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔ پر میرا دل کہتا ہے کہ اس کی کماداری تمہارا وہ ہی کردار۔“

آسان ہو جائے گا۔“

یہاں تک کہ کہنے کے بعد تانیکو کا بھرا اپنی بات کو آے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔ ”جو لشکر فونا کو شکست دینے کے بعد سرقد کا رخ کیے ہوئے ہے وہ یقیناً سرقد سے ہی سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے فونا پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیا ہوگا۔ اس لیے کہ مسلمان مجبوروں نے فونا کی نقل و حرکت سے اپنے سلطان کو آگاہ کر دیا ہوگا جس کی بنا پر مسلمانوں کے لشکر کا وہ حصہ فونا سے ٹکرایا اور اگر ہم اس لشکر کا قتل عام کرتے ہیں تو پھر میں سمجھتا ہوں سرقد میں علاء الدین خوارزم شاہ کی طاقت اور قوت آدمی سے بھی کم ہو کر رہ جائے گی اس لیے کہ اس نے یقیناً اپنے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ ہی فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کیا ہوگا۔“

یہاں تک کہ کہنے کے بعد تانیکو کا بھرا اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”میرے خیال میں ہمیں جو یہ خبریں ملی تھیں کہ ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے مسلمانوں کے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے اپنے کچھ لشکر گات میں بنیاد دیے ہیں تو میرے خیال میں ان خبروں میں بھی کوئی سچائی نہیں بلکہ یہ ہم پر خوف طاری کرنے کے لیے اور سرقد کی طرف ہماری رفتار کو سست کرنے کے لیے دھن کی ایک چال ہے اور یہ ساری خبریں افواہوں کی صورت میں مسلمان مجبوروں نے پھیلائی ہیں۔ اب تک ہم نے سرقد کی طرف آدھے سے زیادہ فاصلہ طے کر لیا ہے اور کہیں بھی ہمارا لشکر اور مسلمانوں کے گات میں پیٹھے اس لشکر سے نہیں ہوا جس کا مطلب ہے کہ سرقد تک جانے کے لیے ہمارا راستہ صاف ہے اور مسلمانوں کا کوئی لشکر گات میں نہیں بیٹھا ہوا۔“

اب میں دو فیصلے کرتا ہوں، لشکر کا ایک حصہ میں علیحدہ کرتا ہوں اور مسلمانوں کا جو لشکر فونا پر حملہ آور ہونے کے بعد سرقد کا رخ کیے ہوئے ہے، ہمارے لشکر کا وہ حصہ اس پر حملہ آور ہوگا اور اس کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کی کوشش کرے گا۔“

اس کے بعد تانیکو نے ایک سالار کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”فونا کو شکست دینے والے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہونے کے لیے میں تمہارا انتخاب کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر تک ایک لشکر علیحدہ کر دیا جاتا ہے، تم اسے لے کر بائیں جانب کوچ کر جاؤ، اسی جگہ ایک مسلمانوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہونا کہ ان میں سے کسی بھی لشکر کی کوچ کر نہ جانے دینا..... اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد

”ہم آپ کے لیے ایک بری خبر لے کر آئے ہیں لیکن اس بری خبر سے ہم فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں..... بری خبر یہ ہے کہ فونا کو لشکر لے کر مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لیے گیا تھا اس کی راہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے روکی اور فونا کو بدترین شکست دی ہے۔ فونا تو اب بچے کچھ لشکر کے ساتھ واپس چلا گیا ہے لیکن سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے جس لشکر نے فونا کو شکست دی ہے وہ یہاں سے چند میل بائیں جانب سرقد کا رخ کیے ہوئے ہے۔ اس لشکر کی تعداد کوئی اتنی زیادہ نہیں ہے۔“

اگر اس پر حملہ کیا جائے تو بڑے فائدہ حاصل ہو سکتے ہیں۔“

یہاں تک کہ کہنے کے بعد وہ خبر جبر دم لینے کے لیے لے کر تو اس سے پہلے ہی تانیکو بول اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ تانیکو مسلمانوں کے اس لشکر کی تعداد کو سن کر ڈر ہو گئی۔“

اس پر مجبور نے کچھ سوچا پھر تانیکو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ”جو لشکر اس وقت آپ کی کمانداری میں ہے میرے خیال میں اس لشکر کی تعداد اس کا پانچواں چھوٹا حصہ بھی نہ ہوگی اور اس وقت اس کے پاس دو سارا سالانہ جو فونا اپنے مرکزی شہر سے لے کر چلا تھا۔ اس حالت میں اگر اس پر حملہ کر دیا جائے تو اس لشکر کی تباہی ممکن ہے۔“

یہ خبر سن کر تانیکو خوش ہوا۔ اس موقع پر اس کے جو سالار اس کے قریب کھڑے تھے انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”یہ ہماری خوش بختی ہے کہ ہمارے خبریہ خبر لے کر آئے ہیں..... اگر ہم اس لشکر پر حملہ آور ہو جائیں تو ہمیں دو بڑے فائدہ حاصل ہو سکتے ہیں۔“

اول یہ کہ جو سالانہ فونا اپنے مرکزی شہر سے لے کر چلا تھا وہ ہمارے قبضے میں آئے گا یہی مسلمانوں کے اس لشکر کے پاس جو پانچ سالانہ ہے اس پر بھی ہم قبضہ کر سکتے ہیں۔“

دوم یہ کہ اگر مسلمانوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہو کر ہم اسے بدترین شکست دیں اور اس کا مکمل طور پر قتل عام کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کی حربی اور عسکری قوت میں کمزوری آجائے گی اور اسے شکست دینا اور سرقد کے علاوہ بخارا اور ترمذ شہر اس سے چھیننا ہمارے لیے

رکھنا، میں تم سب لوگوں کو چند ہی دنوں کے اندر اندر سرقہ بخارا اور تہ شہر واپس لینے کی ضمانت دیتا ہوں۔

دوسرا قدم میں یہ اٹھانے لگا ہوں کہ میں اب سرقہ کی طرف اپنی رفتار پہلے جیسی نہیں رکھوں گا، چھوٹک چھوٹک کر قدم نہیں اٹھاؤں گا بڑی تیزی اور برق رفتاری سے سرقہ کا رخ کروں گا اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ سرقہ کی طرف جانے والی اس شاہراہ پر کہیں بھی مسلمانوں کے سلطان نے اپنا کوئی لشکر گھات میں نہیں بٹھا رکھا۔" یہ فیصلے کرنے کے بعد تانیکو نے اپنے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کیا۔ اسے اپنے تجربہ کار سالاروں کی کمانداری میں دیا اور اس لشکر کو اس نے شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر پر اچانک حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے کے لیے روانہ کیا جبکہ باقی لشکر کو صرف تھوڑی دیر وہاں سستانے کا موقع فراہم کرنے کے بعد اس نے کوچ کیا۔ اب وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ سرقہ کا رخ کر رہا تھا۔

★.....★

◎ ◎ ◎

تانیکو اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے رات کی گہری تاریکیوں میں سفر جاری رکھے ہوئے تھارات کے پچھلے حصے میں جس وقت مشرق سے سر کے آثار نمودار ہونے کو تھے اس نے ایک جگہ اپنے لشکر کو روک دیا اس لئے کہ اپنے لشکر کا جو حصہ اس نے شہاب الدین اور منصور ترکی پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا اس جگہ وہ لشکر لوٹ آیا تھا لہذا تانیکو نے وہیں اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا جس وقت لشکر پڑاؤ قائم کر رہے تھے وہ سالار جو شہاب الدین اور منصور کا تعاقب کرنے گئے تھے وہ تانیکو کے پاس آئے اس موقع پر دوسرے سالار بھی وہاں جمع ہو گئے تھے پھر آنے والے لشکر کا سرکردہ تانیکو کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ تانیکو نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کر لی "مسلمانوں کے جس لشکر کے تعاقب میں تم لوگ گئے تھے اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔"

اس پر آنے والے لشکر کا سالار بڑی فکر مند اور پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم وہ کچھ حاصل نہ کر سکے جو ہمیں کرنا چاہیے تھا دراصل ہم نے اس لشکر کا تعاقب کرنے میں تاخیر کر دی میں نے بڑی تیزی سے ان کا تعاقب کیا۔ ہمارے خبر ہماری رہنمائی بھی کر رہے تھے لیکن مسلمانوں کا وہ لشکر اس تیزی اور برق رفتاری سے سرقہ کی طرف بڑھا تھا کہ وہ ہمارے ہاتھ نہ آ سکا نہ ہی ہم اسے دیکھ سکے جب ہم نے اعزازہ لگایا کہ اس کے پیچھے سرقہ کی طرف جانا بے کار ہے تب ہم ناکام لوٹ آئے۔"

اپنے اس سالار کی ساری گفتگو سن کر تانیکو کچھ دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اپنے سارے سالاروں کو قتل دیتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ صورتحال دیکھ کر تانیکو خوش ہوا تھا اس لیے کہ اس نے اندازہ لگایا تھا کہ مسلمانوں کا سلطان شہر سے باہر نکل کر اس کا مقابلہ نہیں کرے گا۔ اگر اس نے ایسا کرنا ہوتا تو اس کی آمد سے پہلے ہی پہلے اپنے لشکر کیساتھ شہر سے باہر پڑاؤ کر چکا ہوتا اور اس کا مقابلہ کرتا لیکن کیونکہ شہر سے باہر مسلمانوں کا کوئی لشکر نہیں ہے لہذا مسلمانوں کا سلطان شہر میں محصور رہ کر ہی مقابلہ کرے گا اور یہ تاثر یقیناً تانیکو کے لیے بڑا تسکین دہ اور طمانیت کا باعث تھا اس لیے کہ وہ پہلے ہی ارادہ کر چکا تھا کہ اگر مسلمانوں کے سلطان نے سرحد شہر میں محصور رہ کر مقابلہ کرنا چاہا تو اس شدت سے شہر کا محاصرہ کرے گا کہ سلطان کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دے گا۔

لیکن جب اگلے روز سورج طلوع ہوا تو اس کے سالار اور لشکر کی دنگ رہ گئے اس لیے کہ ان کے شمال میں بڑے زوردار اعزاز میں ٹہل اور ویش بچے کی آوازیں سنائی دی تھیں پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے شہر کی شمالی طرف سے ایک لشکر نمودار ہوا اور اس لشکر نے تانیکو کے لشکر کے دائیں جانب ذرا فاصلہ پر پڑاؤ کر لیا تھا اور اس کے سالار ابھی ٹہل کی جانب سے نمودار ہونے والے اس لشکر کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ جس میں فرد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ موجود تھا اس کے ساتھ اس کے سالاروں میں سے امین الدین ابوبکر سلطان سلطان کا ماموں امیر ملک، کرنبک، محمد بن علی اور دیگر سرکردہ اہلکار تھے۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے ان سالاروں اور اپنے اس لشکر کے ساتھ سرحد کے شمالی دروازے سے نکل کر تانیکو کے لشکر کے دائیں جانب آکر پڑاؤ کر گیا تھا۔

تانیکو ابھی سلطان کے اس لشکر کا جائزہ ہی لے رہا تھا اور اطمینان اور خوشی کا اظہار کر رہا تھا کہ مسلمانوں کا لشکر اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کے دائیں جانب آکر پڑاؤ کر گیا ہے۔ عدلی لحاظ سے تانیکو کے سامنے اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے لیکن میں اسی لحاظ تانیکو اور اس کے لشکر پر چو گئے اس لیے کہ اب ان کے بائیں جانب یعنی جنوب کی طرف بھی اسی طرح ٹہل اور ویش بچے کی آوازیں سنائی دی تھیں۔ اچھا، یعنی یہ دیکھتے جنوب سے بھی ایک لشکر نمودار ہوا تھا۔

جس وقت تانیکو دائیں بائیں نمودار ہونے والے مسلمانوں کے دونوں لشکروں کا جائزہ لے رہا تھا اس موقع پر اس کے بڑے سالاروں میں سے ایک ایبر خان جو

”کوئی بات نہیں، ہم نے کچھ فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی میرے چاہنے والے مسلمانوں کے اس لشکر کو تیر ہو چکی ہوگی کہ ہم اس کے تقاب میں ایک لشکر روانہ کر رہے ہیں۔ لہذا وہ اپنی رفتار تیز کرتا ہوا سرحد کی طرف جانے میں کامیاب ہو گا۔ بہر حال اس سلسلے میں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو لشکر اس وقت میری کمانداری میں ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خواہاں شاہ کے پاس اس سے آدھا لشکر بھی نہیں ہو گا اور مجھے امید ہے کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ ہمارے اس لشکر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے سرحد شہر کے اندر محصور رہ کر مقابلہ کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر اس نے ایسا کیا تو ہم اس شدت سے محاصرہ کر دیں گے کہ سلطان کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیں گے اور وہ مسئلہ کو ہماری عائد کردہ شرط کے مطابق حل کرنے پر مجبور ہو گا اور اگر مسلمانوں کے سلطان نے اپنی کوشش تو خالی سامنے رکھتے ہوئے سرحد شہر سے باہر نکل کر ہمارا مقابلہ کرنے کی حماقت کی تو مجھے ام ہے کہ وہ زیادہ دیر تک ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکے گا، شکست کھا جائے گا اور اگر اس نے شکست کھا کر واپس سرحد شہر میں محصور ہونا چاہا تب بھی ہم اسے ایسا نہیں کریں گے۔ اس کی ناکہ بندی کریں گے اور میدان جنگ ہی میں اسے اپنے سامنے پر مجبور کریں گے۔“

اس کے بعد تانیکو نے اپنے سارے سالاروں کو حکم دیا کہ وہ پڑاؤ نسب کے بعد لشکریوں کے آرام اور ان کے کھانے کا اہتمام کریں۔ اس کے ساتھ ہی ہر لشکر کی وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

تانیکو نے وہاں دن کا کچھ حصہ قیام کر کے اپنے لشکریوں کو سستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بعد پھر اس نے سرحد کی طرف کوچ کیا تھا اور اگلے روز رات کے پچھلے حصے میں وہ سرحد کے نواح میں پہنچا اور وہاں اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جس وقت تانیکو اپنے لشکر کے ساتھ سرحد کے نواح میں کھلے میدانوں میں آ رہا تھا اور اس وقت چاروں طرف تاریکی تھی، رات اپنے آخری لمحوں میں داخل ہو چکی تھی۔ سرحد شہر بھی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا تاہم شہر کی فضا کے اوپر مشعلیں روشن تھیں۔ اندر اور کبھی کبھی باہر بھی سامنے ضرور دکھائی دیتے تھے۔

بلکہ وہ ہیں کھڑا ہو کر مسلمانوں کے دوسرے سالار منصور ترکی کو انفرادی مقابلے کی دعوت دوں گا اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ جب مسلمانوں کے یہ دو بڑے سالار انفرادی مقابلے میں کام آجائیں گے تو تانیکو یا درکھنا اس صورت حال کا نا صرف مسلمانوں کے سلطان اور اس کے سالاروں پر برا اثر پڑے گا بلکہ مسلمان لشکر کی بھی بددلی کا شکار ہو جائیں گے اس صورت میں جب ہم اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بعد پوری طاقت اور قوت سے ان پر ضرب لگائیں گے تو ہماری فتح یقینی اور دشمن کی ناکامی یقینی ہو جائے گی۔ اب یوں تم کیا کہتے ہو۔“

ایدر خان جب خاموش ہوا تب تانیکو اور دوسرے سالار کچھ دیر تک توصیلی انداز میں اس کی طرف دیکھتے رہے پھر تانیکو کہنے لگا۔

”ایدر خان! میں تمہارے اس جذبے اور تہجداری اس پیشکش کی تعریف کرتا ہوں اور تمہاری جرات مندی کو سلام پیش کرتا ہوں جو ترکیب تم نے پیش کی ہے اس پر عمل کر کے ہم یقیناً مسلمانوں کو بدرتین شکست دے سکتے ہیں۔ بس ذرا ٹھہرو میں اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لوں۔ اس پر سالار بھی مقرر کر لوں تاکہ اگر اپنے دونوں سالاروں کے مارے جانے کے بعد مسلمان اچانک ہم پر دو طرفہ حملہ کر دیں تو ہم آسانی سے ان کے دونوں حملوں کو روک کر جوابی کارروائی کرتے ہوئے انہیں پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

ایدر خان کے علاوہ دوسرے سالاروں نے بھی تانیکو کی اس گفتگو سے اتفاق کیا تھا پھر سارے سالاروں نے مل کر لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور دونوں حصوں پر سالار بھی مقرر کر دیے۔ جب ایسا ہو چکا تب ایدر خان جو انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگاتا ہوا نکلا، پہلے وہ بائیں جانب گیا اس کی بدھشتی کہ بائیں جانب کے لشکر ہی میں شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی تھے میدان کے وسط میں جا کر ایدر خان نے اپنے گھوڑے کو روک کر پھر تین بار اس نے شہاب الدین بن مسعود کا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لیے پکارا۔

اس کے اس طرح پکارنے پر شہاب الدین بن مسعود نے تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کے سامنے منصور ترکی سے صلاح مشورہ کیا۔ اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے کو آگیت کر دینے والی ایڑ لگاتا ہوا انفرادی مقابلے کے لیے میدان میں اترتا تھا۔

اس کے سامنے کھڑا تھا اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تانیکو میرے عزیز بھائی! مسلمانوں کا سلطان اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہمارے دائیں بائیں اس لیے لایا ہے تاکہ ہم پر ایک طرح کی بدحواسی اور بدحسلی طاری کرنے کی کوشش کرے۔ مسلمان ہمیں یہ تاثر دے رہے ہیں کہ وہ ہم پر دو طرفہ حملہ کر کے اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں گے لیکن وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ جو دو لشکر لے کر ہمارا مقابلہ کرنے کی ٹھان چکے ہیں ان دونوں لشکریوں کو ملا کر عددی لحاظ سے وہ ہمارے نصف کے برابر بھی نہیں بنتے۔“

تانیکو! ہمیں عددی فوجیت تو ہے ہی اس موقع پر میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو میرے خیال میں سرحد کے لواجی کٹلے میدانوں کے اندر ہم مسلمانوں کو بدرتین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

اپنے سالار ایدر خان کے ان الفاظ سے تانیکو کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی، غور سے ایدر خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”ایدر خان! کھل کر کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو.....؟“

ایدر خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔ ”تانیکو! تم جانتے ہو کہ بیدو خان اور تیکن خان دونوں میرے چچا زاد تھے اور ان دونوں کا قاتل مسلمانوں کا سالار شہاب الدین بن مسعود ہے جو ترکیب اس وقت میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمارے لشکر کو زیادہ نقصان شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے پہنچایا اور کئی مواقع پر ان دو سالاروں ہی کی وجہ سے ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اب جو مسلمانوں کی ناکامی اور اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لیے جو ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔“

میں پہلے بائیں جانب کے لشکر کی طرف جاتا ہوں اور کٹلے میدانوں میں جا کر مسلمانوں کے سالار شہاب الدین بن مسعود کا نام لے کر اسے انفرادی مقابلے کے لیے لگاتا ہوں، اگر وہ میرے مقابلے پر ٹھکتا ہے تو مجھے امید ہے کہ میں اسے زیر کر لوں گا اس لیے کہ اپنے مرنے والے دونوں چچا زاد بیدو خان اور تیکن خان سے میں طاقت اور فن حرب میں ہمیشہ اعلیٰ اور فنی رہا ہوں۔“

شہاب الدین بن مسعود کا خواہہ کرنے کے بعد میں واپس لشکر میں نہیں آؤں گا

ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یاد رکھنا ہماری کمزوریں انسانی جسم نہیں لوہا بھی کاشی ہیں۔ یہ میدان جس میں تو اترا ہے میں جانتا ہوں تیرا اترا بے مقصد نہیں یقیناً تم لوگوں نے یہی سوچا ہو گا کہ انفرادی مقابلے میں کامیابی حاصل کر کے تم لوگ ہمارے لشکریوں پر بے دلی اور اپنے لشکر کے حوصلے اور دلوں کا نیا جوش نیا جذبہ دو گے۔

پیر خان! ساری خواہشیں، سارے ارادے انسان کی اپنی مرضی کے مطابق تو پورے نہیں ہوتے..... اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھو کہ اس میدان میں، میں زمین کی چھائی پر تیرے خون کی لکیریں بناؤں گا..... موت کے اس میدان میں تیری قضا کی زنجیریں کھولوں گا..... تیرے لوح دل پر ہزیمت کے نقوش اور شکست کو تیرے پاؤں کی زنجیر بناؤں گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین جب رکاب ایدر خان نے ایک زوردار قہقہہ لگایا پھر طحڑی سے انداز میں شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”شہاب الدین! یہ تمہاری طلسم کی تابکاری اور شعلوں کے لرزاں رنگوں جیسی گفتگو مجھے متاثر نہیں کرے گی تو مجھی اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھ کہ میں تیری زہیت کے رگیزاؤں میں دکھ کی گراں باری اور تیری عروس زندگی پر ستم کی ستیزہ کاری بن کر وارد ہوں گا میں مقابلہ شروع ہونے کی دیر پہلے پھر دیکھنا اسی میدان میں میرا مقابلہ کرتے ہوئے تو نارسائی کے دکھ اداسی کی ٹھکن، موصوتہ جان ویرانوں کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔“
ایدر خان کی اس گفتگو کے جواب میں شہاب الدین نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔ ”اگر یہ بات ہے تو پھر دیر کا بے کی آؤ ایک دوسرے سے ٹکرائیں پھر وقت فیصلہ کرے گا کہ سوختہ جان ویرانیں کس کو اپنا ہدف بناتی ہیں۔“

شہاب الدین کے ان الفاظ پر اپنی ذہال کو اپنے آگے کرتا ہوا اور تلوار کو لہراتا ہوا ایدر خان اپنے آدھ کھنکھار کر کرتی بے لگام گرگی اور فادہ کشی، آئینوں کو دھندلاتے، شعلوں کو بجھاتے انجانے موسموں کی گرد کے گولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ شہاب الدین بن مسعود نے پہلے اس کے جان لیوا حملوں کو بڑے پرسکون انداز میں روکا پھر وہ بھی جارحیت پر اترا اس کے بعد وہ بھی خاموشی کے حلقوں سے اڑتے خواہشوں کے منہ زور سمندر، اندھیروں کے حصار توڑتے روشنی کے اچلتے اوڑے زمین کا سینہ ادھیڑتی طوفانوں کی زلزلہ انگیزی کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے پر

شہاب الدین جسم پر زڑہ پہنے ہوئے تھا، سر پر کھنی خود تھا جس کا نقاب اس نے اپنے چہرے پر ڈالا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی حفاظتی سامان نہ تھا نہ ہی اس نے اپنے بازو پر جوشن باندھ رکھے تھے نہ ہی شانوں کی حفاظت کے لیے ان پر لوہے کے خول چڑھا رکھے تھے جبکہ مقابلے کے لیے آنے والے ایدر خان نے ایسا سارا سامان اور اہتمام کر رکھا تھا۔

شہاب الدین بن مسعود نے جب ایدر خان کے سامنے آ کر اپنے گھوڑے کو روکا تب ایدر خان بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
”تم نے اپنے چہرے پر کھنی نقاب ڈال رکھا ہے اس لیے میں پوچھنے پر مجبور ہوں کہ کیا تم ہی شہاب الدین بن مسعود ہو۔“

شہاب الدین نے گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ ”تم نے شہاب الدین بن مسعود کو انفرادی مقابلے کے لیے لکھا تھا لہذا وہی تمہارے مقابلے پر آئے گا..... میں ہی شہاب الدین بن مسعود ہوں تو کہہ دو کون ہے۔“

ایدر خان نے اس موقع پر قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔ ”یقیناً تمہارے شعور میں دو نام محفوظ ہوں گے۔ ایک بیرو خان اور دوسرا نکلتین خان جو دونوں بھائی تھے جنہیں تم نے قتل کیا تھا..... میں ان کا چچا زاد بھائی ہوں۔ نام میرا ایدر خان ہے اور اپنے ان دونوں چچا زاد بھائیوں کے تمہارے ہاتھوں مارے جانے کی وجہ سے ان کا انتقام لینے کی خاطر انفرادی مقابلے کے لیے میدان میں اترا ہوں۔ جب تک تمہیں اپنے سامنے زیر نہیں کروں گا، تمہارا سر نہیں کاٹوں گا اس وقت تک نہ میرا ضمیر مطمئن ہو گا نہ دیکھنے والی قلبی سکون حاصل ہو گا۔“

ایدر خان کے ان الفاظ کے جواب میں شہاب الدین نے اس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے بولنا کہ آواز میں کہنے لگا۔

”ایدر خان! تیرے جیسے ناکامی کے گماشتے اس سے پہلے میں نے ان گنت دیکھ رکھے ہیں..... کن جو خمیر کا طمٹیان اور قلبی سکون تو چاہتا ہے وہ تو صرف موت کے بعد ہی میسر ہوتا ہے اور یہ میدان جس میں تو اترا ہے یوں جان یہ تیرے لیے موت ہی کامیاب ہے اور موت کے اس میدان میں تجھے یقیناً روح کا آرام اور قلب کا سکون میسر ہو گا۔ ایدر خان! اگر تو اپنے آپ کو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں چھپا کر لایا

موت کے لاوے، آگ کے طوفان، سیاہ رات کے پھیلاؤ اور قضا کی گردش کی طرح حملہ آور ہو کر اپنی اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ ایدر خان کو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا لیکن شہاب الدین کے جان لیوا حملوں نے لوہے میں بند ہونے کے باوجود اسے ہلکا کر رکھ دیا تھا دوسری طرف شہاب الدین کے حملوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس پر کوئی جان لیوا ضرب نہیں لگا رہا بلکہ وہ اسے تھکا مارتا چاہتا ہے اس کے بعد اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

شہاب الدین اس میں کامیاب بھی ہوا اس لئے کہ تجویز دیر کے مزید مقابلے کے بعد ایدر خان کی حالت منزلوں کے مبہوم ہوتے نشانات، بحرانی کیفیت طاری کرتی قضا کی گردش جیسی ہو گئی تھی پہلے وہ بڑھ چڑھ کر سٹل کر رہا تھا اب اس کے حملوں میں سستی آگئی تھی بلکہ گاہ بے گاہ وہ لٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اپنی تھکاوٹ پر قابو پانے اور اپنی ہیجان خیز کیفیت کو سنبھال دینے کی کوشش کر رہا تھا اس کی اس حالت کو شہاب الدین نے بھی بھانپ لیا تھا لہذا ایک موقع پر جب دونوں کی تلواریں آپہنچیں میں ٹکرائیں اور دونوں نے ڈھالیں بھی ایک دوسرے پر دے ماریں تب شہاب الدین نے اپنی تلوار اور ڈھال کو زوردار جھکا دیا ایدر خان پر پہلے ہی تھکاوٹ کے آثار نمودار ہو چکے تھے اس جھکے کے باعث وہ لڑکھاتا ہوا دور جا کر تھا۔ اس موقع پر ذرا فاصلے پر شہاب الدین نے ایک تہقیر لگایا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بے آبروئی کے شیطاں! کذب کے گمانے اس موقع پر میں چاہوں تو آگے بڑھ کر تیری گردن کاٹ سکتا ہوں تو نے یہ جو لوہا پہن رکھا ہے یاد رکھنا یہ میری تلوار اور تیرے جسم کے درمیان رکاوٹ نہیں بن سکتا میری تلوار اسے بھی کاٹتی ہوئی نکل جائے گی پر گناہوں کے سراب! اٹھ پھر میرا مقابلہ کر میں ایک بار پھر تجھے اس مقابلے کا موقع فراہم کرتا ہوں۔“

ایدر خان شاید تھک چکا تھا مقابلے کو جاری رکھنے کی سکت نہیں رکھتا تھا لہذا شہاب الدین نے پھر اسے مخاطب کیا ”مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تو موت کے کھولے لاوے، آگ کے گولوں، خونی نفرت اور ذہریلے جبر کی سی گفتگو کرتا تھا اب تو کیسی ہے یہی اور لاچارگی کی حالت میں زمین پر پڑا ہے کیا تو تسلیم کرتا ہے کہ اس انفرادی مقابلے میں میں نے تیری خواہشوں کو قتل اور تیری آرزوں کو مستحکم کر دیا ہے۔“

ایدر خان نے شہاب الدین کے ان الفاظ کا کوئی جواب نہیں دیا شہاب الدین بھی شاید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا وہ آگے بڑھا اس موقع پر زمین پر پڑے ہوئے ایدر خان نے مکر و فریب سے کام لیتے ہوئے ایک دم حرکت میں آ کر اپنی تلوار کا پھل شہاب الدین کے پیٹ میں گھونپ دینا چاہا لیکن شہاب الدین بھی چوک تھا اس نے اپنی ڈھال مار کر ایدر خان کی تلوار کو ایک طرف ہٹا دیا اس کے بعد جب اس کی تلوار بلند ہو کر برق کی طرح گری تو ایدر خان کو دو حصوں میں کاٹی ہوئی آگے نکل گئی تھی۔ شہاب الدین نے اسی کے لباس سے اپنی خون آلود تلوار صاف کی پھر واپس اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

جس وقت شہاب الدین اور ایدر خان کے درمیان یہ انفرادی مقابلہ ہو رہا تھا اس وقت خطا کے ترکوں کا بادشاہ گورخان کا سالار تانیکو اسے کچھ سالاروں کے ساتھ لشکر کے حصے کے سامنے ٹھہرا تھا اس لئے کہ اس نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ دونوں حصوں نے اپنی اپنی پیش ایک دوسرے سے ملا لی تھیں۔ ایک حصے نے جس کی کمانداری خود تانیکو کر رہا تھا، شہاب الدین اور منصور ترکی کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی جبکہ دوسرے حصے نے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

جس وقت شہاب الدین کے ہاتھوں ایدر خان مارا گیا اور شہاب الدین فاتح کی حیثیت سے واپس اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تب تانیکو کا چہرہ اداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ میدان کے اس مرکزی حصے کی طرف دیکھتا رہا جہاں شہاب الدین اور ایدر خان کا مقابلہ ہوا تھا اور جہاں اب ایدر خان کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ پھر اپنے پہلو میں گھوڑوں پر سوار اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

”میرے ساتھیو! میں سمجھتا ہوں مقابلے کی ابتداء ہی ہمارے لئے منحوس ثابت ہوئی ہے۔ ایدر خان نے جس وقت شہاب الدین کا مقابلہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا تو اپنی گفتگو، اپنے جوش اور دلولے سے اس نے ایک طرح سے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ وہ شہاب الدین کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس نے دلوئی کیا تھا کہ وہ اپنے چچا زاد بیدو خان اور نکین خان دونوں سے اچھا تیغ زن ہے۔ لیکن اس ایدر خان کی بد قسمتی کہ وہ تجویز دیر بھی شہاب الدین کے سامنے ٹھہر نہیں سکا

دی گئی تھی۔
تائیکو کے جو لشکر اپنی جانیں بچا کر بھاگے میں کامیاب ہوئے وہ اپنے مرکزی
شہر اخلاط کی طرف چلے گئے تھے۔

جنگ کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے دونوں حصوں کو یکجا کیا، پہلے جنگ میں
کام آنے والوں کی تدفین کا کام سرانجام دیا گیا پھر بیٹیوں کی مدد سے سارے زنیوں
کی دیکھ بھال کی گئی۔ اس کے بعد سلطان کے حکم پر تائیکو کو اس کے سامنے پیش کیا
گیا۔ اس موقع پر سلطان کے سارے سالار بھی اس کے پاس تھے۔ تائیکو کو جب
سلطان کے سامنے لایا گیا تو اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ گردن اس کی
بھٹی ہوئی تھی۔ سلطان کچھ دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا رہا پھر جو سالار
تائیکو کو لے کر آیا تھا اسے سلطان نے مخاطب کیا۔
”اس کے ہاتھ کھول دو۔“

اس سالار نے تائیکو کے ہاتھ کھول دیئے۔ پھر تائیکو کو مخاطب کرتے ہوئے
سلطان نے کہا شروع کیا۔

”میں جانتا ہوں یہ جو تم سے کھراے ہو تو یہ تمہارا ذاتی فیصلہ نہیں ہے۔ ایسا تم
نے اپنے بادشاہ گورخان کے کہنے پر کیا ہے۔ میں دیکھا ہوں تمہارے چہرے پر
کد کی کیفیت مل رہی ہے۔ فکر مند نہ ہو۔ تمہیں قتل نہیں کیا جائے گا لیکن تمہیں تمہارے
مرکزی شہر اخلاط بھی نہیں بھیجا جائے گا۔ تم کیونکہ ایک اچھے سالار ہو لہذا ہم تمہیں بری
ساتھ لیں ماریں گے۔ میں آج کچھ دستوں کے ساتھ تمہیں اپنے مرکزی شہر خوارزم
لے آ رہا ہوں۔ وہاں تم زندان میں رہو گے لیکن تمہاری جان محفوظ ہوگی اور کسی مناسب
وقت تمہیں رہا بھی کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں تم بالکل بے فکر رہو۔“

سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے ان الفاظ سے تائیکو کی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔
سلطان کے حکم پر کچھ دسے آئی روز تائیکو کو لے کر خوارزم کی طرف چلے گئے تھے۔

★.....★

اور شہاب الدین نے اس کی گردن کاٹ دی ہے۔ ایدر خان یہ انفرادی مقابلہ اس لئے
کرنا چاہتا تھا کہ یہ مقابلہ جیت کر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھائے اور مسلمانوں کے
لشکر میں بددلی پھیلانے۔ لیکن اب تو معاملہ بالکل الٹ ہو گیا ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے تائیکو کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس نے بڑی
تیزی سے سارے سالاروں کو اپنے حصے کے لشکر کو آگے جانے کا حکم دے دیا تھا۔
کیونکہ ایک ساتھ کھیریں بلند کرتے ہوئے ایک طرف سے سلطان خود اور دوسری
طرف سے شہاب الدین اپنے لشکروں کو لے کر آگے بڑھے تھے۔

اس کے بعد دونوں لشکریوں کے درمیان تصادم شروع ہو گیا۔ دونوں طرف کے
لشکر نے زندگی کی بے کراں مسافروں میں درد کے قلموں، صدیوں کے سربستہ راز کھولے
غضب کے گرم لہجوں، رگوں میں آداسی، خون میں دیرانی پھیلائی نفرتوں کی کھوکھلی زقوں
کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

تائیکو نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی کہ اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر
کے ایک طرف سے سلطان اور دوسری طرف سے شہاب الدین اور منصور ترکی کا مقابلہ
کرے۔ سلطان اور شہاب الدین دونوں کے اجتماعی لشکر سے تائیکو کے لشکر کی تعداد
زیادہ تھی۔ اس کے باوجود ایک طرف سے سلطان اور دوسری طرف سے شہاب الدین
اور منصور ترکی نے حملہ آور ہو کر تائیکو کے لشکر کو بڑی تیزی سے کاٹتے ہوئے لہجہ
سرعت کے ساتھ اس کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی۔

سمرقند کے نواح میں کچھ دیر تک ہولناک رن پڑا، ہر کوئی دوسرے کو زیر کر کے
میں مصروف رہا۔ مسلمانوں نے گورخان کے لشکر کو کاٹنے ہوئے ان کی تعداد آدمی
بھی کم کر دی تھی۔ اس کے بعد تائیکو نے جب دیکھا کہ اس کا لشکر بڑی تیزی سے
کیا جانے لگا ہے اور اس کے لشکر کی اگلی صفوں میں جانے سے جی چرانے لگے ہیں اور
اپنی جان بچانے کی خاطر پچھلی صفوں میں رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں تب اس نے اپنی
میں عافیت سمجھی کہ اپنی شکست قبول کر کے فرار اختیار کر لیا جائے۔

جب اس نے اپنے لشکر کو فرار ہونے کا حکم دیا تب ایک طرف سے سلطان اور
دوسری طرف سے شہاب الدین نے تعاقب شروع کیا۔ تائیکو کی بد قسمتی کہ تعاقب کے
دوران اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا جبکہ اس کے لشکر کو کاٹنے ہوئے اس کی تعداد کم ہو گئی

گیا تھا۔ پھر بھاری آواز میں کہنے لگا۔

”ان مجبوروں کو اندر دھاؤ تاکہ میں جانوں وہ کیا کہتے ہیں۔“

چوہدار نے پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے عصا کو جھکاتے ہوئے گور خان کو تعظیم دی پھر وہ باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دو مجبوروں کو لے کر آیا۔ خبر بھی جب جبکہ کر گور خان کو تعظیم دے چکے تب گور خان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”مجھے چوہدار نے بتایا ہے کہ تم سرحد کے محاذ سے آئے ہو..... یولو تمہارے پاس ہمارے لئے کیا خبر ہے؟“

گور خان کے اس استفسار پر آنے والے ان دو مجبوروں نے لمحہ بھر کے لئے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، آنکھوں ہی آنکھوں میں انہوں نے کوئی فیصلہ کیا، پھر ایک گور خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مالک ہم ایک انتہائی بری خبر لے کر آئے ہیں..... سرحد کے نواح میں مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم کے ساتھ ہمارے لشکر کا انتہائی خوفناک ٹکراؤ ہوا۔ مسلمانوں کا سلطان جو لشکر لے کر ہمارے مقابلے میں آیا تھا اس کی تعداد ہمارے لشکر سے کافی کم تھی اس کے باوجود قسمت ہم سے نامناسب رہی۔ مسلمانوں کے سلطان نے ہمارے لشکر کو بدترین شکست دی ہے۔ اس شکست کے نتیجے میں مسلمانوں کے سلطان خوارزم شاہ نے ہمارے سلطان کو تکیو کر قمار کر لیا ہے اور اسے زعمان میں ڈالنے کے لئے اپنے مرکزی شہر خوارزم بھیج دیا ہے..... جبکہ ہمارے بچے کچھ لشکر اب اپنی جائیں بجا کر اپنے مرکزی شہر کی طرف آرہے ہیں۔“ اس کے بعد اس نے جنگ کی پوری تفصیل کہہ دی تھی۔

اس خبر نے گور خان کو بلا کر دکھ دیا تھا۔ اس کے چہرے پر دنیا بھر کی فکر مندیاں اور دیریناں رقص کرنے لگی تھیں۔ کچھ دیر تک اس کی ایسی ہی کیفیت رہی، اس کے بعد اس نے اپنے سارے سالاروں کو دوپہں بیٹھے رہنے کا حکم دیا جبکہ باقی لوگوں کے لئے اس نے اجلاس ختم کر دیا تھا اور انہیں جانے کی اجازت دے دی تھی۔

جب سارے لوگ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اور گور خان کے قریبی عزیز، اس کی بیٹیاں، اس کی بیوی تک وہاں سے نکل گئے اور صرف اس کے سالار قصر کے اس کمرے میں بیٹھے رہ گئے تب کچھ دیر تک گور خان کسی موضوع پر غور و فکر کرتا رہا، پھر



اپنے مرکزی شہر اخلاط کے قصر میں ایک روز خطا کے ترکوں کا بادشاہ گور خان اپنے عمائدین سلطنت، سارے سالاروں، قریبی عزیزوں، رشتہ داروں اور دیگر اہم شخصیتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

سب سے پہلے مسلمانوں کے ہاتھوں فونا کی بدترین شکست پر ڈکھ اور افسوس کا اظہار کیا گیا اس کے بعد وہ اپنے سالاروں کے ساتھ ایک اور لشکر کو مسلمانوں کے علاقوں میں گھس کر حملہ آور ہونے سے متعلق گفتگو کرنے لگا تھا کہ ایسے میں اس کا چوہدار قصر کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں وہی پرانا سانپ کے منہ والا عصا تھا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر وہ زمین کی طرف جھکا، اپنے عصا کو بھی اسی انداز میں جھکایا اور گور خان کو تعظیم دی۔

اپنے چوہدار کے اس وقت آنے پر گور خان چونکا تھا۔ وہ جان گیا تھا کہ چوہدار ضرور کوئی اہم خبر لایا ہے جو وہ اجلاس کے درمیان آنمودار ہوا ہے۔ جس موضوع پر وہ گفتگو کر رہا تھا وہ گفتگو اس نے بند کر دی تھی۔ پھر جب اس کا چوہدار اسے تعظیم دینے کے بعد سیدھا کھڑا ہوا جب گور خان نے اسے مخاطب کیا۔

”کیا تم ہمارے لئے کوئی اور بری خبر تو نہیں لے کر آئے؟“

گور خان کے ان الفاظ پر چوہدار کے چہرے پر دیریناں اور آواسیاں رقص کر گئیں۔ پھر کپکپاتی آواز میں کہنے لگا۔

”مالک! سرحد کے محاذ سے ہمارے کچھ خبر آئے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ کہنا چاہتے ہیں۔“

اپنے چوہدار کے ان الفاظ پر پھر گور خان پہلے چونکا تھا، پھر کسی قدر فکر مند بھی

اپنے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
 ”فوتا اور اس کے بعد اب تانیکہ کی اس شکست نے مجھے نہ صرف پریشان اور
 فکر مند کر دیا ہے بلکہ میرے ارادوں اور میرے عزائم میں ان دو شکستوں نے ایک
 طرح سے توڑ پھوڑ کا مکمل جاری کر کے رکھ دیا ہے۔۔۔۔۔۔ اس موقع پر میرے ذہن
 میں کچھ شکوک و شبہات بھی اٹھتے ہیں۔“
 یہاں تک کہنے کے بعد گور خان کا، پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے وہ کہہ
 رہا تھا۔

”میرے عزیز ساتھیو! ہم نے جو دو لشکر مقرر کئے تھے تو اس تقریر کو ہم نے بڑی
 رازداری میں رکھا تھا۔ جہاں تک تانیکہ کے لشکر کا تعلق ہے تو سب کو علم ہو گیا ہوگا کہ وہ
 سمرقند کے نواح میں مسلمانوں کے سلطان کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہوا ہے
 ۔۔۔۔۔۔ لیکن فوتا کے لشکر کی روانگی کو ہم نے بڑی رازداری میں رکھا تھا اور فوتا کے لشکر
 کی راہ روکنے کے لئے مسلمانوں کے لشکر کا آنا ہماری توقعات کے سراسر خلاف تھا اس
 لئے کہ جو خبریں ہمارے مجبوروں نے دی تھیں ان کے مطابق علاء الدین خوارزم شاہ
 اپنے سارے سالاروں کے ساتھ سمرقند میں قیام کئے ہوئے تھا۔ فوتا کی راہ روکنے کے
 لئے جو لشکر آیا وہ یقیناً سمرقند کی طرف سے آیا۔ پہلے ہمیں خبر نہ تھی کہ راہ روکنے والے
 سالار کون ہیں۔ بعد میں ہمارے مجبوروں نے اطلاع کر دی کہ راہ روکنے والے سلطان
 علاء الدین خوارزم شاہ کے سالار شہاب الدین منصور تری تھے۔

اب میں ایک طرح سے اس شک اور وہم میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ ہماری ساری
 کارروائیوں اور حتیٰ کہ ہمارے لشکریوں کی نقل و حرکت کی بھی جاسوسی کی جاتی ہے
 ۔۔۔۔۔۔ اس کارروائی کے سامنے صرف وہی حوالہ ہو سکتے ہیں۔ یا تو مسلمانوں کے
 طلباء اگر بڑی سرگرمی سے ہمارے علاقوں میں اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں حتیٰ کہ
 وہ ہمارے مرکزی شہر اہلاد میں بھی ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر ہمارے اپنے
 آدمیوں میں سے کوئی ہمارے لشکر کی نقل و حرکت سے متعلق مسلمانوں کے سلطان کو
 آگاہ کرتا ہے۔ اور اسی آگاہی کی وجہ سے ہماری ہریم ناکام ہو جاتی ہے۔

اس سے پہلے مسلمانوں کے سلطان خوارزم شاہ نے جو اپنا سفیر ہماری طرف بھجوایا
 تھا جس روز وہ سفیر آیا اس روز ہم نے اس سے گفتگو نہیں کی تھی۔ اسے مہمان خانے

میں ٹھہرایا تھا اور یہ حکم جاری کیا تھا کہ اگلے روز ہم اس سے گفتگو کریں گے۔ لیکن یہ
 جان کر اس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی تھی کہ اگلے روز مسلمانوں کے سلطان کا وہ
 سفیر شاہی مہمان خانے میں نہیں تھا۔۔۔۔۔۔ ہم نے اپنے دل میں اس کے لئے یہ
 فیصلہ کر لیا تھا کہ اگلے روز ہم اسے شہر کے بوئے چوک میں جو حلیب نصب ہے وہاں
 عبرت خیز موت داریں گے۔ لیکن کسی نے ہمارے ارادوں کو بھانپ لیا اور ہمارے
 چہرے کے تاثرات سے یا ہماری گفتگو سے اندازہ لگا کر صورت حال سے مسلمانوں
 کے سفیر کو آگاہ کر دیا اور وہ سفیر اپنی جان بچا کر ہمارے شہر سے بھاگ نکلے میں
 کامیاب ہو گیا۔

میں سمجھتا ہوں یہ کام مسلمانوں کا کوئی سفیر یہاں رہتے ہوئے نہیں کر سکتا۔ اس
 لئے کہ یہ فیصلہ میں نے اپنے ایک اجلاس میں کیا تھا۔ جس میں صرف عمائدین
 سلطنت، میرے رشتے دار اور قریبی عزیز اور سالار شامل تھے۔ لہذا مسلمانوں کے سفیر کو
 بھگانے میں اگر کوئی سازش ہے تو اس سازش میں مسلمانوں کا کوئی سفیر نہیں بلکہ ہمارا
 کوئی اپنا آدمی ہی ملوث ہے۔ اس وقت میں نے اس معاملے کو اتنی اہمیت نہ دی تھی
 لیکن بعد میں جب مسلمانوں کے لشکر نے فوتا کے لشکر کی راہ روکی اور اسے شکست دی
 تب مجھے پورا یقین ہو گیا کہ کوئی ہماری جاسوسی کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ ہمارے ارادوں،
 ہمارے عزائم کو پہلے سے مسلمانوں تک پہنچا دیتا ہے اور وہ اپنی حقائق تدابیر اختیار
 کرنے میں کامیاب ہو جلتے ہیں۔

جو کوئی بھی یہ کام ہمارے خلاف کر رہا ہے اس کی وجہ سے ہمیں بہت بڑا نقصان
 اٹھانا پڑا۔ مسلمانوں کا سفیر بغیر سزا کے بھاگ گیا اور پھر یہی اطلاع پہنچنے کی وجہ
 سے فوتا کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور فوتا کے بہت سے لشکری موت کے گھاٹ
 اتار دیے گئے۔ اور اب ہمارے لئے یہ خبر آگئی ہے کہ سمرقند کے نواح میں مسلمانوں
 نے تانیکہ کو بھی شکست دی اور تانیکہ گرفتار ہو گیا ہے۔

میرے عزیز ساتھیو! بولو، اس سلسلے میں تم کیا مشورہ کیا رہائے دیتے ہو؟ لیکن
 کچھ کہنے سے پہلے ایک بات اپنے ذہن میں رکھنا کہ فی الحال ہماری عسکری طاقت ایسی
 نہیں ہے کہ ہم علاء الدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آسکیں۔ جو لشکر ہم نے
 فوتا کی سرکردگی میں بھجوایا تھا، اُسے بھی بے پناہ نقصان ہوا ہے اور جس لشکر کو سمرقند کے

بڑی آسانی کے ساتھ بخارا اور ترمذ پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ کر سکتا تھا۔“
یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا، دم لیا، اس کے بعد سلسلہ کلام کو آگے
بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے خیال میں اب بھی اگر ہم تالیب قلوب سے کام لیتے ہوئے عثمان خان
سے رابطہ قائم کریں تو جو کچھ ہم نے کھویا ہے اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ اور آنے والے
دور میں سرحد، بخارا اور ترمذ تو کیا، علاؤ الدین خوارزم شاہ کے علاقوں پر بھی قابض ہو
سکتے ہیں بشرطیکہ ایک بار پھر ہم سرحد کے حاکم عثمان خان کو اپنے ساتھ ملانے میں
کامیاب ہو جائیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان کا وہ سالار جب خاموش ہوا تب گور خان کچھ دیر
تک جیکے جیکے تپکے میں بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا رہا، پھر کہنے لگا۔

”میرے عزیز! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ درست ہے اور میں اسے تسلیم بھی کرتا
ہوں کہ اپنی بیٹی کا رشتہ عثمان خان سے منقطع کرنا ہماری طرف سے ایک غلطی ہے۔ لیکن
اب جبکہ خوارزم شاہ سرحد پر قابض ہو چکا ہے تو یقیناً عثمان خان اب اس کا حمایتی
ہے۔ اس کا طرف دار ہے۔ اور اگر خوارزم شاہ عثمان کو سرحد کے حاکم کی حیثیت سے
بھال رکھتا ہے تو آنے والے دور میں عثمان خان یقیناً ہمارا ساتھ دینے کی بجائے
خوارزم شاہ کا ساتھ دے گا۔“

گور خان رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا کہہ رہا تھا۔
”ان حالات میں اگر ہم عثمان کو پھر دوزن کے رشتے کی پیشکش کریں تو ہو سکتا
ہے وہ اس رشتے سے انکار کر دے اور خوارزم شاہ کا ساتھ دینے پر بعد رہے۔ ایسی
صورت میں ہم اس کے خلاف کوئی ناجوہبی کارروائی بھی نہیں کر سکتے۔“

گور خان جب خاموش ہوا تب وہی سالار اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”عثمان خان کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ایک اور بھی ترغیب دی جا
سکتی ہے۔“

اس سالار کے ان الفاظ پر گور خان کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی تھی۔ غور سے
اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”تمہارا اشارہ کس طرف ہے..... کھل کر کہو۔“

نواح میں شکست ہوئی ہے وہ بھی کافی حد تک تباہ و برباد ہو چکا ہے..... پھر سب
سے بڑی اور تکلیف دہ بات یہ کہ ہمارے سپہ سالار اعلیٰ تانیکو کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔
تانیکو کی گرفتاری جہاں ہمارے لشکر کے اندر بد دلی کا باعث بنے گی وہاں اس کی
گرفتاری ہماری سلطنت کے لئے بھی ذلت اور رسوائی کا باعث بنی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان خاموش ہو گیا تھا۔
کچھ دیر خاموش رہی پھر اس کا ایک سالار اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”ہم سے باغی میں کچھ غلطیاں ہوئیں جن کی بناء پر ہمیں ان شکستوں کا سامنا
کرنا پڑا اور علاؤ الدین خوارزم شاہ نے یکے بعد دیگرے ترمذ، بخارا اور سرحد ہم سے
چھین لئے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا، پھر کچھ لمحے بعد گور خان کی طرف غور سے
دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس کا آپ برا نہ مانے گا..... آپ نے اپنی بیٹی
زوزن کا رشتہ سرحد کے اپنے حاکم عثمان خان کے ساتھ طے کر دیا تھا۔ لیکن آپ نے
اپنی بیٹی کے سلسلے میں یہ غلطی کی کہ بغیر سوچے سمجھے عثمان خان کو اس کا رشتہ دینے سے
انکار کر دیا۔ ایسا کرنے سے پہلے یہ سوچا جانا چاہئے تھا کہ عثمان خان نہ صرف سرحد کا
حاکم ہے بلکہ ایک مسلمان ہے۔ یہ بات بھی غور طلب تھی کہ سرحد کی آبادی زیادہ تر
مسلمانوں پر مشتمل ہے اس لئے حالات کیسے بھی گئے گزے کیوں نہ ہوں۔ سرحد کے
لوگ عثمان خان یا اس جیسے کسی مسلمان حاکم کی ہی طرف داری کریں گے۔“

اگر آپ نے اپنی بیٹی زوزن کا رشتہ عثمان خان سے منقطع نہ کر دیا ہوتا تو میں
وٹوق سے کہہ سکتا ہوں کہ سرحد ہمارے ہاتھ سے نہ نکلتا۔ اگر علاؤ الدین خوارزم شاہ
ترمذ اور بخارا پر قبضہ کرنے کے بعد سرحد کا رخ کرتا تو یقیناً شہر کے اندر سے عثمان
خان، باہر سے تانیکو، علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہوتے۔ ایسی صورت میں
خوارزم شاہ کی شکست اور ہماری فتح یقینی ہوتی۔

اور اگر ہم ایک بار سرحد کے نواح میں علاؤ الدین خوارزم شاہ کو شکست دیتے تو
خوارزم شاہ یقیناً سرحد سے اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف راہ فرار اختیار کرنے میں
میں اپنے لئے سلاحتی اور غایت بھگتا۔ ایسی صورت میں ہمارا لشکر سرحد سے لوٹا اور

گور خان کے خاموش ہونے پر فونا نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

”ہمارے ساتھی نے جو جو چیزیں کی ہیں میں سمجھتا ہوں وہ بہترین تجویز ہے۔ پر پہلے انتظار کیا جائے۔ اس وقت خوارزم شاہ سمرقند شہر میں قیام کے ہوئے ہے۔ سمرقند چھوڑنے سے پہلے وہ یقیناً سمرقند میں اپنا ایک لشکر بھی رکھے گا۔ اس کے بعد خوارزم کا رخ کرے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ انتظار کیا جائے اور دیکھا جائے کہ خوارزم شاہ کب سمرقند چھوڑ کر خوارزم کا رخ کرتا ہے۔ اس کے بعد ہم حرکت میں آئیں گے۔ عثمان خان کو دزون اور کنکن کے لئے کیرش کا رشتہ پیش کریں گے تو میرے خیال میں عثمان خان پھر پہلے کی طرح ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ لیکن اس سلسلے میں ہمیں دزون اور کیرش دونوں سے بات کرنا پڑے گی۔ دزون پہلے تو اس رشتے کے لئے تیار تھی لیکن رشتہ آپ نے منقطع کیا تھا لہذا دوبارہ اس کے لئے تیار ہوتی ہے کہ نہیں، یہ اس سے پوچھا جانا چاہئے۔ جہاں تک کیرش کا تعلق ہے تو اس کے لئے کسی رشتے کا یہ پہلا موقع ہے۔ لہذا میں سمجھتا ہوں اس سے بھی پوچھا جانا چاہئے۔ اگر ہم نے یہ رشتہ بغیر پوچھے عثمان خان اور کنکن کے ساتھ کر دیئے تو ہو سکتا ہے بعد کے دور میں تعلقات خراب ہوں، بدحالی پیدا ہو، جن حالات کا اب ہم سامنا کر رہے ہیں اس سے بھی بدتر حالات کا ہمیں سامنا کرنا پڑے۔“

فونا جب خاموش ہوا تو گور خان اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”فونا، میرے بیٹے! پہلے دیکھتے ہیں کہ حالات کس کدو جاتے ہیں۔ کب خوارزم شاہ سمرقند سے نکل کر خوارزم کا رخ کرتا ہے اور اس کی غیر موجودگی میں عثمان خان کس درجہ کا اکتہار کرتا ہے۔ بہر حال دزون اور کیرش کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے میں تمہارا اور اپنی بیٹی جاسکی کا انتخاب کرتا ہوں۔ تم دونوں میاں بیوی ان سے بات کرنا۔ لیکن یہ گفتگو اس وقت کرنا جب علاء الدین خوارزم شاہ سمرقند سے نکل کر خوارزم کی طرف چلا جائے۔ اور اگر دزون اور کیرش مان جائیں تو پھر میں سمجھتا ہوں فونا! تم سمرقند کا رخ کرنا۔ اس سلسلے میں عثمان خان سے بات کرنا۔ عثمان خان تمہارا بہترین دوست ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ تمہارا کہا نہیں ٹالے گا۔ اور اگر کسی وجہ سے دزون یا کیرش نے ان رشتوں سے انکار کر دیا تب میں ان دونوں کو خود سمجھاؤں گا۔ اور اگر مجھے سختی بھی کرنا پڑی تو میں کروں گا۔ اس لئے کہ عثمان خان کو واپس لانا

اس پر سالار نے اپنے ہونٹوں پر زبان بھیری، پھر وہ کہہ رہا تھا۔

”ماں! آپ جانتے ہیں عثمان خان کا ایک بھائی بھی ہے۔ نام اس کا کنکن ہے۔ وہ عثمان خان سے چھوٹا ہے۔ ان حالات میں یقیناً عثمان خان آپ کی بیٹی دزون کا رشتہ لینے سے انکار کر دے گا۔ اس لئے کہ وہ خوارزم شاہ کی گرفت میں ہوگا۔ اگر ہم اسے ایک اور پیشکش کریں جو اس کے بھائی کے لئے ہو تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں عثمان خان ہمارا کہا ماننے کے لئے تیار ہو جائے گا۔“

”تمہارا اشارہ کس پیشکش کی طرف ہے؟“ گور خان نے غور سے اس سالار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

اس موقع پر اس سالار نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

”میں چاہتا ہوں کہ ان حالات میں جب آپ عثمان خان کو اپنی بیٹی دزون کے رشتے کی دوبارہ پیشکش کریں تو اسے یہ بھی پیشکش کریں کہ اگر وہ خوارزم شاہ کا ساتھ ترک کر کے پہلے کی طرح ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے تو آپ اپنی دوسری بیٹی کیرش کا رشتہ اس کے چھوٹے بھائی کنکن سے کر دیں گے۔ اگر آپ یہ پیشکش کر دیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں عثمان خان ہر صورت میں خوارزم شاہ کا ساتھ ترک کر کے پہلے کی طرح ہمارا حمایتی اور ہمارا معاون بن جائے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار خاموش ہو گیا تھا۔ قصر کے اس کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی، پھر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے گور خان کہنے لگا۔

”جو کچھ تم نے کہا ہے میں سمجھتا ہوں یہ بہترین تجویز ہے اور اس پیشکش سے شاید ہم عثمان خان کو پھر اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

گور خان رکا، کچھ سوچا اور اس بار اس نے اپنے داماد اور سالار فونا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

”فونا، میرے بیٹے! اب تک تم بالکل خاموش رہے ہو۔ لیکن میں تمہاری طرف سے کچھ سننا پسند کروں گا۔ فونا! میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ماضی میں عثمان خان کے ساتھ تمہارے تعلقات دوستانہ بلکہ برادرانہ رہے ہیں۔ اور ان حالات میں جس قدر تم عثمان خان پر اثر انداز ہو سکتے ہو، کوئی دوسرا ایسا نہیں کر سکتا۔“

”تمہارے ذمے میں یہ کام لگاتا ہوں کہ اپنے مجبوروں کو یہ کام سونپ کر دے جاوے۔“

اس کی کوشش کریں وہ کون سے عوامل تھے جن کی بناء پر خوارزم شاہ کے لشکر کو خیر ہو سکی کہ فوجا ایک لشکر کے لے کر اس کے علاقوں میں ترک نماز کرنے کے لئے روانہ ہو چکا ہے اور اور کون سا شخص ہے جو یہاں کام کر رہا ہے جس نے خوارزم شاہ کے سفیر کو روکنا ہوسکے والے حالات سے پہلے آگاہ کر دیا۔ حالانکہ میں نے اس کے لئے ابھی سزا تجویز نہ کی تھی۔ کسی نے میرے ارادوں کو سمیرے چہرے سے بھانپ لیا اور اس سفیر کو یہاں سے بھاگ دیا۔ یہ کام میں تمہارے ذمے لگاتا ہوں۔ دیکھو، ایسے کام کرنے والا کون ہے؟“

اس کے ساتھ یہ گھر خان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سالاروں کو بھی اس کے جانے کی اجازت دینے دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی سب سالار وہاں سے اٹھ کر قصر کے اس کمرے سے نکلنے لگے تھے۔

★.....★

”کیرش میری بہن! شہاب الدین کی جرأت اور اس کی شجاعت اور اس کی کارگزاری قابلِ تعریف ہے۔ اس نے جہاں پہلے فوٹا کے لشکر کو بدترین شکست دی، اس کے لشکر کی اکثریت کو اس نے اویڑ مارا، اس کے بعد جیسا کہ آنے والے خبروں نے اطلاع دی ہے، اس نے سمرقند کے قواص میں بھی بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کیا ہے اور انفرادی مقابلے میں بیروخان و انگبین خان کے چچا زاد بھائی ایذا خان کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ہے..... میری بہن! اس لحاظ سے میں سمجھتی ہوں تو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ہے جو شہاب الدین تمہاری طرف مائل ہوا ہے اور تم نے اسے اپنی زندگی کا محور اور مقصد بنا لیا ہے۔“

اس موقع پر کیرش نے بڑے غور سے دوزن کی طرف دیکھا کہہ رہے تھے۔
 ”دوزن میری بہن! اس طرح شہاب الدین کی تعریف کرتے کرتے کہیں تم
 بھی اسے چاہنے لگ جانا..... اس طرح میرا مستقبل تو ہائیک تاریک ہو جائے

کیرش نے گویا الفاظ ازراہ عقاق کہے تھے لیکن روزن عجیدہ ہو گئی تھی۔ کیرش نے کہا: ”کیرش میری بہن! آج میں تمہارے سامنے جھوٹ نہیں کہوں گی..... اگر تم فہاب الدین کی طرف مائل نہ ہو چکی ہو تو یقیناً اب تک میں اُس کی طرف مائل ہو چکی ہوتی۔ کیرش، میری بہن! سچ ہے کہ جس وقت پہلی بار شہاب الدین ایک سفر کی

لہا وہ احتیاط برتنا ہوگی..... پہلے ہمارے باپ کو صرف اس بات پر شک تھا کہ کسی نے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے سفیر کو مہمان خانے سے بھاگ دیا ہے۔ میرے لہلہل میں ہمارا باپ اس معاملے کو درگزر کر گیا تھا لیکن اب جو فانا کر بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے تو وہ شش و پنج میں پڑ چکا ہے۔ کئی مواقع پر اس کی گفتگو کے دوران میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ وہ اس بات کا مجید اور راز جاننے کے درپے ہے کہ آخر کون ہے جس کے کہنے پر مسلمانوں کا سفیر یہاں سے بھاگ گیا اور کون ہے جس نے فانا کے لشکر کی پیش قدمی کی اطلاع کر دی اور مسلمانوں نے نہ صرف اپنے علاقوں کا دفاع کیا بلکہ فانا کو بدترین شکست دی اور فانا کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد روزوں رکی، کچھ سوچا پھر اپنا منہ کیرش کے کان کے قریب لے گئی اور بڑی اچانکیت میں کہنے لگی۔

”کیرش! اگر کسی موقع پر ہمارے باپ کو یہ خبر ہو گئی کہ ان کاموں میں ہم دونوں ملوث ہیں تو یاد رکھنا ہمارا باپ بڑی سختی سے ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا اور ہمارے اور اس کے درمیان جو رشتہ ہے اسے یکسر ہی فراموش کر دے گا اور اخلاط کے لوگوں کے لئے ہمیں ایک طرح سے عبرت بنا کر رکھ دے گا۔“

اس کے ساتھ ہی روزوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی اور دوبارہ دھمے لہجے میں کہنے لگی۔

”اب تم آرام کرو..... میں اپنی خواب گاہ میں جاتی ہوں۔ ایک بار پھر کہتی ہوں کہ میرے اور کسی اور کے ساتھ آئندہ اپنی گفتگو کے دوران احتیاط درجے کی احتیاط لے گا۔“

کیرش بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اثبات میں گردن ہلائی۔ اس کے بعد روزوں اس کی خواب گاہ سے نکل گئی تھی جبکہ کیرش پھر اسی نشست پر بیٹھ کر گہری سوچوں میں لگنے لگی تھی۔



علاء الدین خوارزم شاہ نے سرقد کو فتح کرنے کے بعد چند ہفتوں تک وہیں قیام کیا۔ شہر کا نظم و نسق اس نے اپنے طہ پر درست کیا۔ شہر کے اندر مہمان خانہ کے

مہینے سے ہمارے ہاں آیا تھا اور بھرے دربار میں اس نے بیہود خان کو شکست دی تھی اس وقت میرے خیالات ان خیالات سے مختلف تھے جواب ہیں۔ اس وقت کیونکہ شہاب الدین کی طرف مائل نہیں تھیں۔ اس کے علاوہ جس وقت اس نے بیہود خان کو شکست دی تھی تم نے اس سے نفرت کا اظہار بھی کیا تھا..... میری بہن! یہ عجیب بات ہے جس وقت تم نے اس سے نفرت کا اظہار کیا تھا، میں اس کی طرف مائل ہوئی تھی اور اس مائل ہونے کے نتیجے میں جس وقت بیہود خان نے ارادہ کیا تھا کہ دریاحا آمو کے پل پر اس پر حملہ کرے اسے زخمی کیا جائے گا، میں نے اس کی حفاظت، اُم کے تحفظ کا سامان کیا تھا۔ میری بہن! اس وقت میں نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا کہ اگر حالات نے بھی میرا ساتھ دیا تو میں اس شہاب الدین کو اپنی زندگی کا ساتھ ضرور بناؤں گی..... لیکن یہ بات میں نے غلطی اور چھپا کر رکھی۔ اور جب بعد میں شہاب الدین کی طرف مائل ہو گئیں تو میری بہن! میں نے تمہارا پورا ساتھ دیا اور ہمت گئی اس لئے کہ.....“

یہاں تک کہنے کے بعد روزوں کو خاموش ہو جانا پڑا۔ کیرش نے آگے بڑھ کر اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ کئی بار اس کی پیشانی، اس کے گال چومے، پھر کہنے لگی۔

”میری عزیز بہن! میں اس بات کو تسلیم کرتی ہوں کہ تم مجھ سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہو..... تمہاری شخصیت بھی مجھ سے کہیں زیادہ پرکشش ہے۔ میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ تم نے شہاب الدین کو میرے لئے وقت کر دیا۔ ورنہ میرا بہن! اگر ہم دونوں ہمیش اپنی اپنی محبت لے کر شہاب الدین کے سامنے کھڑی ہو جاتیں یقیناً میری بجائے شہاب الدین تمہارا انتخاب کرتا۔ اس لئے کہ میری نسبت تمہارا شخصیت میں زیادہ کشش ہے..... اور میں اس بات پر بھی تمہارا شکر یہ ادا کر رہا ہوں بلکہ مجھے تمہارا ممنون ہونا چاہئے کہ جس وقت بیہود خان نے شہاب الدین کو اپنا چاہو بنانے کی کوشش کی تھی اس وقت تم نے شہاب الدین کا دفاع کیا۔ حالانکہ میں اس وقت شہاب الدین کی طرف مائل نہیں تھی۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تو روزوں اس بار دھمے اور کسی قدر رازدارانہ انداز میں کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کیرش! اب مجھے اور تمہیں دونوں کو اپنی گفتگو اور اپنی حرکات اور سناٹا

اب تمہارے بابا کا میرے لئے یہ علم ہے کہ میں اپنے چند قریبی ساتھیوں کے ساتھ سرحد کا رخ کروں..... وہاں عثمان خان سے ملوں اور اسے یہ پیشکش کر دوں

روزن کی خواب گاہ سے نکل گئے تھے۔

فوتا اور جاکسی کے جانے کے قصودی ہی دیر بعد کیرش آتش فشاں کی طرح بھڑک اٹھی۔ پہلے اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے والی نشست پر بوٹھی، پھر دوزن کو جاکسی کر کے نہانے لگی۔ غصے اور غضب نامی میں کہنے لگی۔

[illegible]

یہاں تک کہنے کے بعد کوشش رکی، پھر پہلے کی نسبت ذرا تلخ لہجے میں کہنے لگی۔
 ”کیا تم مجھے اس بناء پر شہاب الدین سے محروم کرنا چاہتی ہو کہ تم نے خود بھی
 سے چاہا تھا؟..... اور پھر میری چاہت کی وجہ سے تم نے اپنی اس چاہت کو واپس
 لے لیا۔ کیا اب پھر شہاب الدین سے تمہاری چاہت جاگ اٹھی ہے اور مجھے اس کا
 سامنیہ بننے نہیں دیکھتے کیوں ہو؟“

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش جب خاموش ہوئی تو زوزن نے مسکراتے ہوئے اس کے گال پر ایک چپٹ لگائی، پھر کہنے لگی۔

”ساری عمر بیوقوف کی بیوقوف ہی رہو گی..... اس موقع پر اگر تم نکلس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیتی تو یاد رکھنا، ہمارے اس فیصلے کے خلاف ایک دوفان کھرا کر دیتے۔ تم نے فوتا کی گفتگو سنی نہ تھی؟..... اُس نے آتے ہی کہہ دیا تھا کہ بابا نے جو فیصلہ کیا ہے اگر اس فیصلے سے ہم نے روگردانی کی یا اس فیصلے کو ہم نے ماننے سے انکار کر دیا تو بابا ہم دونوں پر سختی بھی کر سکتے ہیں۔ میری عزیز بہن! میں نے تمہارے جذبات، تمہاری محبت کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اگر میں نے تمہارے خلاف ہی کوئی کارروائی کرنی ہوتی تو میں شروع سے ہی شہاب الدین کی طرف راغب نہ رہتی۔ اُسے اپنی زندگی کا مرکز بنا لیتا تھی۔ لیکن میں نے تمہاری وجہ سے اپنی بہت سی پسپائی اختیار کی۔ اب تم مجھ پر ہی شک کرنے لگی ہو۔“

اب جو کچھ میں کہنے لگی ہوں، غور سے سننا..... بے وقوف لڑکی! میں نے

جہارے بابا کی اس تجویز سے عثمان خان نے اتفاق کر لیا تو پھر عثمان خان اور اس کے بھائی نکتن کو یہاں بلایا جائے گا۔ عثمان خان کا نکاح زوزن! جہارے ساتھ، کیرش کا نکتن کے ساتھ ہوگا۔ لیکن صرف نکاح ہوگا، تم دونوں کو رخصت نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ نکاح کے بعد تمہارا بابا عثمان خان کے سامنے یہ معاملہ پیش کرے گا کہ پہلے وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی کو طلاق دے کر فارغ کر دے۔ جب وہ ایسا کرے گا تب تم دونوں بہنوں کو پورے شہانہ وقار کے ساتھ رخصت کیا جائے گا اور اخلاط سے سرفراز بنج دیا جائے گا۔ بس میں تم سے یہی کچھ کہنے آیا تھا..... اب تم جو کچھ کہنا چاہتی ہو، کہو۔“

اس موقع پر وزن نے پھر جاسی اور فوتا کی نظر بچا کر اپنی ایک انگلی سے کیرش کی ران کو دیا۔ شاید یہ وزن کا اشارہ تھا کہ تم چپ رہو۔ ساتھ ہی وہ بول اٹھی تھی۔ ”میں کیرش کی بڑی بہن ہوں۔۔۔۔۔۔ میری اور اس کی عمر میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔ اور پھر ہم دونوں بہنیں کیونکہ زیادہ عرصہ تک اکٹھی رہی ہیں، ایک دوسرے کے مزاج، ایک دوسرے کی طبیعت سے بھی خوب واقف ہیں۔ لہذا کیرش کی طرف سے میں ہی جواب دوں گی اور کیرش کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

اگر یہ فیصلہ ہمارے بابا نے کیا ہے کہ میرا نکاح عثمان خان سے اور کیرش کا اس کے چھوٹے بھائی نکلن سے کر دیا جائے تو پھر فوٹا میرے بھائی آپ جا سکتے ہیں اور جا کر بابا سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم دونوں بہنوں کو بابا کا یہ فیصلہ خوش منظور ہے۔“ اس موقع پر کیرش نے چوتھے کے اعزاز میں زدون کی طرف دیکھا تھا۔ زدون نے پھر اپنی انگلی سے اس کی ران کو ہاتھ سے اٹھائے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی فوٹا اور جاسٹی دونوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر فوٹا بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”میری عزیز بہنو! تم دونوں نے یہ فیصلہ دے کر میرا دل خوش کر دیا ہے۔ اب میں بابا کے پاس جاتا ہوں..... اُسے تم دونوں کے اس فیصلے سے آگاہ کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ تمہارا یہ فیصلہ سن کر بابا مجھے آج ہی اپنے محافظ دستوں کے ساتھ سرحد کی طرف روانہ کر دیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی فوٹا اور اس کی بیوی جائسی دونوں اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے

خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان کو طلاق دینے کے بعد مجھ سے شادی کرے گا تو وہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے گا۔ خوارزم شاہ ضرور اس کو موت کے گھاٹ اتارے گا۔ ایسی صورت میں بیوہ ہونا میرا مقدر ہے گا۔..... اس کے بعد میں کہیں گوشہ گیری اور تنہائی کی زندگی بسر کرتی ہوں گی۔ پر میں کل کر اپنے باپ سے اس رشتے سے انکار بھی نہیں کر سکتی۔ انکار کروں گی تو کہاں جاؤں؟..... میری بہن! تمہارے سامنے شبابِ الدن ہے۔ جس کے پاس جا کر تم محفوظ ہو سکتی ہو۔

میرے سامنے شباب الدین جیسی کوئی منزل نہیں ہے جہاں چاکر میں محفوظ رہ سکوں گی۔ لہذا سمجھتی ہوں کہ جو فیصلہ میں نے اپنے اور تمہارے متعلق کیا ہے اسی میں ہم دونوں کی بہتری ہے..... کیا تم یہ سناری گنجلوں کر میرے اس فیصلے سے اتفاق کرتی ہو؟“

کیرش، زوزن کی اس گفتگو سے کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر آگے بڑھی، زوزن کو گلے لگایا اور کہنے لگی۔

”زوزن! میری بہن! مجھے معاف کرنا..... میں نے تمہارے لئے سخت الفاظ استعمال کئے تھے۔ اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی کیرش نے زوزن کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ جواب میں زوزن نے اس کے سر کو بوسہ دیا، اس کے گال پر پیار دیا، پھر کہنے لگی۔

”بس، اب سارے معاملے کو بھول جاؤ..... جو کچھ ہوا، یوں جانو وہ ایک خواب تھا۔“

روزن مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اس کی بات کا مٹے ہوئے کیرش بول اٹھی۔
 ”میری بہن! کما اس سلسلے میں ہم اپنی ماں کو اعتماد میں نہ لیں؟“

کیرش کے ان الفاظ پر رزون چونک سی پڑی تھی، گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، ساتھ ہی اس کی آواز بلند ہوئی تھی۔

”کیش میری بہن! بھول کر بھی ایسی غلطی مت کرتا..... تم جانتی ہو، ہماری ماں ہمارے باپ پر اعتماد اور مہروسہ رکھتی ہے۔ مامی کے بہت سے واقعات تمہارے ذہن میں محفوظ ہوں گے جب ہم نے کبھی سچی بات بھی کی اور ہمارے باپ نے کوئی ایسا مشورہ دیا جو غلطی پر مبنی تھا اور جس میں ہمارا نقصان تھا تو ہماری ماں نے

صرف تمہاری طرف سے حامی بھری ہے۔ دیکھو، ہم دونوں بہنوں کے ہاں کرنے پر جہاں بابا مطمئن رہیں گے وہاں فوٹا پہلے سمرقند کا رخ کرے گا۔ اُسے پہلے سمرقند تو جائے دو۔ ہو سکتا ہے عثمان خان میرا اپنے لئے اور تمہارا اپنے بھائی نکتن کے لئے رشتہ لینے سے ہی انکار کر دے۔..... اس لئے کہ اس کی شادی علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان سے بھی ہو چکی ہے۔ میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ وہ کبھی بھی صورت خان سلطان کو طلاق دے کر فارغ نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھڑک اٹھے گا، اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا اور عثمان خان کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔..... اگر نکتن خان انکار کر دیتا ہے تو پھر تیسرا اور میرا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔..... اس وقت بابا میرا رشتہ عثمان کو اور تمہارا رشتہ نکتن کو اس لئے دینا چاہتا ہے کہ وہ عثمان خان کو علاؤ الدین خوارزم شاہ سے توڑ کر اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے۔ اس موقع پر اگر ہم نے انکار کر دیا تو یاد رکھنا ہمارا باپ اس رشتے کو بھی بھول جائے گا جو اس کے اور ہمارے درمیان ہے۔ اور ہم پر ایسی سختی کرے گا جس کا تم اندازہ بھی نہیں لگ سکتی ہو۔..... اس بناء پر تمہارے اور اپنے رشتے کے لئے ہاں کرنا ایک طرح سے میرا درست فیصلہ ہے اور مصلحت وقت بھی اسی میں ہے۔“

بہاں تک کہنے کے بعد وزن رکی، پھر سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”میری بہن! اگر عثمان خان نے میرا اور تمہارا رشتہ لینے سے انکار کر دیا تو سارا مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ تم جہیں فکر مند ہونے کی ضرورت ہو گی نہ میں پریشان ہوں گی۔ اور اگر اس نے میرے اور تمہارے رشتے کے لئے حامی بھر لی تو پھر ہم کوئی دوسرا قدم اٹھائیگی۔“

اس صورت میں کیرش، میری بہن! سب سے پہلے میں تمہارے یہاں سے بھاگنے کا کوئی نہ کوئی بندوبست کروں گی۔ میں چاہوں گی کہ تم کسی نہ کسی طرح یہاں سے بھاگ کر شہاب الدین کے پاس پہنچ جاؤ۔ وہاں تم محفوظ ہو جاؤ گی اور شہاب الدین کی ساقی کی حیثیت سے زندگن زندگی بسر کرو گی۔

جہاں تک میرا تعلق ہے تو مجھے یہ قربانی دینا ہو گی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی عثمان خان کی بیوی بنوں..... میں چاہتی ہوں جب عثمان خان سلطان علاؤ الدین



حاکم سرقد عثمان خان ایک روز اپنے چھوٹے بھائی نکتن اور دوسرے کچھ رفقاء کے ساتھ بیٹھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا کہ اے میں اُس کا ایک سالہ اس کے کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا پھر عثمان خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ ”خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کا داماد فونا یہاں آیا ہے اور آپ سے ملاقات کرنے کا خواہش مند ہے۔“

فونا کا نام سن کر عثمان خان اور اس کا چھوٹا بھائی نکسن دونوں چونکے تھے، لہو بھر کے لئے دونوں نے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر کوئی فیصلہ کیا۔ یہاں تک کہ عثمان خان اپنے اُس سالار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”فونا آگیا ہے یا اُس کے ساتھ کچھ ساتھی بھی ہیں؟“

اس پر سالار کہنے لگا۔

”اس کے ساتھ کافی مسلح ساتھی ہیں جنہیں ہمارا ایک سالار مستقر کی طرف لے گیا ہے۔ فوئاس وقت اکیلا ہے اور آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔“

عثمان خان کے پاس اس وقت جو اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے، ہاتھ کے اشارے سے اس نے انہیں فارغ کر دیا تھا۔ لہذا اس کا اشارہ پا کر ہی وہ وہاں سے نکل گئے تھے۔ جبکہ عثمان خان نے اپنے بھائی ننگن خان کو وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ دیا تھا، اس کے بعد عثمان خان اٹھا۔ جب وہ اس کمرے سے باہر نکلا تو باہر فوئاس کھڑا تھا۔ اسے دیکھتے ہی عثمان مسکرا دیا، آگے بڑھ کر اسے گلے لگا، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کمرے میں لے گیا۔ اسے دیکھتے ہی ننگن بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ ننگن بھی آگے بڑھ کر فوئاس سے گلے ملا، پھر دونوں بھائیوں نے فوئاس کو ان نشیمنوں کے درمیان بیٹھا لیا جہاں وہ

ہمیشہ آنکھیں بند کر کے اندر سے ہمدردی سے کام لیتے ہوئے ہمیشہ ہماری مخالفت ہی کی۔ اس بناء پر میں تمہیں سمجھنے کرتی ہوں کہ بھول کر اس بات کی بجھک بھی ماں کے کانوں میں نہ پڑنے دینا..... اگر ایسا تم کرو گی تو یاد رکھنا، شباب الدین سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤ گی۔ میرا یہ بھی اعزاز ہے اگر تم نے اس معاملے میں اماں سے مشورہ کرنے کی کوشش کی تو اماں سارا معاملہ بابا کے سامنے پیش کر دے گی۔ اور پھر تمہاری حالت بڑی اتر ہو گی۔ میں ابھی سے کہہ چکی ہوں کہ اگر تمہارے حالات بابا پر کھل گئے تو وہ تم پر پھر ہلچا دیں گے..... جہیں کہیں نہیں جانے دیں گے۔ اور اگر ایسا ہوا تو پھر تمہاری منزل شباب الدین بن مسعود نہیں رہے گا، لیکن ہو گا۔“

زوزن کی اس گفتگو نے کیرش مطہرین اور خوش ہو گئی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

”اچھا میری بہن! لعنت کیجیو اس معاملے پر..... راز ہم دونوں ہیئتیں آپس میں عیاں رکھیں گی۔ اماں سے اس سلسلے میں مشورہ نہیں کریں گی۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ اس کی ہینک ہماری بہن جانی اور اس کے شوہر فوتہ کو بھی نہیں ہونی چاہئے۔“

کیرش کے خاموش ہونے پر زوزن مسکرائی اور کہنے لگی۔

”تم ٹھیک کہتی ہو۔“

ساتھ ہی زوزان، کیش کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔
 ”اب ان باتوں کو بھول جاؤ..... آؤ اسطبل کی طرف چلیں کہ ہمارا گھوڑ دوڑ
 کا وقت ہو گیا ہے۔“

کپڑے نے وزن کے ان الفاظ سے اتفاق کیا تھا۔ جست لگانے کے انداز میں بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی پہلے دونوں بہنوں نے گھوڑ دوڑ کی تیاری کی، پھر وہ دونوں مطبل کا رخ کر رہی تھیں۔



-34-

Figure 1

51

فوتا کہ ان الفاظ پر لحد بھر کے لئے عثمان خان کے چہرے پر حیرت اور تعجب کا
آثار نمودار ہوئے، پھر اس نے ذوقی انداز میں اپنے بھائی نکتن کی طرف دیکھا
لگا ہوں ہی لگا ہوں میں دونوں بھائیوں نے کوئی فیصلہ کیا، اس کے بعد عثمان خان
بیمار میں پڑ گیا تھا۔ یہاں تک کہ فوتاً نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ

”اس وقت میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں ہے..... میں جس مقصد کے لئے آیا تھا اس میں کامیاب ہوا ہوں۔ لہذا میرے عزیز بھائی! میں یہاں قیام نہیں کروں گا، فوراً واپس جانا چاہوں گا اور گور خان سے جا کر کہوں گا کہ جو ہم اس نے میرے ذمے کی تھی، اسے میں نے کامیابی کے ساتھ سر کر لیا ہے۔“

عثمان خان نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔
 'وفنا! جو تجویز تم نے کر آئے وہ اچھی ہے۔ لیکن اس موقع پر میں بھی
 تجویز پیش کرتا ہوں، وہ ہے کہ پہلے میں تمہارے ساتھ اخلاط جاؤں گا۔ میرا بھائی
 یہیں رہے گا۔ ہری پوری خان سلطان تمہیں نہیں جانتی، لہذا اسے خبر نہیں ہو گی کہ
 مجھے سے ملنے آئے اور نہ اسے بتایا جائے گا کہ گور خان کا دادا یہاں آیا ہے۔'

اس پر عثمان خان نے تعجب سے فوتا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”فوتا! چند دن تو ہمارے ہاں رکو، قیام کرو۔ ہمیں خدمت اور تواضع کا موقع دو۔“

فوتا نے مسکراتے ہوئے ٹٹی میں گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

”میرے بھائی! نہ میں تمہکا ہوا ہوں نہ میرے ساتھی اور ہمارے گھوڑے بچیلی

منزل پر ہم آرام کر چکے ہیں..... میں ابھی یوں جاؤم دوں بھائیوں کے پاس

سے اٹھ کر واپسی کا سفر شروع کر دوں گا۔ تاہم اس موقع پر میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کیا

تم بھی میرے ساتھ اخلاط کا رخ کرو گے تاکہ تمہارے اور زوزن کے نکاح کا اہتمام کر

دیا جائے؟“

فوتا کے اس استفسار پر عثمان خان نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

”فوتا! اگر تم آج ہی جانے کا ارادہ کر چکے ہو تو پھر میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔

مجھے سمرقند سے اخلاط کی طرف جانے کے لئے چند دن کی مہلت چاہیے..... اس

سلسلے میں اپنی بیوی خان سلطان سے بات کر کے، اسے مطمئن کر کے اس کے بعد میں

اخلاط کا رخ کروں گا۔“

عثمان خان کے ان الفاظ کے جواب میں فوتا کہنے لگا۔

”عثمان خان! اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے اپنے ہاتھ سے ایک تحریر لکھ دو، جس

میں میرے ساتھ ہونے والی گفتگو کی تفصیل تحریر کر دو تاکہ وہ تحریر میں گور خان کو دکھا

کر اسے مطمئن کر سکوں..... اس طرح تمہاری طرف سے اس کا دل صاف ہو

جائے گا۔“

عثمان خان نے اسے قبول کر لیا۔ فوتا کو اس نے اپنے ہاتھ سے تحریر لکھ کر دی۔ یہ

تحریر اس نے گور خان کے نام لکھی جس میں اپنے ماضی کی غلطیوں کی معافی مانگنے کے

ساتھ ساتھ آئندہ کے لئے اس نے گور خان کا مصلح اور فرمانبردار رہنے کا عہد کیا تھا اور

ساتھ ہی اس کی بیٹی زوزن سے شادی کرنے پر بھی آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔

اس طرح فوتا وہ تحریر لے کر سمرقند سے واپس اخلاط کی طرف چلا گیا تھا۔

چند دن کا وقفہ ڈال کر عثمان خان بھی سمرقند کی طرف گیا۔ گور خان کی خدمت میں

حاضر ہوا اور اس سے اپنے گزشتہ رویے کی معافی مانگی اور گور خان نے خوش ہو کر اپنی

بیٹی زوزن کا نکاح اس سے کر دیا تھا لیکن نصیحت بعد میں کرنے کا وعدہ کیا۔ اس صورت

حال کو مؤرخین نے بڑی تفصیل کے ساتھ کچھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

”عثمان خان نے گور خان سے عداوت کا اظہار کیا۔ اس نے

گور خان سے بذریعہ خط و کتابت معذرت بھی کی۔ گور خان کو جو

سلطان علاؤ الدین کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی، اس پر رنج اور نفوس

کا اظہار کیا۔“

مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ:

”عثمان خان کی معذرت اور اس کے رویے کو گور خان نے

قبیحت جانا اور اپنی بیٹی کو اس کے نکاح میں دے دیا۔“

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

”عثمان خان اور گور خان کے بگاڑ کی وجہ یہی تھی کہ گور خان

نے عثمان خان کی شادی کی درخواست کو مسترد کر دیا تھا اور وہ ایک

طرح سے ناراض ہو کر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے مل گیا تھا۔

اب چونکہ گور خان کی بیٹی سے شادی کی اس کی دیرینہ خواہش پوری ہو

گئی تھی تو نکاح کے بعد جب وہ واپس سمرقند آیا تو اس نے سلطان

علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان سے نفرت کا اظہار کرنا

شروع کر دیا تھا۔“

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

”اس صورت حال کے نتیجے میں عثمان خان نے سلطان علاؤ

الدین خوارزم شاہ کی بیٹی سے بدسلوکی کرنا شروع کر دی۔ چنانچہ اس

بے گناہ لڑکی کی چان عثمان خان کے سلوک سے عذاب میں آ گئی

تھی۔“

”گور خان پر ضرب لگانے کے لئے یہ وقت، یہ موقع مناسب نہیں ہے.....“

مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین نے گورخان کے لشکر کو کبھی تڑو شہر سے کبھی بخارا اور کبھی سمرقند کے نواح میں بدرنگی دے دی۔ حتیٰ کہ اس نے جو ایک بہت بڑا لشکر اپنے داماد فوتا کی سرکردگی میں علاؤ الدین کی سلطنت میں داخل

ہے۔ لہذا ان حالات میں اگر ہم گور خان پر حملہ آور ہوتے ہیں تو یاد رکھئے گا، ہمیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس لئے کہ گور خان کی طاقت اور قوت تو پہلے سے کئی گنا زیادہ ہو چکی ہے، ساتھ ہی سرقد کا حاکم عثمان خان بھی اس کا ساتھ دے گا۔ لہذا ایسی صورت میں گور خان کے خلاف ہماری کامیابیوں کی بہت کم امید ہے۔“

یہاں تک کہتے کہتے کھلی خان کے بڑے سالار رشتہ خان کو کک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کھلی خان کی مملکت کا ایک اور امیر اپنی جگہ پر اٹھا اور رشتہ خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”رشتہ خان! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ اپنی جگہ درست ہے۔ اس موقع پر میں یہ کہوں گا کہ صرف گور خان نے ہی ہمارے کچھ علاقوں پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ہمیں مسلمانوں کے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کی طرف دیکھنا چاہئے، وہ بھی ہمارے بہت سے علاقوں پر قبضہ جمائے بیٹھا ہے۔ اگر گور خان نے اپنی طاقت اور قوت میں بے حد اضافہ کر دیا ہے تو پھر ہمیں ایسا کیوں نہ کرنا چاہئے کہ گور خان کے اپنے تعلقات ہجر اور رفیقانہ بنائے چاہئیں اور اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ پر ضرب لگائی چاہئے اور باطنی میں خوارزم شاہ نے ہمارے جن علاقوں پر قبضہ کیا تھا گور خان کی مدد سے وہ علاقے با آسانی ہم واپس لے سکتے ہیں۔“ جب وہ امیر یہاں تک کہنے کے بعد اپنی نشست پر بیٹھ گیا تب کھلی خان نے مسکراتے ہوئے اپنے سالار رشتہ خان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

”اب بولو رشتہ خان..... تم کیا کہتے ہو؟“

جواب میں رشتہ خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان چھیری اور کہنے لگا۔

”میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ پہلی بات یہ ہے کہ گور خان ہمارے ساتھ اتحاد کرے گا ہی نہیں۔ اگر کر بھی لے تو یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ ہم اور گور خان مل کر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کو ناقابلِ حلفی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور گور خان کی مدد سے اپنے مفتوحہ اور مقبوضہ علاقے واپس لے سکتے ہیں۔

اگر ایسا کرتے ہیں تو اس کے دو وعدہ شات انھیں گے۔ اگر ہم گور خان کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں اور ہمیں اور گور خان کو سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے خلاف کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں تو یاد رکھنا، ہمارے وہ علاقے جو بہت زرخیز اور پیداوار میں

اس میں کوئی شک نہیں، سلطان علاء الدین خوارزم شاہ سے مختلف موقع پر ٹکراؤ کے بعد اس کی عسکری طاقت میں ضعف آتا تھا لیکن یہ بھی تو دیکھیں کہ اس کی سلطنت کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی ہے..... اس کے علاقے ایک طرف صحرائے گوبی کو کس کرتے ہیں تو دوسری طرف ماورائے انہم کا سارا علاقہ اس کی گرفت میں ہے۔ اور پھر اسے اپنی عسکری طاقت بحال کرنے کا موقع بھی خوب ملا۔

جس وقت سرقد فتح کرنے کے بعد علاء الدین خوارزم شاہ خوارزم گیا تو سرقد کے حاکم عثمان خان کو بھی اپنے ساتھ لے گیا۔ وہاں اس نے عثمان خان کے ساتھ اپنی بیٹی کو بیاہ دیا اور کچھ عرصہ وہاں جشن منایا جاتا رہا۔ گور خان نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ اس دوران اس نے بالکل چپ کی چادر اوڑھ لی اور اندر ہی اندر اپنی عسکری طاقت اور قوت کو بحال کرتا رہا اور اب تک جو خبریں ہمارے خبر اس سے منتقلی لائے ہیں وہ یہ ہیں کہ گور خان نے اپنی عسکری طاقت پہلے سے دوگنی کر لی ہے اور اس کے علاوہ اسے جو بہت زیادہ تقویت ملی ہے وہ یہ کہ سرقد کا حاکم عثمان خان جس نے گور خان سے تعلقات منقطع کر کے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے ساتھ تعلقات بحال کئے تھے اور سرقد بھی اس کے حوالے کر دیا تھا، جواب میں خوش ہو کر خوارزم شاہ نے اپنی بیٹی خان سلطان کی اس سے شادی کر دی۔

لیکن اس کے بعد کے حالات پر بھی نگاہ رکھی جائے۔ اس صورت حال کو گور خان بھی زیرِ غور لایا۔ چونکہ کسی دور میں گور خان نے اپنی بیٹی کا رشتہ عثمان خان کو دینے کا وعدہ کیا تھا جب وہ اس وعدے سے پھر گیا اور اپنی بیٹی کا رشتہ عثمان خان کو دینے سے انکار کر دیا تب عثمان خان انتقامی طور پر علاء الدین خوارزم شاہ سے مل گیا۔

لیکن اب جو خبریں ہمارے پاس آئی ہیں جنہیں آخری خبریں کہا جا سکتا ہے وہ یہ کہ عثمان خان ایک بار پھر گور خان کے ساتھ جا ملا ہے، اسے اپنے ساتھ ملانے کے لئے گور خان نے اسے اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کی حامی بھر لی تھی اور جو خبریں ہمارے خبروں نے بتائی ہیں ان کے مطابق عثمان خان گور خان کے مرکزی شہر اخلاط گیا تھا۔ وہاں اس کا نکاح اس نے اپنی بیٹی سے کر دیا ہے لیکن غصے بعد میں ہو گیا۔ اب گور خان کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد عثمان خان واپس سرقد پہنچ گیا ہے اور اپنی بیوی یعنی سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان کو اس نے نکاح کرنا شروع کر دیا

کھلی خان نے اُسے ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ اس موقع پر کھلی خان کا دوسرا سالار داربگ تختار خان کے ہاتھں جانب تھا جبکہ کھلی خان کا چھوٹا بھائی بغرش خان اس کے دائیں جانب بیٹھا ہوا تھا لہذا وہ اپنی نشست پر بیٹھ کر دونوں سے صلاح مشورہ کرنے لگا تھا۔

تینوں کچھ دیر تک رازدارانہ اعزاز میں گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد پہلے کی طرح تختار خان اپنی نشست پر اٹھ کھڑا ہوا اور کھلی خان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میں نے اپنے ساتھیوں داربگ اور بغرش خان کے سامنے ایک تجویز پیش کی تھی۔ میں ان دونوں کا شکر گزار ہوں کہ میری اس تجویز سے ان دونوں نے مکمل طور پر اتفاق کیا ہے اور میں بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر تم اس تجویز پر عمل کریں تو گور خان ہی نہیں، مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف بھی ہماری کامیابی اور کامرانی یقینی ہے۔“

اپنے سالار اعلیٰ تختار خان کے ان الفاظ پر کھلی خان بے حد خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ کچھ دیر سکراتا رہا، پھر خوش کن انداز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”تم نے جو تجویز داربگ اور بغرش خان کے سامنے پیش کی ہے، میں بھی سنوں۔“

”کہہ دیا ہے؟ اور اس میں ہماری کس قدر بھلائی اور بہتری ہے۔“

کھلی خان کے خاموش ہونے پر تختار خان نے کہا شروع کیا۔

”آپ جانتے ہیں کہ سرحد کے حاکم عثمان خان نے گور خان کی بیٹی سے نکاح کر لیا ہے۔ یہ کوئی چھوٹا نہیں، ایک بہت بڑا فیصلہ ہے۔ گور خان کی بیٹی سے نکاح کر کے عثمان خان نے ایک طرح سے آگ اور خون کے بیجھان کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ ساتھ ہی ہمارے تجربے بھی خرابیں لائے ہیں کہ گور خان کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد عثمان خان اپنی بیوی یعنی علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی کو نکاح کرنے لگا ہے۔ اس پر اس نے ظلم اور جور وادارکتا شروع کر دیا ہے اور یہ ساری باتیں ہمارے حق میں جاتی ہیں۔“

علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی کو میرے خیال میں ابھی تک خبر نہیں ہے کہ عثمان خان نے گور خان کی بیٹی سے نکاح کر لیا ہے۔ جس دن اُسے اس کی خبر ہوگئی تو وہ زیادہ دن تک عثمان کے سخت رویے کو برداشت نہیں کرے گی۔ وہ پہلا قدم یہ اٹھائے

فرہمست ہیں اور جو اس وقت گور خان کے قبضے میں ہیں وہ تو گور خان کے پاس ہی رہیں گے۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس جو ہمارے علاقے ہیں وہ پیدادار کے لحاظ سے بہت اچھے ہیں لیکن گور خان کے ساتھ مل کر جب ہم اپنے علاقے واپس لیں گے تو یاد رکھیں کہ گور خان ان علاقوں میں سے ہم سے کچھ علاقے حاصل کرنے کا تقاضا کرے گا۔ ساتھ ہی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو اپنے سامنے ذریعہ کرنے کے لئے وہ ہم سے کسی بڑی رقم کا تقاضا بھی کر سکتا ہے۔

یہ پہلا خدشہ ہے۔ دوسرا خدشہ یہ ہے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس کافی بڑا لشکر ہے اور ایک اچھا لشکر رکھنے کے ساتھ ساتھ علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس بڑے عمدہ اور نایاب قسم کے سالار ہیں۔ وہ کوئی نہ کوئی حربہ استعمال کر کے ہمیں اور گور خان دونوں کو شکست دے سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھیں کہ گور خان تو اپنے علاقوں کی طرف بھاگ جائے گا۔ اس سے علاؤ الدین خوارزم شاہ بعد میں بچے گا۔ چونکہ ہم نے گور خان سے اتحاد کر کے علاؤ الدین خوارزم شاہ پر چڑھائی کی ہوگی لہذا علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنا غصہ، اپنا غضب فرو کرنے کے لئے پہلے ہمیں اپنی غضب ناک کا ہدف بنائے گا اور ایسا ہدف بنائے گا کہ ہمارے علاقوں میں دور تک ترک تاز کرتا چلا جائے گا۔ اس لئے کہ جب ہم اس کے ہاتھوں شکست اٹھا جائیں گے تو کہیں بھی ہم اس کی راہ نہ روک پائیں گے۔ اس لئے خدشہ ہے کہ وہ ہمارے علاقوں کے اندر دور تک پھیلنا کرتا ہوا ہمارے مرکزی شہر تک پہنچ سکتا ہے۔ اور اگر ایسا ہوا تو یاد رکھیں کہ علاؤ الدین کی وجہ سے ہماری مملکت کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔“

یہاں تک کہتے کہتے تختار خان کو ذکاوت چا پڑا۔ اس لئے کہ کھلی خان بڑے فور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اگر تمہیں یہ دونوں تجویزیں قبول نہیں ہیں تو پھر تم خود ہی کہو کہ اس موقع پر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

جواب میں تختار خان نے لمحہ بھر کے لئے کھلی خان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں تمہاری دیر کے لئے اپنے ساتھی سالار داربگ اور آپ کے بھائی بغرش خان سے صلاح مشورہ کر لوں۔ اس کے بعد میں بتاتا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔“

خوارزم شاہ فتح مند ہوتا ہے، فتح کے بعد گور خان سے اپنی شرائط منوانے کے بعد جب وہ واپس خوارزم چلا جائے گا تب حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں گے، گور خان پر چڑھ دوڑیں گے..... علاؤ الدین خوارزم شاہ سے ٹکرانے کی وجہ سے گور خان کی طاقت کمزور ہو چکی ہوگی۔ لہذا ہم گور خان سے نہ صرف اپنے مفتوحہ علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ گور خان سے کچھ ایسی شرائط منوانے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے جس میں ہمارے لئے سود مندی ہو۔

اس کے بعد حالات کو دیکھتے ہوئے ہم دو قدم اٹھا سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اپنی اور علاؤ الدین خوارزم شاہ کی عسکری قوت کا موازنہ کریں گے۔ اگر اس طاقت کا توازن ہمارے حق میں ہوا تو علاؤ الدین خوارزم شاہ سے براہ راست ٹھکرائیں گے اور گور خان کی طرح اس سے بھی اپنے علاقے واپس لے کر دیں گے۔ اور اگر ہم نے یہ دیکھا کہ اس موقع پر فتح علاؤ الدین خوارزم شاہ سے ٹکرانا ہمارے لئے سود مند نہیں ہے تو پھر ہم گور خان کو زیر کرنے کے بعد اسے اپنے ساتھ ملا لیں گے۔ صرف اپنے علاقے اپنے پاس رکھیں گے، باقی علاقے واپس کر دیں گے۔ اس طرح اس کا دل ہماری طرف سے صاف ہو جائے گا اور اسے ساتھ ملا کر علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ ایسی صورت میں یقیناً ہم علاؤ الدین خوارزم شاہ سے اپنے علاقے واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مختار خان کچھ دیر تک سوالیہ سے اعزاز میں کھلی خان کی طرف دیکھتا رہا۔ جواب میں کھلی خان ابھی تک مسکرا رہا تھا۔ پھر مختار خان اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ اس کمرے میں تاریخوں کے بادشاہ کھلی خان کی آواز سنائی دی نہ تھی۔

”مختار خان! جو کچھ تم نے کہا ہے اس سے تمہاری جائداری اور فداکاری، تمہاری حب الوطنی اور وطن پروری کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ میں تمہاری اس تجویز سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ اب ہم انتظار کرتے ہیں اور تمہاری تجویز کے مطابق عمل کرتے ہوئے ایک طرف خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان سے، دوسری طرف مسلمانوں کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے اپنے علاقے واپس لینے کی کوشش

ہے کہ عثمان خان کو اس کے روپے کے سامنے ترکی بہ ترکی جواب دے سکتی ہے اور اگر اس نے اپنے شوہر کی عزت کا خیال رکھتے ہوئے خود ایسا نہ کیا تب وہ پورے حالات کی اطلاع اپنے باپ کو کر سکتی ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس روز علاؤ الدین خوارزم شاہ کو یہ خبر ہوگی کہ عثمان خان نے گور خان کی بیٹی سے نکاح کرنے کے بعد اس کی بیٹی کے ساتھ سخت رویہ شروع کر دیا ہے، اس پر اس نے مظالم روا رکھے شروع کر دیے ہیں تو وہ عثمان خان کے اس روپے کو کسی بھی صورت برداشت نہیں کرے گا۔ بلکہ میں کہتا ہوں وہ آگ بگولا ہو جائے گا..... ہو سکتا ہے پہلے وہ عثمان خان کو سمجھائے کی کوشش کرے اور اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرے لیکن عثمان خان اب دور جا چکا ہے۔ علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بات نہیں مانے گا۔ اگر ایسا ہوتا ہوتا تو اس کی بیٹی سے وہ سخت رویہ شروع نہ کرتا۔ لہذا عثمان خان کے سخت رویے کی وجہ سے حالات میں بہت بڑی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد مختار خان رکا، کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

”سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی خان سلطان جب عثمان خان کے اس رویے کی شکایت اپنے باپ سے کرے گی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں علاؤ الدین خوارزم شاہ عثمان خان پر چڑھ دوڑے گا۔ ایسی صورت میں خطا کے ترک یقیناً خوارزم شاہ کے مقابلے میں عثمان خان کی مدد کو نکلیں گے۔ اس مقصد کے لئے اگر گور خان خود نہ آیا تو اپنے کسی بہت بڑے لشکر سے وہ عثمان خان کی مدد ضرور کرے گا۔ جب ایسا ہو گا تو یاد رکھئے گا مسرتد کے نواح میں علاؤ الدین خوارزم شاہ اور گور خان کے لشکر آپس میں ٹھکرائیں گے۔ دونوں ایک دوسرے کو زیر کرنے کے لئے اپنی پوری طاقت اور قوت صرف کر دیں گے۔ امکان ہے کہ اس ٹھکرائے کے نتیجے میں علاؤ الدین خوارزم شاہ فتح مند ہو کر نکلے گا۔ اس لئے کہ ماضی میں کئی مواقع پر وہ گور خان کے لشکریوں کو شکست دیتا رہا ہے اور اس کی ایک بہت بڑی وجہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ گور خان کی نسبت علاؤ الدین خوارزم شاہ کے پاس بہتر اور انتہائی آزمودہ کار، دلیر اور جانشین سالار ہیں جو نہ صرف تجربہ کار اور تاجر بہ کار دونوں قسم کے لشکریوں سے کام لیتا بہتر جانتے ہیں بلکہ ناممکن کو ممکن بنانے کی ہنر مندی سے لیس ہیں۔

اس موقع پر ہم ایک قدم اٹھا لیں گے..... اگر اس جنگ میں علاؤ الدین

کریں گے۔“

کھلی خان کے ان الفاظ سے اس کے سارے سالار ہی نہیں، دوسرے علماء و
سلطنت بھی مطمئن اور خوش ہو گئے تھے۔
پھر کھلی خان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا۔

★.....★



سہ پہر کے قریب روزن تیز قدم اٹھاتی ہوئی کیرش کے کمرے میں داخل
ہوئی تھی۔ اس کے چہرے سے فکر مندگی اور پریشانی صاف دیکھی جاسکتی تھی۔
اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے کیرش خود بھی فکر مند ہو گئی تھی وہ جس نشست پر بیٹھی ہوئی
تھی اس نشست پر کھڑی ہو گئی اور بڑی فکر مندی سے روزن کی طرف دیکھنے لگی تھی۔
کمرے میں داخل ہونے کے بعد روزن نے دروازے کے دونوں پٹ بند کر
دیئے تھے۔ تیزی سے آگے بڑھی، ایک نشست پر بیٹھ گئی۔ ساتھ ہی کیرش کے شانے پر
ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔ اس موقع پر روزن گفتگو کا آغاز کرنا
چاہتی تھی کہ بڑی رازداری میں کیرش نے اُسے مخاطب کیا۔

”روزن، میری بہن! خیریت تو ہے۔۔۔۔۔۔ تمہارا چہرہ، تمہاری آنکھیں صاف
بتاتی ہیں کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے یا پیش آنے والا ہے۔“
کیرش کے خاموش ہونے پر روزن کہنے لگی۔

”کیرش، میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے۔۔۔۔۔۔ واقعی ایک غیر معمولی
واقعہ پیش آنے والا ہے۔ دیکھو، ابھی تھوڑی دیر پہلے بابا، اماں، جانیسی اور بھائی فونا کے
درمیان گفتگو ہو رہی تھی۔ میں ان کے درمیان تو نہیں بیٹھی ہوئی تھی لیکن اس کمرے
سے باہر کھڑے ہو کر ان کی ساری گفتگو سن رہی تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ کل
ایک قاصد سمرقند کی طرف روانہ کیا جائے گا۔ وہاں سے نکلن کو یہاں بلا دیا جائے گا۔ اس
سے تمہارے نکاح کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ لہذا میں تم سے کہتی ہوں کہ کل اس کے وہ
موقع آئے۔ اپنی جان ان لوگوں سے بچا کر بھاگ جاؤ۔ سیدہ خوارزم کا رخ کرو۔
شہاب الدین بن مسعود ان دنوں وہیں ہے، اس کے پاس جا کر اُسے اپنی زندگی کا

کیرش نے ان الفاظ سے زورن بھی خوش ہو گئی تھی۔ لہذا اپنی جگہ سے اٹھ کر وہ دائیں بائیں دیکھتی ہوئی اپنی خواب جگہ کی طرف چلی گئی تھی۔



اس گفتگو نے کیرش کو فکر مند اور پریشان کر دیا تھا۔ تاہم وہ اپنے کمرے میں ہی پڑی رہی۔ ایک ہی فریخین میں اس نے اپنا سامان ڈال کر اپنی تیاری مکمل کر لی تھی۔ شام سے تھوڑی دیر پہلے وہ لوگوں کی نگاہیں بچا کر اصل کی طرف گئی، فریخین وہاں رکھی، پہلے کھڑے پر زین ڈالی پھر فریخین کو بھی زین سے باندھا، کھڑے پر سوار ہوئی اور پھر کھڑے دوڑ کے لئے نکل گئی۔

جس جگہ کیرش اور زورن ہر روز اپنے کھڑوں کو دوڑایا کرتی تھی، کیرش کچھ دیر تک اپنے کھڑے کو ابھر اُدھر دوڑاتی رہی۔ جب سورج مغرب کی طرف چمکنے لگے تو سرفی مائل ہونے لگا تب کیرش نے اپنے دائیں بائیں دیکھا، پھر کھڑے کو ابڑ لگا کر اخلاط شہر سے باہر ہی باہر اسے سرپٹ دوڑاتی ہوئی وہ اس شاہراہ کا رخ کر رہی تھی جو دریائے آموی کی طرف جاتی تھی۔

جس وقت درمغرب میں سورج غروب ہو رہا تھا اور دریائے آموی کی طرف جاتی ہوئی شبیلی شاہراہ پر روشنی اپنے دامن کو مکمل طور پر سمیٹتی ہوئی سائوں کو دور کر رہی تھی، کیرش اپنے کھڑے کو سرپٹ دوڑاتی ہوئی اخلاط شہر سے لگ بھگ دو فرسنگ کے فاصلے پر گئی ہوگی کہ اچانک اس کے سامنے شاہراہ پر کچھ سوار نمودار ہوئے اور اس کی راہ روک کھڑے ہوئے۔

یہ صورت حال کیرش کے لئے غیر متوقع تھی۔ اپنے کھڑے کی بائیں کھینچے ہوئے کیرش نے اسے روک لیا۔ راہ روکنے والوں کو وہ پہچان گئی تھی۔ وہ اس کے باپ کے محافظ دستوں کے لشکر ہی تھے۔ اس موقع پر غصے اور غضب ناک کی اظہار کرتے ہوئے کیرش اپنا ہاتھ اپنی ٹکوار کے دستے پر لے گئی۔ تب راہ روکنے والوں میں سے ایک انتہائی نرمی سے اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”میری بہن! ہم تمہارے دشمن نہیں..... لیوں جانو، ہم تمہارے محافظ ہیں۔ اپنا ہاتھ اپنی ٹکوار کے دستے پر نہ لے جاؤ۔ ہم خود سے ادھر نہیں آتے، تمہارے بابا کو کسی نے اس طرح تمہارے بھاگنے کی خبر کر دی تھی۔ لہذا اس نے پہلے سے ہی ہمیں

ساتھی بنا لیا اور اس کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرتا۔“ یہاں تک کہنے کے بعد زورن رکی، پھر پہلے کی نسبت بڑے رازدارانہ انداز میں کہنے لگی۔

”آج شام سے کچھ پہلے تم کھڑے دوڑ کے لئے اکیلے نکلتا..... میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ کھڑے دوڑ پر نکلنے سے پہلے ایک جڑی فریخین میں اپنی ضرورت کا سارا سامان اور قاتو پکڑے ڈال لینا اور اسے کھڑے کی زین کے ساتھ باندھ کر کھڑے دوڑ کے لئے نکلتا۔ کچھ دیر تک حسب سابق اپنے کھڑے کو دوڑاتے رہنا، پھر اس کا رخ موڑ کر دریائے آموی کا رخ کرنا اور جس قدر جلد ممکن ہو، دریا کو پار کر کے خوارزم کی طرف چلی جانا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد زورن رکی، پھر کہنے لگی۔

”کیرش، میری بہن! اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھنا، گفتگو میں نے پایا، اہاں، فوٹا اور جاکسی کے درمیان سنی ہے اس کے مطابق وہ ہر صورت میں تمہارا نکاح کھٹکن سے کرانے کی کوشش کریں گے۔ ان کی گفتگو سے مجھے یہ بھی اشارے ملے ہیں کہ شاہ بابا کو اس بات کی بھگ پڑ گئی ہے کہ تم کھٹکن سے شادی کرنے پر رضامند نہیں ہوگی۔ لہذا اس سلسلے میں بابا اپنی بات منوانے کے لئے یقیناً تم پر سختی اور جبر کریں گے۔ کیا اس زبردستی اور جبر کے سامنے تم جھک کر شاہاب الدین کی بجائے کھٹکن کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کی رضامندی کا اظہار کر دو گی؟“

زورن کے ان الفاظ پر کیرش غصے میں بھر گئی تھی، کہنے لگی۔

”زورن، میری بہن! ایسی باتیں کرتی ہو؟ میری زندگی کی منزل شاہاب الدین ہے، کھٹکن نہیں۔ شاہاب الدین کو حاصل کرنے کے لئے میں تمہارے ساکر میں بھگ چلاؤں گا سکتی ہوں لیکن کھٹکن کے ساتھ سرقد کا رخ نہیں کر سکتی۔ میری بہن! اٹھ تمہاری منومن اور شہر گزار ہوں کر رونا ہونے والے حالات سے پہلے ہی تمہارے بھگ آگاہ کر دیا ہے..... اب تم لوگوں کی نظریں بچا کر اپنے کمرے کی طرف چلی جاؤ۔ میں چاہتی ہوں کہ جب میں یہاں سے بھاگوں تو میرے بھائی کے سلسلے میں تم شہ نہ کیا جانے اور اس سلسلے میں، میں نہیں چاہتی کہ تم پر کوئی حرف آئے۔ بہر حال تمہاری اس تجویز کے مطابق میں آج یہاں سے بھاگ نکلوں گی۔“

عین اسی وقت گور خان اور اس کی بیوی دونان قعر کے ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر دونان نے عجب سی پریشانی میں گور خان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

”آپ کو کیسے خبر ہو گئی کہ کیرش مسلمانوں کے سالار شہاب الدین بن مسعود کو پسند کرتی ہے اور نکاح کے ساتھ رشتہ جوڑنے کے لئے قطعی تیار نہیں ہو گی اور بھاگ کھڑی ہو گی؟“

دوران کے اس انتشار پر گور خان کے چہرے پر ہلکا سا غم نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔
 ”ہماری مملکت کے اندر کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے تھے جنہوں نے مجھے شک و
 شبہ میں مبتلا کر دیا تھا لہذا میں نے اپنے سالار کے ذمے یہ کام لگایا تھا کہ وہ یہ جاننے
 کی کوشش کرے کہ ہمارے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کے لئے کون کام کرتا ہے؟.....
 اس سالار نے اپنے مخصوص ساتھیوں کے ساتھ تحقیق کرنے کے بعد چند روز پہلے مجھے
 پوری تفصیل بتا دی تھی۔ اس بناء پر میں محتاط ہو گیا تھا لیکن میں نے تم سے ذکر نہیں کیا
 تھا۔ میں چاہتا تھا کہ علیٰ طور پر کچھ ہو، پھر جنہیں اعتماد میں لوں۔

تمہیں یاد ہوگا کہ علاء الدین خوارزم شاہ نے اپنا ایک سفیر میری طرف بھیجا تھا جو رات ہی رات بھاگ گیا تھا۔ اسے بھاگنے میں کیرش نے مدد دی تھی اور اس مدد میں ہماری دوسری بیٹی زوزن بھی شامل تھی۔ یہ بات مجھے میرے بچپن سے یاد ہے۔ اس کے علاوہ خبروں نے مجھے یہ بتا دیا ہے کہ جس وقت علاء الدین خوارزم شاہ نے ترمذ پر حملہ کیا تھا تو یہ دونوں بہنیں خاص مقصد کے تحت لشکر میں شامل ہوئی تھیں۔ جس وقت ہمارے لشکر کو شکست ہوئی تھی تو یہ بھاگ سکتی تھیں لیکن جان بوجھ کر یہ امیر ہوئیں اور اسی امیری کے دوران ان دونوں بہنوں نے شہاب الدین سے ملاقات کر کے طویل گفتگو کی تھی۔ مسلمانوں کے سفیر کے ہاتھ ہی کیرش نے شہاب الدین مسعود کو پیغام بھیجا تھا کہ ہمارا ایک لشکر تانیکو کی سرکردگی میں سرحد اور دوسرا فونا کی سرکردگی میں خوارزم شاہ کے علاقوں کا رخ کرے گا..... لہذا اس کے پیغام کے جواب میں شہاب الدین ایک لشکر لے کر نکلا اور فونا کو شکست دی اور ہمارے سارے مقاصد پر مبنی پھیر کر رکھ دیا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان رکا، پھر انتہائی دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے

تہجاری راہ روک کر جھیں پڑ کر اس کے پاس لے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ لہذا ہم حکم کے پابند ہیں۔ میں مجبور نہ کرنا کہ تم ہم پر سختی کریں۔ حالانکہ تمہارے باپ نے ہمیں اجازت دے رکھی ہے کہ اگر تم ہماری بات نہ مانو تو ہم سختی اور جبر سے کام لیتے ہوئے جھیں پڑ کر اس کے پاس لے جائیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تم عزت اور احترام کے ساتھ ہماری راہ مان رہے ہوئے واپس اخلاط شہری طرف چلو۔

یہ صورت حال کیرش کے لئے بڑی افسردہ اور مایوس کن تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسے بھاگنے نہیں دیں گے۔ لیکن اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ اس کے بھاگنے کی خبر اس کے باپ کو کیسے ہو گئی؟ کچھ سوچتے ہوئے اس نے اپنی تلوار کے دسے سے ہاتھ ہٹایا، پھر اس نے اپنے گھوڑے کی بائیں کھینچتے ہوئے اسے موڑ لیا تھا۔ اس طرح راہ روکنے والے وہ مسلح جوان کیرش کو اپنے نرختے میں لے کر اغلاظ شہر کا رخ کر رہے تھے۔

”اسلحہ جو ان کی کیش کو اغلاط کے قعر میں لائے۔ کیش جب اپنے گھوڑے سے اتری تب کچھ جوان اس کے ارد گرد گھومے ہوئے۔ پھر ان میں سے ایک کہنے لگا۔
 ”آج یہاں تھوڑی دیر رکیں۔ فی الحال آپ جا نہیں سکتیں۔“

کیرش عجیب سے کش مکش میں جلتا تھی۔ وہاں رک گئی۔
اس موقع پر ایک مسلح جوان آگے بڑھا۔ اس کے گھوڑے کو پکڑ کر اس نے اسٹبل
میں باغھ دیا تھا۔ اس کا دھنا اور زین اتار دی تھی۔ ساتھ ہی زین کے ساتھ بندھی
ہوئی کیرش کی خنجریں بھی کھول لی تھی۔ پھر وہ کیرش کو لے کر قصر کے عجبی صے کی طرف
گئے۔ وہ کیرش کو اس کی خواب گاہ کی طرف لے کر نہیں گئے تھے۔ مسلح جوانوں نے
قصر کے پشتی صے میں ایک کمرہ کھولا جس کا دروازہ زعمان کے دروازوں کی طرح آٹلی
سلاخوں جیسا تھا۔ شاید یہ کمرہ شاہی قیدیوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ کمرے کے
اغیر آرام کرنے اور ضروریات کا دوسرا اپورا سامان تھا۔

کیرش چپ تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ اس کی حیثیت اس کرے میں ایک قیدی کا سی ہوگی۔ جو لشکر اس کی خربین اٹھائے ہوئے تھا وہ بھی کرے میں داخل ہوا اور کرے کے اندر جو سمہری لگی ہوئی تھی خربین اس نے اس کے اوپر رکھ دی۔ پھر سب وہاں سے چلے گئے۔ ان میں سے ایک نے کرے کو باہر سے قفل لگا دیا تھا۔

جائے گا۔ اگر وہ اس رشتے سے انکار کرے تو پھر اسے صاف بتا دینا کہ موت کے علاوہ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گور خان رکا، پھر دوبارہ بڑے غور سے اپنی بیوی دوتان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”تم ابھی اور اسی وقت کیش کے پاس جاؤ۔ رونا ہونے والے پرے حالات سے اُے آگاہ کرو، پھر میری طرف سے اسے پیغام دینا کہ اب اس کے سامنے دُعا راتے ہیں، ایک راستہ نکلن کی بیوی کی حیثیت سے سمرقند کی طرف جاتا ہے اور دوسرا راستہ قبرستان کا رخ کرتا ہے..... ان دونوں راستوں میں سے جس کا وہ چاہے انتخاب کر لے، ہم اسے اسی راستے پر روانہ کر دیں گے۔“

گور خان جب خاموش ہوا تب دو تان کچھ دیر تک دکھ بھرے انداز میں بیٹھی رہی، پھر انتہائی تاسف آمیز انداز میں کہنے لگی۔

”میں خیران، پریشان اور فکرمند ہوں کہ میری یہ دونوں بیٹیاں اس قدر بڑا قدم اٹھا سکتی ہیں۔ اپنے باپ، اپنی سلطنت کے خلاف سازش کر سکتی ہیں۔ اگر آپ نے منع نہ کر دیا ہوتا تو میں اس سلسلے میں جتنی کے ساتھ وزون سے ہی بات کرتی۔ ٹھیک ہے میں وزون کو سب سے زیادہ پسند کرتی ہوں اور وہ شروع سے ہی میری پسندیدہ اور ہر لحاظ پر جتنی رہی ہے۔ لیکن اس کا یہ غلط نہیں کردہ کیش کے ساتھ مل کر اپنی سلطنت اور اپنے باپ کے خلاف اتنا بڑا قدم اٹھانے اور ہم بالکل اس کی اس حرکت کو فراموش کر دیں۔ بہر حال آپ کے کہنے کے مطابق میں وزون سے تو کوئی بات نہیں کروں گی، کیش سے اس موضوع پر ضرور بات کرتی ہوں۔ اسے سمجھانے کی کوشش کروں گی۔ اگر نہ سمجھی تو پھر میں سمجھوں گی موت اس کا مقدر ہے اور اس سلسلے میں، میں پوری طرح آپ کے ساتھ ہوں۔“

دونان کی اس گفتگو سے گورخان خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے آواز دے کر اپنے چوہدار کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ کچھ مسلح جوانوں کو دونان کے ساتھ اس کمرے میں بھیجے جس میں کیرش کو رکھا گیا تھا۔ اس پر چوہدار دونوں کو تعظیم دیتا ہوا باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد اپنے ساتھ کچھ مسلح جوانوں کو لے کر آیا اور پھر کیرش کی ماں دونان اُن مسلح جوانوں کے ساتھ اس کمرے کی طرف ہوئی جس کے اندر کیرش کو رکھا گیا تھا۔

ہوئے کہنے لگا۔

”میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہیری پٹیل میں میرے علاوہ میری مملکت کے خلاف کام کرنا شروع کر دیں گی۔ اس موقع پر میں دوزن سے کوئی باز پرس نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ اس کا نکاح عثمان خان سے ہو چکا ہے۔ لیکن اب میں اسے زیادہ دن یہاں نہیں رکھوں گا۔ چند دن تک اسے بھی مسرتقد روانہ کر دوں گا۔ وہ اپنے شوہر کے پاس جا کر رہے۔ اگر میں اس کے خلاف حرکت میں آتا ہوں تو پھر بات بگڑ جائے گی۔ عثمان خان بھی میرے خلاف ہو جائے گا۔ لہذا دوزن کی ان ساری حرکات کو میں فراموش کرتے ہوئے چند دن تک کچھ مسلح دستوں کے ساتھ مسرتقد کی طرف روانہ کر دوں گا۔“

جہاں تک کیرش کا تعلق ہے تو اسی کے سلسلے میں، میں نے تمہیں بتایا ہے۔ کیرش میری بیٹی ہے۔ چھوٹی بیٹی کی حیثیت سے وہ ہمیشہ مجھے سب سے زیادہ عزیز رہی ہے۔ میری بیٹیوں میں سے کیونکہ وزون سب سے زیادہ خوبصورت، دراز قد اور اعلیٰ شخصیت کی مالک ہے اور میں جانتا ہوں تم اپنی بیٹیوں میں وزون ہی کو سب سے زیادہ پسند کرتی ہو۔ لہذا جو گفتگو میرے اور تمہارے درمیان ہو رہی ہے اس کا ذکر کبھی صورت وزون سے نہ کرنا۔ اس پر ہم نے یہ غلطی کرتے ہو جیسے وہ اس کام میں ملوث ہی نہیں ہے۔ ہم دونوں نے مل کر ایک طرح سے کیرش کو برا راست پر لانا ہے۔ وہ میری بیٹی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ برے اور بدترین حالات کا سامنا کرے۔

میں کل کچھ قاصد سرحد کی طرف روانہ کروں گا اور وہاں مٹھان خان کو پیغام بھیجوں گا کہ وہ اپنے بھائی ننگن کو ہمارے پاس بھیج دے۔ اس کی آمد پر ننگن اور کیرش کے تلاح کا اہتمام کر دیا جائے گا۔ اب تم میرے کہنے پر کیرش کے پاس جاؤ، اسے سمجھاؤ کہ جو کچھ ہوا اسے بھول جائے۔ ہم بھی اس پر مٹی ڈال دیں گے۔ اس نے اپنی حکومت اور اپنے باپ کے خلاف جو کچھ کیا اسے ہم فراموش کر دیں گے بشرطیکہ وہ ننگن کے ساتھ رشتہ جوڑنے پر اپنی آبادی اور خوشی کا اظہار کر دے۔

جب تک کلن یہاں نہیں آتا اس وقت تک کیرش اس زمانہ نما کرے میں رہے گی۔ ہاں، کلن کی آمد تک اگر وہ اس کے ساتھ رشتہ جوڑنے پر آمادہ رہی، پھر یہ رشتہ جوڑ کر کلن کے ساتھ کیرش اور روزن دونوں کو محافظہ دستوں کے ساتھ روانہ کر دیا

طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

”ماں! یہ تم کسی قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟..... میں یہ کیسے سمجھ لوں کہ شہاب الدین مسعود نام کا کوئی شخص تھا ہی نہیں؟ جبکہ وہ میرے دل، میرے دماغ، میرے جذبات، میرے احساسات پر حاوی ہے۔ اہاں! میرا مستقبل نکلن سے نہیں شہاب الدین بن مسعود سے وابستہ ہے۔“

اس موقع پر دوتان نے پہلے بڑی نرمی، بڑی محبت سے کافی دیر تک کیرش کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن جب کیرش نے اس کی ہر بات ماننے سے انکار کر دیا تب دوتان بھی غصے پر اتر آئی اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”مجھے امید تھی کہ تم میرا کہاں مان جاؤ گی..... جو کچھ میں کہوں گی اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ گی۔ لیکن تم دھری دھری اور ضد پر قائم ہو۔ اور یاد رکھنا جو فیصلے ہم دھری پرہرہ کر کے جاتے ہیں ان پر ہمیشہ چھٹانا پڑتا ہے۔

اب تمہارے باپ نے تمہارے سامنے صرف دو راستے رکھے ہیں ایک راستہ نکلن کے ساتھ سمرقند کی طرف جاتا ہے اور دوسرا قبرستان کا رخ کرتا ہے۔ تمہارے باپ کا تمہارے لئے حکم ہے کہ ان دو راستوں میں سے تم جس راستے کا چاہو انتخاب کر لو۔“

اپنی ماں دوتان کے ان الفاظ پر کیرش کے چہرے پر غلج سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کہنے لگی۔ ”ماں! اگر مجھے ہزار بار بھی زندگی طے جب بھی میں نکلن کے ساتھ سمرقند کی طرف جانے سے انکار کر دوں۔ اگر مجھے زمان میں رکھ کر نکلن کو بلایا گیا اور میرا نکاح زبردستی اس سے کرانے کی کوشش کی گئی تب بھی میں چیخ چیخ کر، چلا چلا کر سب سے کہوں گی کہ میں نکلن کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے اور سامنے کے لئے تیار ہی نہیں۔ اگر مجھے زبردستی اس کی زندگی کا ساتھی بنا بھی دیا گیا تو ماں! ایک بات واپس جا کر بابا سے کہہ دینا کہ جس روز ایسا ہوا، اس روز میرے اور نکلن دونوں میں سے کسی کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ یا تو میں نکلن کا خاتمہ کر دوں گی یا نکلن مجھے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کیرش رکی، پھر پہلے سے بھی زیادہ غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے دوتان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

دوتان مسلح جوانوں کے ساتھ اس کمرے کے سامنے آکر رکی، ایک مسلح جوان نے لوہے کی سلاخوں پر مشتمل دروازے کا قفل کھولا۔ دوتان اندر داخل ہو گئی۔ اس وقت کیرش انتہائی افسردہ حالت میں مسکری پر لیٹ ہوئی تھی۔ اپنی ماں کو آتے دیکھ کر وہ بیٹھ گئی تھی..... مسلح جوان دروازے کے سامنے سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے تھے۔

دوتان آگے بڑھی، مسکری پر بیٹھ گئی۔ پہلے کیرش کو اپنے ساتھ لپیٹا، اس کا منہ اور سر چوما۔ اس موقع پر کیرش نے کسی رد عمل کا اظہار نہ کیا تھا۔ پھر دوتان نے گفتگو کا آغاز کیا اور کیرش کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”بچی! تو نے یہ کیا کیا کہ اپنے بدترین دشمن شہاب الدین بن مسعود کے ساتھ اپنی محبت کے تعلقات کو استوار کیا اور اس کی خاطر اپنے باپ اور اپنی مملکت کو نقصان پہنچانے کی ٹھان لی۔“

اس کے بعد دوتان نے تھوڑی دیر پہلے گور خان سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل کیرش سے کہہ دی تھی۔

دوتان جب خاموش ہوئی تب کیرش بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔ ”ماں! جو فیصلہ میں نے کیا وہ درست تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شروع میں، میں نے شہاب الدین مسعود سے انتہا ودیج کی نفرت کی تھی۔ لیکن بعد میں جب اس کے ہاں اسیر کی حیثیت سے رہی تو میرے اندر ایک انقلاب برپا ہو گیا..... ماں! تم مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہو، ایسی تبدیلیاں، ایسے انقلاب برپا نہیں کئے جاتے، آپ سے آپ ہو جاتے ہیں۔ مجھ پر بھی یہی بنتی لہذا میں اس کی طرف مائل ہو گئی اور اس کے لئے ہر کام کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔ یہ میرے دل کا فیصلہ تھا اور میں نے اپنے دل کے فیصلے کے سامنے اپنے آپ کو تسلیم کر دیا۔“

کیرش جب خاموش ہوئی تب دوتان پھر بول اٹھی۔

”میری بچی! جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ..... تمہارا باپ کہتا ہے کہ ہم بھی اس کو فراموش کر دیں گے۔ تم بچیوں چالو کہ شہاب الدین مسعود نام کا کوئی شخص تھا ہی نہیں۔ اب تمہارا مقدر صرف نکلن سے وابستہ ہے۔“

دوتان کے ان الفاظ کے جواب میں کیرش نے کہا جانے والے انداز میں اس کی

”اماں! جس طرح اپا نے میرے سامنے دو راستے رکھے ہیں، ایک راستہ نکٹن کے ساتھ سمرقند کی طرف، دوسرا قبرستان کی طرف جاتا ہے تو واپس جا کر اپا بے کہنا میرے سامنے بھی دو ہی راستے ہیں ایک راستہ خوارزم کی طرف جاتا ہے جہاں شہاب الدین بن مسعود کی صورت میں میری منزل ہے۔ دوسرا راستہ قبرستان کی طرف جاتا ہے میں ان دونوں راستوں میں سے ایک کا انتخاب کروں گی۔ بس اس کے علاوہ میں آپ سے کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ آپ اب جائیں اور میرے فیصلے سے جا کر بابا کو آگاہ کر دیں۔“

دو دنانہ مجبوراً افسردہ سی ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کمرے سے نکل گئی۔ جو محافظ اس کے ساتھ آئے تھے انہوں نے پہلے کی طرح کمرے کو باہر سے قفل لگا دیا تھا۔ دو دنانہ واپس گور خان کے پاس گئی اور کیرش کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس سے کہہ دی تھی۔ ساری گفتگو سن کر گور خان بڑا مایوس ہوا تھا۔ غصے اور خفگی کا بھی اظہار کیا تھا۔ پھر دو دنانہ کو اس نے آرام کرنے کا مشورہ دیا..... دو دنانہ جب اس کے پاس سے نکل گئی تب آواز دے کر گور خان نے اپنے چوہدار کو بلایا، چوہدار نے جب دروازے پر کھڑے ہو کر اسے نظم دی، تب ہاتھ کے اشارے سے گور خان نے اسے قریب آنے کے لئے کہا۔

چوہدار جب قریب آیا تو گور خان آہستہ سے اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اپنا کان ذرا میرے قریب کرو۔“

چوہدار نے اپنا کان جب قریب کیا تو سرگوشی کے انداز میں گور خان کہنے لگا۔

”آج رات زہر خورانی سے کام لیتے ہوئے میری بیٹی کیرش کا خاتمہ کر دو اب تم

جاؤ اور یہ سارا ہندوستان کرو۔“

اس موقع پر گور خان کے چہرے پر غصہ اور غصے کے آثار تھے جب کہ اس کے یہ الفاظ سن کر اس کا چوہدار اس کمرے سے نکل گیا تھا۔

★ ★



رات کی گہری تاریکی میں گور خان کے چوہدار نے زہر خورانی سے کام لیتے ہوئے کیرش کا خاتمہ کر دیا تھا اگلے روز کیرش کی لاش کو دفن کر دیا گیا اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی کہ اس پر کیا ہوتی تھی اس کا کیا حشر ہوا اور وہ اس انجام کو کیسے اور کس طرح پہنچی۔

کیرش کا خاتمہ کرنے کے بعد اب گور خان نے اپنی بیٹی دوزن کو اپنے مرکزی شہر اخلاط سے سمرقند عثمان خان کے پاس بھیجنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ ص اسی دوران سمرقند کے حاکم عثمان خان سے بھی کچھ بے اعتمادیاں اور کوتاہیاں سرزد ہوئیں اس کی ایک عمر سے خواہش تھی کہ گور خان کی حسین و جمیل لڑکی سے شادی ہو جائے اب جب اس کی یہ دیرینہ خواہش پوری ہو گئی تو وہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ سے بے زاری کا اظہار کرنے لگا۔ اسی بیزاری کے نتیجے میں عثمان خان نے سلطان علاؤ الدین کی بیٹی خان سلطان سے بدسلوکی کرنا شروع کر دی تھی عثمان خان کی طرف سے خان سلطان کے ساتھ یہ بدسلوکی اور ناروا سلوک اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ اس نا کردہ گناہ لڑکی کی جان عذاب میں پڑ گئی تھی اور پھر حد سے گزرتے ہوئے عثمان خان نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جس وقت علاؤ الدین نے اپنی بیٹی خان سلطان کی شادی عثمان خان سے کی تھی اس وقت اس نے خوارزمی سپاہ کے کچھ دستے بھی اپنی بیٹی کے ساتھ سمرقند روانہ کیے تھے گور خان کی بیٹی کا رشتہ مل جانے کے بعد عثمان خان کا دامغان ایسا خراب ہوا کہ وہ دستے جو علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ سمرقند بھجوائے تھے ان سب کو قتل کر دیا، ان کی لاشیں بازار میں لٹکا دیں۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی بیٹی پہلے ہی عثمان خان کے رویے اور اس کی بدسلوکی سے تنگ اور نالاں تھی جب عثمان خان نے خوارزمی سپاہ کے دستوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار کر ان کی لاشیں سمرقند کے دروازوں پر لٹکا دیں تب خان سلطان کا پیمانہ

سیاسی بلکہ جنگی چال چلی وہ بڑی برق رفتاری اور تیزی سے سرقد کی طرف بڑھا اور سرقد کے نواح میں ایک مناسب جگہ اس نے پڑاؤ کر لیا تھا جہاں قریب ہی کوہستانی سلسلہ بھی پڑتا تھا پڑاؤ کرنے کے بعد سلطان نے جوسب سے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے چاروں طرف اپنے تیز رفتار تجربہ پھیلا دیے تھے تاکہ وہ سرقد کے نواح میں ہونے والی نسل و حرکت کے علاوہ گور خان کے لشکر کی پیش قدمی سے بھی اسے مطلع کرتے رہیں۔

سرقد پہنچ کر سلطان نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ معاملہ اگر جنگ کے بجائے صلح سے طے ہو جائے تو وہ بہتر ہے اس لیے اس نے عثمان خان کے بھائی نکتن کو بلایا نکتن سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا سلطان نے تفصیل کے ساتھ اس سے گفتگو کی اور دھمکی دی کہ عثمان خان کو سمجھائے کہ وہ راہ راست پر آجائے اگر وہ نہ آیا تو نقصان اٹھائے گا بلکہ اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا پر عثمان خان اپنے بھائی نکتن کی بات کہاں ماننے والا تھا اس پر تو گور خان کی حسین اور خوبصورت بیٹی کو حاصل کرنے کا بھوت سوار تھا اور اب اسے یہ بھی خبر ہو چکی تھی کہ گور خان کی بیٹی جس سے اس کا نکاح ہو چکا ہے وہ اس کے پاس سرقد آ رہی ہے اور ساتھ ہی گور خان کا ایک بہت بڑا لشکر بھی سلطان کے خلاف اس کی مدد کرنے کے لیے برق رفتاری سے پیش قدمی کر رہا ہے۔ جب نکتن سے گفتگو کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے خیمے میں اپنے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا۔

جب شہاب الدین بن مسعود منصور تری کرکک امین الدین ابوبکر امیر مملکت محمد بن علی بن انجیر اور کچھ دوسرے سالار بھی سلطان کے خیمے میں جمع ہو گئے تب سلطان نے انہیں نکتن سے ہونے والی گفتگو کا ناکامی کے علاوہ ایک طرف سے عثمان خان اور دوسری طرف سے گور خان کے لشکر کے حملہ آور ہونے کی تفصیل بتادی تھی اس لیے کہ سلطان کے خبروں نے اطلاع رکھ دی تھی کہ گور خان کا لشکر بڑی برق رفتاری سے سرقد کا رخ کیے ہوئے ہے۔

سلطان جب خاموش ہوا تب بزرگ اور مہر سالار امین الدین ابوبکر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا.....
”سلطان محترم! آپ کے بلانے سے پہلے ہم سب ایک جگہ بیٹھے اس موضوع

میں صبر کر رہے ہو گیا اور اس نے سرقد میں روٹنا ہونے والے سارے واقعات لکھ کر اپنے باپ علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف بھیج دیئے اور باپ سے اس نے درخواست کی کہ وہ عثمان خان کو اس کی گستاخی اس کی بدسلوکی اور بد اعتدالیوں کی پوری پوری سزا دے۔

سلطان کو جب اپنی بیٹی کا یہ خط ملا تب وہ بڑا غضبناک ہوا لہذا عثمان کو سزا سکھانے کے لیے وہ اپنا لشکر لے کر اپنے مرکزی شہر سے نکلا علاؤ الدین خوارزم شاہ جانتا تھا کہ عثمان خان کیونکہ گور خان سے مل چکا ہے لہذا اگر اس نے سرقد پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو گور خان ضرور عثمان خان کی مدد کرے گا لہذا علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کی اچھی خاصی قوت لے کر سرقد کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف جب خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کو خبر ہوئی کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ عثمان خان پر حملہ آور ہونے کے لیے سرقد کا رخ کر رہا ہے تب اس نے عثمان خان کا دفاع کرنے کا تہیہ کر لیا اس لیے کہ عثمان خان اب اس کا داماد تھا اس نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کیا اس لشکر کا کماندار علی اس نے اپنے داماد فونا کو بنایا، اس کے ماتحت کافی بڑے بڑے سالار کیے اسی لشکر کے امراء اس نے اپنی بیٹی دوزن کو بھی روانہ کر دیا تھا گور خان کو پورا یقین تھا کہ فونا کی سرکردگی میں جو لشکر وہ سرقد کی طرف روانہ کر رہا ہے وہ یقیناً فتح مند رہے گا اس لیے کہ گور خان یہ امید رکھے ہوئے تھا کہ جب علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کے ساتھ سرقد پہنچے گا تو اسے دو قوتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس لیے کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ جب سرقد کے نواح میں پڑاؤ کرے گا تو باہر کی طرف سے فونا اپنے لشکر کے ساتھ ضرب لگائے گا اور شہر کی طرف سے عثمان خان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر حملہ آور ہوگا یوں جب مسلمانوں کے سلطان پر دو طرفہ ضرب پڑے گی تو گور خان کے لشکر کی فتح یقینی ہو جائے گی۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بھی اس سارے حالات کو لکھ میں رکھے ہوئے تھا وہ بھی جانتا تھا کہ جب وہ سرقد پر حملہ آور ہو تو گور خان اپنے لشکر کے ساتھ ضرور عثمان خان کی مدد کرے گا اس لیے کہ عثمان خان اب گور خان کا بھی داماد تھا۔

چنانچہ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے علاؤ الدین خوارزم شاہ نے ایک

گے اس کی اطلاع یقیناً عثمان خان کو بھی ہو جائے گی لہذا وہ شہر سے باہر نکل کر ہمارے اس حصے پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا جو اس وقت آپ کے علاوہ میرے اور امیر ملک کے پاس ہوگا ہم عثمان خان کا مقابلہ کریں گے اس دوران ہمارے لشکر کا وہ حصہ جو محمد بن علی کی کمانداری میں ہوگا اور جو کہ ہستانی سلسلے میں چمپا ہوگا وہ بھی دو طرح کی منصوبہ بندی کے لیے تیار رہے گا۔

اگر تو عثمان خان اس قدر لشکر لے کر آیا کہ مجھے اور آپ کو اس کے سامنے سے پیچھے ہٹنا بدلتا ہوستانی سلسلے کے اندر محمد علی کی کمانداری میں جس لشکر نے گھاٹ کا رکھی ہوگی وہ پشت کی جانب سے عثمان خان پر حملہ آور ہوگا اور اس کے لشکر کو نہیں جس کر کے رکھ دے گا اس طرح عثمان خان کی قوت کا جب خاتمہ ہو جائے گا پھر ہم پورے لشکر کے ساتھ مشرق کی طرف بڑھیں گے اور فونا کا مقابلہ کریں گے۔

اور اگر عثمان خان کے لشکر کا ہم نے مقابلہ کیا اور اس مقابلے کے دوران ہم نے عثمان خان کو پسپا کر دیا تب جس حصے نے کوستانی سلسلے کے اندر گھاٹ کا رکھی ہوگی وہ بھی بڑی برق رفتاری سے حرکت میں آئے گا اور سرحد شہر میں داخل ہو جائے گا اس طرح ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد عثمان خان جب سرحد میں محصور ہوئے گے لیے بڑھے گا تو اس وقت تک ہمارے لشکر نے سرحد پر قبضہ کر لیا ہوگا اس طرح عثمان خان کے لشکر کا خاتمہ کر کے عثمان خان کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

جب ایسا ہو جائے گا تب ہم پٹنیں گے اور فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی سے جا ملیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد امین الدین ابوبکر کا کچھ سوچا پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! ابھی تک تو ہم نے یہیں تک منصوبہ بندی کی ہے اگر آپ اس کے علاوہ کوئی لائحہ عمل چاہتے ہیں یا اس میں تبدیلی کے خواہاں ہیں تو اس وقت ہم سب اکٹھے بیٹھے ہیں اس تجویز کو آخری شکل دی جاسکتی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد امین الدین ابوبکر اپنی جگہ بیٹھ گیا اور سب سالار خاموشی سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے رد عمل کا انتظار کرنے لگے تھے اس دوران سلطان ہلکے ہلکے مسکراتا بھی رہا اور بڑے غور سے اپنے سالاروں کی طرف دیکتا

پر گفتگو کر رہے تھے اور ہم نے مختلف طور پر ایک فیصلہ بھی کیا ہے یہ فیصلہ ہم نے شہاب الدین مسعود کی تجویز پر کیا ہے اور شہاب الدین نے ہی پیش کرنے کے لیے کہا ہے۔

سلطان محترم! دشمن ضرور ہم پر دو طرف سے ضرب لگائے گا ایک طرف سے گور خان کا لشکر جس کی کمانداری اس کا داماد کر رہا ہے اور دوسری طرف سے شہر سے باہر نکل کر عثمان خان ہم پر حملہ آور ہوگا۔

مجھے یہ بھی بتا چکے ہیں کہ جو لشکر فونا لے کر آیا ہے اس لشکر میں گور خان کی بیٹی بھی شامل ہے جس کا نکاح عثمان خان سے ہو چکا ہے ہم نے باہم مل کر ان دو قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی ہے اس کے مطابق لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ شہاب الدین بن مسعود کی کمانداری میں ہو جبکہ منصور ترکی حسب سابق شہاب الدین کے ساتھ کام کرنے اس لیے کہ ان دونوں میں انتہا درجہ کا اتحاد اور اتفاق ہے پھر یہ ہمارے ایسے خوش قسمت سالار ہیں کہ دشمن کے جس حصے پر بھی انہوں نے یلغار کی اس کی شکست اور اپنی فتح مندی کو یقینی بنایا۔

مجھے امید ہے کہ جب شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی فونا سے ٹکرائیں گے تو فتح شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کی جھولی میں ہی پڑے گی۔

سلطان محترم! دوسرا حصہ آپ کے پاس رہے گا اس حصے کو حیدر دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا ایک حصہ کی کمانداری محمد بن علی کے سپرد کی جائے گی اور کرکٹ کو اس کے ساتھ رکھا جائے گا یہ حصہ کسی روز آدھی رات کے قریب رات کی گہری تاریکی اور اندھیرے میں نواحی کوستانی سلسلوں کے اندر گھاٹ میں چلا جائے گا۔

سلطان محترم! دوسرا حصہ آپ کی کمانداری میں رہے گا اور اس حصے میں میرے علاوہ آپ کے ماموں امیر ملک بھی شامل ہوں گے اب ہماری کارروائی کی ابتدا کچھ اس طرح ہوگی۔

شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے یہاں سے ہٹ کر مشرق کا رخ کریں گے یہ فونا سے ٹکرائیں گے سلطان محترم ہم جانتے ہیں فونا کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہوگی لیکن ہمیں امید ہے کہ شہاب الدین اور منصور ترکی ان سے خوب نبٹیں گے۔

جب لشکر کے ایک حصے کو لے کر شہاب الدین اور منصور ترکی یہاں سے ہٹیں

لشکر پر آشیلوں کو درہم برہم کر دینے والی دھشت خیز آمدیوں، اچانک قضا کے در کھول دینے والے پر سوز شعلوں اور قدم قدم پر زلیلت کو سگ دینے والی موت کی اندھی چابک کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

عثمان خان نے اپنے طور پر یہ ایک انتہائی اچانک اور ہولناک حملہ کیا تھا جبکہ دوسری طرف عثمان علاؤ الدین ابن الدین ابوبکر اور امیر ملک عثمان خان کے اس حملے کے لیے بالکل تیار تھے لہذا جوانی کا درروائی کرتے ہوئے وہ بھی عثمان خان کے لشکر پر زعمی کے نفس میں موت کا منظر پیش کرنی فطرت کی بدترین درشتی اور غلیظ زوال و فنا کا پائندہ کر کے آگ کی لپٹوں کے بحر اعتقاد اور چہروں کے خوش رنگ قرطاس پر دہکتی داستانی رقم کرتے دہشتی کے سبیلوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اسے عثمان خان کی بدقسمتی کہیے اور اس کے مقدر کا زوال کہ ابھی شباب الدین اور منصور ترکی فونا سے ٹکرائے ہی نہیں تھے نہ ہی اس کے سامنے تھے جسے اس نے شہر سے نکل کر سلطان پر حملہ کر دیا عثمان خان کا خیال تھا کہ سلطان کے پاس کیونکہ چھوٹا لشکر ہے جس کے خلاف وہ کامیابی حاصل کرنے کا لیکن جب سلطان نے ابن الدین ابوبکر اور اپنے ماموں امیر ملک کے ساتھ جان لیوا حملے شروع کیے تب اس کے مقابلے میں عثمان خان اور اس کے لشکر یوں کی حالت بدقسمتی کے سبیلوں اور بے پایاں خروش میں آنسوؤں کی نمی اور آہوں کی بطن سے بھی زیادہ بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اب شاید جبکہ شکست عثمان خان کے سامنے اسے دکھائی دے رہی تھی اسے اپنی غلطی اور کوتاہی کا احساس ہوا اب اس نے فیصلہ کیا کہ پیچھے ہٹ کر اور پہپائی اختیار کر کے سر قدم میں مصروف ہو جائے گا پر عثمان خان کی حریف بدقسمتی کہ اس کے خلاف ایک اور انقلاب اٹھ کھڑا ہوا۔

جس وقت سلطان خوارزم شاہ اور اس کے دونوں سالار ابن الدین ابوبکر اور امیر ملک بڑھ چڑھ کر عثمان خان اور اس کے لشکر یوں پر حملہ آور ہو رہے تھے اور عثمان خان کے لشکر میں پہپائی کے آثار دکھائی دے رہے تھے عین اس لمحہ محمد بن علی بن شیر اور کرک تک اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نکلے۔ اس موقع پر انہوں نے ایک بہت اچھا قدم اٹھایا وہ عثمان خان پر پشت کی جانب سے حوصلوں کی زنجیریں توڑنے ہوئے ہولناک طاقتور گرداب کثیر دل پر چٹھن طاری کرنی بدترین اور سیاہ تقدیر اور زندگی کے ہولناک

رہا پھر تو مصیبتی انداز میں ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ میرے عزیز ساتھیو! جو فیصلہ تم نے کیا ہے یہ آخری ہے۔ میرے خیال میں فونا اور عثمان خان سے نپٹنے کے لیے اس سے بہتر تجویز فی الحال ہمارے پاس ہے ہی نہیں لہذا اپنی پر عمل کیا جائے گا۔

اس کے بعد سلطان نے وہ اجلاس ختم کر دیا تھا پھر اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر سلطان نے اپنی موجودگی میں لشکر کی تقسیم کا کام سر انجام دے دیا تھا اور جب یہ دیکھا گیا کہ فونا اپنے لشکر کو لے کر قریب آگیا ہے تب آدھی رات کے وقت لشکر کا ایک حصہ محمد بن علی اور کرک تک لے کر کوستانی سلسلے کے اندر جا کر گھات میں بیٹھ گئے تھے جبکہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ سلطان اپنے پڑاؤ میں ابن الدین ابوبکر اور اپنے ماموں امیر ملک کے ساتھ مستعد ہو گیا تھا جبکہ شباب الدین بن مسعود اور منصور ترکی آدھے لشکر کو لے کر فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے نکل گئے تھے۔

اس موقع پر عثمان خان سے ایک غلطی اور جلد بازی ہوئی اسے جب خبر ہوئی کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے لشکر کا بڑا حصہ اس نے فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیج دیا ہے اور چھوٹا سا ایک لشکر اپنے پڑاؤ میں رکھا ہے تو اس نے سلطان پر حملہ آور ہو کر اپنے لیے فوائد حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اس موقع پر عثمان خان کے مجبوروں سے بھی ایک غلطی ہوئی تھی انہیں یہ نہ پتا چل پایا تھا کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا لشکر جس کی کمانداری محمد بن علی کر رہا تھا وہ کوستانی سلسلوں کے اندر گھات میں بیٹھ گیا ہے انہوں نے عثمان خان کو یہی اطلاع کی تھی کہ سلطان نے اپنے پاس چھوٹا سا لشکر رکھا ہے اور لشکر کا بڑا حصہ اس نے شباب الدین بن مسعود منصور ترکی کی سرکردگی میں فونا کی راہ روکنے کے لیے روانہ کر دیا ہے۔ عثمان خان بھی شباب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کی کارکردگی اور ترب

ضرب میں ان کی مہارت سے خوب آگاہ تھا، وہ ان دونوں ہی سالاروں سے ہی خوفزدہ تھا جب اسے یہ خبر ہوئی کہ دونوں تو فونا کا مقابلہ کرنے کے لیے چلے گئے ہیں اور سلطان کے پاس ایک چھوٹا سا لشکر ہے تو اس نے وہ غلطی اور جلد بازی کی جس کا اسے غمازہ بگھٹنا پڑا۔

ایک دم اگلے روز وہ اپنے لشکر کے ساتھ سر قدم شہر سے نکلا اور سلطان کے

سانے کھڑے کرتی کڑکائی گرتی برقی کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اس دوطرفہ حملے کے نتیجے میں عثمان خان اور اس کے لشکریوں کی حالت بڑی تیزی سے ڈنگ آلود آئینوں اور سکون کوترستی دار کی سائٹوں سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

اس طرح لمحوں کے اندر عثمان خان کے لشکر کو مکمل طور پر موت کے گھاٹ اتارے ہوئے ان کا صفایا کروایا گیا تھا جبکہ عثمان خان کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس موقع پر سلطان نے ایک زبردست قدم اٹھایا عثمان خان کو گرفتار کرنے کے بعد وہ اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہوا شہر میں کسی نے مزاحمت نہ کی لہذا سلطان اس سے بڑا مطمئن ہوا اب سلطان نے محمد بن علی اور کریم دونوں کو ان کے حصے کے لشکر کے ساتھ سرحد میں چھوڑا اور خود امین الدین ابوبکر اور امیر ملک کے ساتھ فونا کے مقابلے میں شہاب الدین بن مسعود کی مدد کے لیے روانہ ہوا تھا۔

فونا نے جب سامنے کی طرف سے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی کو اپنے لشکر کے ساتھ آتے دیکھا تب اس نے اپنے لشکر کو روک لیا اور اپنی صفیں درست کرنی شروع کر دی تھیں۔

جب شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی اس کے سامنے آئے اور اس سے ٹکرانے کے لیے اپنی صفیں درست کرنے لگے تب فونا نے ہمدردی سے دیکھا جو لشکر وہ لے کر آیا تھا اس کے مقابلے میں اس لشکر کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی جس کی صفیں شہاب الدین درست کر رہا تھا اس موقع پر فونا کے چہرے پر فخرات انگیز طعنے یہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اس وقت جو سالار اس کے قریب تھے انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

شاید آسمان کی حبہ روک قوت ہماری مدد پر آمادہ ہے مسلمانوں کا جو لشکر ہمارا مقابلہ کرنے کے لیے ہمارے سامنے آیا ہے یہ تو لمحہ بھر کے لیے بھی ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا اس لیے کہ عددی لحاظ سے یہ ہمارے سامنے کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتا آؤ اس پر حملہ آور ہونے میں پہل کریں اسے مار بیگا میں اس کے بعد ان کے سلطان پر ضرب لگائیں۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد ہر سالار اپنے حصے کے لشکر کے سامنے چلا گیا تھا پھر

فونا اور اس کے سالار محمد بن اور شکرت دینے والے سرکشیدہ شعلوں اور صحرا میں فون کر دینے والی گرم طوفانی طرر صصر کی طرح شہاب الدین مسعود اور منصور ترکی کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

جواب میں شہاب الدین اور منصور ترکی نے بھی کمال جرأت مندی اور شجاعت کا مظاہر کیا دفاع تک محدود رہنے کے بجائے انہوں نے شروع ہی سے جارحیت اختیار کی اور فونا کے حملوں کا جواب دیتے ہوئے وہ بھی ادھام کی زنجیریں توڑتے سوچوں کے سمندر سے اٹھے طوفانوں اور وقت کے بھاگتے سایوں میں خود خال کی ساری رشتائی اور اعضاء کی تمام جاہلیت کو سخ کر دینے والی گرم رودشت کی طرح فونا اور اس کے لشکریوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔

جب وقت فونا اور شہاب الدین بن مسعود کے لشکروں کے درمیان ہولناک جنگ اپنے عروج پر آئی تھی اس لیے ایک اور انقلاب ایک اور تبدیلی رونما ہوئی۔

ایک طرف سے اچانک سلطان علاء الدین خوارزم شاہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا امین الدین ابوبکر اور اس کا ماموں امیر ملک اس کے ساتھ تھے آتے ہی سلطان فونا کے لشکر کے ایک پہلو پر چروں کے آثار بگاڑتی خشناک فطرت در پردہ طاری کر دینے والی غم میں سنگینی خواہشوں، آگ میں نہانے ارادوں اور انگاروں کی برسات کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

گور خان کا دماغ فونا جو تھوڑی دیر پہلے اپنی فتح اور اپنی کامیابی کا یقینی سمجھے ہوئے تھا اور شہاب الدین بن مسعود کے لشکر کی قلت کو دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر طعنے مسکراہٹ بھی نمودار ہوئی تھی اب وہ ایک طرح سے گھبراہٹ اور بدولی کا شکار ہونا شروع ہو گیا تھا اس لیے کہ جو امین الدین ابوبکر اور امیر ملک کے ساتھ مل کر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے فونا کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس کے لشکریوں کو کاٹنا شروع کیا سامنے کی طرف سے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے بھی پہلے کی نسبت اپنے حملوں میں اور زیادہ ہولناکی اور شدت پیدا کر لی اور وہ بھی تیزی سے فونا کے لشکر کی تعداد کم کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف فونا کے لشکریوں کو جب خبر ہوئی کہ سامنے کی طرف سے

سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے ناقابل تغیر سالار شہاب الدین بن مسعود اور منصور



سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ فونا کو شکست دینے کے بعد پلٹا ہی تھا کہ اسے ایک بری خبر ملی اور بری خبر یہ تھی کہ ہرات کے حالات خراب ہونا شروع ہو گئے تھے ہرات کے حالات خراب ہونے کی وجہ مؤرخین کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ خوارزمی لشکری اپنی بے قاعدگیوں کی وجہ سے بہت بدنام تھے چنانچہ بعض اوقات وہ ایسی حرکات کا ارتکاب بھی کر بیٹھے جنہیں عوام سخت ناپسند کیا کرتے تھے۔ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف سے اس کے لشکر کے چند دستے ہرات میں مقیم تھے ان کی غیر ذمہ داریوں اور بے قاعدگیوں سے اہل شہر اذیت برداشت کر رہے تھے۔

مؤرخین مزید یہ لکھتے ہیں کہ ایک بار ایک ایسی صورت پیش آئی کہ خوارزمی دستوں نے کئی باشندگان شہر کو لوٹ لیا لشکریوں کی طرف سے یہ بڑا غیر معمولی فعل تھا چنانچہ جن لوگوں کو ان لشکریوں سے شکایت تھی وہ ان خوارزمی دستوں کی شکایت لے کر ہرات کے والی حسین بن خریشل کے پاس پہنچے۔

یہ حسین بن خریشل وہی تھا جو پہلے سلطان شہاب الدین غوری کے لشکر میں ایک نامور سالار ہوا کرتا تھا اور پھر سلطان شہاب الدین غوری سے بے وفائی کرنے کے بعد اور اس کے لشکر سے نکل کر ہرات کی طرف چلا گیا تھا۔

چنانچہ جن لوگوں کو شکایت تھی وہ شکایت لے کر حسین بن خریشل کے پاس پہنچے تو یہ شکایت سن کر حسین بن خریشل غصے میں آ گیا اور اس نے فوراً حکم دے دیا کہ لشکر کے جن افراد نے یہ جرم کیا ہے انہیں گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا جائے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد حسین بن خریشل نے اہل شہر سے لشکریوں کی زیادتی اہل شہر کے رد عمل حالات کی نزاکت اور اپنے اقدام کی اطلاع سلطان علاؤ الدین خوارزم

ترکی ان پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور اب اچانک ان کے لشکر کے ایک پہلو پر مسلمانوں کا سلطان خود حملہ آور ہو گیا ہے تب ان پر ایک خوف اور لرزہ طاری ہونا شروع ہو گیا تھا۔ عین اسی لمحہ ہی جب فونا کے لشکر کے اندر یہ خبریں پھیلنا شروع ہوئیں کہ عثمان خان نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر سلطان کا مقابلہ کیا اور سلطان نے اسے بدترین شکست دی عثمان خان کے لشکر کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور عثمان خان کو گرفتار کر لیا گیا ہے تب فونا کے لشکریوں کے رہے سبے اوسان بھی خطا ہو گئے وہ اتنا دہجہ کی بددلی خوف اور دشت کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے سامنے کی طرف سے شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی جب کہ پہلو کی طرف سے خود سلطان علاؤ الدین امین الدین ابوبکر اور امیر ملک نے بھی فونا کے لشکریوں کی اس حالت کو بھانپ لیا تھا لہذا اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کے لیے سب سے پہلے شہاب الدین نے زور دار انداز میں بگبیریں بلند کیں ان بگبیروں کے جواب میں اس کے پہلو سے ذرا ہٹ کر دشمن سے ٹکراتے منصور ترکی نے بھی اسی انداز میں بگبیریں بلند کیں ان کی طرف سے جب بگبیریں بلند ہوئیں تو علاؤ الدین خوارزم شاہ امین الدین ابوبکر اور امیر ملک نے بھی بگبیریں بلند کیں اور ان بگبیروں کے بلند ہونے کے ساتھ ہی سامنے کی طرف سے شہاب الدین بن مسعود منصور ترکی اور پہلو کی طرف سے سلطان نے فونا کے لشکر پر اپنے حملوں میں اور زیادہ شدت اور ہولناکی پیدا کر لی تھی۔

اب صورت حال یہ سامنے آئی کہ فونا کے لشکر کے دو تہوں طرف سے مسلمانوں کے لشکر آگے بڑھتے ہوئے فونا کے لشکریوں کی لاشوں کے انبار لگانے لگے تھے بڑی تیزی کے ساتھ شہاب الدین اور سلطان فونا کے لشکر کی اگلی صفوں کو روندتے ہوئے اس کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے تھے۔

یہ نازک صورت حال فونا کے لیے ناقابل برداشت تھی لہذا شکست قبول کرتے ہوئے وہ بھاگ کھڑا ہوا اس کے کچھ لشکری بھی اس کے ساتھ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے کچھ کو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود نے گرفتار کر لیا گرفتار ہونے والوں میں گور خان کی حسین اور خوبصورت بیٹی روزن بھی شامل تھی۔



آیا تھا اس وقت اس کے ساتھ اس کا مشیر بھی تھا جس نے ابن خزیمہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ جلاک سے نہ ملے نہ ہی اس کا استقبال کرے اس نے ایک طرح سے انتہائی دیانتداری کے ساتھ ابن خزیمہ کو جلاک کے استقبال سے منع کیا تھا۔

جب اس مشیر نے یہ حالت دیکھی تو وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور اپنی جان بچاتے ہوئے ہرات شہر میں داخل ہوا اور شہر کے دروازے اس نے بند کر دیے۔ اب ابن خزیمہ کو گرفتار کرنے کے بعد جلاک بن فطرن اپنے لشکر کے ساتھ ہرات شہر کی طرف بڑھا جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچا تو اس نے دیکھا شہر کے دروازے بند تھے اس نے جب اس کی وجہ پوچھی تو اسے بتایا گیا کہ ابن خزیمہ کا مشیر ابن خزیمہ کے ساتھ جلاک سے ملنے کے لیے گیا تھا اور جب جلاک نے ابن خزیمہ کو گرفتار کر لیا تو وہ مشیر بھاگ کر ہرات آیا اور شہر کے سارے دروازے اس نے بند کر دیے ہیں۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے جلاک بن فطرن نے اس مشیر کو کہلا بھیجا کہ شہر پناہ کے دروازے کھول دے اور شہر سلطان کے لشکر کے حوالے کر دے۔

جلاک کے اس حکم کے جواب میں اس مشیر نے بڑا عمدہ جواب دیا اس نے کہا

یہ شہر آج سے کچھ عرصہ پہلے سلطان شہاب الدین غوری کی سلطنت کا حصہ تھا جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اب بھی اس خاندان کا وفادار ہوں اس لیے شہر کے دروازے صرف اس خاندان کے جائز وارث کے لیے کھولے جاسکتے ہیں۔ اس مشیر نے جلاک بن فطرن سے یہ بھی کہا آپ خواہ مخواہ انتظار کی زحمت نہ اٹھائیں۔

یہ صورت حال جلاک بن فطرن کے لیے بڑی پریشان کن تھی اسے تو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بھیجا تھا کہ وہ ابن خزیمہ کو ہرات کی ولایت سے محروم کر کے خود وہاں کا حاکم بن جائے جب اس نے دیکھا کہ مشیر شہر پناہ کے دروازے نہیں کھولا تب اس نے ابن خزیمہ کو کہا کہ وہ اپنے مشیر سے کہے کہ شہر پناہ کے دروازے کھول دے۔

چنانچہ ابن خزیمہ نے اپنے اس مشیر کو شہر پناہ پر طلب کیا جب وہ مشیر آیا تو

شاہ کو دے دی یہ اطلاع سلطان کو اس وقت ملی تھی جس وقت سلطان عثمان پر ضرب لگانے کے لیے سرقد کا رخ کیے ہوئے تھا۔

یہ شکایت کن کمزور زمین لکھتے ہیں بظاہر تو سلطان نے حسین بن خزیمہ کے اقدام کو سراہا لیکن دل میں بہت برا مانا اور ارادہ کر لیا کہ سلطان کے لشکریوں کے ساتھ حاکم ہرات حسین بن خزیمہ نے جو ذلت آمیز سلوک کیا ہے اسے اس کی ضرور سزا دینی چاہیے۔

چنانچہ سلطان نے حسین بن خزیمہ کو لکھا لشکر کے جن دستوں نے لوٹ مار کے جرم کا ارتکاب کیا ہے انہیں خوارزم واپس کر دیا جائے تاکہ انہیں قرار واقعی سزا دی جائے نیز حسین بن خزیمہ کو سلطان نے یہ بھی لکھا کہ میں اپنے ایک سالار جلاک بن فطرن کو اس کی مدد کے لیے روانہ کر رہا ہوں تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات روکنا نہ ہونے پائیں۔

چنانچہ سلطان کے حکم پر جلاک بن فطرن دو ہزار لشکری لے کر ہرات کو روانہ ہوا جلاک کو ہرات کی طرف روانہ کرتے وقت سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے یہ بھی حکم دے دیا کہ ہرات پہنچ کر حسین بن خزیمہ کو ہرات کی ولایت سے علیحدہ کر دیا جائے اور اسے گرفتار کر لیا جائے۔

چنانچہ جلاک جب ہرات کے قریب پہنچا تو اس موقع پر حسین بن خزیمہ کے ایک مشیر نے جو خوارزمیوں کے طور طریقوں سے واقف تھا ابن خزیمہ کو مشورہ دیا کہ نہ وہ جلاک کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے اور نہ اسے شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے۔

لیکن ابن خزیمہ نے اپنے مشیر کے اس مشورے کو بے جا بدگمانی سے تعبیر کیا لہذا اس نے اپنے مشیر کے بروقت انتہاء کو درخور اعتناء نہ خیال کیا۔

چنانچہ جب ابن خزیمہ شہر سے نکل کر جلاک بن فطرن کے استقبال کے لیے گیا دونوں ایک دوسرے سے ملے دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر کر بٹنگیر ہوئے تو جلاک کے کچھ لشکریوں نے جلاک کی ہدایت کے مطابق ابن خزیمہ کو قابو کر لیا اور ایک طرح سے اسے گرفتار کر لیا۔

جس وقت ابن خزیمہ شہر سے باہر نکل کر جلاک بن فطرن سے ملنے کے لیے

امین الدین ابوبکر بڑا وفادار بڑا جہاں دیدہ اور جنگ و جدل کا دستِ تجربہ بھی رکھتا تھا لیکن ہرات کے سامنے اس کی بھی کوشش ناکام ہوئی۔ اس نے بھی مشیر کو بڑا سمجھایا کہ وہ شہر پناہ کے دروازے کھول دے لیکن اس کے دم غم میں کوئی فرق نہ آیا۔ امین الدین ابوبکر اور اس کے نائب سالاروں نے بھی مشیر کو بڑا سمجھایا اسے مائل باصلاح کرنے کے لیے تمام نئے آزمائے لیکن کامیابی حاصل نہ ہوئی وہ مشیر اپنی جگہ اپنے ارادے میں ڈٹا ہر شہر پناہ کے دروازے کھولنے سے اس نے قطعی انکار کر دیا تھا۔

اس مشیر کی ہٹ دھرمی کی بھی ایک وجہ تھی وہ جانتا تھا کہ کوئی چھوٹا موٹا لشکر ہرات شہر کو فتح کر ہی نہیں سکتا اس لیے کہ امین خیزل نے جبکہ وہ ہرات کا گورنر تھا خوارزم شاہ کی طرف سے مطمئن نہ تھا اسے خدشہ تھا کہ علاؤ الدین خوارزم شاہ کسی بھی وقت اسے ہرات کی حاکمیت سے معزول کر سکتا ہے لہذا اس نے اپنی نظامت کے زمانے میں ہرات کو ناقابلِ تعمیر بنانے کے لیے اس کے ارد گرد کے بعد دیگرے چار مضبوط فصیلیں ایک وسیع اور گہری خندق تیار کر دی تھی اور ہر خندق ہر وقت پانی سے بھری رہتی تھی اس کے علاوہ اس نے ہرات شہر کی چاروں فصیلیں انتہائی مضبوط اور مستحکم تعمیر کرائی تھیں جہاں تک خندق کا تعلق تھا وہ کافی گہری چوڑی تھی اور پانی سے خوب بھری رہتی تھی چنانچہ خوارزمی لشکر کی اپنی پوری کوشش کے باوجود اس خندق کو پار نہ کر سکے اور نہ ہی چاروں فصیلوں میں سے کسی ایک کو نقصان پہنچا سکے۔

اسی دوران امین الدین ابوبکر برابر اس سے رابطہ قائم کیے رہا اس سے گفتگو کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ اسے شہر کی فصیل کے اوپر بلایا جاتا جو خندق کے اس پار تھی اور خندق کے کنارے کھڑے ہو کر اس سے گفتگو کی جاتی تھی جب امین الدین ابوبکر کی بار اس سے گفتگو کر چکا اور ہر مرتبہ سمجھایا کہ شہر پناہ کے دروازے نہ کھولنے کے بیجا تک نتائج ہوں گے اس لیے کہ اس کی ضد اور ہٹ دھرمی اسے ہی نہیں شہر کے لوگوں کو بھی خطرے میں ڈال سکتی ہے۔

اس صورت حال اور اس دھمکی کو سامنے رکھتے ہوئے وہ مشیر آخر اس شرط پر شہر پناہ کے دروازے کھول دینے پر آمادہ ہوا کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ خود آ کر اس سے درخواست کرے جب وہ شہر پناہ کے دروازے کھولے گا۔ لیکن سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ چونکہ اس وقت سرحد میں اپنی مہم میں

امین خیزل نے اسے شہر پناہ کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا اس موقع پر امین خیزل نے اسے بڑا سمجھایا اس کی بڑی منتِ حاجت کی لیکن وہ شہر پناہ کا دروازہ کھولنے پر آمادہ نہ ہوا۔

تنگ آکر جلاک ابن طغرل نے یہ دھمکی دی۔ شہر پناہ کا دروازہ کھول دو ورنہ امین خیزل کو باشندگان شہر کے سامنے قتل کر دیا جائے گا۔

یہ صورت حال امین خیزل کے لیے بڑی خطرناک تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے مشیر کو پھر سمجھایا کہ وہ دروازہ کھول دے ورنہ اس کی جان چلی جائے گی وہ مشیر کیلنگ سلطان شہاب الدین غوری کے خاندان کا بڑا وفادار تھا اور امین خیزل نے ایک انتہائی اہم مہم کے موقع پر سلطان شہاب الدین غوری سے بے وفائی کر کے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا لہذا اس مشیر نے امین خیزل کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا اور اپنی بات پر ڈٹا رہا۔ جب امین خیزل کی التجا اور منتِ خوشامد پر بھی مشیر موصوف کا دل نہ پیچھا تو جلاک نے ہرات شہر کے لوگوں کو موعوب کرنے کے لیے امین خیزل کو قتل کر دیا۔

لیکن امین طغرل کے اس اقدام سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا اس کے ساتھ صرف دو ہزار لشکر ہی تھے جن کے ساتھ وہ زبردستی اور بزدلتی شہر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ شہر کے ارد گرد بڑی گہری اور چوڑی خندق تھی اور شہر کی فصیلیں خنیں اور بڑے سے بڑا لشکر بھی اسے آسانی سے عبور کر کے شہر میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ جب امین طغرل حالات سے تنگ پڑ گیا اور شہر میں داخل ہونے کی کوئی صورت اسے نظر نہ آئی تب اس نے تیز رفتار قاصد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی طرف روانہ کیے یہی قاصد اس وقت سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس وقت سلطان علاؤ الدین شہاب الدین اور منصور ترکی کے ساتھ فوتا کو شکست دینے کے بعد فارغ ہوا ہی تھا۔

ہرات شہر کی یہ صورت حال یقیناً سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لیے فکر انگیز تھی چنانچہ اس نے اپنے معمر سالار امین الدین ابوبکر کو جو سلطان کے برگزیدہ امراء میں سے تھا وہیں ہزار کا ایک لشکر دے کر ہرات کے حالات درست کرنے کے لیے روانہ کیا۔

مصروف تھا لہذا مستقبل قریب میں اس کے وہاں آنے اور اس شرط کو پورا ہونے کے کوئی امکان نہ تھا۔

اس دوران ہرات کے ایک باشندے نے خفیہ طور پر جلاک بن طغرل اور امین الدین ابوبکر کو بتایا کہ خندق کی کھدائی اور فصیلوں کی تعمیر کے بعد بھی اکثر ابن خرمیل کہا کرتا تھا۔

اگرچہ میں نے ہرات کی حفاظت کے لیے بہت کچھ کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے زیادہ کچھ اور کر سکتا لیکن اب بھی ایک کی ایسی باقی ہے جس کا میرے پاس کوئی توڑ نہیں۔

یعنی اگر کوئی شخص اس نہر کے پانی کو جو شہر کے درمیان سے گزرتی ہے روک کر فصیل کی طرف موڑ دے تو فصیلیں پانی کے ریلے سے کمزور ہو کر گر پڑیں گی اور شہر فتح ہو جائے گا۔

چنانچہ ہرات کے جس باشندے نے یہ خفیہ خبر دی تھی اس کی اس خبر کے جواب میں سلطان کے لشکریوں نے اس تجویز پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا اس لیے کہ خوارزمی لشکر اس غیر یقینی حالت سے پہلے ہی بڑے بے زار تھے چنانچہ فوراً نہر کا پانی روک لیا گیا اور اس کا رخ فصیلوں کی طرف موڑ دیا گیا

لیکن حالات کی بد قسمتی کہ خلاف توقع اس پانی سے نہ کسی فصیل میں کوئی شگاف پڑا اور نہ ہی کوئی فصیل گری بلکہ الٹا ارد گرد کا سارا علاقہ دلدل بن گیا جہاں جلاک بن طغرل اور امین الدین ابوبکر نے اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا ہوا تھا وہاں بھی پانی آ گیا لہذا وہ اپنے لشکریوں کو لے کر پیچھے ہٹ گئے چاروں طرف اب دلدل کا ساں تھا چنانچہ امین الدین ابوبکر اور جلاک بن طغرل کو پیچھے ہٹنا پڑا اور اب وہ اس انتظار میں بیٹھ گئے تھے کہ شہر کے ارد گرد پانی پھیلنے سے جو کچھز اور دلدل کی کیفیت طاری ہو گئی ہے وہ خشک ہو تو پھر وہ شہر پر حملے شروع کریں۔ اب ایک طرح سے سلطان علاؤ الدین کے تین سالار امین الدین، کر تکب اور جلاک ہرات کے نواح میں نامساعد حالات کے اندر الجھ کر رہ گئے تھے۔



سمرقند کے حاکم عثمان خان کو جب سمرقند کے نواح میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے سامنے پیش کیا گیا جب سلطان کچھ دیر تک قہر بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا جبکہ عثمان خان سلطان کے سامنے گردن جھکائے کھڑا تھا پھر سلطان نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میں نے تجھے اوج اور بلندی کی طرف لیجانا چاہا لیکن تو پستی اور شیب کی طرف گرا میں نے تیری جھولی میں ستاروں کے تراٹوں بھاروں کے افسانوں جیسی خوشیاں ڈالتا چاہیں پر تو خونی لمحوں کے طوفانوں اور جنگی کی کالی راتوں میں آگ کے دریا کی طرف نائل رہا۔

عثمان خان میں نے تیرے دامن میں گاتی مسکراتی خوشبوئیں فردوس جہاں نفوس اور بے غزاں پھولوں کی خوشیاں ڈالیں پر تو غرض کا بندہ بن کر یونہی یونہی پانی کو ترسائی چلائی دھوپ اور رگ رگ میں پل پل تاریکی پھیلاتے گراہوں کو میری عنایت پر فوقیت دیتا رہا۔

سن میں نے تیرے دست طلب میں چنی افق کی رفعتیں قلب کی دل بستی کی خوشیاں رکھ دیں پر تو ایسا بد قسمت ایسا احسان فراموش ثابت ہوا کہ قندہ پر دازی کی طرف بھاگا اور میرے غلوں کے اوراق پر حقیر لفظوں کے جال بننا رہا ریت پر لکھی تحریروں کا تلاشی بننا رہا۔

اب ذرا اپنی حالت کی طرف دیکھ ایک مجرم ایک اسیر ایک بے بس قیدی کی طرح میرے سامنے کھڑا ہے۔

عثمان خان نے کیونکہ غلطی کی تھی لہذا سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو اس کی باتوں کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ مورخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر رحمہ کی کام لیتے ہوئے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ عثمان خان کو معاف کر دینا چاہتا تھا پر

”میری بچی بے فکر رہے گور خان کی بیٹی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔“

سلطان کے ان الفاظ پر خان سلطان مطمئن اور خوش ہو گئی تھی تھوڑی دیر بعد جو سالار گیا تھا وہ زوزن کو اپنے ساتھ لے کر آیا زوزن ایک انتہائی قیمتی اور زرق برق لباس پہنے ہوئے تھی دراز قد انتہا درجہ کی پرکشش شخصیت کی مالک تھی اس موقع پر اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا جب وہ سالار کے ساتھ سلطان کے سامنے آئی تو کسی مجرم کی طرح سلطان کے سامنے گردن جھکا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

سلطان کچھ دیر تک بڑے شوق سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر شفقت بھرے انداز میں کہنے لگا!

میں علاؤ الدین خوارزم شاہ ہوں تمہاری حیثیت میرے پاس ایک بیٹی کی سی ہوگی میرے دائیں جانب میری بیٹی خان سلطان بیٹھی ہوئی ہے اس کے بعد سلطان نے اپنے بائیں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہنے لگا۔

یہاں میرے قریب آ کر بیٹھو اگر تم چاہو تو چہرے سے نقاب ہٹا سکتی ہو کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

سلطان کے ان الفاظ سے زوزن کی قدر خوش اور مطمئن ہو گئی تھی کھڑے ہی کھڑے اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دیا تھا اور اپنے لباس کو سینتی ہوئی سلطان کے بائیں جانب بیٹھ گئی اس موقع پر سلطان کی بیٹی خان سلطان بول اٹھی تھی زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

میرے بابا کیونکہ تمہیں بیٹی کہہ چکے ہیں لہذا اب تم میری بہن ہو میں تمہیں ایک عام سی لڑکی خیال کرتی تھی لیکن میں سمجھتی ہوں میں نے اپنی زندگی میں تم جیسی حسین خوبصورت اور پرکشش لڑکی نہیں دیکھی میں تمہیں اپنے ہاں خوش آمدید کہتی ہوں ساتھ ہی.....

خان سلطان کو خاموش ہو جانا پڑا اس لیے کہ سلطان زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

بیٹی میں جانتا ہوں تیرا نکاح عثمان خان سے ہوا تھا میں تجھ سے کوئی چیز چھپاؤں گا نہیں ہو سکتا ہے تو عثمان خان کو پسند کرتی رہی تو تمہاری پسند ہی کی وجہ سے تمہاری اس کے ساتھ شادی ہوئی ہو لیکن میں تم پر واضح کروں کہ جنگ میں کیونکر ممکن

عثمان کی بیوی اور سلطان کی بیٹی خان سلطان آڑے آئی اس نے عثمان خان کے بدترین سلوک، بے دردی کے ساتھ سلطان کے محافظ دستوں کے قتل کی روداد پیش کرتے ہوئے سلطان کو عثمان خان کے قتل کا مشورہ دیا جس کے جواب میں عثمان خان کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ عثمان خان سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کا ایک چھوٹا سالار اس کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت سلطان کے پاس اس کی بیٹی خان سلطان بھی بیٹھی ہوئی تھی باقی سالار زبونیوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھے وہ سالار سلطان کے سامنے آیا اور انتہائی مؤدب ہو کر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم فوتا کی ہکست کے بعد گور خان کے جن لشکریوں کو گرفتار کیا گیا ہے ان لشکریوں میں گور خان کی بیٹی بھی شامل ہے یہ وہی لڑکی ہے جس کا نکاح گور خان نے عثمان خان سے کیا تھا اور اس لشکر میں گور خان نے اپنی بیٹی کو سمرقند میں عثمان کی طرف روانہ کیا تھا اس وقت وہ لڑکی اسیروں میں شامل ہے۔

اس سالار کے اس انکشاف پر سلطان چونکا تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

واپس جاؤ اور عزت و احترام کے ساتھ اس لڑکی کو میرے پاس لے کر آؤ، اس پر وہ سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

اس سالار کے جانے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر سلطان کی بیٹی خان سلطان بولی اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی.....

بابا! گور خان کی اس لڑکی کو کچھ نہ کہیے گا اس کا نکاح اس کے باپ نے عثمان خان سے ایسے ہی کر دیا ہو گا جس طرح آپ نے میری شادی عثمان خان سے کرادی تھی اس سلسلے میں قصور یا غلطی ہے تو وہ صرف گور خان اور عثمان کی کم از کم گور خان کی بیٹی اس میں ملوث نہیں ہے اور میں آپ سے استدعا کرتی ہوں کہ آپ اس سلسلے میں عثمان خان کی وجہ سے اس لڑکی کو کوئی سزا نہ دیجیے گا۔

جب تک خان سلطان بولتی رہی سلطان مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا جب وہ خاموش ہوئی تب اس کے سر پر ہاتھ رکھا پھر دو تین بار اس کا سر تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم! اگر میں واپس اپنے باپ کی طرف نہ جانا چاہوں تب بھی آپ مجھے اس کی طرف بھجوا دیں گے؟

زوزن کے اس جواب پر سلطان پھر چونکا تھا کچھ دیر خاموش رہ کر سوچا اس کے بعد زوزن کو مخاطب کیا۔

بچی اگر تو واپس گور خان کے پاس نہیں جانا چاہتی تو جہاں تو چاہے گی وہاں تجھے بھجوانے کا انتظام کر دیا جائے گا اگر تو سمرقند میں رہنا چاہے تو یہاں بھی تیری رہائش تیری حفاظت کا اعلیٰ سامان کیا جائے گا۔

سلطان محترم اگر میں باپ کے پاس واپس نہ جانا چاہوں اور ساتھ ہی میں سمرقند میں بھی رہائش نہ رکھنا چاہوں تو پھر آپ کیا کہیں گے غور سے سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے زوزن نے کہا تھا۔

اگر تو اپنے باپ کے پاس نہیں جانا چاہتی سمرقند میں بھی نہیں رہنا چاہتی تو بیٹی جو تو چاہے گی ویسا ہی کیا جائے گا۔

اگر میں آپ کے لشکر میں قیام کرنا چاہوں تو آپ کو کوئی اعتراض ہوگا۔ سلطان مسکرایا پھر بول اٹھا۔

میری بچی تو میرے لشکر میں کب تک رہے گی میرا لشکر ہمیشہ تو یہاں سمرقند کے نواح میں قیام نہیں کرے گا چند روز تک یہاں قیام کرنے کے بعد سمرقند کا نظم و نسق درست کر کے میں اپنے لشکر کو لے کر خوارزم کی طرف چلا جاؤں گا ہاں میرے لشکر میں اگر تو کسی سے شادی کرے تو میری بچی پھر بات بن جاتی ہے۔

سلطان کے ان الفاظ پر زوزن کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی کہنے لگی۔ سلطان محترم! میں تو جانتی ہوں سلطان محترم کیا ایسا ممکن نہیں کہ شہاب الدین مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنائیں میں کائنات کے مالک خدا کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ شہاب الدین پہلے شخص تھے جنہیں میں نے اپنے دل میں جگہ دی اور جن سے میں نے محبت کرنا شروع کی تو انہی چھوٹی بہن کیرش کے شہاب الدین کی طرف مائل ہو جانے کے بعد میں پیچھے ہٹ گئی لیکن شہاب الدین کے ساتھ پہلی ملاقات سے لے کر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا ہو گا جب میں شہاب الدین کی محبت کو اپنے دل سے نکال سکی ہوں گی، شہاب الدین وہ شخص ہیں جسے میں نے اپنے دل کی گہرائیوں سے

نامکن اور نامکن ممکن ہو جاتا ہے لہذا عثمان خان اس وقت اس دنیا میں نہیں ہے وہ مارا جا چکا ہے۔

سلطان جب خاموش ہوا تب دھیمے لہجے میں زوزن کہنے لگی۔

سلطان محترم نہ میں نے کبھی عثمان خان سے محبت کی اور نہ ہی میرا نکاح میری مرضی سے اس کے ساتھ ہوا میرے باپ نے ایسا کیا اور میں نے اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے اس کے سامنے سر جھکا دیا اس لیے کہ ان دنوں میرے اور میری چھوٹی بہن کیرش کے حالات بڑے ابتر تھے۔

ان الفاظ پر سلطان چونکا زوزن کو مخاطب کیا میری بیٹی تمہارے اور تمہاری بہن کیرش کے کون سے ایسے حالات تھے جن کی بنا پر تجھے مجبور ہونا پڑا جواب میں زوزن نے پہلی بار شہاب الدین بن مسعود کے سفیر بن کر گور خان کے پاس جانے بعد ازاں ان کو شکست دینے اور اپنے شہاب الدین بن مسعود کی طرف مائل ہونے کے ساتھ ساتھ بعد میں کیرش کے شہاب الدین سے محبت کرنے کی وجہ سے پیچھے ہٹ جانے اپنی چھوٹی بہن کیرش کے لیے قربانی دینے اس کے بعد کیرش کے وہاں سے بھاگنے اور زہر خوردنی سے اس کے مارے جانے کے سارے واقعات تفصیل سے کہہ سنائے تھے۔

یہ سارے واقعات سن کر سلطان تھوڑی دیر تک دم بخود سا بیٹھا رہا، خان سلطان بھی فکر مند اور پریشان سی ہو گئی تھی کچھ دیر خاموشی رہی پھر سلطان نے زوزن کو مخاطب کیا۔

دیکھ بیٹی اب جبکہ عثمان خان اس دنیا میں نہیں رہا تو میں تیرے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ چند دن ہمارے ہاں آرام کرو اس کے بعد میں کچھ محافظوں کے ساتھ تمہیں عزت اور احترام کے ساتھ تمہارے باپ گور خان کی طرف روانہ کر دوں گا اور رخصت کرتے وقت ایک بیٹی کی حیثیت سے تمہیں تحائف سے بھی نوازاؤں گا تاکہ تمہارے باپ کو احساس ہو کہ ہمارے ہاں عورت کی کیسی قدر ہے اور اس کا کیسا احترام کیا جاتا ہے۔

سلطان کے ان الفاظ پر زوزن چوکی تھی پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

سلطان محترم آپ نے عثمان خان اور اس کے لشکریوں کا خاتمہ کر کے عثمان خان کو اس کے کیے کی سزا دی ہے ساتھ ہی فونا کے لشکر کو بھی بدترین شکست دے کر اس کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتارا ہے اور فونا کو بچے بچے لشکر کے ساتھ بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے تو میں آپ کو پہلے سے آگاہ کر دوں کہ میرا باپ اس کا انتقام ضرور لے گا میں اس کی طبیعت اس کے حراج سے خوب واقف ہوں اور پھر میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ اس نے اپنی عسکری تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا رکھا ہے فونا کو جس قدر لشکر دے کر اس نے سرحد روانہ کیا تھا ابھی اس کے پاس اس سے چار گنا بڑا لشکر ہے جسے وہ کسی نہ کسی روز بھی نہ کبھی آپ کے خلاف ضرور حرکت میں لائے گا اور آپ سے اپنی شکستوں کا انتقام لینے کی کوشش کرے گا اس بنا پر میں آپ سے گزارش کروں گی کہ آپ آنے والے ان حالات کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے کر رکھیں۔

دورن کے ان الفاظ پر سلطان نے خوشی کا اظہار کیا پھر کہنے لگا۔

میری بیٹی میں تیرے ان الفاظ کا شکریہ ادا کرتا ہوں میں ابھی شہاب الدین کو یہاں بلاتا ہوں اس لیے کہ وہ ابھی اپنے سالاروں کے ساتھ زنجیوں کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گا اور اس کے سامنے تیرے مخلص گفتگو کرتا ہوں۔

اس پر دورن چونک سی پڑی اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سلطان محترم آپ کی مہربانی آپ اس سلسلے میں ان سے گفتگو کریں لیکن میری آپ سے گزارش ہے کہ یہ گفتگو میری موجودگی میں نہ کریں بہتر ہو گا کہ مجھے کہیں اور بٹھا دیں۔

سلطان مسکرا کر پھر کہنے لگا۔

میری بیٹی سرحد کے نواح میں میرا پڑاؤ پہلے سے قائم ہے جہاں میں کسی کو بھیجتا ہوں کہ وہ شہاب الدین کو بلا کر میرے پاس لائے وہاں میں تمہیں خان سلطان کے ساتھ بھیجتا ہوں تمہیں شہاب الدین کے خیمے میں لے کر جائے گی تم وہاں بالکل مطمئن ہو کر آرام کرو اور وہاں میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ شہاب الدین تمہیں اپناتے ہوئے خوش محسوس کرے گا اسی بنا پر ہی میں تمہیں کہیں اور بٹھانے کے بجائے اس کے نیچے کی طرف بھجوانا چاہتا ہوں۔

چاہا یہ الگ بات ہے کہ میں اپنی چھوٹی بہن کی خوشیوں کے لیے پیچھے ہٹ گئی تھی ورنہ وہ ہر لمحہ برآں اور ہمیشہ میری محبت اور چاہت کا مرکز رہے ہیں۔

دورن کی اس گفتگو سے سلطان بے حد متاثر دکھائی دے رہا تھا کچھ دیر خاموش رہی سلطان سوچتا رہا پھر دورن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میری بیٹی اس سلسلے میں سب سے پہلے تو شہاب الدین سے گفتگو کی جائے گی میں سمجھتا ہوں کیش کے مرنے کا اس کو بے حد دکھ اور صدمہ ہو گا ساتھ ہی میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ شہاب الدین کی زندگی میں ایک اور لڑکی بھی ہے یہ نہ ہو بعد میں تمہیں.....

سلطان ہمیں تک کہنے پایا تھا کہ دورن فی الفور بول ابھی سلطان محترم میں پورے حالات سے واقف اور آگاہ ہوں میں یہ جانتی ہوں شہاب الدین بن مسعود سے سدور ابھی محبت کرتی ہے اور ابھی میری اسے پسند کرتے ہیں سلطان محترم میری اس میں خوشی اور طمانیت ہو گی اگر سدور کے ساتھ ساتھ مجھے امیر شہاب الدین بن مسعود کی زندگی کا سہمی بنا دیا جائے آپ اس سلسلے میں امیر سے بات کریں اگر انہوں نے مجھے اپنانے، مجھ سے شادی کرنے کی حاضی بھی تو میں سمجھوں گی میں نے اپنی زندگی میں کچھ نہیں سکھوایا اور جو کچھ میں نے چاہا وہ مجھے مل گیا ہے اور اگر امیر نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تب میں آپ سے گزارش کروں گی کہ آپ اپنے مرکزی شہر خوارزم میں میری رہائش کا کوئی چھوٹا موٹا بندوبست کر دیں میں واپس اپنے باپ کے پاس نہیں جاؤں گی زندگی کے باقی دن خوارزم ہی میں گزار دوں گی۔

دورن کے ان الفاظ کے جواب میں پہلی بار خان سلطان بول اٹھی۔

دورن میری بہن ایسا نہیں ہو گا میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ بھائی شہاب الدین تمہیں اپنی زندگی کا سہمی ضرور بنائیں گے میرے بابا نے شہاب الدین کو اپنا بیٹا کہا ہے لہذا اس رشتے سے وہ میرے بھائی ہیں اور انہوں نے بھی ہمیشہ بہن ہی کی طرح میری عزت اور احترام کیا ہے اس سلسلے میں میں خود بھی بھائی شہاب الدین سے بات کروں گی تمہیں پریشان اور غم مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

دورن نے مسکراتے ہوئے خان سلطان کا شکریہ ادا کیا اس کے بعد سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

الدین کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

شہاب الدین میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ گور خان اس قدر بے رحمی اس قدر بربریت سے کام لیتے ہوئے اپنی بیٹی کیرش کا خاتمہ کرا دے گا شہاب الدین زوزن نے اپنے جن جذبات اور احساسات کا اظہار کیا ہے کیا تم اس سے پہلے زوزن کے ان جذبات سے واقف تھے۔

اس موقع پر شرم کے باعث زوزن کی گردن جھکی ہوئی تھی لمحہ بھر کے لیے بڑے شوق اور دلچسپی میں شہاب الدین نے زوزن کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

سلطان محترم خدا گواہ ہے میں اس سے پہلے زوزن کے جذبات سے واقف اور آگاہ نہیں تھا یہ اس کی بلند ہمتی اور فراخ دلی ہے کہ اس نے اپنی چھوٹی بہن کیرش کی خاطر اپنی محبت سے پسپائی اختیار کی اور ایسا بہت کم لڑکیاں کرتی ہیں۔ سلطان محترم مجھے کیرش کے اس طرح مرنے کا بہت دکھ اور صدمہ ہے جہاں تک زوزن کا تعلق ہے یہ نہ میرے لیے ابھی سے نہ ہی آتشا اگر یہ میری زندگی کا ساتھی بننا چاہتی ہے تو میں سمجھتا ہوں یہ میری خوش بختی میری خوش نصیبی ہے کہ زوزن.....

یہاں تک کہتے ہی شہاب الدین کو روک کر کہنا پڑا، اس لیے کہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں زوزن بول اٹھی تھی۔

جو الفاظ مجھے کہنے چاہیے تھے وہ آپ ادا کر رہے ہیں۔

یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد زوزن لمحہ بھر کے لیے رکی کچھ سوچا پھر سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

سلطان محترم اگر اس موقع پر میں براہ راست امیر شہاب الدین سے کچھ کہوں تو آپ برا تو نہیں مانیں گے۔

زوزن کے ان الفاظ پر جہاں خان سلطان کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا تھا وہاں سلطان علاؤ الدین بھی مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

بہن! تم دونوں ایک دوسرے کو زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے قبول کر چکے ہو اب تم دونوں کا ایک دوسرے پر حق بنتا ہے اگر تم اس موقع پر شہاب الدین سے کچھ کہنا چاہتی ہو تو میری بیٹی تم اس کا حق رکھتی ہو مجھے یا کسی اور کو کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

سلطان کے ان الفاظ پر زوزن خوش ہو گئی تھی پھر کیرش کی قدر بے تکلفی کا اظہار

سلطان کی گفتگو سے زوزن مطمئن ہو گئی تھی پھر سلطان کے کہنے پر خان سلطان زوزن کو لے کر اسی ہی جگہ پر چوک پڑی اور اپنے ذوقا صلے پر اشارہ کرتے ہوئے سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

سلطان محترم وہ سامنے امیر شہاب الدین بن مسعود ادھر ہی آرہے ہیں۔ زوزن کے ان الفاظ پر سلطان مسکرایا اور کہنے لگا بیٹی میں نے تو چاہا تھا کہ تجھے شہاب الدین کے خیمے میں بھیج کر علیحدگی میں شہاب الدین سے گفتگو کروں اب اگر تم نے شہاب الدین کو دیکھ لیا ہے تو وہ بھی تمہیں دیکھ چکا ہوگا بہتر یہی ہے کہ میری بیٹی بیٹھ جاؤ اب ساری گفتگو تمہاری موجودگی میں ہی ہوگی۔

زوزن مجبوراً نہ چاہتے ہوئے بھی بیٹھ گئی تھی تھوڑی دیر بعد شہاب الدین جو وہاں پہنچ گیا تھا قریب آ کر اس نے سلطان سے سلام کیا پھر زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے فکر مند یں کہنے لگا۔

زوزن تم یہاں؟ مجھے ابھی تھوڑی دیر پہلے پتا چلا ہے کہ فونا کے جو لشکری گرفتار ہوئے تھے ان گرفتار ہونے والوں میں تم بھی تھی امیر ہوتے ہی کم از کم تمہیں میرا پوچھنا چاہیے تھا سیدھا میرے پاس چلے آنا چاہیے تھا۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر زوزن خوش ہو گئی تھی کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سلطان علاؤ الدین شہاب الدین کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔

شہاب الدین زوزن نے تنقید ہے نہ امیر اب یہ میری بیٹی ہے تمہاری آمد سے پہلے میں اس سے تفصیل سے گفتگو کر چکا ہوں جو گفتگو ہوئی ہے اس کی تفصیل میں تم سے بھی کہنا ہوں پہلے تم بیٹھ جاؤ۔

شہاب الدین جب سلطان کے سامنے بیٹھنے لگا تب سلطان کہنے لگا۔ یہاں میرے سامنے نہیں یہاں زوزن کے پہلو میں آکر بیٹھو۔

سلطان کے ان الفاظ پر شہاب الدین چونکا وہ بیٹھا سا رہا تھا اس کی اس حرکت پر زوزن بھی مسکرائی تھی پھر سلطان کے کہنے پر شہاب الدین زوزن کے پہلو میں جب بیٹھ گیا تب سلطان نے وہ سارے حالات تفصیل سے کہہ دیئے تھے جو تھوڑی دیر پہلے زوزن نے سلطان سے کہے تھے۔

ساری تفصیل جان کر شہاب الدین فکر مند ہو گیا تھا اس موقع پر شہاب

کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

سب سے پہلے تو میں آپ کا شکر یہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا قبول کیا جہاں تک شان خان کا تعلق ہے میں اس سے پہلے بلکہ آج تک میں نے نہ اسے کبھی دیکھا نہ میری اس سے ملاقات ہوئی نہ شادی یا کسی دوسرے موضوع پر میں نے اس سے گفتگو کی یہ فیصلہ میرے باپ کا تھا میں اس فیصلے کے سامنے چپ اور خاموش رہی اب جبکہ وقت اور حالات ہم دونوں کو ایک دوسرے کے لیے وقت کر چکے ہیں تو اس موقع پر میں کچھ کہنا چاہتی ہوں مجھے امید ہے کہ آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

یہاں تک کہنے کے بعد روزن جب خاموش ہوئی تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان نے کسی قدر حیرت اور جستجو میں پوچھ لیا۔

نبی شہاب الدین سے شادی کرنے کے لیے کیا تمہاری کوئی شرط ہے۔
ہاں سائنیم اس موقع پر روزن کے چہرے پر نمودار ہوا تھا پھر کہنے لگی۔
سلطان محترم! اسے شرط ہی سمجھ لیجئے اور مجھے امید ہے کہ شہاب الدین میری اس شرط کو قبول کر لیں گے۔

روزن کے ان الفاظ پر خان سلطان اور شہاب الدین بھی حیرت بھرے انداز میں ہی کی طرف دیکھے جا رہے تھے یہاں تک کہ روزن نے شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا رشتہ میری بہن کیرش کے ساتھ طے ہو چکا تھا یہ رشتہ نہ میری ماں نہ میرے باپ نے طے کیا بلکہ ایک طرح سے کیرش کے ساتھ آپ کا رشتہ میں نے ہی طے کر دیا تھا اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جس دن آپ سفیر بن کر میرے باپ کے دربار میں گئے تھے اور آپ نے بیچ زنی کے مقابلے میں بیروہ خان کو چت کیا تھا اسی دن سے میں بنے آپ کو پسند کر گیا تھا اور تبہ کر لیا تھا کہ اگر کبھی حالات نے میرے حق میں گروٹ لی تو میں آپ کو اپنی زندگی کا ساتھی ضرور بنادوں گی لیکن جب میری بہن آپ سے سب زاری اور نفرت کرنے کے باوجود بعد میں آپ کی اسیری میں رہنے کے بعد آپ کی طرف جھک گئی تب میں نے اپنی بہن کے لیے قربانی دی اور جیسے ہت گئی شاید قدرت کو یہی منظور تھا کہ میں آپ کی زندگی کی ساتھی بنوں۔

www.pakbooksfree.pk

مجھے کیرش کے مرنے کا بے حد دکھ ہے اور زندگی بھر اس کے دکھ کو بھلا نہیں سکوں گی۔
امیر شہاب الدین یہ تو میری بہن کیرش کے ساتھ آپ کا تعلق تھا لیکن کیرش سے مجھے پہلے ایک لڑکی کا آپ پر حق ہے اور وہ سدورہ ہے میں نے بھی جانتی ہوں اور اس کا انکشاف آپ ہی نے مجھ پر کیا تھا کہ سدورہ آپ کو پسند کرتی ہے اور آپ بھی اس میں دلچسپی لیتے رہے ہیں چونکہ سدورہ نے مجھ سے بھی پہلے آپ کو چاہنا شروع کیا تھا لہذا وہ میری نسبت بلکہ مجھ سے پہلے آپ کی حق دار ہے اس بنا پر میں چاہوں گی کہ آپ سے میری شادی ہونے سے پہلے آپ کی شادی سدورہ کے ساتھ ہو اس کے بعد میں آپ کی بیوی بنوں گی اگر آپ کو میری اس خواہش کے خلاف کوئی اعتراض ہے تو کہیں۔

روزن جب خاموش ہوئی تو مسکراتے ہوئے شہاب الدین اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ پھر کہنے لگا۔

روزن نے تمہاری بڑائی تمہاری فراخ دلی ہے کہ تم سدورہ کو اپنے آپ پر ترجیح دے رہی ہوں اگر تم ایسا چاہتی ہو تو میں تمہارے خیالات تمہاری اس شرط پر زندگی بھر فراموش کر رہوں گا۔

روزن کی یہ ساری گفتگو سلطان نے بھی بڑے غور سے سنی تھی روزن جب خاموش ہو گئی تب سلطان بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

روزن میری بیٹی میں تو پہلے سمجھا تھا کہ تم اس سلسلے میں کوئی کڑی شرط پیش کر دو گی لیکن جو شرط تم نے پیش کی ہے میری بیٹی اسے شرط نہیں کہا جاسکتا اسے تو میں قربانی اور فراخ دلی کا نام دے سکتا ہوں میری بیٹی سلطان کے جیسا تو چاہ رہی ہے ایسا ہی ہو گا اس وقت ہم سرقہ کے نواح میں ہیں اور دریائے آمو کے اس پار وہ بستیوں بھی قریب ہیں جن میں سدورہ رہتی ہے میں آج ہی کچھ قاصد سدورہ کے باپ حسام الدین کی طرف بھیجتا ہوں شہاب الدین ان قاصدوں کو بتا دے گا کہ سدورہ کے ساتھ اس کے باپ اور بلال بن سلیمان کے علاوہ کس کس کو آنا چاہیے اور قاصدان پر انکشاف بھی کرے گا کہ میں نے انہیں سرقہ کے نواح میں بلایا ہے اور یہیں سدورہ اور تمہاری شادی ایک ساتھ شہاب الدین کے ساتھ ہو گی اب بولو بیٹی تم کیا کہتی ہو۔

سلطان کے ان الفاظ پر روزن خاموش ہو گئی مگر بے پناہ خوشی کا اظہار

کرتے ہوئے کہنے لگی۔

سلطان محترم مجھے تو کوئی اعتراض نہیں میرے لیے تو یہ خوشی کا مقام ہے

لیکن.....

یہاں تک کہتے کہتے شرمانے کے انداز میں زوزن رک گئی تھی اس موقع پر

اس کی طرف تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے شہاب الدین بول اٹھا تھا۔

سلطان محترم لیکن کے بعد زوزن شاید یہی کہنا چاہتی تھی کہ مجھے کوئی اعتراض

نہ ہو لہذا میں خود ہی کہتا ہوں کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں ہے جو فیصلہ ہو رہا

ہے یوں جائیں اس میں میری رضامندی شامل ہے۔

★.....★

◎ ◎ ◎

شہاب الدین کی اس گفتگو سے سلطان اور خان سلطان بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے پھر سلطان شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

شہاب الدین زوزن بچاری پریشان اور فکر مند تھی کہ شاید تم اسے اپنی زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے قبول کرتے بھی ہو کہ نہیں اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ میں گفتگو تم سے اس کی غیر موجودگی میں کروں خان سلطان اسے جہارے خیمے میں لیجانا چاہتی تھی تاکہ اس کی غیر موجودگی میں تم سے گفتگو کروں لیکن اتنی دیر تک تم آگئے بہر حال جو معاملہ میں زوزن کی غیر موجودگی میں کرنا چاہتا تھا وہ اس کی موجودگی ہی میں انجام کو پہنچ گیا ہے میں سمجھتا ہوں یہ میرے لیے بہت بڑی خوشی کا لمحہ ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا پھر شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے

لگا۔

یہ کہو کہ زوزن کی دیکھ بھال کہاں تک پہنچی ہے جواب میں شہاب الدین خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم! تقریباً سارے زوزن کی مرہم پٹی کی جا چکی ہے اب انہیں خیموں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔

اگر یہ بات ہے تو پھر سنو سلطان نے مسکراتے ہوئے شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

شام تک تم اپنے خیمے میں نہیں جاؤ گے۔ منصوبہ ترکی کے خیمے میں رہو گے جبکہ خان سلطان زوزن کو ابھی تمہارے خیمے میں لے جائے گی شام تک یہ تمہارے خیمے کی ہر شے سے واقف ہو جائے گی اتنی دیر میں خان سلطان سے کہتا ہوں کہ زوزن کے لیے مختلف لباس اور ضروریات کی دوسری اشیا کا اہتمام کرے اور مغرب کی نماز کے بعد جب تم لوگوں کے نکاح کا اہتمام ہو جائے گا تو تم زوزن کے پاس اپنے خیمے

تعلق ہے۔

شہاب الدین اپنی بات مکمل ہی نہ کر سکا کہ خان سلطان گردن جھکاتے ہوئے بول اٹھی۔

شہاب الدین آپ مجھے بہن کہتے ہیں اور میں ایک ہر دلہن بھائی کی طرح آپ کو چاہتی ہوں اور آپ کو پسند کرتی ہوں میں منصور کو بھی خوب جانتی ہوں ان کے مزاج سے بھی خوب واقف ہوں اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں عدت پوری ہونے کے بعد میں ان سے شادی کرنے کے لیے تیار ہوں۔

خان سلطان کا یہ جواب سن کر شہاب الدین کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی شہاب الدین کو خوش ہوتے دیکھ کر دوزن بھی مسکرا رہی تھی اس کے ساتھ ہی شہاب الدین اٹھ کھڑا ہوا اور سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم مجھے اب اجازت دیں زنیوں کو ان کے خیموں میں منتقل کرنا ہے۔ سلطان نے شہاب الدین کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ اسے نشست پر بٹھا دیا تھا پھر کہنے لگا۔

بیٹھو پہلے میری بات سنو اس کے بعد جانا سلطان کے کہنے پر شہاب الدین پھر اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھا یہاں تک کہ سلطان نے پھر اسے مخاطب کیا۔ کچھ تیز رفتار قاصد سدروہ کے باپ حسام الدین کی طرف روانہ کر دہ قاصد میری طرف سے روانہ کرنا سدروہ اس کے باپ اور بلال بن سلیمان کے علاوہ وہاں سے جس کو تم بلانا چاہتے ہو یا حسام الدین اور بلال بن سلیمان اپنے ساتھ جس کو لانا چاہیں اپنے ساتھ لا سکتے ہیں میری طرف سے حسام الدین کو یہ پیغام بھیجا دینا کہ وہ سدروہ کو لے کر یہاں آئے اس لیے کہ یہیں سرحد کے نواح میں سادگی کے ساتھ تمہاری اور سدروہ کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا اور اسی وقت دوزن بھی تمہارے نکاح میں دے دی جائے گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ اب تم اٹھ کر جاؤ پہلے حسام الدین کی طرف قاصد بھیجو اس کے بعد زنیوں کی دیکھ بھال کے کام میں لگ جانا۔ دوزن کی طرف سے تم بے فکر رہنا جب تک تمہارا اس سے نکاح نہیں ہوتا

میں جاسکتے ہوں اب یولو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

اس موقع پر دوزن نے بھی دزدیہ نگاہوں اور کس قدر پر شوق انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھا تھا شہاب الدین بھی مسکراتے ہوئے دوزن کی طرف دیکھ رہا تھا پھر سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم جو کچھ آپ نے کہا ہے یہ میرے لیے آخری ہے اس موقع پر میں بھی آپ سے ایک التماس کرتا ہوں۔

سلطان محترم اب جبکہ عثمان خان اس دنیا میں نہیں ہے کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد خان سلطان کی شادی کا بھی اہتمام کیا جائے۔

اس موقع پر چنچو بھرے انداز میں خان سلطان شہاب الدین کی طرف دیکھ رہی تھی خود سلطان بھی چنچو بھرے انداز میں بول اٹھا۔ کس کے ساتھ؟

جواب میں شہاب الدین نے کچھ سوچا پھر وہ کہنے لگا۔

سلطان محترم اگر آپ مراندہ مائیں تو میں یہ کہوں گا کہ منصور ترکی ایک عرصے سے خان سلطان کو پسند کرتا چلا آ رہا ہے آج تک اس نے بھی کسی سے بھی اس کا نکہار نہیں کیا میرا وہ صرف دوست اور ساتھی سالار ہی نہیں بلکہ بھائی بھی ہے اور اس نے ہمیشہ میری عزت اور میرا احترام اس طرح کیا ہے کہ جیسے میں عمر میں بڑا ہوں حالانکہ وہ مجھ سے بڑا ہے کیونکہ آپ نے اسے میرے ماتحت کام کرنے کے لیے مقرر کیا تھا اس بنا پر وہ میرا زہد احترام کرتا ہے میں بہتا ہوں اگر آپ پسند کریں تو۔۔۔۔۔

شہاب الدین کو یہاں تک کہنے رک جانا پڑا اس لیے کہ سلطان بول اٹھا۔ شہاب الدین تمہاری حیثیت میری نگاہوں میں بیٹے اور خان سلطان کی نگاہوں میں بھائی کی سی ہے اور یہ بھائی کی طرح تمہیں بعد پسند بھی کرتی ہے اگر تم چاہتے ہو کہ خان سلطان کی شادی منصور ترکی سے کر دی جائے تو اس سلسلے میں مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے تاہم اس معاملے میں خان سلطان کی رضا مندی جانتا ضروری ہے۔

اس موقع پر شہاب الدین نے خان سلطان کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔ خان سلطان میری بہن شادی تو تم نے نہیں کرنی ہے جہاں تک منصور کا

تفصیل کہنے کے بعد سلطان کچھ دیے خاموش رہا پھر حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

حسام الدین میں جانتا ہوں سدودہ آپ کی اگلوٹی بیٹی ہے اور آپ اس سے بے پناہ محبت بھی کرتے ہیں جو کچھ میں نے کہا ہے اس سلسلے میں اگر آپ کو کوئی اعتراض ہو تو بولیں۔

حسام الدین نے ہونٹوں پر زبان بھیری اور کہنے لگا۔

سلطان محترم اس سے پہلے میرے ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی تھی کہ گور خان کی ایک بیٹی بھی امیر شہاب الدین کو پسند کرتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس سے بے پناہ راست شہاب الدین نے تو نہیں کبھی گھٹی لکھن شہاب الدین کے ایک چھوٹے لشکر نے یہ بات ہمارے علاقوں میں آپ کے سالار تک پہنچائی تھی جس نے یہ اطلاع بلال بن سلیمان سے کہی اور بلال سلیمان نے میرے کانوں میں ڈال دی تھی۔

سلطان محترم اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اس موضوع پر میں نے اپنی بیٹی سے بھی بات کی تھی اسے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا کہ اس کے علاوہ شہاب الدین کیرش سے بھی شادی کر لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اب جبکہ گور خان نے بربریت سے کام لیتے ہوئے اپنی بیٹی کا خاتمہ کر دیا ہے اور یہ نیا انکشاف ہوا ہے کہ کیرش سے پہلے زوزن امیر شہاب الدین کو چاہتی تھی اگر میری بیٹی کے علاوہ زوزن کو بھی شہاب الدین کے نکاح میں دیا جاتا ہے تو سلطان محترم مجھے قطعی کوئی اعتراض نہیں ہاں اس پر میری بیٹی کو اختیار ہے کہ وہ اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

اس موقع پر سلطان نے ایک گہری نگاہ سدودہ پر ڈالی جس کی گردن اس وقت جھکی ہوئی تھی پھر آواز دے کر سلطان نے اپنے چوہدار کو بلایا جب وہ خیمے کے دروازے پر آیا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

میری بیٹی خان سلطان کے خیمے میں جاؤ اور وہاں سے خان سلطان اور زوزن دونوں کو بلا کر لاؤ۔

سلطان کا یہ حکم سن کر چوہدار وہاں سے بھاگ گیا تھا اس کے جانے کے بعد سلطان حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے بیٹے یہ خان سلطان کے ساتھ رہے گی۔ سدودہ کے آنے کے بعد یہ اور سدودہ دونوں تمہارے خیمے میں منتقل ہو جائیں گی، اب تم جاؤ۔

سلطان کی گفتگو سے مطمئن ہو کر شہاب الدین وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ چند ہی روز بعد حسام الدین بلال بن سلیمان سدودہ سارا اور ان بیٹیوں کے کچھ سرکردہ لوگ ایک وفد کی صورت میں سلطان کے دروازے میں داخل ہوئے تھے سلطان کو جب ان کے آنے کی اطلاع ملی تو شہاب الدین کے علاوہ اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ سلطان نے ان کے بہترین استقبال کا اہتمام کیا حسام الدین بلال بن سلیمان، سارا اور چو لوگ حسان الدین کے ساتھ آئے تھے سلطان کے کہنے پر ان سب کو سلطان کے خیمے میں بیجا گیا سب سے پہلے سب کی آؤ بھگت کی گئی اس موقع پر شہاب الدین اور سلطان کے علاوہ دوسرے سالار بھی وہاں موجود تھے پریشانی کے اظہار میں اس موقع پر حسام الدین نے سلطان کو مخاطب کیا۔

سلطان محترم آپ نے ہنگامی حالت میں مجھے میری بیٹی بلال بن سلیمان اور ہمارے ان لوگوں کو یہاں بلایا ہے خیریت تو ہے مجھے یہ تو بتا دیا گیا تھا کہ سرقد کے نواح میں امیر شہاب الدین سے میری بیٹی سدودہ کی شادی کا اہتمام کیا جائے گا لیکن ایسی بخلت کیا کسی خاص وجہ سے ہے ورنہ شادی کا اہتمام خوارزم شہر میں بھی کیا جاسکتا تھا۔

حسام الدین جب خاموش ہوا تب سلطان نے ٹو لہوہ کے لیے بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھا پھر اس کی نگاہیں سدودہ پر جم گئی تھیں یہاں تک کہ سلطان نے اسے مخاطب کیا،

سدودہ میری بیٹی میں جو کچھ تمہیں کہنے لگا ہوں خصوصیت کے ساتھ تم غور سے سننا حسام الدین بلال بن سلیمان سارا تم لوگ بھی جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس پر غور کرنا اگر کسی سلسلے میں تم لوگوں کو کوئی اعتراض ہو تو بھلا بھجک کہنا کوئی پابندی کوئی قدغن نہیں ہے۔

اس کے بعد سلطان نے بڑے مختصر سے اعزاز میں کیرش کے مارے جانے کی کیرش سے پہلے زوزن کے شہاب الدین کو چاہنے اور پھر زوزن کا امیر ہو کر سلطان کے لشکر میں آنا اور سلطان کا اس کی شادی شہاب الدین سے کر دینے کی خواہش کی ساری تفصیل ان سے کہہ دی تھی۔

جب تک سدورہ بڑی رازداری اور دھمے لہجے میں بولتی رہی خان سلطان مسکراتی رہی دوزن بھی مسکراتی تھی اور دوسری سے اعزاز میں ہی کبھی خان سلطان اور کبھی سدورہ کی طرف دیکھے جارہی تھی۔

سدورہ نے جب اپنی گفتگو ختم کی تب خان سلطان اپنے باپ کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ سلطان پہلے ہی بول اٹھا۔

میری بیٹی تم دونوں کو اس لیے بلایا ہے کہ سدورہ کو اپنے خیمے میں لے جاؤ اور علیحدگی میں لیا کر.....

یہاں تک کہتے کہتے سلطان کو رک چان پڑا اس لیے کہ خان سلطان آگے بڑھی سلطان کے پہلو میں بیٹھ گئی پھر کہنے لگی۔

بابا آپ کو اب کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے نہ سدورہ کو کہیں لیجانے کی ضرورت ہے سدورہ نے مجھے بتا دیا ہے کہ اگر اسے اور دوزن دونوں کو امیر شہاب الدین کی زندگی کا ساتھی بنایا جاتا ہے تو اسے کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس میں اس کی خوشی بھی شامل ہے لہذا اب سدورہ کو علیحدگی میں لیجانے کی ضرورت نہیں ہے یہ الفاظ سن کر سلطان کے علاوہ وہاں بیٹھے سب لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی پھر سلطان نے اپنے خیمے میں لشکر کے قاضی کو طلب کیا سب کی موجودگی میں سدورہ اور دوزن دونوں کا نفاذ شہاب الدین سے چڑھا دیا گیا تھا اس کے بعد ان دونوں کو شہاب الدین کے خیمے میں منتقل کر دیا گیا تھا چند روز بعد سلطان نے سمرقند کے نواح میں قیام کیا اسے دن تک بلال بن سلیمان حسام الدین سارا اور ساتھ آئے ہوئے لوگوں نے بھی دہیں قیام کیا اس کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ خوارزم کا رخ کیا تھا جبکہ حسام الدین اور بلال بن سلیمان اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی بیٹیوں کی طرف چلے گئے تھے خوارزم میں سلطان نے داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شہاب الدین کے لیے ایک عمدہ حویلی کا اہتمام کیا اور اس میں شہاب الدین نے دوزن اور سدورہ کے ساتھ رہائش اختیار کر لی تھی دوسری طرف عدت پوری ہونے کے بعد خان سلطان کی شادی منصور ترک سے بھی کر دی گئی تھی۔

میں نے اپنی بیٹی خان سلطان اور دوزن دونوں کو بلایا ہے میری بیٹی سدورہ کو وہ اپنے ساتھ لے جائیں گی ساری حقیقت اس پر واضح کریں گی سدورہ دوزن سے بھی ملے گی تینوں مل کر آپس میں مشورہ کر لیں اس کے بعد جو فیصلہ سدورہ کرے گی وہ بھی ہمارے لیے آخری ہے۔

سلطان کے ان الفاظ سے حسام الدین بلال بن سلیمان دونوں خوش ہو گئے تھے سارا بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی تو دوسری طرف بعد خیمے کے دروازے پر خان سلطان اور دوزن نمودار ہوئی تھیں دونوں کو ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے اندر آنے کے لیے کہا پھر سلطان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

دائیں جانب میری بیٹی خان سلطان ہے بائیں جانب دوزن ہے اس موقع پر اچانک سدورہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی بڑی تیزی سے ان دونوں کی طرف گئی دونوں کے قریب جا کر اس نے اپنا نام بتایا پھر پر جوش اعزاز میں دونوں سے گلے مل کر گر گئی خان سلطان کا اظہار کر رہی تھی اس موقع پر سلطان خان سلطان کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ دونوں سے مل کر سدورہ علیحدہ ہو گئی پھر خان سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

خان سلطان میری بہن میں یہاں بولتے ہوئے اچھی نہیں لگتی آپ کو سلطان نے اس لیے بلایا ہے تاکہ آپ مجھے علیحدگی میں لیا کر مجھ سے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کیا میں دوزن کے ساتھ امیر شہاب الدین کی زندگی کا ساتھی بننے کے لیے تیار ہوں کہ نہیں میری بہن میری طرف سے سلطان سے صاف اور واضح طور پر کہہ دو کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں میں اس سے پہلے کبھی کویش اپنی بہن سمجھتے ہوئے اس بات پر تیار تھی کہ ہم دونوں امیر شہاب الدین کی خدمت کریں گی اب یہ میرے لیے بڑے دکھ اور سوگ کا مقام ہے کہ کیرش کا خاتمہ کر دیا گیا ہے جہاں تک دوزن کے حالات مجھے بتائے گئے ہیں تو میں دوزن پر زندگی بھر فخر کرتی رہوں گی کہ اس نے اپنی بہن کی خاطر اپنی محبت سے ہاتھ کھینچا حالانکہ بہت کم لڑکیاں ایسا کرتی ہیں۔ محمد چاہتی ہوں کہ ہم تینوں کو کہیں علیحدگی میں نہ جانا پڑے میری بہن یہیں سلطان پر انکشاف کر دو کہ دوزن میری بہن ہے جب ہم دونوں کی شادی امیر شہاب الدین سے ہو جائے گی تو ہم انتہائی اتفاق اور یکجہتی کے ساتھ دو بہنوں کی طرح امیر شہاب الدین کے ساتھ رہیں گی اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔

خوارزم شاہ سے واپس لے گا اس نے اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر یہ منصوبہ بندی بھی کر لی تھی کہ جب وہ تینوں شہر علاء الدین خوارزم شاہ سے لے گا پھر خوارزم شاہ کے علاقوں پر حملہ آور ہوگا اور اس کے بہت سے علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرتے ہوئے یہاں اپنے حاکم مقرر کرے گا اس کے علاقوں میں سے کچھ علاقوں میں اپنے سالاروں کو جاگیریں بھی عطا کرے گا۔

دوسری طرف مسلمان مجری بھی بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے اور انہوں نے گور خان کی جنگی تیاریوں اور اپنے لشکر کی تعداد بڑھانے کی ساری خبریں علاء الدین خوارزم شاہ تک پہنچانی شروع کر دی تھیں یہ صورت حال دیکھتے ہوئے گور خان کا مقابلہ کرنے کے لیے علاء الدین خوارزم شاہ نے بھی جنگی تیاریوں کا کام کرنا شروع کر دیا تھا ان تیاریوں سے متعلق مؤرخین اپنی رائے کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں کہتے ہیں۔

جب سے ترکان خلا کو سلطان کے خلاف شکست ہوئی تھی اور ماورائے نہر کے شہر گور خان کے قبضے سے نکل گئے تھے تب سے ہی گور خان جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا تھا کیونکہ وہ نہ صرف اپنے کھوئے شہر واپس لینا چاہتا تھا بلکہ علاء الدین خوارزم شاہ کو ایسا سبق سکھانا چاہتا تھا جسے وہ ساری عمر نہ بھولے پائے۔

مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ پہلا موقع تھا کہ دونوں لشکریوں کے درمیان جو غدار سالار تھے وہ حرکت میں آئے سب سے پہلے گور خان کا ایک سردار غدار کی پر از نام اس کا کچلک خان تھا مؤرخین لکھتے ہیں کہ گور خان کے بہترین سالاروں میں سے تھیں گور خان کے علاوہ گور خان کے خلاف تھا اور اس سے نفرت کرتا تھا۔

چنانچہ اس کچلک خان نے سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کی طرف اپنے کچھ قاصد بھجوائے اور سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کو یہ کہلا بھیجا کہ اگر وہ عین جنگ کے موقع پر گور خان کے خلاف بغاوت کھڑی کر دے اور گور خان کے بجائے جنگ کے دوران سلطان کی مدد کرتے تو سلطان اس کی خدمت کے عوض میں اس سے کیا سلوک کرے گا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ غدار کچلک خان کے اس نمائندے کو سلطان نے جو جواب دیا تھا وہ اس طرح تھا۔



خوارزم میں قیام کے دوران سلطان علاء الدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کو مکمل طور پر آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ اس سے پہلے اس کے لشکر کی نگار کی مہموں میں حصہ لیتے رہے تھے۔ اس دوران سلطان نے ہرات کی مہم کی طرف بھی کوئی دھیان نہ دیا تھا جبکہ اس کے دونوں سالار کر تک اور امین الدین ابوبکر دونوں ہرات کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اسی دوران گور خان بڑی تگ و دو اور بڑی تیزی سے اپنی جنگی تیاریوں میں مصروف رہا جس قدر لشکر اس کے پاس پہلے ہوا کرتا تھا اب اس نے اپنے لشکر کی تعداد اس سے دوگنی کر لی تھی سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے اس پر نگار حملہ آور ہوتے ہوئے اس سے سو قہقہہ اور بخارا بھیجنے لیے تھے بلکہ یہیں نہیں گور خان کے حامی عثمان خان پر بھی حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس بنا پر گور خان کو علاء الدین خوارزم شاہ کے خلاف سخت غصہ اور غضب تھا اور اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اپنی فکستوں کا انتقام ہر صورت میں وہ علاء الدین خوارزم شاہ سے لے کر رہے گا۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر اس نے بھرتیاں شروع کر دیں تھیں اور بسنے بھرتی کیے جانے والے لشکریوں کی بہترین تربیت کام شروع کر دیا تھا۔ اپنے سالاروں اور لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے اس نے ان کے روزینوں میں بھی خوب اضافہ کر دیا تھا اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر گور خان نے تہیہ کر رکھا تھا کہ جس وقت اس کے لشکر کی پوری طرح تربیت یافتہ ہو جائیں گے اور جب وہ دیکھے گا کہ اب اپنے نئے لشکر کے ساتھ وہ علاء الدین خوارزم شاہ پر ضرب لگانے کے لیے بالکل تیار اور مستعد ہے تب وہ اپنے لشکر کے ساتھ نکلے گا اور سب پہلے سر قند کو اپنا ہدف بنائے گا۔

گور خان کا خیال تھا کہ علاء الدین نے سب سے پہلے ترمذ پر حملہ کرے گا اور اس کے بعد بخارا اور اس کے بعد ترمذ علاء الدین

میں جنگ کے دوران وہ دونوں اپنے حصے کے لشکر کو لے کر گور خان کے ساتھ مل جائیں گے۔

اس طرح جہاں گور خان نے اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچا دیا تھا وہاں علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بھی اس کے حملوں کی روک تھام کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینا شروع کر دی تھی۔

ایک روز شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار شہاب الدین کی رہائش گاہ میں داخل ہوئے دونوں اپنے گھوڑوں کو لے کر پہلے اصطبل کی طرف گئے گھوڑوں کو وہاں باندھنے کے بعد جب وہ اصطبل سے نکلے تو انہوں نے دیکھا اصطبل کے سامنے حویلی کا جو کھلا تھا جس میں پھل دار پودے بھی لگے ہوئے تھے حویلی سے نکل کر سدورہ زدن اور خان سلطان وہاں آن کھڑی ہوئی تھیں۔

ان کی طرف آتے ہوئے سب سے پہلے شہاب الدین نے خان سلطان کو مخاطب کیا اور سمراتے ہوئے کہنے لگا۔

خان سلطان میری بہن، ہمیں خبر ہو گئی تھی کہ تم یہاں آئی ہو لہذا میں منصور کو اپنے ساتھ ہی یہاں لے آیا ہوں۔

شہاب الدین جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خان سلطان کہنے لگی۔

امیر محترم اس موقع پر میں آپ کو ایک اچھی بلکہ بہت ہی اچھی خبر سنانے لگی ہوں۔

خان سلطان کے ان الفاظ پر شہاب الدین اور منصور ترکی دونوں چونکے کے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگے تھے اس موقع پر منصور ترکی اپنی بیوی خان سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

خان سلطان کوئی اچھی خبر سناتا جواب میں خان سلطان مسکرائی اور کہنے لگی۔

”اچھی خبر یہ ہے کہ امیر شہاب الدین غریب دو بچوں کے باپ بننے والے ہیں۔“

خان سلطان کے ان الفاظ پر جہاں سدورہ اور زدن چہرے چمکا کر مسکرا رہی تھیں وہاں منصور ترکی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اس موقع پر شہاب الدین بھی مسکرا

سلطان نے کہا کہ اگر کچک خان تنہا یعنی اکیلا گور خان کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے گور خان کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے تو علاؤ الدین خوارزم شاہ دریائے ہماکت کا سارا علاقہ اس کی تحویل میں دے دے گا۔

اور اگر گور خان کو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے خود شکست دی اور اس سلسلے میں کچک نے سلطان کی مدد کی تو اس صورت میں کا شغر اور حقن کے اختراع تو سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی قلم رو میں شامل کر لیے جائیں گے لیکن باقی ماندہ علاقہ کچک کے حوالے کر دیا جائے گا۔

مؤمنین لکھتے ہیں کہ کچک سلطان کی اس پیشکش پر خوش ہوا اور اس نے سلطان کے حق میں گور خان کے خلاف بغاوت کا حکم ارادہ کر لیا تھا۔

دوسری طرف مؤرخین یہ بھی لکھتے ہیں کہ انہیں دوں سلطان کے لشکر میں دو بڑے سرداروں نے غداری کی ان غدار سالاروں میں سے ایک کا نام اسہد اور دوسرے کا نام ترتیا تھا یہ احمد زنی طور پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے خلاف تھے چنانچہ انہوں نے بھی اپنے خاص آدمیوں کے ذریعے گور خان سے سودے بازی کی ان کے آدمی گور خان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے یہ پیشکش کی کہ جس وقت سلطان علاؤ الدین اور گور خان کی جنگ میں اپنے عروج پر آجائے گی تو ان لشکریوں کے ساتھ جو اس وقت اسہد اور ترتیا کے تحت کام کر رہے ہوں گے وہ سلطان علاؤ الدین کے لشکر سے نکل کر گور خان کے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور سلطان علاؤ الدین کے خلاف لڑنا شروع کر دیں گے اس طرح سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی شکست اور گور خان کی فتح مندی یقینی ہو جائے گی۔

چنانچہ ان دونوں غداروں نے اپنے حامدوں کے ذریعے گور خان کے ساتھ سودے بازی کر کے یہ طے پایا کہ عین لڑائی کے دوران یہ دونوں سردار سلطان کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں گے اسہد نے اس غداری کی قیمت میں خراسان کا صوبہ طلب کیا تھا اور ترتیا نے خوارزم کا علاقہ مانگا تھا گور خان کو ابھی تک یہ خبر نہ تھی کہ اس کے ایک سالار کچک نے اندر ہی اندر ساز باز کرتے ہوئے اس کے خلاف غداری کی ہے اور سلطان خوارزم شاہ کو پیشکش کی ہے دوسری طرف علاؤ الدین خوارزم شاہ کو بھی خبر نہ ہوئی تھی کہ اس کے دو اہم سالاروں نے گور خان کے ساتھ سودے بازی کی ہے اور

شہاب الدین میرے بھائی ان دونوں زوزن اور سدورہ دونوں کو انتہائی گھمبشت اور خدمت کی ضرورت ہے جو یہاں رہتے ہوئے ان کے لیے ممکن نہیں ہے جب آپ دونوں لشکر میں سرقد کا رخ کر جائیں گے تو میں ان دونوں کو لے کر سدورہ کی حویلی میں چلی جاؤں گی وہاں سارہ بھی ہے میں اور سارہ دونوں مل کر زوزن اور سدورہ کو سنبھالنے والی رہوں گی میرے خیال میں اس سلسلے میں آپ کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا چاہیے آپ کے جانے کے بعد یہ دونوں بیچارے حویلی میں اکیلی رہ کر بڑی کرب خیزی میں آپ کی واپسی کا انتظار کرتی رہیں گی اگر یہ دونوں یہاں رہ بھی جاتی ہیں تب بھی میں ان کے پاس رہنے کے لیے تیار ہوں لیکن یہاں کی نسبت سدورہ کے ہاں حالت بہتر ہوگی یہاں میں صرف اکیلی ان کی گھمبشت کرنے والی ہوں گی وہاں میرے ساتھ سارہ بھی ہوگی اس طرح ہم دونوں مل کر بہتر اعلیٰ میں دونوں کو سنبھال سکیں گی۔

خان سلطان جب خاموش ہوئی تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شہاب الدین کہنے لگا۔

خان سلطان میری بہن جو فیصلہ تم کرو گی وہی ہمارے لیے آخری ہے اگر تم یہ چاہتی ہو کہ تم تینوں لشکر میں ہمارے ساتھ روانہ ہوں گی اور تم تینوں آگے سدورہ کی حویلی کی طرف چلی جاؤ گی تو تمہاری یہ تجویز میری بہن مجھے منظور ہے پر اس وقت غور سے سنو ہم دونوں کو سخت بوجھ لگی ہے لہذا پہلے تو تم تینوں مل کر کھانے کا اہتمام کرو اس کے بعد کسی موضوع پر بات ہوگی۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر خان سلطان ہی نہیں زوزن اور سدورہ بھی خوش ہو گئی تھیں پھر پانچوں حویلی کے اندر داخل ہوئے شہاب الدین اور منصور دونوں دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے جبکہ زوزن اور خان سلطان تینوں بڑی تیزی سے کھانا تیار کرنے لگی تھیں اگلے روز لشکر نے خوارزم سے کوچ کیا تھا شہاب الدین اور منصور تو اپنے لشکر کے ساتھ سلطان کی کمانداری میں سرقد کی طرف چلے گئے تھے جبکہ ایک محافظ دستے کے ساتھ سدورہ زوزن اور خان سلطان سیدھا آگے سدورہ کی بستی کا رخ کر رہی تھیں۔

ایک روز حسام الدین بلال بن سلیمان دونوں حسام الدین کی حویلی میں بیٹھے

رہا تھا منصور ترکی آگے بڑھا اور انتہائی بے تکلفانہ انداز میں شہاب الدین کو اپنے ساتھ لے لیا پھر شہاب الدین کی پیشانی چومتے ہوئے کہنے لگا۔

شہاب الدین میرے بھائی میں آپ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم آپ کو دونوں بیٹے عطا فرمائے۔

منصور ترکی جب شہاب الدین سے علیحدہ ہوا تب شہاب الدین بھی بول اٹھا۔

ہمارے پاس بھی آپ لوگوں کے لیے ایک خمر ہے۔

اس پر خان سلطان شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

اگر آپ ہم تینوں کو یہ خبر دیتا چاہتے ہیں کہ کل لشکر یہاں سے کوچ کرنا چاہتا ہے تو یہ خبر میں سدورہ اور زوزن کو پہلے ہی سنا چکی ہوں اس لیے کہ قصر سے مجھے خبر مل گئی تھی کہ لشکر کل یہاں سے کوچ کرے گا اور سرقد کا رخ کرے گا اس لیے کہ گور خان اپنے لشکر کے ساتھ سرقد پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے مرکزی شہر سے نکلنے والا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خان سلطان رکی پھر دوبارہ شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

شہاب الدین میرے بھائی ہم تینوں نے آپ سے ایک اجازت بھی لی ہے آپ دونوں کے آنے سے پہلے میں سدورہ اور زوزن کے ساتھ ایک انتہائی اہم فیصلہ کر رہی تھی اور اس فیصلے پر ہم تینوں متفق بھی ہو چکی ہیں۔

خان سلطان رکی پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ کل جب لشکر یہاں سے کوچ کرے گا تو لشکر میں، میں زوزن اور سدورہ بھی شامل ہوں گی آپ اپنے لشکر کے ساتھ سرقد کا رخ کر جائیے گا ہمارے ساتھ کچھ لشکریوں کو بھیج دیجیے گا ہم سیدھی آگے نکل جائیں گی جب تک آپ ان جنگوں سے فارغ نہیں ہو جاتے میں سدورہ اور زوزن تینوں سدورہ کی حویلی میں قیام کریں گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد خان سلطان رکی پھر بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

جب تک یہ دونوں ماں نہیں بنتی اس وقت تک یہ یہیں قیام کریں گی میں سمجھتی ہوں ہمارے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی کا موقع ہو ہی نہیں سکتا۔

سارہ کے ان کلمے الفاظ پر حسام الدین اور بلال بن سلیمان دونوں خوشی کا اظہار کر رہے تھے پھر مسدودہ کو مخاطب کرتے ہوئے سارہ کہنے لگی۔

مسدودہ میری پیاری بیٹی تم تینوں کھلی ہادی ہوئی آئی ہو زوزن اور خان سلطان کو لے کر جوہلی کے اندر چلو میں سب کے کھانے کا اہتمام کرتی ہوں۔

اس موقع پر زوزن نے سارہ کو مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

آپ ہماری ماں کی جگہ ہیں جب تک ہمارا قیام یہاں ہے آپ زیادہ کام نہیں کریں گی بالکل بے فکر رہیں ہم تینوں مل کر کھانا تیار کریں گی اس سلسلے میں آپ کو زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

سارہ آگے بڑھی زوزن کی پیشانی پر بوسہ دیا پھر کہنے لگی۔

خداوند قدس سب کو تم جیسی بیٹیاں عطا فرمائے پر میری بیٹی ستم دونوں کی حالت ایسی ہے کہ یہاں قیام کے دوران میں تم دونوں کو کام نہیں کرنے دوں گی لہذا فی الحال میری بات مانو تینوں جا کر آرام کرو تمہارا کھانا وہیں پہنچ جائے گا اس پر مسدودہ نے زوزن اور خان سلطان کے ہاتھ پڑ لیے تھے اور انہیں جوہلی کے سکوتی حصے کی طرف لے گئی تھی جبکہ حسام الدین اور بلال بن سلیمان بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے دیوان خانے کی طرف چل دیے تھے جبکہ سارہ کچل کا رخ کر رہی تھی۔

★.....★

کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی اس موقع پر بلال بن سلیمان اپنی جگہ پر اٹھا حسام الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میں دیکھتا ہوں دستک دینے والا کون ہے۔

لیکن اٹھنے کے بعد بلال بن سلیمان پھر اپنی نشست پر بیٹھ گیا اس لیے کہ جوہلی کے دوسرے کمرے سے سارہ نکلی تھی اور جوہلی کے صدر دروازے کی طرف گئی تھی۔

سارہ نے جب جوہلی کا دروازہ کھولا تو دروازے پر خان سلطان مسدودہ اور زوزن کو دیکھ کر اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی وہ ایسی خوش ہوئی کہ تقریباً خوشی کے اظہار میں بیچ مارتے ہوئے آگے بڑھی اور تینوں سے گلے ملنے لگی تھی۔

اس کے اس طرح خوشی کا اظہار کرنے پر حسام الدین اور بلال بن سلیمان پریشان سے ہو گئے تھے بڑی تیزی سے جب وہ دیوان خانے سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا خان سلطان زوزن اور مسدودہ تینوں اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے جوہلی میں داخل ہو رہی تھیں تینوں کو وہاں دیکھتے ہوئے حسام الدین اور بلال بن سلیمان کی بھی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

ہاتھ کے اشارے سے بلال بن سلیمان نے ان تینوں کو جوہلی کے صحن میں روک دیا پھر تینوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میری بیٹیاں! یہیں رک جاؤ گھوڑے اصطبل میں لیجاتا تمہارا کام نہیں ہے تینوں اپنے گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دو اتنی دیر تک حسام الدین بھی وہاں پہنچ گیا تھا اور بڑے شفقت آمیز انداز میں وہ تینوں کا استقبال کر رہا تھا۔ اس کے بعد بلال بن سلیمان خود تینوں کے گھوڑوں کو اصطبل کی طرف لے گیا تھا اس موقع پر خان سلطان کچھ دیر تک سارہ کے کان میں کھسپ کھسپ کرتی رہ جس کے جواب میں سارہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی پھر خان سلطان کو مخاطب کر کے سارہ کہنے لگی۔

میری بیٹی مطمئن رہو میں محترم حسام الدین اور بلال بن سلیمان دونوں کو اس خوشخبری سے مطلع کر دوں گی سارہ کے ان الفاظ سے حسام الدین بھی کچھ کچھ سمجھ گیا تھا اتنی دیر تک بلال سلیمان بھی گھوڑوں کو باندھ کر ادھر آگیا تھا یہاں تک کہ سارہ پھر بول اٹھی۔

چھوٹے سالار اس کے ساتھ تھے۔ ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

عزیزان دیرینہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس بار گور خان سمرقند کے نواح میں ہمارے لشکر سے کئی گنا بڑا لشکر لے کر آیا ہے لیکن ہم نے عددی فوجیت کو کوئی اہمیت نہیں دینا جس طرح پہلے گور خان کے لشکریوں پر ضرب لگاتے ہوئے اپنی کامیابیوں کو یقینی بناتے رہے ہیں ایسے خداوند نے چاہا تو سمرقند کے نواح میں ہم اپنی فتح مندی اور کامرانی کو آخری شکل دیں گے یہاں تک کہنے کے بعد سلطان رکا اس کے بعد اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

اس بار چونکہ گور خان کے لشکر کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے لہذا جنگ کے دوران لشکر کے کسی بھی حصے کو دائیں یا بائیں پھیلایا نہیں جائے گا اس طرح ہماری عسکری قوت میں انتشار پیدا ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا لشکر کے تینوں حصے ایک دوسرے سے جڑ کر اپنی پوری طاقت اور توانائی کے ساتھ گور خان کے لشکر پر ضرب لگائیں گے اور مجھے امید ہے کہ جب تینوں لشکر شائد بٹنا نہ پہلو بہ پہلو گور خان کے لشکر کے سامنے ٹاپنے والی آہنی چٹان ثابت ہوں گے تو گور خان اور اس کے لشکریوں کو پہلے کی طرح شکست کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

یہاں تک کہتے کہتے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ خاموش ہو گیا اس لیے کہ سامنے گور خان بھی اپنے لشکر کی ترتیب درست کر چکا تھا لہذا سلطان نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے حصے کے لشکر کی طرف چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اس طرح خود سلطان اور اس کے لشکری دشمن کے ساتھ ٹکرانے کے لیے پوری طرح تیار اور مستعد ہو گئے تھے۔

حملہ آور ہونے کی ابتدا گور خان اور اس کے لشکریوں نے کی اس بار گور خان پورے جھنڈ میں تھا کہ وہ سلطان کو شکست دے کر اپنی گزشتہ ناکامیوں کا انتقام لے گا لہذا اس نے اپنے پورے لشکر کو ایک ساتھ آگے بڑھایا پھر گور خان سلطان علاؤ الدین کے لشکر پر زلوت و رسوائی غم اور شقاوت کھڑی کرنا تھا و مرگ کے آتش حروف جودہ استبداد، ظلم و بربریت کی بھیلیاں دھکتے زہر آلود جذبوں اور شدید ناامیدیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین اور خوارزم شاہ اور اس کے سالاروں نے



خطا کے ترکوں کا بادشاہ گور خان اپنے لشکر کے ساتھ آگرمی اور طوفان کی طرح یلغار کرتا ہوا جس وقت سمرقند کے نواح میں پہنچا تو علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنے لشکر کے ساتھ اس کی راہ روک کھڑا ہوا اس اس طرح لشکر ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لیے آتے سامنے ہوئے۔

گور خان کے لشکر کی تعداد سلطان علاؤ الدین کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی اور اس بار گور خان بذات خود بڑے خوفناک اور خونخوار انداز میں اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لینے کے لیے تلا ہوا تھا۔ دونوں لشکر بڑی تیزی سے اپنی ترتیب اور تقسیم درست کرنے لگے تھے۔

سلطان علاؤ الدین کے سالاروں میں سے امین الدین ابوبکر اور کزن تک دونوں کیونکہ ہرات کی طرف گئے ہوئے تھے لہذا اس بار سلطان نے اپنے لشکر میں کچھ تجدیلیاں کی تھیں لشکر کا وسطی حصہ سلطان نے اپنے پاس رکھا اپنی مدد اور اپنی نیاہت کے لیے اپنے ناموں امیر ملک کو اپنے ساتھ رکھا لشکر کا دایاں پہلو یعنی میدان شہاب الدین بن مسعود کی کمانداری میں دیا گیا تھا اور ایک دوسرے سالار بدر الدین کو اس کا ماتحت رکھا گیا تھا لشکر کا بائیں پہلو یعنی میسرہ منصور ترکی کی کمانداری میں رکھا گیا تھا اور نامور سالار محمد بن علی کو نائب مقرر کیا ہوا تھا۔

اس کے علاوہ اپنے لشکر کا ایک چھوٹا سا حصہ سلطان نے پشتی حصے میں اپنے پڑاؤ کی حفاظت پر بھی چھوڑا تھا۔

دوسری طرف گور خان بھی اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر تیزی سے اپنے لشکر کی ترتیب کو آخری شکل دے رہا تھا۔

لشکر کی تنظیم درست کرنے کے بعد سلطان علاؤ الدین اپنے لشکر کے آگے آیا اس موقع پر شہاب الدین منصور ترکی امیر ملک محمد بن علی بدر الدین اور کچھ دوسرے

خان کے لشکر بھی اس کے لشکر میں آئے ہیں وہ تو صرف یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے دو سالار ان کے لشکر کے ایک خاصے بڑے حصے کو لے کر گور خان سے جا ملے ہیں اور اس کا ردوائی سے جہاں ان کی دل شکنی ہوئی تھی وہاں ان کے حوصلوں دلوں پر بھی کاری ضرب پڑی تھی۔

دونوں سالاروں کے اس طرح غداری کرنے پر لشکر کی تنظیم بھی پہلی جیسی نہیں رہی تھی معضوں کے اندر برہمی برپا ہونا شروع ہو گئی تھی اس برہمی سے گور خان نے اپنے سالاروں کے ساتھ فائدہ اٹھانے کا تہیہ کر لیا پوری طاقت اور قوت کے ساتھ گور خان اور اس کے سالاروں نے حملہ کیا سلطان کا لشکر وقت افزا ترقی کے عالم میں تھا لہذا گور خان کے اس زور دار حملے کو برداشت نہ کر سکا جس کے نتیجے میں سلطان کے لشکر کو پسپا ہونا پڑا۔

چوتھی سلطان کا لشکر پیچھے ہٹا گور خان اور اس کے سالاروں نے مزید زور ڈالا جس کے نتیجے میں سلطان کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اس کے لشکر کی ادھر ادھر بکھر گئے بھاگتے لشکریوں کو منصور ترکی امیر ملک محمد بن علی بدرالدین سہارا دینے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ حالات کی ستم ظریفی کہ اس شکست کے نتیجے میں خود سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کا نامور سالار شہاب الدین بن مسعود دونوں گرفتار ہو گئے تھے۔

مؤرخین و مصنفات کے ساتھ اس بات کی توثیق کرتے ہیں کہ اس جنگ کے دوران علاؤ الدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین مسعود دونوں ہی گرفتار ہوئے اور مال غنیمت کے طور پر سلطان اور شہاب الدین مسعود دونوں کو گور خان کے ایک سالار کے سپرد کر دیا گیا تھا تاہم اسے خوش نصیبی کیسے یا گور خان کی بد قسمتی کہ گور خان کو یا اس کے سالاروں میں سے ابھی تک کسی کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے نامور سالار شہاب الدین بن مسعود کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے اور مال غنیمت کے طور پر گور خان کے جس سالار کے حوالے علاؤ الدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود کو کیا گیا تھا وہ بھی چونکہ دونوں کو نہیں پہچانتا تھا لہذا اسے بھی خبر نہ ہوئی تھی کہ مال غنیمت میں اس کے حصے میں آنے والوں میں سے ایک خود مسلمانوں کا سلطان دوسرا اس کا نامور سالار شہاب الدین بن مسعود ہیں۔

منصور ترکی امیر ملک اور دیگر شکست خوردہ لشکر کو لے کر اپنے مرکزی شہر

بھی جو ابی کارروائی کرنے میں تاخیر نہیں کی وہ بھی نعرے بلند کرتے ہوئے سینوں میں تلاطم کھڑے کرتے سرخ شعلوں کر دیش لیتے لوٹناؤں شہور کی ہر ساعت پر منتظر کی وجہ اعضا شکن کر دینے والے آتش و آہن کے سیلاب اور صدیوں کے کھولتے قہر کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سمرقند کے نواح میں دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے ہر قدم پر خوف اور وحشت اٹھ کھڑی ہوئی تھی چاروں طرف رقص کرنی موت ہر سانس میں سرکش کھڑی کر کے ہر دل کو ریزہ ریزہ نظر کو بے بصیرت کر کے ذہنوں کو الجھانے پشیمانیوں کو شکن شکن، سینوں میں آتش فشانی اور چہروں پر شہر خاموشاں کا منظر سجانے لگی تھی۔

ہر کوئی آنکھوں میں تادیبہ خشنا کیاں لیے اپنے مخالف کے دامن کو نگار اور دل کو چاک کرنے کا عزم کیے ہوئے تھا دونوں طرف کے لشکر کی خوفناک آوازیں میں نعرے بلند کرتے ہوئے ایک دوسرے پر ضربیں لگاتے ہوئے فضا کی تحریریں رقم کرنے لگے تھے نوحہ کرتے وقت میں زیت کی راہوں میں بڑے بڑے سورہ بڑے بڑے شہسوار موت کی گھرائیوں میں گرنے لگے تھے۔

گور خان اور سلطان علاؤ الدین دونوں اس بات سے بے خبر تھے کہ ان کے لشکر کے کچھ سالار ایک دوسرے کے خلاف غدارانہ معاملے کر چکے ہیں تاہم جہاں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کو امید تھی کہ گور خان کا ایک سالار اس کے لشکر سے علیحدہ ہو کر سلطان سے آن لے گا وہاں گور خان بھی یہ امید لگائے ہوئے تھا کہ بہت جلد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے دو سالار اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر غداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے گور خان سے جا ملیں گے۔

اور پھر ایسا ہی ہوا سب سے پہلے سلطان علاؤ الدین کے دو سالار حرکت میں آئے اور ان کے ماتحت جو لشکر کام کر رہے تھے ان کے ساتھ وہ علاؤ الدین کے لشکر سے نکل کر گور خان کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے ان سالاروں کی اس غداری سے سلطان علاؤ الدین کے لشکر میں ایک افزائشی لہلہا اور بد قسمتی پھیلنا شروع ہو گئی تھی اس بد قسمتی کی حالت میں گور خان کا سالار بھی گور خان کے لشکر سے نکل کر سلطان کے لشکر کی طرف گیا تھا لیکن سلطان کے لشکر کیوں کو یہ نہیں پتا چل سکا تھا کہ گور

حسام الدین کے اس سوال پر بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

حسام الدین یہ خوشیاں تو گزشتہ ہی دنوں سے منائی جا رہی ہیں اور آج ماشاء اللہ روزن کا بیٹا ایک ماہ کا جبکہ سدودہ کا بیٹا بیس دن کا ہو چکا ہے اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ یہاں کے لوگ شہاب الدین بن مسعود کے بڑے ممنون اور شکر گزار ہیں اسی بنا پر وہ ابھی تک ان خوشیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں پر حسام الدین میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔

یہاں تک کہتے کہتے بلال بن سلیمان چونک کر رک گیا اس لیے کہ عین اسی لمحہ سامنے والے کمرے سے سے نکل کر روزن اور سدودہ دونوں باہر آئیں انھیں اور بلال بن سلیمان کے ادا کیے ہوئے الفاظ بھی انہوں نے سن لیے تھے۔

بلال بن سلیمان کے کہ حسام الدین بلال بن سلیمان کے ان الفاظ کو کریدتا یا مزید کوئی سوال کرتا روزن بولی ابھی اور بلال بن سلیمان کو کہنے لگی۔

بلال آپ کیا بری خبر لے کر آئے ہیں دیکھئے دیر نہ کیجئے اگر آپ نے ہمیں یہ خبر نہ بتائی تو ہم سمجھیں گے کہ آپ ہمارے ساتھ دشمنی کر رہے ہیں۔

بلال بن سلیمان اس موقع پر بات کا رخ بدلتے ہوئے معاملے کو کسی دوسری سمت لیجانا چاہتا تھا لیکن روزن پھر بولی ابھی۔

عم بلال آپ کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں میری آپ سے گزارش ہے کہ ہم دونوں بہنوں سے کچھ نہ چھپائیے گا ہم پہلے ہی گزشتہ جنگ سے متعلق مختلف خبریں سن رہی ہیں اب اس جنگ کو کئی ماہ ہو گئے ہیں اور کوئی بھی ہمیں اس جنگ کے نتیجے سے آگاہ نہیں کرتا۔

روزن جب خاموش ہوئی تب حسام الدین بلال بن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن سلیمان یوں جانو میں پھر سے جوان ہو گیا ہوں پہلے میری ایک بیٹی تھی اب خداوند قدوس نے روزن کی صورت میں دوسری بیٹی عطا کر دی ہے اور پھر میرے مالک نے مجھ پر یہ کرم کیا کہ میری دونوں بیٹیوں کو خدا نے بیٹے عطا کیے ہیں کیا یہ میرے لیے کم خوشی اور اطمینان کی بات ہے میری دونوں بیٹیاں باہر تھیں اس جنگ کے بری خبر رکھتے ہو تو تازہ زکوئیں حقیقت کو چھپانے کی کوشش نہ کرتا۔

خوارزم کی طرف چلے گئے تھے وہاں پہنچ کر جب پتا چلا کہ لشکر کے امیر خود سلطان اور شہاب الدین نہیں ہیں تو سب کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی پہلے خوارزم شاہ میں یہ خبر پہنچی کہ سلطان اور شہاب الدین واپس نہیں آئے لہذا شہر کے امیر دو طرح کی آوازیں اٹھنے لگیں پہلے یہ گمان کیا گیا کہ شاید سلطان اور شہاب الدین دونوں جنگ میں کام آگئے ہیں اور دوسری افواہ یہ بھی اٹھنا شروع ہو گئی کہ شاید وہ دونوں زندہ ہیں اور دشمن کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔

اب خوارزم سے نکل کر یہ ہولناک اور دل شکن خبر دوسرے شہروں اور علاقوں میں بھی پھیلنا شروع ہو گئی تاہم اسے سلطان علاء الدین اور شہاب الدین بن مسعود کی خوش قسمتی کہیے کہ یہ خبر ابھی تک گور خان اس کے سالاروں یا لشکریوں میں سے کسی تک نہ پہنچی تھی۔

شہاب الدین بن مسعود کی خوش قسمتی کہ جہاں چند دن پہلے اس کے پاں روزن اور سدودہ کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے وہاں بد قسمتی کہ وہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا جس وقت یہ جنگ ہوئی اور جنگ کے نتیجے میں علاء الدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین گرفتار ہو گئے انہی دنوں دریا نے آمو کے کنارے حسام الدین کی بستیوں کے علاوہ ارد گرد کی جتنی بھی بستیاں تھیں ان کے امیر شہاب الدین کے دو بیٹوں کی پیدائش پر بہترین خوشیوں کا اظہار کیا گیا تھا بستی کے لوگ کیونکہ شہاب الدین بن مسعود کے ممنون تھے اس لیے انہوں نے اس کے دو بیٹوں کی پیدائش پر ایک طرح سے جشن کا سماں برپا کر کے رکھ دیا تھا۔

خوشیوں کے دوران ایک روز بلال بن سلیمان اداس اور افسردہ حسام الدین بن خراسان کی حویلی میں داخل ہوا اس وقت حسام الدین اپنے اصطلیل سے نکل کر صحن کی طرف آ رہا تھا بلال بن سلیمان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے چونکا پھرا ابن سلیمان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

ابن سلیمان میری ہی بستی نہیں میری بستی کے چاروں طرف جو بستیاں ہیں سب میں بچوں کی پیدائش پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے اور میں دیکھتا ہوں آج تیرے چہرے پر ناخوشی ہے اور نہ ہی مسرت، میں دیکھتا ہوں تو الجھا الجھا پریشان اور فکر مند ہے تاکہ کیا معاملہ ہے کیا تیرے ساتھ کسی نے زیادتی کی ہے۔

میں اسی موقع پر سارہ اور خان سلطان بھی دونوں بچوں کو اٹھائے اسی کمرے سے باہر آئیں تھیں بلال بن سلیمان اور حسام الدین کی گفتگو انہوں نے بھی سن لی تھی پھر بلال بن سلیمان کہنے لگا۔

اگر یہ خوفناک خبر مجھ بد بخت ہی سے سنی جاتی ہے تو چلو دیوان خانے میں بیٹھتے ہیں میں تم لوگوں سے اس کی تفصیل کہتا ہوں۔

حسام الدین بلال بن سلیمان کے ساتھ دیوان خانے کی طرف ہولیا تھا جبکہ خان سلطان دزون مسدودہ سارہ چاروں انتہا درجہ کی پریشان اور فکر مند تھیں پھر سارہ خان سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

خان سلطان میری بیٹی سچے دونوں سوئے ہوئے ہیں آؤ انہیں پالٹوں میں ڈال دیں اور پھر دیوان خانے میں بیٹھ کے سنتے ہیں کہ بلال بن سلیمان کیا بری خبر لے کر آئے ہیں۔

خان سلطان نے اس سے اتفاق کیا دونوں مڑیں دونوں بچوں کو انہوں نے پالٹوں میں ڈال دیا تھا اس کے بعد وہ سب کے ساتھ دیوان خانے میں آکر بیٹھ گئیں۔

بلال بن سلیمان نے گلا صاف کیا پھر گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پہلے اس نے گور خان کے ہاتھوں سلطان علاؤ الدین کی شکست اس کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود کے نہ ملنے کی خبر کہہ دی تھی۔

یہ خبر سن کر دزون اور مسدودہ دونوں ہلدی ہو کر رہ گئی تھیں۔ پہلے دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا کچھ کہتا چاہتی تھیں کہ اس موقع پر سارہ اور خان سلطان نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا اس کے بعد سارہ نے آگے بڑھ کر مسدودہ اور خان سلطان نے دزون کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا پھر خان سلطان سب کو تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی۔

ہمیں اس سلسلے میں زیادہ پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہو سکتا ہے یہ خبر غلط ہو سکی نے اڑائی ہو پھر خان سلطان اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

دزون اور مسدودہ میری دونوں بہنوں یہ خبر اپنے دل پر نہ بٹھا لیتا ہو سکتا ہے فخر غلط ہو اس لیے کہ.....

یہاں تک کہتے کہتے خان سلطان کو رک جانا پڑا کیونکہ دزون دکھ بھری آواز اور غمزدہ لہجے میں بول اٹھی تھی۔

خان سلطان میری بہن اس جنگ کو آج کی ہفتے ہو گئے ہیں پہلے تو ہماری بد قسمتی کہ کسی نے ہمیں اس جنگ کے نتیجے سے آگاہ نہیں کیا بعد میں اڑتی اڑتی خبریں آئیں کہ ہمارے لشکر نے پھانسی اختیار کی ہے اور آج کی ہفتے گزرنے کے بعد یہ خبر آگئی ہے کہ سلطان اور شہاب الدین دونوں کی کچھ خبریں کہاں ہیں اگر وہ ہمیں کھو گئے ہیں یا اپنے لشکر سے جدا ہو کر دوسری سمت چلے گئے تھے تب بھی کئی ہفتے گزرنے کے بعد انہیں اپنے مرکزی شہر خوارزم پہنچ جانا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔

اس سے آگے دزون رک گئی اس لیے کہ مسدودہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا پھر روٹی ہوئی آواز میں مسدودہ کہہ رہی تھی۔

دزون میری بہن میرا دل کہتا ہے کہ شہاب الدین جہاں کہیں بھی ہیں زندہ اور خوش ہیں اور میرے خداوند نے چاہا تو ایک روز وہ ضرور ہم دونوں سے آملیں گے۔ مسدودہ کی اس گفتگو سے جہاں دزون کو کچھ تقویت ہوئی تھی وہاں خان سلطان بھی بول اٹھی۔

دزون اور مسدودہ میری دونوں بہنوں میں نے پہلے بھی کہا اس بات کو دل پر مت لینا ہو سکتا ہے اس پھانسی کی وجہ سے سلطان اور شہاب الدین کسی دوسری سمت نکل گئے ہوں اپنے لشکر کے کچھ دستوں کے ساتھ انہوں نے اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کر لی ہو میری دونوں بہنوں! اللہ نہ کرے اگر وہ دونوں جنگ میں کام آچکے ہوتے تو پتا چل جاتا اس لیے کہ ہمارا ایک ایک لشکر ان کے اوپر گرد تھا یہ خبر چھپی نہ رہتی اور اگر وہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہو چکے ہیں میرے خیال میں تب بھی ابھی تک خبر ہو جاتی کہ دونوں جنگ کے دوران کب اور کس وقت گرفتار ہوئے اور اب انہیں کہاں منتقل کر دیا گیا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خان سلطان رکی پھر بلال بن سلیمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

عم ابن سلیمان! باتی لشکر کے متعلق کیا خبریں ہیں اس پر بلال بن سلیمان دکھ بھرے انداز میں بول پڑا۔

بہیں رک کر اپنے شوہر کا انتظار کریں گی زونن میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور ہم سے آن
ملیں گے اور ایک روز ہم دونوں اپنے بچوں کے ساتھ خوشیوں سے بہکتا ہوں گی۔
اس موقع پر زونن نے مسکراتے ہوئے سدورہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔
خدا کرے تمہارے یہ الفاظ عملی صورت اختیار کر لیں جس دن ایسا ہوا سدورہ
میری بہن میں جانوں گی وہ دن میری زندگی کا سب سے پرسترن دن ہوگا۔
اس موقع پر حسام الدین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے بال بن
سلیمان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اس کے بعد وہ سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔
زونن، سدورہ، خان سلطان میری تیویں بیٹیوں پریشان اور فگر مند نہیں ہونا
خداوند قدوس سے بہتری کی امید رکھتی چاہیے میں بال بن سلیمان کے ساتھ غلش کی
طرف جاتا ہوں اور اس سے التماس کرتا ہوں کہ کچھ قاصد خوارزم کی طرف روانہ کرے
اور اس بری خبر سے متعلق خوارزم سے اطلاعات حاصل کر کے ہمیں اس سے باخبر
کرے۔

خان سلطان زونن سدورہ اور سارہ چاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا اور
پھر حسام الدین اور بال بن سلیمان دونوں حویلی سے نکل گئے تھے۔
سلطان اور شہاب الدین دونوں کی گمشدگی کی خبر آگ کی طرح چاروں
طرف پھیلتا شروع ہو گئی تھی یہ خبر جب ہرات پہنچی تو وہاں بھی انقلاب رونما ہو گیا
ہرات میں اس وقت سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے سالاروں میں سے امین الدین
ابوبکر اور کزنک دونوں نے شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا امین الدین ابوبکر بڑا وقادار اور بڑا
جاں ناسر تھا سالار تھا سلطان کی گمشدگی کی خبر جب ہرات پہنچی تو ایک روز جس وقت
امین الدین ابوبکر اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اس کا ساتھی سالار کزنک اس کے خیمے
میں داخل ہوا۔

امین الدین ابوبکر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بیٹھنے کے لیے
کہا کزنک آگے بڑھ کر بیٹھ گیا پھر امین الدین ابوبکر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
سلطان کی گمشدگی کی خبر جو آئی ہے اس کے جواب میں ہمیں کس رد عمل کا
اظہار کرنا چاہیے؟

کزنک کے ان الفاظ کے جواب میں امین الدین ابوبکر نے گھورنے کے

جو خبریں یہاں سلطان کے سالار غلش تک پہنچی ہیں ان کے مطابق سمرقند
کے نواح میں ہمارے لشکر کو گلشت کا سامنا اس لیے کرنا پڑا کہ سلطان کے دو سالاروں
نے غداری کرتے ہوئے اپنے ماتحت لشکریوں کے ساتھ سلطان کے لشکر سے نکل کر گور
خان کے لشکر میں شمولیت اختیار کر لی تھی جس کی بنا پر سلطان کے لشکر کی تنظیم اور مضیں
درہم برہم ہو گئیں اور سلطان کے لشکر کو پانی اختیار کرنا پڑی۔
یہ بھی خبریں ہیں کہ بچے کچھ لشکر کو لے کر امیر منصور ترکی سلطان کے ماموں
امیر ملک محمد بن علی اور بدر الدین خوارزم متفق ہو چکے ہیں اور وہ بھی ابھی تک سلطان اور
شہاب الدین کے نہ ملنے کی وجہ سے بڑے پریشان اور فگر مند ہیں۔
اس موقع پر کچھ سوچتے ہوئے خان سلطان بول اٹھی۔

زونن اور سدورہ میری دونوں بہنوں! یہ غم صرف تم دونوں کے لیے نہیں میری
طرف بھی دیکھو کیا میں سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کی بیٹی نہیں ہوں کیا سلطان کا نہ
ملنا میرے لیے تکلیف کا باعث نہیں ہے لیکن میری دونوں بہنوں! ہمت رکھو مجھے امید ہے
کہ جلد ہی ہم کوئی اچھی خبر سنیں گے۔

یہاں تک کہنے کے بعد خان سلطان جب رکی تب کوئی فیصلہ کرتے ہوئے
زونن بولی اٹھی تھی۔

عم امین سلیمان میری آپ سے التماس ہے کہ آپ غلش سے مل کر کہیں کہ
وہ کسی طریقے سے یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کہیں سلطان اور شہاب الدین کر فارتو
تھیں ہو گئے اگر ایسا ہوا ہے تو میں اپنے بچے کو یہاں امانت کے طور پر چھوڑ کر اپنے
مرکزی شہر اخلاط درخ کروں گی حالات میرے حق میں کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں
وہاں رہتے ہوئے میں سلطان اور اپنے شوہر شہاب الدین کی رہائی کا کوئی نہ کوئی
سامان ضرور کروں گی میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میرے باپ کے علاوہ میری ماں بھی
کیرش کی طرح میرے خلاف ہے لیکن سلطان کے علاوہ اپنے شوہر کی سلامتی کے لیے
مجھے ایسا کرنا پڑے گا۔

زونن جب خاموش ہوئی تب کوئی فیصلہ کرتے ہوئے سدورہ نے اس کا بازو
پکڑ لیا پھر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے کہنے لگی۔

زونن تم میری بہن ہو اور میں اپنی بہن کو کہیں نہیں جانے دوں گی دونوں بہنیں

اور نیشاپور کو اپنا مرکز بنا کر سارے صوبہ خراسان پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لیا۔
 اس کا اس سلسلے میں تمہیں کوئی اعتراض ہو تو کہو۔

کز تک کے ان الفاظ پر امین الدین ابوبکر کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا غضبناکی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ تم کسی قسم کی باتیں کر رہے ہو کیا کسی مملکت کے سالار سے ایسی گفتگو کی توقع کی جاسکتی ہے دیکھو جہاں تک میرا اعزاز ہے مملکت کے اندر کوئی خلفشار نہیں اٹھے گا ابھی سلطان کی اولاد ہے اس کے بھائی ہیں اور پھر جو خیر ہم تک پہنچی ہے اس کے مطابق بڑے سالاروں میں سے منصور ترکی اور سلطان کا ماموں امیر ملک دونوں بچے کچھ لشکر کو لے کر خوارزم پہنچ گئے ہیں۔

اگر تم ہرات کا محاصرہ ترک کر کے چلے جاؤ گے اور نیشاپور کو اپنا مرکز بنا کر بغاوت کا علم کھڑا کرو گے تو یاد رکھنا کیا منصور ترکی اور امیر ملک تمہارے خلاف حرکت میں نہیں آئیں گے یہ سوچ لو وہ دونوں جب تمہارے خلاف حرکت میں آئیں گے تو تم ان دونوں کا مقابلہ کر سکو گے اور کل کو یہ خبر آگئی کہ سلطان خیریت کے ساتھ خوارزم پہنچ گیا ہے تو پھر یہ سوچو کہ تمہاری اس غداری، تمہاری اس سازش، اس بغاوت اور سرکشی کا انجام کیا ہوگا۔

اس موقع پر کز تک بڑی ڈھٹائی اور ضد کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔
 امین الدین کسی قسم کی گفتگو کر رہے ہو کیا مرے ہوئے لوگ بھی لوٹے ہیں، مجھے تو سلطان کے ساتھ ساتھ اس شہاب الدین مسعود پر بھی رحم آرہا ہے کہ کوئی سال بھر پہلے ہی اس کی شادی دنیا کی دو حسین ترین لڑکیوں سے ہوئی اور دونوں کو ہی بیوہ کر کے چلا بنا ہے۔

کز تک کے ان الفاظ کے جواب میں امین الدین نے کہا جانے والے اعزاز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

ہوش سے کام لو تم آپ سے باہر نکلتے جا رہے ہو اپنی حدود کو نہ بھلاؤ شہاب الدین وہ ہے جس کا ہماری ساری مملکت میں احترام سے نام لیا جاتا ہے تم سلطان کے اچھے سالاروں میں شامل ہو تمہاری طرف سے اس طرح کے رد عمل کی امید نہیں کی جاسکتی۔

اعزاز میں اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
 تم کیا کہتا جا چکے ہو کل کر کہو۔

کز تک نے کچھ سوچا پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

امین الدین ابوبکر تم بچے نہیں ہو سلطان کی مملکت کے سب سے جہادیدہ سالار ہو اب جبکہ سلطان کی کچھ خبر نہیں مل رہی تو اس کا ایک ہی نتیجہ ہے کہ سلطان اور اس کے ساتھ شہاب الدین دونوں دشمن کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر یہ جو ہم نے ہرات شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے یہ کس کے لیے ہے؟
 یہاں تک کہتے کہتے کز تک کو رک جانا پڑا اس لیے کہ اس کی طرف گھورنے کے اعزاز میں امین الدین ابوبکر کہنے لگا۔

ہوش سے کام لو ہم نے یہ جو محاصرہ کر رکھا ہے یہ صرف سلطان کی ذات کے لیے نہیں ہے بلکہ خوارزم شاہی مملکت کے لیے بھی ہے ہم صرف سلطان ہی کے وفادار نہیں بلکہ ہمیں اپنی مملکت کا بھی وفادار اور جاننا رہنا چاہیے۔

ابوبکر جب خاموش ہوا تب کز تک اس کے خیالات کی نقلی کرتے ہوئے کہنے لگا۔

امین الدین میں تمہارے خیالات کی مخالفت کرتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ جب سلطان ہی نہیں رہا تو ہمیں یہ تنگ و دو کرنے سے کیا فائدہ میری ایک پلٹ اپنے دل پر لکھ رکھو غریب خبریں آئیں گی کہ سلطنت کے اندر ایک نہ ختم ہونے والا بحران اٹھ کھڑا ہوا ہے اور سلطنت کے دعویداروں نے سلطنت کی تقسیم کا شروع کر دیا ہے قبل اس کے مختلف لوگ اٹھ کر سلطنت کے علاقوں کی چیمپین جھڑی شروع کر دیں کیوں نہ ہم پہلے سے حرکت میں آ کر اپنے اپنے پسندیدہ علاقوں اور شہروں پر قابض ہو جائیں امین الدین جو لشکر میری کمانداری میں ہے میں اسے لے کر یہاں سے جتا ہوں اور جو لشکر تمہاری کمانداری میں کام کر رہا ہے تم بھی اسے لے کر یہاں سے ہٹ جاؤ ہرات کا محاصرہ ترک کرتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد کز تک رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

میں بڑی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کر کے آپ کی طرف آیا ہوں جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ یہ کہ میں تو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نیشاپور کی طرف جاؤں گا

امین الدین نے پھر تانگاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں اس قاتل نہیں کہ تمہارے خلاف کوئی انتقامی یا عسکری کارروائی کروں میں تمہیں سمجھا چکا ہوں اور سمجھا ہی سکتا ہوں ایک بار میں پھر تم سے کہتا ہوں جو راستہ تم اپنانے والے ہو اس میں ناصر تمہیں کرب خیزوں اور عذابوں کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ یہ راستہ اختیار کرتے ہوئے بعد میں پچھتاؤ گے میں آخری بار تمہیں کہتا ہوں کہ اپنا یہ ارادہ ترک کر دو۔ اس لیے کہ سلطان کے گوشہ ہونے پر ہمیں اس طرح بے راہ روی تو اختیار نہیں کرنی چاہیے میرے عزیز اور چھوٹے بھائی ہم سالار ہیں صرف سلطان ہی کے نہیں اپنی پوری مملکت کے وفادار ہیں اور اس کی حفاظت اور بقاء کے ذمہ دار ہیں۔

کزنیک نے امین الدین ابوبکر کا کہا سامنے سے انکار کر دیا اس کے غصے سے نکل گیا اسی روز وہ اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ہرات کے نواح سے کوچ کر گیا نیشاپور پہنچا وہاں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا اس طرح اس نے سارے صوبہ خراسان پر قبضہ کر لیا تھا ساتھ ہی بڑی جیڑی سے وہ اپنی عسکری قوت میں اضافہ کرنے لگا تھا۔



انجی دونوں سلطان کی مملکت میں حالات مزید خراب ہوئے جہاں کزنیک نے بغاوت کر کے خراسان پر قبضہ کر لیا تھا، وہاں سلطان کا بھائی تاج الدین بھی حرکت میں آیا جب اسے سلطان کی شکست اور سلطان کی گمشدگی کا علم ہوا تو اس نے خود کو سلطان کا جائز وارث ٹھہرا کر سلطان کی غیر موجودگی میں ایک طرح سے خود سلطان کا دعویدار ہوتے ہوئے اپنے نام کا خلیفہ پڑھنے کے احکامات جاری کر دیئے تھے۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود کو گور خان کے جس سالار کے حوالے مال قیمت کے طور کیا گیا تھا اس کے پاس سلطان اور شہاب الدین دونوں ایک طرح سے غلامانہ زندگی بسر کرنے لگے تھے ایک روز جبکہ وہ سالار کسی کام کے سلسلے میں باہر گیا ہوا تھا تب کچھ سوچتے ہوئے شہاب الدین اپنے سامنے زمین کے نیچے فرش پر بیٹھے سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم کزنیک شہب کا بی بی سوچ بچار کے بعد میں نے ایک فیصلہ کیا ہے ہو سکتا ہے میرے فیصلے سے آپ اتفاق نہ کریں بلکہ الٹا مجھ سے ناراض ہو جائیں لیکن اس فیصلے سے کم از کم یہاں رہتے ہوئے ہم دونوں قتل ہونے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

یہاں تک کہنے کے بعد امین الدین ابوبکر کا پھر پہلے کی نسبت زیادہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

میں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ یہ جو تم نے بغاوت اور سرکشی کا ارادہ کر رکھا ہے اس سے باز رہو نیشاپور پہنچ کر تم اپنے آپ کو خراسان کا حاکم ظاہر کر لو گے تو یاد رکھنا میں پہلے سے تمہیں بتائے دیتا ہوں تم اپنے پاؤں نہیں جی سکو گے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ اگر تم بغاوت اور سرکشی پر اتر دو گے تو میں تم سے بھڑ جاؤں گا اس لیے کہ میں ایسا نہیں کروں گا اس طرح دونوں طرف کے مسلمان ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور اس میں مسلمانوں کا قتل عام نہیں چاہتا میں عمر سے تم سے بڑا ہوں میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے باپ کے دور میں بھی جاں فاشی کے ساتھ ان کا ساتھ دیتا رہا ہوں اور جس وقت سلطان کے باپ کے حالات بُرے تھے ان دنوں بھی میں نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا آج پہلی بار سلطان کی گمشدگی کی خبریں آئیں ہیں تو تم نے ایک دم اپنی وفاداری تبدیل کر کے بغاوت اور سرکشی کا ارادہ کیا ہے اگر تم اسے اپنا آخری فیصلہ سمجھ چکے ہو تو پھر اس پر عمل کر گزرو لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ ایک دن تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ سلطان مذہبی دوسری قوت اگر تمہارے خلاف حرکت میں آئے گی تو یاد رکھنا تمہیں اپنی جان بچانے کے لیے وہ بدر کی شوگر کی کھائی پڑیں گی۔

امین الدین ابوبکر جب خاموش ہو تب کزنیک پہلے کی طرح ڈھنڈائی سے کام لیتے ہوئے کہنے لگا۔

امین الدین ابوبکر کس قسم کی گفتگو کر رہے ہوں سلطان کی گمشدگی کے بعد عنقریب تم خبریں سنو گے کہ مملکت کے اندر انتشار اور خلفشار برپا ہو گیا ہے مختلف علاقوں کے حاکموں نے خود مختاری کا اعلان کرتے ہوئے اپنی اپنی مملکت قائم کر لی ہے میرے عزیز کل اس کے کہ وہ وقت آئے اور مختلف شہروں کے حاکم اور عامل اپنی اپنی مملکت قائم کریں ہم کیوں پیچھے رہیں اور وقت خراسان کا صوبہ آمدنی کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے اور پھر میں بڑی آسانی سے اس پر قبضہ کر کے نیشاپور کو اپنا مرکزی شہر قرار دے کر اس پر حکومت کر سکتا ہوں جو لشکر اس وقت میرے ساتھ ہے اسے لے کر نیشاپور جاؤں گا وہاں سے حرید لشکری بھرتی کروں گا ان کی تربیت کو آخری شکل دیتے ہوئے ایک بڑی عسکری قوت تیار کر کے اپنے علاقوں کا دفاع کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔

اس تجویز پر عمل کریں گے اس طرح میری شناخت بھی چھپی رہے گی اور سلطان کی حیثیت سے میرے متعلق کوئی جان نہیں سکے گا اس طرح ہم دونوں کشمکش کی حالت میں یہاں غلامانہ زندگی بسر کرتے رہیں گے ہو سکتا ہے قدرت کسی موقع پر ہمارے حق میں کروٹ لے لے اور ہماری رہائی کا کوئی سامان کر دے۔

سلطان کے اتفاق کرنے پر شہاب الدین خوش ہو گیا تھا پھر وہاں قیام کے دوران سلطان اپنے آپ کو غلام اور شہاب الدین کو اپنا آقا سمجھنے لگا تھا۔

دوسری طرف خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان نے ہر چند سلطان علاؤ الدین سے اپنی شکست کا بدلہ لے لیا تھا لیکن سلطان اور شہاب الدین دونوں کی خوش قسمتی کے گور خان کو سلطان کے انجام کا بھی تک کوئی علم نہ تھا وہ اسی خوشی میں پھولا نہیں سارا رہا تھا کہ اس نے سلطان علاؤ الدین کے ہاتھوں شکستوں سے اسے جو عداوت اٹھانا پڑی تھی اس کی بہتر طریقے سے عطا کر لی ہے اور اس سے آگے مزید وہ کچھ چاہتا بھی نہیں تھا۔

پورے ایک ماہ تک اپنے لشکر کے ساتھ اس نے سمرقند کے نواح میں قیام کیے رکھا اس دوران اس نے سمرقند پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش نہ کی اس لیے کہ سمرقند میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا ایک لشکر موجود تھا جو دفاع کر رہا ہے کشتہ جنگ کے دوران جہاں سلطان کا نقصان ہوا تھا وہاں گور خان کے لشکر کی بھی خاصی تعداد کا دم آگئی تھی لہذا اپنے لشکر کا ایک حصہ تو گور خان نے سمرقند کے نواح ہی میں چھوڑا اور لشکر کے ایک حصے کے ساتھ وہ اپنے مرکزی شہر غلخالہ کی طرف چلا گیا تھا تاکہ جنگ کی حرید تیار کیا کرے اس کے بعد حرکت میں آتے ہوئے ہاشمی میں جو علاقہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اس سے چھینے تھے وہ واپس لینے کی کوشش کرے۔

اس طرح گور خان تو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ اپنے مرکزی شہر کی طرف چلا گیا جبکہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین بن مسعود دونوں گور خان کے سالار کے غلام کی حیثیت سے سمرقند کے نواح میں ایک خیمے کے اندر غلامانہ زندگی بسر کرنے لگے یوں دن پردن گزرنے لگے تھے۔

سلطان نے اس موقع پر چوکنے کے انداز میں شہاب الدین کی طرف دیکھا پھر بڑی شفقت اور محبت میں کہنے لگا۔

ابن مسعود مجھ سے ایسی گفتگو نہ کیا کرتا جانتے ہو تمہاری حیثیت میرے بیٹے کی سی ہے اور میں تمہاری کسی بات کا برا نہیں مانتا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو فیصلہ تم کرو گے وہ میری بہتری اور بھلائی کے لیے ہی ہوگا۔

سلطان کے ان لفاظ سے شہاب الدین کو کچھ حوصلہ ہوا تھا لہذا کچھ سوچنے کے بعد وہ کہنے لگا۔

سلطان محترم گور خان کے جس سالار کے حوالے ہمیں غلام کی حیثیت سے کیا گیا ہے ہماری خوش قسمتی کہ وہ ہم دونوں کو نہ جانتا ہے نہ پکانتا ہے اس کے باوجود صورت حال ہمارے حق میں اتنی نازک ہے اگر کسی کو ہم پر شبہ بھی پڑ گیا تو پھر ہم دونوں کی تکہ بوٹی کر دی جائے گی۔

سلطان محترم اس صورت حال سے بچنے کے لیے میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے اور حالات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس پر عمل کریں اگر ہم اس پر کامیابی سے عمل کرتے رہیں تو ہو سکتا ہے آنے والے دور میں ہماری رہائی کی کوئی سہیل پیدا ہو جائے۔

جو تدبیر میرے ذہن میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ مجھے آقا سمجھیں اور لوگوں کے سامنے میرے ساتھ آپ کا رویہ ایسا ہونا چاہیے جیسا ایک وفادار ملازم آقا کے ساتھ کرتا ہے تاکہ یہاں قیام کے دوران کسی کے دماغ میں یہ خیال نہ ہونے پائے کہ آپ سلطان ہیں۔

شہاب الدین رک پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم یہ ایک مجبوری ہے ورنہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں ایسا فیصلہ کر سکتا ہوں۔

سلطان کے چہرے پر ہلکا سا مسہرور ہوا کہنے لگا۔

ابن مسعود میرے بیٹے میں موت سے نہیں ڈرتا خداوند قدس نے اگر میری موت ان لوگوں کے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے تو کوئی اسے نال نہیں سکتا لیکن میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ہم جہاں دونوں باہر نکلے سے گریز کر رہے ہیں وہاں

سے بول پڑا۔

بات یہ ہے کہ ہم دونوں کو تمہارے حوالے مال غنیمت کے طور پر کیا گیا ہے اور تم ہمیں سچ کر کچھ رقم حاصل کر سکتے ہو اس سے زیادہ تمہیں ہماری طرف سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا جس قدر رقم تمہیں ہم دونوں کے بیچنے سے مل سکتی ہے اگر میں تمہیں اس سے دس گنا زیادہ رقم دلا دوں تو کیا تم میرا کہا نہیں مانو گے۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر گور خان کے سالار کی باجیس کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں جس بعد متنازعہ ہوا تھا پھر اسے خطاب کر کے کہنے لگا۔
دس گنا تو بہت دور کی بات ہے تم مجھے پانچ گنا زائد رقم بھی دے دو تو جو تم کہو گے جو معاملہ میرے ساتھ ملے کر دو گے وہ مجھے منظور ہوگا۔

شہاب الدین نے جب دیکھا کہ گور خان کا سالار اس کے پھندے میں آ رہا ہے تو بڑی نرمی میں کہنے لگا۔

اگر تم میرے اس ملازم کو اپنی قید سے نکل کر مسلمانوں کے مرکزی شہر خوارزم جانے کی اجازت دے دو تو اس سے تمہیں دو فائدے ہوں گے۔

اول یہ کہ میرا یہ ملازم خوارزم جا کر اپنا اور میرا زرنہ لے آئے گا فدیہ کی یہ رقم اتنی زائد ہوگی کہ تم اس کا اعزاز بھی نہیں کر سکتے ہو اس طرح تمہیں ایک خاصی بڑی رقم دے کر ہم اس قید سے رہائی پاسکیں گے۔

دوسرا فائدہ جو اس سلسلے میں ہو گا وہ یہ کہ میرے رشتہ داروں کو میری زندگی کی خبر ملی جائے گی کہ میں مرانہیں زندہ ہوں ورنہ کچھ عرصہ تک میری واپسی کا انتظار کریں گے لیکن جب انہیں کہیں سے بھی میری زندگی کے بارے میں کوئی اطلاع نہ مل سکی تو وہ مجھے مردہ سمجھ کر میری جائیداد کو تقسیم کر لیں گے اس طرح تم زرنہ لے کر محرم ہو جاؤ گے اور میں اور میرا یہ ملازم ہمیشہ کے لیے تمہارے دروازے پر پڑے رہ جائیں گے۔

اس موقع پر گور خان کے سالار نے گھوڑے کے اعزاز میں اور بڑے غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

اس سلسلے میں کوئی دھوکہ اور فریب تو نہیں ہوگا۔

شہاب الدین نے بھی تیرنگا ہوں سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔



گور خان کے سالار کے پاس سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور شہاب الدین دونوں غلامانہ زندگی بسر کر رہے تھے ان دونوں کی اس غلامانہ زندگی کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں۔

”ابن مسعود نے آقا کے اور سلطان نے بطور ملازم کے اپنا اپنا کردار انتہائی خوبی سے ادا کیا تھا“

دراصل شہاب الدین بن مسعود یہ سارا کھیل ایک سوچی سمجھی تدبیر اور پہلے سے طے شدہ لائحہ عمل کے تحت کر رہا تھا جسے اس طرح آقا اور غلام کا کھیل چند دن کھلا گیا اور شہاب الدین بطور آقا اور سلطان بطور غلام کے بڑی جانفشانی اور محنت کے ساتھ دن گزار رہے تھے گور خان کا وہ سالار جس کے وہ دونوں غلام بنائے گئے تھے ایک دن شہاب الدین بن مسعود کو خطاب کر کے کہنے لگا۔

میں دیکھتا ہوں تمہارا ساتھی قیدی تمہارا اتنا احترام کرتا ہے کہ میں دنگ رہ جاتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے۔

شہاب الدین شاید یہی جانتا تھا جب گور خان کے سالار نے یہ سوال کیا تب وہ کہنے لگا۔

گور خان کے عظیم سالار میں سلطان علاؤ الدین خوارزم کے قابل اعتماد سالاروں میں سے ہوں اور یہ شخص جو میرا احترام کرتا ہے یہ میرا ملازم اور خادم ہے اور ملازم اور خادم کو آقا کی بکریم اور تعظیم کرنا ہی پڑتی ہے میں خود بھی اس سلسلے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا تھا پر ایک جھجکتی جی جس کی بنا پر میں رکا رہا ورنہ میرے پاس آپ کے ایک فائدے کی بات ہے۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر گور خان کا سالار چونکا تھا پھر کہنے لگا۔
تمہارے پاس میرے فائدے کی کیا بات ہے اس پر شہاب الدین چھٹ

کم از کم ہماری سپاہ میں کوئی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گا تم نے بڑی اچھی تجویز پیش کی ہے دو لشکری تو کیا میں اس کے ساتھ تین لشکری بھیجے گئے لیے تیار ہوں میں ابھی لشکریوں کا اہتمام کرتا ہوں تم ذرا اپنے خادم سے بات کرو اتنی دیر تک میں اس کے ساتھ جانے کے لیے تین سب جوان تیار کرتا ہوں تاکہ یہ معاملہ جلد از جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے۔

وہ سالار جب شہاب الدین کے پاس سے ہٹ گیا پھر شہاب الدین اس جگہ آیا جہاں سلطان بیٹھا ہوا تھا شہاب الدین کے چہرے پر مسکراہٹ اور نیا سکون تھا اسے دیکھتے ہی سلطان بول اٹھا۔

شہاب الدین میرے بیٹے آج تم معمول کے خلاف خوش اور پرسکون دکھائی دے رہے ہو کیا ہمارے حق میں کوئی اچھی خبر آئی ہے۔

شہاب الدین آگے بڑھ کر سلطان کے سامنے بیٹھ گیا پھر بڑی راز داری سے وہ ساری گفتگو سلطان سے کہہ دی تھی جو تھوڑی دیر پہلے گور خان کے سالار سے ہوئی تھی۔

ساری گفتگو سن کر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ گہری سوچوں میں ڈوبا : ا پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

شہاب الدین تمہاری یہ تجویز قابل عمل نہیں اور میں اس سالار کے ان محافظوں کے ساتھ خوارزم جانے کے لیے تیار نہیں اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس کا مطلب ہے میں تمہیں دشمن کے حوالے کر کے خود یہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچانا چاہتا ہوں اور ایسا کرتا میرے لیے عار ہے اور ایسا میں کروں گا بھی نہیں۔

اس موقع پر شہاب الدین نے بڑے غور سے علاء الدین خوارزم شاہ کی طرف دیکھا پھر بڑی عقیدت میں کہنے لگا۔

سلطان محترم آپ کا خوارزم جانا انتہائی اہم اور ضروری ہے اگر چند دن مزید آپ کی خبر کسی کو نہ ملی تو یاد رکھیے کہ ہماری سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے آپ کے عزیز و اقارب اپنا اپنا حصہ مانگیں گے جن سالاروں کے دلوں میں لالچ ہے وہ مختلف حصوں پر قابض ہو کر اپنی اپنی حکومت کا اعلان کرتے چلے جائیں گے اس طرح کاغذ کے ٹکڑوں کی طرح سلطنت کے حصے ادھر ادھر بکھر جائیں گے اور کم از کم میں ایسا

کیا دعو کہ کیسا فریب میرا ملازم جا رہا ہے میں خود نہیں جا رہا اگر میں خود جاتا تو تم شک کر سکتے تھے کہ شاید میں اپنے خادم کو تمہارے سپرد کر کے اور اس کی جان کو خطرے میں ڈال کر خود اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہا ہوں لیکن میں ایسا تو نہیں کر رہا میں تو صرف اپنے ملازم کو بھیج رہا ہوں خود تمہارے پاس رہوں گا اور جب مطلوبہ رقم میرا خادم لیکر یہاں پہنچ جائیگا تو پھر میں اور میرا خادم دونوں واپس چلے جائیں گے۔

گور خان کا سالار چند لمبے مسکراتا رہا پھر کہنے لگا۔

مجھے تمہاری یہ پیشکش قبول ہے اس پر عمل کرنے سے پہلے اپنے خادم سے بات کرو وہ اس کے لیے تیار بھی ہوتا ہے کہ نہیں شہاب الدین نے چھائی تان کر کہا شروع کیا غلام کو آمادہ کرنا میرا کام ہے تمہارا دشمن وہ میرا خادم ہے اور میرا ہر کہا ماننے والا ہے لیکن اس سلسلے میں میری ایک شرط ہے۔

گور خان کا سالار چونکا اور پوچھا۔

کیسی شرط؟
شرط یہ ہے کہ میرا ملازم اگر یہاں سے اکیلا جاتا ہے تو ہو سکتا ہے تمہارے لشکریوں میں سے کوئی اسے پکڑ کر قتل کر دے یا اپنا غلام بنا کر اسے کہیں بچ ڈالے یا زور فدیہ اس سے حاصل کرنے کی کوشش کرے اس سلسلے میں اگر تم اپنے دو لشکری میرے اس غلام کے ساتھ کر دو تو وہ محافظ کے طور پر اس کے ساتھ رہیں گے خوارزم شہر اس کے ساتھ جائیں گے اور پھر جب میرا خادم نقدی لے کر آئے گا تب بھی تمہارے پیچھے ہوئے دونوں لشکری نہ صرف اس کی حفاظت کریں گے بلکہ وہ جو بھاری رقم لے کر آئے گا اس کی بھی حفاظت کریں گے۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر خطا کے ترکوں کے سالار کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی کہنے لگا۔

تم نے کیا خوب بات کی ہے یہ بات میرے ذہن میں کیوں نہ آئی اگر تمہارا خادم اکیلا جاتا ہے تو واقعی کوئی نہ کوئی اسے پکڑ کر اپنا قیدی بنا سکتا ہے اور پھر جب وہ رقم لے کر آئے گا تب بھی اتنی بڑی رقم لے کر اس کا اکیلا آنا خطرے سے خالی نہیں کوئی بھی اس پر حملہ آور ہو کر رقم چھین سکتا ہے جب میرے لشکری اس کے ساتھ ہوں گے تو

اس پر شہاب الدین فوراً اپنی جگہ پر کھڑا ہوا محبت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔
بالکل تیار ہے۔

اس سالار نے خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگا۔
اس کے ساتھ جانے کے لیے میں نے تین محافظ تیار کر دیے ہیں وہ اپنے گھوڑوں پر سوار خیمے سے باہر کھڑے ہیں ان کے ساتھ ایک قاتلو گھوڑا بھی ہے جس کے اوپر چہارہ خادم بیٹھ کر جائے گا۔

اس موقع پر سلطان اس موضوع پر گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا معاملے کی نزاکت کو وہ سمجھ گیا تھا شہاب الدین نے آنکھوں ہی آنکھوں میں سلطان سے التجا کی جس پر سلطان کے چہرے پر ہلکا سا نیمسودار ہوا شہاب الدین کو آنکھ کا اشارہ بھی دیا جس پر شہاب الدین اپنی جگہ پر مطمئن ہو گیا تھا اس کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اپنی جگہ سے اٹھا تب سے پہلے اس نے غلامانہ سے انداز میں شہاب الدین کا شکریہ ادا کیا پھر گور خان کے سالار کا بھی شکریہ ادا کیا پھر خیمے سے نکلا جو قاتلو گھوڑا تھا اس پر سوار ہو پھر ان تین مسلح جوانوں کے ساتھ سلطان سرحد کے نواح سے اپنے مرکزی شہر خوارزم کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کی غیر متوقع واپسی سے اس کی تمام مملکت میں خوشیاں منائی جانے لگی تھیں لوگوں کی مہمانیت اور ان کے سکون کی کوئی انتہا نہ تھی لوگ سلطان کو سرحد سمجھ رہے تھے لیکن اس کی واپسی پر لوگ بے پناہ خوش اور محفوظ اور سکون محسوس کر رہے تھے اب دو آدمیوں کی سخت قحمت آنے والی تھی ایک کزنیک جس نے نیشاپور کو اپنا مرکز بنا کر خراسان کا حاکم ہونے کا اعلان کر دیا تھا اور دوسرا سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا بھائی سراج الدین جس نے سلطان کی غیر موجودگی میں اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا تھا۔

ان دونوں سے متعلق موزعین لکھتے ہیں۔
سلطان کی اس واپسی سے کزنیک اور تاج الدین کی حالت بری اور ابرہہ قحمتی سلطان کی سخت گیری سے دونوں واقف تھے چنانچہ جب انہیں خبر ہوئی کہ سلطان زندہ ہے اور وہ اپنے مرکزی شہر خوارزم پہنچ گیا ہے تب کزنیک تو بھاگ کر اپنی جان بچانے

نہیں چاہتا۔
سلطان محترم! جہاں تک میری زندگی کا تعلق ہے اگر میں یہاں اکیلا ہوتا تو کب کا بھاگ گیا ہوتا مجھے صرف آپ کی فکر ہے آپ جب خطا کے ترکوں کے محافظوں کے ساتھ خوارزم پہنچ گئے تو پھر میرے لیے یہاں سے اپنی جان چھڑا کر بھاگنا آسان ہو جائے گا آج میں ایک نئی بات بھی دیکھ کر آیا ہوں آپ کا گھوڑا تو مجھے کہیں نظر نہیں آیا لیکن میرا گھوڑا اسی سالار کے پاس ہے میں جب ذرا فاصلے سے گزرا تو میرا گھوڑا مجھے دیکھ کر ہتھنیا تھا مجھے یقین ہو جائے گا کہ آپ خوارزم پہنچ گئے ہیں تو پھر میں یہاں سے بھاگنے کی کوشش کروں گا اس سلسلے میں اپنے گھوڑے کو استعمال کروں گا مجھے امید ہے کہ میں باخفاقت آپ کے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا پھر منت کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔

سلطان محترم میں نے کبھی آج تک آپ سے کچھ نہیں مانگا آج میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جائیے انکار نہ کیجئے گا آپ کو محفوظ کرنے کے بعد میں یہاں زیادہ عرصہ روکوں گا نہیں یہاں سے بھاگنے والی بات کروں گا جس وقت آپ یہاں سے روانہ ہو جائیں گے چند دن کا وقفہ ڈال کر میں یہاں سے بھاگنے کی کوشش کروں گا وقتاً اتنے دنوں کا ڈالوں گا جس سے مجھے یقین ہو جائے کہ آپ خوارزم پہنچ گئے ہیں اس کے بعد میں یہاں سے بھاگنے کی کوشش کروں گا سلطان محترم یہاں سے بھاگنے اور اپنے آپ کو محفوظ کرنے کا اس سے بہتر موقع ہاتھ نہیں لگے گا پھر اگر کسی موقع پر میری اور آپ کی اصلیت ان لوگوں پر ظاہر ہو گئی تو یاد رکھیے گا ہم انہیں کتنا سختی زبردستی دے دیں یہ ہم دونوں کو چھوڑیں گے نہیں گریں گا کثرت کر رہیں گے لہذا میں پھر آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر عمل کرنے کے لیے رضامند ہو جائیے۔

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا ہی تھا کہ وہ سالار آگیا اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جو تجویز میزے اور تمہارے درمیان ملے ہوئی ہے کیا تمہارا غلام اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہے۔

بدستہ کی کہ ہم انہیں پہچان نہیں سکے ان میں سے ایک مسلمانوں کا سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور دوسرا مسلمانوں کا وہ سالار ہے نام جس کا شہاب الدین بن مسعود ہے جس نے گزشتہ جنگوں میں ہمارے لشکریوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا تھا اس نے ہمارے بادشاہ کے دو بھتیجیوں کو بھی موت کے گھاٹ اتارا تھا ان میں سے جو بڑی عمر کا ہے وہ علاؤ الدین خوارزم شاہ ہے اور جو جوان ہے وہ شہاب الدین بن مسعود ہے یہ خبر ابھی ابھی ہمارے خبر لائے ہیں۔

جواب میں شہاب الدین کو اسی سالار کی آواز سنائی دی جس کا وہ غلام بنایا گیا تھا وہ کہہ رہا تھا۔

یہ تم قسم کی باتیں کر رہے ہو جو جوان تھا وہ تو آکا اور جو بڑی عمر کا تھا وہ اس کا خادم اور غلام تھا جہاں تک غلام کا تعلق ہے تو اسے میں نے زرفدیہ لینے کے لیے بھیج دیا ہے لیکن جو اپنے آپ کو آکا اور مالک کہا کرتا تھا وہ میرے پاس ہی ہے آؤ سب اس کی طرف چلتے ہیں اور اس سے حقیقت حال معلوم کرتے ہیں۔

یہ صورت حال شہاب الدین کے لیے انتہا درجہ کی خطرناک تھی وہ مصطل کے اندر دھک گیا تھا اس لیے کہ جو لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے وہ گھوڑوں پر سوار تھے اور مصطل کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس خیمے کی طرف جا رہے تھے جس خیمے میں سلطان اور شہاب الدین کی رہائش تھی۔

جوینی وہ تھوڑا سا آگے گئے شہاب الدین برق کی تیزی سے حرکت میں آیا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اسے مصطل سے نکالا اور پھر سمت کا تعین کرتے ہوئے اپنے گھوڑے کو اس نے دریائے آمو کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

اسے سن کر کوئی چیخ چیخ کر پکارنے لگا وہ خیمے میں نہیں ہے۔ وہ ابھی ابھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہاں سے بھاگا ہے پکڑو اس کا تعاقب کرو۔

اس پر وہ سالار اور جس قدر مسلح جوان اپنے گھوڑوں پر سوار تھے سب شہاب الدین کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے تھے شہاب الدین بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپنی جان بچانے کے لیے دریائے آمو کا رخ کر رہا تھا روایت کی تاریکی میں وہ یہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ اسے دریائے آمو کے کس گھاٹ کا رخ کرنا چاہیے اس کے سامنے جو مدعا تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے اسے دریائے آمو تک پہنچنا چاہیے تعاقب کرنے

کے لیے عراق چلا گیا جبکہ سلطان کا بھائی تاج الدین سلطان شہاب الدین غوری کے پیچھے غیاث الدین محمود کی طرف بھاگ گیا تھا۔



چند دن کے وقفے کے بعد جب شہاب الدین کو یقین ہو گیا کہ گور خان کے سالار کے مسلح جوانوں کے ساتھ سلطان اپنے مرکزی شہر خوارزم پہنچ گیا ہو گا تب اس نے بھی غلامی کی اس زندگی سے بھاگ نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک روز جبکہ پڑاؤ کے اندر ہر کوئی گہری نیند سو رہا تھا شہاب الدین خیمے سے نکلا اس چھپر کی طرف گیا جس کے نیچے اس سالار کے گھوڑے باندھے جاتے تھے اس لیے کہ اس کا اپنا گھوڑا بھی وہیں باندھا جاتا تھا خیموں کی اوٹ لیتے ہوئے شہاب الدین چھپر نما اس خیمے میں داخل ہوا اندھیرا ہونے کے باوجود اسے اپنا گھوڑا تلاش کرنے میں وقت پیش نہ آئی اس لیے کہ جوینی وہ مصطل میں داخل ہوا اس کا گھوڑا اسے دیکھتے ہی تھمتے پھڑپھڑانے اور جھپٹانے لگا تھا۔

شہاب الدین نے آگے بڑھ کر اس کی گردن چھپتائی اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تب گھوڑا اپنا منہ شہاب الدین کی چھاتی سے رگڑنے لگا تھا یہ اس کے پیار اس کی اپنائیت کا ایک انداز تھا۔

اب شہاب الدین بڑی تیزی سے حرکت میں آگیا قریب ہی پڑی ہوئی زینوں میں سے ایک زین اٹھا کر اپنے گھوڑے پر ڈالی اس کا تھک کسا گھوڑے کو اس نے دھانا چڑھایا پھر زینوں کے قریب ایک کونے کو دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر تبسم بکھر گیا تھا کچھ کمائیں اور تیروں کے ڈھیر پڑے ہوئے تھے ایک کڑی اور مضبوط کمان لے کر شہاب الدین نے اپنے کندھے پر ڈالی ایک ترشش میں خاصے تیر بھرے دوبارہ اپنے گھوڑے کے پاس آیا کمان اس نے گھوڑے کی زین سے لٹکا دی ابھی وہ گھوڑے کی باگ پکڑ کر مصطل سے نکلے تھے والا تھا کہ قریبی خیموں کے قریب سے کسی کی آواز سنائی دی۔

کوئی گور خان کے اس سالار کو جس کے سلطان اور شہاب الدین غلام تھے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

تمہارے حصے میں آنے والے مسلمان قیدی عام لشکری نہیں ہیں ہماری

ہو چکا تھا اسے گھنٹ حراس نے بڑی مشکل سے دریا میں پھینکا پھر اس کھڑی کے سنے کے سہارے وہ دریا عبور کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔
تقابب کرنے والے کیونکہ قریب آگئے تھے لہذا انہوں نے بھی دیکھ لیا تھا کہ شہاب الدین کا گھوڑا دریا میں کود چکا ہے اور شہاب الدین خود بھی کئے ہوئے ایک سنے کے سہارے دریا عبور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔
یہ صورت حال تقابب کرنے والوں کے لیے بڑی نازک تھی اس لیے کہ شہاب الدین تھوڑا سا بھی آگے چلا گیا تو وہ ان کے ہاتھ سے نکل سکتا تھا اس لیے کہ دریا کی دوسری طرف کا علاقہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا تھا اس بنا پر وہ اپنے گھوڑوں کو دریا کے کنارے لائے اور شہاب الدین پر انعام و حمد تیرا اعزازی کرنے لگے تھے۔

شہاب الدین کا رخ اس وقت مغرب کی طرف تھا بائیں ہاتھ سے پانی کو پیچھے پھینکتے ہوئے وہ کھڑی کے اس سنے کو دوسرے کنارے کی طرف لیجانے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ اس کا دایاں ہاتھ کھڑی کے سنے پر تھا جس کی گرفت سے اس نے کھڑی کے اس سنے کو اپنے قابو میں کر رکھا تھا۔
جب کنارے سے تقابب کرنے والوں نے تیرا اعزازی کی تو کئی تیر شہاب الدین کے بازو پر اور خواصا بڑا تیر اس کے ہاتھ میں سے ہوتا ہوا کھڑی کے اندر پیوست ہو گیا تھا۔

بازو اور ہاتھ کے اندر گئے والے ان تیروں کی شہاب الدین نے کوئی پرواہ نہ کی تیر صرف اس کے ہاتھ اور بازو پر لگے تھے اپنا سرا و جسم کا دوسرا حصہ اس نے کھڑی کے سنے کی اوٹ میں کر لیا تھا جس کی بنا پر جسم کے دوسرے حصے تیرا اعزازی سے محفوظ رہے تھے۔

تقابب کرنے والے برابر تیرا اعزازی کر رہے تھے جبکہ شہاب الدین اپنی جان بچانے اور دوسرے کنارے پر پہنچنے کے لیے تنگ و دو کر رہا تھا بائیں ہاتھ کی پوری طاقت اور قوت سے پانی کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے وہ کھڑی کے سنے کو دوسرے کنارے پر لیجانے کی کوشش کر رہا تھا۔

تقابب کرنے والے کچھ دیر تک تیرا اعزازی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ

والے جن میں وہ سالار بھی شامل تھا جس کے حصے میں سلطان علاؤ الدین اور شہاب الدین آئے تھے بڑی تیزی سے شہاب الدین کے تعاقب میں تھے انہوں نے رات کی تاریکی میں چند بار تیرا اعزازی کرتے ہوئے شہاب الدین کو ڈنکی کر کے اپنے سامنے بے بس کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔

شہاب الدین کو کچھ تیر لگے بھی لیکن کیونکہ اس نے اپنی پشت پر تیروں بھرا ترکش باندھ رکھا تھا جس کی بنا پر تیر اس کے لیے نقصان دہ ثابت نہ ہوئے تھے۔

شہاب الدین مسعودی کی خوش قسمتی کہ رات کی گہری تاریکی میں وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے دریائے آمو کے قریب پہنچ گیا تھا جس جگہ وہ دریا کے کنارے پہنچا تھا وہاں دریا کا پاٹ کافی چوڑا تھا پھر حریہ بد قسمتی کہ ان دونوں دریائے آمو طغیانی پر تھا۔

لہذا اس گھاٹ کا چھوڑتے ہوئے شہاب الدین اپنے گھوڑے کو ایز پر ایز لگا تا ہوا آگے بڑھا تعاقب کرنے والے بھی سامنے کی طرح اس کے پیچھے پیچھے تھے۔

تھوڑا سا آگے جا کر شہاب الدین اپنے گھوڑے پر اٹا ہو کر بیٹھ گیا اور اس نے لگا تار کئی تیر تعاقب کرنے والوں پر چلا دیئے وہ تیر تعاقب کرنے والوں کو گھمے بھی اس لیے کہ ان میں کچھ بھیجیں مارتے ہوئے گڑے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تعاقب کرنے والوں پر ایک طرح کا خوف اور وحشت طاری ہو گئی تھی اور اپنے زخمی ہونے والے ساتھیوں کی طرف توجہ دینے کی وجہ سے ان کی رفتار کم ہو گئی تھی جس کی بنا پر ان کے اور شہاب الدین کے درمیان کچھ فاصلہ ہو گیا تھا اور شہاب الدین بھی شاید یہی چاہتا تھا۔

تھوڑا سا آگے جا کر اچانک شہاب الدین نے اپنے گھوڑے کو روک دیا پھر وہ اپنے گھوڑے سے اتر گیا وہاں کئے ہوئے درختوں کے موٹے موٹے تنوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اب اپنے بچاؤ اور اپنے تحفظ کے لیے شہاب الدین کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا اس نے اپنے گھوڑے کو مارتے ہوئے اسے دریا میں ڈال دیا تھا اور گھوڑا جو حرب و ضرب کے لیے سدھایا ہوا تھا وہ دریا عبور کرنے لگا تھا دوسری طرف شہاب الدین کئے ہوئے ان درختوں کی اوٹ میں بیٹھ گیا اور پھر لگا تار کئی تیر اس نے تعاقب کرنے والوں پر چلا دیئے تھے جس کے نتیجے میں تعاقب کرنے والے رک گئے تھے ان کے اس رکنے کے عمل سے شہاب الدین نے فائدہ اٹھایا ایک موٹا بھاری تاجو جنگ

شور کرنے لگے کہ امیر شہاب الدین بن مسعود کا گھوڑا پڑاؤ میں داخل ہوا ہے کیونکہ سلطان علاؤ الدین اور شہاب الدین کی گمشدگی کی خبر سب جگہ پھیل چکی تھی لہذا ان لشکریوں کو بچھو ہوئی۔

اغش کو جب چنگا گیا اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا تب گھوڑے کو دیکھ کر اغش نے بڑی خوشی کا اظہار کیا گھوڑے کا اس نے جائزہ لیا اس نے دیکھا گھوڑے کی ہر چیز نیکی ہوئی تھی کچھ سوچے ہوئے اغش ان لشکریوں کو جو گھوڑے کو لے کر آئے تھے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

گھوڑے کو ہمیں میرے خیمے کے پاس باندھ دو اور میرے ساتھ آؤ گھوڑا یقیناً دریائے آمو کو پار کر کے آیا ہے اور کیا نہیں آیا میرا اندازہ ہے کہ امیر شہاب الدین بن مسعود زندہ ہے وہ دشمن کی قید میں ہوگا اور کسی نہ کسی طرح بھاگ کر اپنے گھوڑے کے ساتھ دریائے آمو میں کودنے میں کامیاب ہوا ہے اور میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ امیر دریا عبور کر کے میں کامیاب ہو گیا ہے میرے ساتھ آؤ دریا کے کنارے کی طرف چلتے ہیں۔

رات اب اپنے آخری لمحوں میں تھی مشرق کی طرف سے ہلکی سی فیدی نمودار ہونے لگی تھی اغش اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے آمو کے کنارے کی طرف بھاگ رہا تھا اس نے اپنے لشکری ادھر ادھر پھیلا دیئے تھے اور حکم دیا تھا کہ بڑی تیزی سے شہاب الدین کو تلاش کرنے کی کوشش کریں آخر لشکری زور زور سے چیختے ہوئے شہاب الدین کی موجودگی کی خبر دیئے لگا جس پر اغش اور دوسرے ساتھی سب اس سہل بھاگنے لگے تھے یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہنچے جہاں شہاب الدین بن مسعود بے سدھ کی حالت میں دریائے آمو کے کنارے کی گلی ریت پر لیٹا ہوا تھا۔

شہاب الدین کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اغش اور اس کے ساتھی رو دینے والے ہو رہے تھے سب پر اداسی اور غم طاری تھا گھنٹوں کے بل اغش گیلی ریت پر بیٹھ گیا پھر زمین پر بے سدھ پڑے ہوئے شہاب الدین کو سیدھا کیا شہاب الدین اپنے حواس میں تھا آنکھیں کھولتے ہوئے اغش کی طرف دیکھا اغش انتہائی عقیدت اور ارادت مندی میں کہنے لگا۔

امیر ابن مسعود! امیر ابن مسعود! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ نے

مایوس ہو گئے اس لیے کہ انہیں اب دریا کے پاٹ کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑوں کو واپس دوڑانا پڑا تھا اور ساتھ ہی جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے توں توں شہاب الدین دریا میں آگے جا رہا تھا جس کے نتیجے میں وہ اس پر صبح تیر اندازی نہ کر پا رہے تھے۔

آخر شہاب الدین نے لکڑی کے اس تنے کے ذریعے دریا کے آدھے پاٹ کو عبور کر لیا تب تعاقب کرنے والے مایوس ہو گئے اور بے پناہ غم اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے واپس چلے گئے۔

دوسری طرف شہاب الدین اب تعاقب کرنے والوں کی طرف سے بے فکر سا ہو گیا تھا جو تیر اس کے ہاتھ میں سے ہوتا ہوا لکڑی کے تنے میں پیوست تھا وہ اس کے لیے بڑی تکلیف اور بڑی شدت کے درد کا باعث تھا لیکن یہ تکلیف برداشت کرتے ہوئے گرتا پڑتا کسی نہ کسی طرح وہ تنے کو دریا کے دوسرے کنارے لے گیا تھا اس کا گھوڑا بھی اس کے قریب قریب ہی تھا اور وہ بھی دوسرے کنارے جا پہنچا تھا۔

گھوڑا کنارے پر چڑھ کر کھڑا ہو گیا شہاب الدین نے لکڑی کے اس تنے کو ایک مناسب جگہ پر دو کا پھر بائیں ہاتھ سے تیر کو پکڑ کر اس نے اپنے ہاتھ اور تنے میں سے نکالا خون کا فوارہ پھوٹ پڑا تھا ساتھ ہی شہاب الدین تکلیف کی شدت کا اظہار بھی کر رہا تھا سر پر بندھے ہوئے عمامے کو شہاب الدین نے پھاڑا اور اسے کس کر اپنے ہاتھ پر باندھ دیا تھا تاکہ زیادہ خون نہ نکلے پائے وہ کیونکہ تھک کر چور ہو گیا تھا لہذا دریا کنارے کی گیلی ریت پر لیٹ گیا تھا۔

شہاب الدین کی خوش قسمتی کہ جس جگہ وہ کنارے پر لگا تھا اس کے قریب ہی وہ بستیاں تھیں جن میں وہ اس سے پہلے منصوبہ ریزی کے ساتھ رہا کرتا تھا جن میں سے ایک بستی سدورہ کی بھی تھی۔

گھوڑا کچھ دیر شہاب الدین کے قریب کھڑا رہا پھر وہاں سے ہٹ گیا ساری جگہیں اور بستیاں کیونکہ گھوڑے کی بھی دیکھی ہوئی تھیں لہذا گھوڑا کنارے سے ہٹ کر اس سمت ہولیا جس سمت کسی دور میں شہاب الدین اور منصور رتی کے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا کرتے تھے اور آج کل وہاں اس لشکر کا پڑاؤ تھا جس کی کمانداری سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا سالار اغش کر رہا تھا۔

گھوڑا جب پڑاؤ میں داخل ہوا تو کچھ لشکریوں نے گھوڑے کو پہچان لیا اور

باعہہ دی تھی اور جو چھوٹے چھوٹے ذمہ بازو پر آئے تھے وہاں بھی اس نے بیٹیاں
باعہہ دی تھیں پھر غلش نے اپنے کچھ لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے شہاب الدین کا
لیاس تبدیل کرنے کے لیے کہا۔ اس مقصد کے لیے اپنا ایک لباس بھی لے آیا تھا میں
اسی لمحہ بالال بن سلیمان خیمے میں داخل ہوا تھا۔

شہاب الدین بن مسعود کو بستر پر بڑے دیکھ کر وہ پریشان اور غمزدہ سا ہو گیا
تھا آگے بڑھا شہاب الدین نے بھی بالال بن سلیمان کو آتے دیکھ لیا تھا لہذا اٹھ کر بیٹھ
گیا بالال بن سلیمان آگے بڑھا شہاب الدین کی چھاتی پر ہاتھ رکھا پھر کہنے لگا۔

بیٹے میرے آنے پر تمہیں پیٹنے کی ضرورت نہیں ہے تمہاری حالت بتاتی ہے
کہ تم ٹھیک نہیں ہو، دشمنی ہو، لیٹ جاؤ اس موقع پر ہلکا سا تبسم شہاب الدین کے
چہرے پر نمودار ہوا تھا کہنے لگا۔

ابن سلیمان ایسی کوئی بات نہیں میرا ہاتھ اور بازو دشمنی ہیں اس کے علاوہ
میرے جسم کو کوئی نقصان نہیں صرف مجھ پر تھکاوٹ طاری ہے اس کے بعد جو کچھ شہاب
الدین پر مبنی تھی وہ غلش نے بالال بن سلیمان سے تفصیل سے کہہ دی تھی۔

اس موقع پر بالال بن سلیمان نے کچھ سوچا اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم
نمودار ہوا اس کے بعد وہ اپنا منہ شہاب الدین بن مسعود کے کان کے قریب لے گیا
اور مسکرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

ابن مسعود میرے بیٹے تم کو وہ باتوں پر مبارکباد پیش کرتا ہوں پہلی یہ کہ
خداوند قدوس نے تمہیں دشمن کی قید سے رہائی دلائی اور تم باغیعت یہاں پہنچنے میں
کامیاب ہو گئے ہو۔

دوسری کہ تمہارے لیے اچھی خبر ہے اور جس کے لیے میں تمہیں مبارکباد پیش
کرتا ہوں وہ یہ کہ خداوند قدوس نے تمہیں مدد و صحت مند اور خوبصورت بیٹے عطا کیے ہیں۔
بالال بن سلیمان کے اس انکشاف پر ہلکا سا تبسم شہاب الدین کے چہرے پر
جو نمودار ہوا تھا اس موقع پر غلش شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر محترم پہلے آپ لیاس تبدیل کر لیں اس کے بعد.....
یہاں تک کہتے کہتے غلش کو رک جانا پڑا اس لیے کہ بالال بن سلیمان بول
اٹھا تھا کہنے لگا۔

اپنی یہ حالت کیا بنا رکھی ہے۔
ہاتھ کے اشارے سے شہاب الدین نے غلش کو تسلی دی پھر غلش نے
اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ امیر کو اٹھا کر خیمے کی طرف لے کر چلیں۔

اس پر کچھ نوجوان حرکت میں آئے بڑی تیزی سے انہوں نے شہاب الدین
بن مسعود کو اٹھایا اور تقریباً ہاجتے ہوئے اپنے پڑاؤ کا رخ کر رہے تھے۔

شہاب الدین کو لشکریوں نے غلش کے خیمے میں بستر پر لٹا دیا تھا اسے میں
لشکر کے اندر جھڑکی اذان سنائی دی بستر پر لیٹے ہوئے شہاب الدین نے جو اپنے آپ
کو اب کافی حد تک سنبھال چکا تھا غلش جب طیب کو لانے کیلئے جانے لگا تو شہاب
الدین نے اسے روکنے کے لیے کہا ساتھ ہی اس کی بھی سی آواز سنائی دی۔

میرے عزیز بھائی لکڑی کوئی ایسی بات نہیں یوں جانو میں موت کے منہ سے
باہر نکل آیا ہو میرا ہاتھ بری طرح زخمی ہے تاہم میں نے اپنا عمامہ پھاڑ کر کس کر باعہہ
دیا ہے تاکہ خون رک جائے پہلے جھڑکی نماز ادا کر لو اس کے بعد طیب کو بلا کر لاؤ تاکہ
وہ میرے زخم کی مرہم بنی کر دے۔

اور اس کے ساتھیوں نے شہاب الدین کی اس تجویز پر عمل کیا خود شہاب
الدین نے بھی حیم کرتے ہوئے اشاروں سے جھڑکی نماز ادا کی غلش اور اس کے
ساتھی بھی نماز ادا کرنے کے بعد طیب کو اپنے ساتھ لے آئے تھے۔

طیب نے پہلے بڑی تیزی اور آہستگی سے ہاتھ پر لیٹے ہوئے عمامے کے
حصے کو کھولا جب زخم دیکھا تب شہاب الدین طیب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں لکڑی کے ایک تنے کے سہارے دریا کو عبور کر رہا تھا گھوڑے کو میں نے
پہلے ہی دریا میں ڈال دیا تھا تعاقب کرنے والے میرے پیچھے تھے انہوں نے تیز تیز
اعزامی کی جس کی بنا پر ایک تیز میرے ہاتھ سے ہوتے ہوئے لکڑی میں جھنسا گیا تھا
اور میں نے سارا دریا اسی حالت میں عبور کیا اس کے بعد مختصر سے اعجاز میں شہاب
الدین نے غلش طیب اور وہاں جمع ہونے والے لشکریوں کو اپنی اور سلطان کی
گرفتاری اور سلطان کی رہائی اس کے خوارزم پہنچنے اور پھر اپنے بھائی گئے کی روداد سنائی
تھی۔

اتنی دیر تک طیب نے ہاتھ کے زخم کو صاف کر کے اس پر مرہم لگا کر پٹی

میں گھوڑے پر سوار ہوں اور آپ گھوڑے کی باگ پکڑ کر میرے آگے آگے چلیں یہ میرے لیے بے عزتی اور کم ظرفی کا معاملہ ہے۔
اس پر بلال بن سلیمان سگراتے ہوئے کہنے لگا۔
آپ زخمی ہیں سمجھو ہوئے ہیں گھوڑے پر بیٹھیں میں لگام پکڑ کر گھر لے کر چلوں گا۔

اس پر شہاب الدین نے آگے بڑھ کر بلال بن سلیمان کو اپنے ساتھ لپٹا لیا۔
ابن سلیمان یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں اور آپ گھوڑے کی باگ پکڑ کر آگے آگے چلیں آپ بے فکر رہیں اب میں نہ تھکاوٹ محسوس کر رہا ہوں اور نہ ہی میرے زخم میرے لیے تکلیف دہ ہیں بازوں کے زخم کوئی اتنے بڑے نہیں تھے ہاتھ کا زخم تھکین اس کی مرہم پٹی ہو جانے کے بعد میں اس میں بھی بالکل سکون محسوس کر رہا ہوں۔ چلیں دونوں پیڈل ہی چلتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی شہاب الدین اور بلال بن سلیمان ہستی کی طرف روانہ ہو لیے تھے توڑی دیر بعد وہ حسام الدین کی حویلی کے پاس پہنچے پھر دروازے پر بلال بن سلیمان نے دستک دہی تھی۔

پہلی دستک پر دروازہ کھلا دروازہ کھولنے والی سارہ قحی اس نے جب بلال بن سلیمان کے ساتھ گھوڑے کی باگ پکڑے شہاب الدین کو دیکھا تو اس کے تعجب اور حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی توڑی دیر تک وہ گہری خوشی میں ڈوبی رہی پھر وہ آگے بڑھی شہاب الدین کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھا پھر بڑی شفقت میں کہنے لگی۔

جئے آپ کی گمشدگی پر پورا خاندان انتہا درجہ کا پریشان فکر مند تھا بلکہ یوں جانیں بھارتھا اب سارے معاملات ٹھیک ہو جائیں گے اس کے ساتھ ہی سارہ پیچھے ہٹی اور زور زور سے زورن اور سدورہ کے علاوہ حسام الدین کو پکارنے لگی قحی اس پکار کے جواب میں تقریباً بھاگنے کے انداز میں زورن اور حسام الدین محن میں آئے تھے اتنی دیر تک بلال بن سلیمان اور شہاب الدین بھی محن میں داخل ہو چکے تھے سدورہ زورن اور حسام الدین بلال بن سلیمان کے ساتھ شہاب الدین کو دیکھتے ہوئے پہلے تو تعجب کا اظہار کر رہے تھے پھر ان کے چہروں پر جو خوشیوں اور طمانیت کے آثار پھیلے تھے ان کی کوئی انتہا نہ تھی سب سے پہلے حسام الدین بھاگا آگے بڑھ کر اس نے شہاب الدین کو

میرے عزیز میرے خیال میں امیر شہاب الدین کو گھر لیجانا چاہیے ان کی گمشدگی نے ان کی دونوں بیویوں زورن اور سدورہ کو پریشان اور بیمار کر کے رکھا ہے کسی کام میں وہ دلچسپی نہیں لیتیں خود حسام الدین کی بھی یہی حالت ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ شہاب الدین کو وہاں پہنچایا جائے اور وہیں ان کا لباس تبدیل کیا جائے گا۔
خود شہاب الدین نے بھی اس سے اتفاق کیا تھا جیسے لباس میں وہ اچھے کڑا ہوا اور انگلیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

میرے زخموں کی دیکھ بھال ہو گئی ہے اب فکر مندی کی کوئی ضرورت نہیں ہے تم ایسا کرو ایک قاصد سلطان کی طرف خوارزم روانہ کر دو اس لیے کہ سلطان بھی عافیت کے ساتھ خوارزم پہنچ چکے ہیں اور انہیں میری طرف سے اطلاع کر دو کہ میں دشمن کی قید سے رہائی حاصل کرنے کے بعد یہاں قیام کیے ہوئے ہوں اور چند روز تک میں خوارزم پہنچ جاؤں گا۔

شہاب الدین رکاب پھر دوبارہ انگلیش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
ساتھ ہی میرا گھوڑا لاؤ میں گھوڑے پر بیٹھ کر اپنے بچوں کے پاس جاؤں گا جواب میں انگلیش مسکرایا ایک لشکری کو اس نے مخصوص اشارہ کیا جس پر وہ خیمے سے باہر نکل گیا تھا توڑی دیر بعد وہ لوٹا اور کہنے لگا۔

امیر گھوڑے کو میں نے باہر کھڑا کر دیا ہے اس پر شہاب الدین خیمے سے نکلا انگلیش بلال بن سلیمان اور دیگر سالار اور محافظ ان کے ساتھ تھے جب شہاب الدین گھوڑے پر بیٹھے لگا تو انگلیش نے فوراً آگے بڑھ کر اسے سہارا دینا چاہا پر شہاب الدین گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے دیکھا کہ گھوڑی اور محبت میں اس نے انگلیش کی طرف دیکھا پھر اس کا شانہ چھتا ہے تو کہنے لگا۔

تمہارا شکر یہ میں اب ٹھیک ہوں میرے بھائی میں پیڈل بھی چل کر گھر جا سکتا ہوں گھوڑے پر خود بیٹھ سکتا ہوں تمہیں سہارا دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر سب خوش ہو گئے تھے پھر شہاب الدین خود گھوڑے پر بیٹھا اتنی دیر تک بلال بن سلیمان نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑ لی قحی جب وہ گھوڑے کو حرکت میں لانے لگا تب شہاب الدین ایک دم گھوڑے سے اتر گیا تھا کہنے لگا۔

اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا اتنی دیر تک ایک ساتھ بھاگتے ہوئے زونن اور سدورہ نے آگے بڑھ کر بڑے پیارے انداز میں شہاب الدین کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیے تھے۔ پھر سب علیحدہ ہوئے یہاں تک کہ حسام الدین، شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے انتہا درجہ کی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

شہاب الدین میرے بیٹے میں سمجھتا ہوں جس قدر میں نے زندگی گزاری ہے میری اس زندگی کا آج یہ سب سے زیادہ خوشی پایوں جانو خوش خبری اور انتہا درجہ کی طمانیت کا دن ہے میں بتائیں سکنا کہ تمہاری آمد پر میں کس قدر خوشی اور مسرت محسوس کر رہا ہوں تمہاری کم شہنشاہی نے ہم سب کو یوں جانو پیار کر کے رکھ دیا تھا اتنی دیر میں سارا حرکت میں آئی کھڑے ہو چکے کہ اصل میں باندھ دیا تھا اس کی زمین دہانہ اتار کر اس کے آگے چارہ ڈال دیا تھا سب سے پہلے زونن اور سدورہ دونوں حرکت میں آئیں زونن شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

آپ کا لباس بھگا ہوا ہے پہلے میرے ساتھ آئیں میں اور سدورہ نے کئی لباس آپ کے لیے تیار کر رکھے ہیں پہلے کپڑے تبدیل کریں اس کے بعد دیوان خانے میں بیٹھ کر ہم آپ سے شیل گے کہ آپ پر کیا ہنچی۔

حسام الدین اور بلال بن سلیمان نے بھی اس سے اتفاق کیا وہ دونوں دیوان خانے کی طرف چلے گئے تھے زونن اور سدورہ دونوں شہاب الدین کا ہاتھ پکڑ کر سامنے والے کمرے میں لے گئیں وہاں پالتوں کے اندر دونوں بچے گہری نیند سوئے ہوئے تھے شہاب الدین سگراتے ہوئے ان کی طرف بڑھا پہلے دونوں کو جی بھر کے اس نے پیار کیا پھر زونن شہاب الدین کا ایک لباس لے آئی، شہاب الدین نے پہلے لباس تبدیل کیا اس کے بعد تینوں دیوان خانے کی طرف گئی اتنی دیر تک سارا بھی وہاں آئی تھی پھر شہاب الدین انہیں اپنی گرفتاری پھر سلطان کی رہائی اس کے بعد وہاں سے بھاگنے دیا نئے آمو عبور کرنے کی تیاریوں سے ہاتھ دھمی ہوئے پھر انجلس کے پاس پہنچنے کی ساری روداد تفصیل کے ساتھ سنا رہا تھا۔

☆.....☆

© © ©

گور خان کے ہاتھوں ہزیمت اور شکست اٹھانے کے بعد بظاہر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ بالکل خاموش اور مطمئن رہا اس کی حالت سے یوں لگتا تھا جیسے وہ گور خان کے ہاتھوں شکست کو قبول کر لیا ہوتا ہم اندر ہی اندر وہ اپنی عسکری تیاریوں کو اپنے عروج میں لے آیا تھا اتنی دیر تک شہاب الدین بن مسعود بھی تندرست ہو گیا تھا اور اپنے بچوں کو لے کر وہ بھی خوارزم پہنچ گیا تھا خوارزم میں بظاہر خاموشی تھی اندرون خانہ سلطان علاء الدین خوارزم شاہ شکست کا بھیا یک انتقام گور خان سے لینے کے لیے وسیع تیاریوں میں مصروف تھا۔

اپنی خاموشی کو برقرار رکھنے کے لیے اس نے سب سے پہلے ہرات کا رخ کیا ہرات میں سلطان کا جان نثار اور وفادار سالار امین الدین ابوبکر ابھی تک سلطان کے حکم کے مطابق اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ کیے ہوئے تھا یہاں تک کہ سلطان بھی ایک لشکر لے کر وہاں پہنچ گیا۔

ہرات پہنچنے کے بعد ہرات میں جو امیر خرمیل کا مشیر تھا اسے سلطان نے پیغام پہنچایا کہ جیسا اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ سلطان کے آنے پر شہر پناہ کے دروازے کھول دے گا اب سلطان بذات خود پہنچ گیا لہذا وہ شہر کے دروازے کھول دے۔ لیکن مشیر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا۔

چونکہ سلطان کی وعدہ خلاف ضرب اہل کی مشیت رکھتی ہے اس لیے لو کہ مرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں سلطان کی چلتی چڑی باتوں پر اعتبار کر کے خود موت کو داؤز دوں۔

اس مشیر کا یہ جواب سن کر سلطان بڑا برہم اور غضبناک ہوا مشیر اپنی جگہ مطمئن تھا کہ سلطان شہر کو بڑو شمشیر فتح نہیں کر پائے گا اس لیے کہ شہر کے باہر ناقابل عبور خندقیں تھیں خندق کے بعد چار انتہائی مضبوط اور مستحکم فصیلیں تھیں جنہیں عبور کرنا

آسان کام نہ تھا۔

لیکن سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے بڑی شدت کے ساتھ شہر کا محاصرہ کر لیا دوسری طرف شیر بھی اپنی بات پر چٹان کی طرح ڈٹا رہا وہ شاید یہی خیال کیے ہوئے تھا کہ محاصرہ جب طویل پڑے گا تو سلطان اپنے لشکریوں کے تنگ آنے پر واپس جانے پر مجبور ہو جائے گا لیکن سلطان نے ایسا نہیں کیا۔

اب سلطان نے ایک اور جنگی چال چلی شیر سے رابطہ قائم کرنا اس نے بالکل متوقع کر دیا اور اس نے براہ راست ہرات کے سرکردہ لوگوں کے ساتھ رابطہ کرنا شروع کر دیا شیر اس عمل سے قطعاً غافل تھا اس کو یہی امید تھی کہ سلطان شہر فتح نہیں کر پائے گا لیکن جب سلطان نے اس کو نظر انداز کر کے براہ راست شہر والوں سے رابطے شروع کر دیئے تو سلطان کو چہ چلا کہ محاصرہ کے ہاتھوں اہل شہر کی بھی جان پر پنی ہوئی ہے۔

چونکہ سلطان علاؤ الدین کے لشکر کی وہاں موجودگی کی وجہ سے اہل شہر کا تمام بیرونی دنیا سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا اس لیے کھانے پینے کی چیزوں کا قحط شروع ہو گیا تھا وہ دانے دانے کو ترسنے لگے تھے۔

جب اہل شہر کے اضطراب اور بے چینی کی اطلاع شیر کو ہوئی تو اس نے ایسے تمام محاصرہ کو جن سے اسے فساد و بے امنی اور سرکشی کا اندیشہ تھا کر ڈھک کر زندان میں ڈال دیا تھا۔

لیکن اس کی اس حرکت نے آگ پر تیل کا کام کیا جب اس نے کچھ سرکردہ لوگوں کو زندان میں ڈال دیا تب ان کے لواحقین اور ان کے حمایتی اٹھ کھڑے ہوئے اس طرح عام لوگوں کے جذبات بھی بھڑک اٹھے انہوں نے بغاوت کر دی سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اسی موقع کی تاک میں تھا چنانچہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ہرات شہر پر بلہ بول دیا اہل شہر شیر سے تنگ تو تھے ہی پھر انہوں نے سلطان کے ساتھ رابطہ بھی قائم کر لیا تھا لہذا انہوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اس طرح شہر سلطان کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔

شیر موصوف پڑا گیا جب اسے سلطان کے سامنے لایا گیا کہ اسے قتل کر دیا جائے اس کے برعکس اور خلاف توقع سلطان نے اہل شہر سے کوئی تعرض نہ کیا ہرات کو

فتح کرنے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اپنے ماموں امیر ملک کو شہر کا ناظم مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ غیاث الدین محمود اور علی شاہ کو ان کے کیے کی سزا دے اس لیے کہ سلطان کے بھائی تاج الدین نے ایک طرح سے بغاوت کر کے سلطان کی دل شکنی کی تھی سلطان کی گمشدگی میں اس نے اپنے نام کا خطبہ جاری کر دیا تھا۔ جب سلطان قید سے رہائی پا کر واپس آیا تو وہ غیاث الدین کی طرف بھاگ گیا تھا دوسری طرف اس کا سالار کرکنک علی شاہ کے ہاں جا کر پناہ لینے پر مجبور ہوا تھا لہذا سلطان نے اپنے ماموں کو حکم دیا کہ ان دونوں کو ان کے کیے کی سزا دے۔

چنانچہ سلطان کے ماموں امیر ملک نے غیاث الدین محمود اور علی شاہ دونوں کو سلطان کی اس ناراضگی کی اطلاع دی اور مشورہ دیا کہ بہتر ہوگا معاملے کو طویل دینے کے بجائے خود کو سلطان کے حوالے کر دیں چنانچہ انہوں نے اس شرط پر کہ انہیں جان کی امان دی جائے اپنے آپ کو امیر ملک کے حوالے کر دیا اور اس نے انہیں خوارزم بھیج دیا خوارزم شاہ نے انہیں جبری 607 میں قتل کرادیا۔

سلطان اس موقع پر ایک بہترین جنگی چال چل رہا تھا بظاہر وہ دوسرے علاقوں کی فتح میں مصروف ہو گیا تھا اس طرح وہ گور خان کو تاثر دے رہا تھا کہ اب وہ اس سے اٹھنا نہیں چاہتا ہے جو شکست ہوئی ہے اسے اس نے قبول کر لیا ہے لہذا ہرات کو فتح کرنے کے بعد سلطان نے کچھ دیگر علاقوں کی طرف توجہ دی۔

سلطان کی نگاہیں اب دو بڑے شہروں غزنی اور فیروز کوہ پر جم گئی تھیں ان دونوں غزنی کا خود مختار حکمران تاج الدین یلدوز تھا چونکہ ان دونوں شہروں کو فتح کرنے کی ذمہ داری سلطان نے اپنے ماموں امیر ملک کے سپرد کی تھی لہذا امیر ملک نے تاج الدین یلدوز کو مشورہ دیا کہ وہ غزنی کا علاقہ خوارزم کی قلم رو میں شامل کر کے سلطان کی سیادت کو قبول کر لے۔

امیر ملک کا یہ پیغام جب تاج الدین یلدوز کو ملا تو اس نے اپنے امراء اور سالاروں سے اس سلسلے میں مشورہ کرنے کے بعد امیر ملک کی بات مان لی ان نے کچھ تحائف سلطان کی خدمت میں روانہ کیے اور غزنی میں اس نے سلطان کے نام کا خطبہ جاری کر دیا تھا۔

اس طرح تاج الدین نے ایک طرح سے سلطان کو مطمئن بھی کر دیا تھا اور

غزنی پر اپنی حکومت بھی قائم رکھی تھی لیکن اسی دوران تاج الدین کی بدقسمتی سامنے آ گئی۔

ہوا یوں کہ ایک دفعہ تاج الدین یلدوز حسب معمول شکار کے لیے گیا اور اپنے ایک سالار قلع کو اپنی غیر موجودگی میں اپنا نائب مقرر کر گیا تھا یہ قلع سلطان شہاب الدین غوری کے عہد سے اس کا رفیق کار چلا آ رہا تھا اسے اپنا قائم مقام بنا کر وہ بڑے مطمئن انداز میں شکار کے لیے نکل گیا تھا۔

لیکن تاج الدین کی اس غیر حاضری سے قلع نے فائدہ اٹھایا سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے اس وقت تک ہرات میں ہی قیام کیا ہوا تھا چنانچہ اس نے ہرات میں سلطان سے رابطہ قائم کیا اور سلطان کو شہر پر قبضہ کی دعوت دی سلطان نے یہ دعوت قبول کر لی لہذا برق رفتاری سے سلطان حرکت میں آیا اور غزنی شہر پر اس نے قبضہ کر لیا تاج الدین یلدوز جو شکار کے لیے گیا ہوا تھا اسے جب خبر ہوئی کہ غزنی شہر پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کا قبضہ ہو گیا ہے تو وہ لاہور کی طرف بھاگ گیا تھا۔ غزنی پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے قلع کو طلب کیا وہی قلع جس نے تاج الدین یلدوز کی غیر موجودگی میں غزنی شہر سلطان کے حوالے کیا تھا۔

قلع جب سلطان کے سامنے آیا تو سلطان نے اسے مخاطب کر کے پوچھا:-

”تاج الدین سے تمہارے تعلقات کیسے تھے؟“

اس موقع پر قلع بڑا خوش ہوا مطمئن تھا وہ اپنے ذہن میں یہ بات لیے ہوئے تھا کہ اس نے چونکہ غزنی شہر سلطان کے حوالے کرانے میں مدد کی ہے لہذا سلطان اسے خوب نوازے گا چنانچہ جب سلطان نے اس سے سوال کیا کہ تاج الدین کے ساتھ اس کے تعلقات کیسے تھے تو اس نے بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا شروع کیا:-

سلطان محترم ہمارے تعلقات بالکل برادرانہ نوعیت کے تھے تاج الدین کی عادت تھی کہ وہ سال میں صرف چار مہینے غزنی میں قیام کرتا تھا باقی وقت سیر و تفریح اور شکار میں گزارتا تھا اس کی غیر موجودگی میں وہی سربراہ حکومت ہوتا تھا بلکہ اس کی غیر موجودگی میں بھی نظم و نسق کا سارا نظام میرے ہی ہاتھ میں ہوتا تھا۔

قلع کا یہ جواب سن کر سلطان نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ جب تم اپنے دوست رفیق کار سن اور مربی کے ساتھ وفادار نہ کر کے تو میں تم پر کیسے اعتبار کر سکتا ہوں یہ کہہ کر سلطان نے اسے غدار کی جرم میں قتل کر دیا اور غزنی کا حاکم اس نے اپنے بیٹے جلال الدین کو مقرر کر دیا تھا۔

اب سلطان نے کچھ کوہستانی علاقوں کی طرف توجہ دی یہ علاقے سلطان سے پہلے اس کے باپ نے فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کیے تھے جن دنوں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ غوری اور ترکان خطا کے خلاف لڑائیوں میں مصروف تھا تو یہ علاقے سلطان کے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور ایک شخص مظفر الدین ازبک ان علاقوں پر قبضہ کر کے وہاں کا حاکم بن گیا تھا ان علاقوں میں زیادہ اہم آذربائیجان، اصفہان اور ہمدان کے علاقوں کے علاوہ کچھ دوسرے پہاڑی علاقے بھی شامل تھے:-

ان سارے علاقوں کے لوگوں کو خبر ہوئی کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے غوریوں کے جانشینوں کا مقابلہ کر کے ان کے مرکزی شہر کے علاوہ ارد گرد کے علاقوں کو اپنی قلم رو میں شامل کر لیا ہے تو وہ ہوا کے رخ کو کچھ گئے کہ سلطان کے حملہ آور ہونے کا خوف ان پر طاری ہو گیا چنانچہ انہوں نے اپنے حاکم مظفر الدین ازبک سے قطع تعلق کر کے اپنے علاقوں میں سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔

یہ صورت حال مکمل طور پر سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ہاتھ میں تھی چنانچہ اس موقع پر سلطان نے ازبک اور قدم اٹھایا، شروع میں جب گور خان کے لشکریوں کی طرف سے دریائے آمو کے بائیں کنارے کے علاقوں پر سلطان کو حملے کا خطرہ ہوتا تھا تو سلطان نے پہلے ان علاقوں کی حفاظت کے لیے شہاب الدین اور منصور ترکی کو بھیجا تھا بعد میں وہاں انکس کو مقرر کیا گیا تھا اب سلطان نے منصور انکس کو وہاں سے واپس بلا لیا بلکہ جو لشکر وہاں تھا اسے بھی خوارزم بلا لیا تھا اس لیے کہ وہاں اسے کسی لشکر کی ضرورت نہ تھی وہاں اب گور خان کے لشکر کی حملہ آور نہ ہوتے تھے۔

جب آذربائیجان، اصفہان اور ہمدان کے لوگوں نے اپنی قسمت مظفر الدین سے منقطع کر کے سلطان کے ساتھ وابستہ کر لی تب سلطان نے اپنے اسی سالار انکس کو ان علاقوں کا حاکم مقرر کر دیا تھا۔

سے وفاداری کا عہد لیا پھر اسے اپنے بیٹے سے ششے کے لیے شیراز کی طرف روانہ کیا اور اسے ایک لشکر بھی مہیا کیا گیا۔

اتابک جو اب شیراز کا حاکم تھا اور جس کا اصل نام ابوبکر تھا اسے جب خبر ہوئی کہ اس کا باپ اس کی طرف آ رہا ہے تو وہ شہر پناہ کے دروازے بند کر کے اطمینان کر کے بیٹھ گیا۔

شیراز کے نواح میں پہنچ کر سعد بن زنگی نے اپنے بیٹے ابوبکر کو بہت سنبھایا کہ وہ شہر پناہ کے دروازے کھول دے اور شہر سلطان کے حوالے کر دے لیکن اس نے باپ کی ہر التجا پر بات سنی ان کی سنی کر دی۔

لیکن اسی ابوبکر کی بد قسمتی کہ اس کے لشکر میں حسام الدین نام کا ایک سالار تھا جو اس کے باپ کا بڑا وفادار تھا چنانچہ اس نے ایک دن شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے ابوبکر کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنا لشکر لے کر نکلا اپنے باپ سے ٹکرایا باپ پر اس نے نکوار کا وار کیا لیکن اس کا وار خالی گیا چنانچہ اس کے باپ نے اسے گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا۔

مظفر الدین ازبک کو سلطان نے اصفہان کی حکومت پر برقرار رکھا اور جب سلطان نے اس پر خراج مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو ازبک نے درخواست کی کہ اکثر گرجستانی اس کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر اس کی کھڑی فصول کو تباہ کر دیتے ہیں اور اس کی آمدنی میں خاطر خواہ کمی ہو جاتی ہے اس نے سلطان سے یہ بھی درخواست کی کہ اگر گرجستانیوں کے ان حملوں کی روک تھام کا سامان کیا جائے تو اس کے علاقوں میں آمدنی میں اضافہ ہو سکتا ہے اور وہ خوش خراج ادا کر سکے گا۔

سلطان نے مظفر الدین ازبک کی درخواست کو پڑھ کر اپنی بخشی سلطان نے تیز رفتار قاصد گرجستان کی طرف روانہ کیے اور انہیں متنبہ کیا کہ یہ علاقے اب سب کے سب خوارزم شاہی قلمرو میں شامل ہیں اس لیے گرجستان آئندہ ان علاقوں میں لوٹ مار سے گریز کرے اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو سلطان ان علاقوں سے نکل کر گرجستانیوں کے علاقوں میں داخل ہو گا اور انہیں وہ تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑے گا جو اس سے پہلے انہوں نے نہ دیکھی ہو گی۔

سلطان علاء الدین کی اس دھمکی کا خاطر خواہ اثر ہوا اور گرجستانیوں نے آذر

لیکن غلش کی بد قسمتی کہ ایک فدائی کے خفیہ طور پر اس پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا چنانچہ سابقہ حاکم مظفر الدین ازبک پھر حرکت میں آیا اس نے چاہا کہ جن علاقوں پر وہ پہلے حاکم تھا ان پر دوبارہ تسلط قائم کر لے۔

اسی دوران سعد بن زنگی نام کا ایک اور شخص بھی ان علاقوں پر طبع کی نظر ڈالنے لگا یہ سعد بن زنگی شیراز کا حاکم تھا چنانچہ وہ بھی ان علاقوں کی طرف بڑھا اصفہان پر تو مظفر الدین ازبک نے قبضہ کر لیا جب کہ سعد بن زنگی رے قزوین اور سمنان کے علاقوں پر قابض ہو گیا۔

اپنے سالار غلش کے مارے جانے اور ان علاقوں کے ہاتھ سے نکل جانے کی خبر ملی تب بڑا برہم اور غضبناک ہوا۔ چنانچہ ایک لاکھ کا لشکر لے کر وہ اپنے علاقے واپس لینے کے لیے روانہ ہوا اس بار اس کے لشکر میں سارے بڑے بڑے سالار شامل تھے شہاب الدین منصور ترکی امین الدین ابوبکر یہ ہزار لشکر لے کر سلطان سب سے پہلے قوسی کے مقام پر پہنچا دونوں متحد دشمنوں سے ٹکراؤ ہوا پہلے خوفناک جنگ ہوئی لیکن جب سلطان کے لشکر نے تیز چلنے کرنے شروع کیے تو دشمن ایسے بدحواس ہوئے کہ گھبراہٹ میں ہاتھ پاؤں پھول گئے سلطان نے دشمن کو بدترین شکست دی اور جن لوگوں نے اس کے علاقے پر قبضہ کیا تھا جنگ کے دوران انہیں گرفتار کر لیا گیا لیکن جب انہوں نے جو تیسیر ان سے سرزد ہوئی تھی اس کی معافی سلطان سے مانگ لی سلطان نے درگزر سے کام لیتے ہوئے انہیں معاف کر دیا اور ان علاقوں پر ان کی حکومت برقرار رکھی۔

چونکہ سعد بن زنگی کو شکست ہوئی تھی اور ان کے معافی مانگنے پر سلطان نے اسے معاف بھی کر دیا تھا لیکن سعد بن زنگی کے بیٹے نے اسے اپنے باپ کی کم ہمتی خیال کرتے ہوئے باپ سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ان علاقوں پر جن پر اس کا باپ حکمران ہوا کرتا تھا وہاں اپنی جانشینی کا اعلان کر کے اور باپ کو معزول کر کے اتابک کا لقب اختیار کر کے وہاں اپنی خود مختار حکومت کا اعلان کر دیا تھا۔

اپنی حکومت کے لیے اس نے شیراز کو اپنا مرکزی شہر بنایا اور ایک خاصا بڑا لشکر جمع کر لیا اور شیراز شہر کے دروازے بند کر کے محصور ہو گیا۔

یہ صورت حال سلطان کے لیے غیر متوقع تھی چنانچہ اس نے سعد بن زنگی

شاہ کے لشکر نے اپنا پڑاؤ پہلے استوار کر لیا اپنے لشکر کے سامنے سلطان اپنے سالاروں کے ساتھ آیا آجی دریگ گور خان بھی بڑی تیزی سے اپنے لشکر کا پڑاؤ نصب کرنے میں مصروف تھا جب سارے سالار سلطان کے پاس لشکر کے سامنے آگئے تب سلطان نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

میرے عزیز سائیو! گزشتہ جنگ جس میں گور خان کے ہاتھوں ہمیں ہسپانی کا سامنا کرنا پڑا تھا اس میں مجھ سے ایک غلطی ہوئی تھی میں سمجھتا ہوں یہ اسی غلطی کا غمناک نتیجہ تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ جب لحد بھر کے لیے خاموش ہوا تب شہاب الدین بن مسعود نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سلطان محترم کسی غلطی؟

اس پر سلطان نے انتہائی غور سے شہاب الدین کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

شہاب الدین گزشتہ جنگ میں ہمیں اور منصور ترکی کو لشکر کے دو علیحدہ حصوں کا سالار مقرر کیا گیا تھا میں سمجھتا ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ماضی میں جب کبھی بھی تم دونوں نے مل کر دشمن کے خلاف اپنی کارروائیاں کیں تمہیں کامرانی اور فتح مندی نصیب ہوتی رہی اس بار بھی میں چاہتا ہوں کہ لشکر کی تقسیم کچھ ایسے اعزاز میں کی جائے کہ تم دونوں لشکر کے ایک ہی حصے میں رہو۔

سلطان جب خاموش ہوا تو تب شہاب الدین کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا اور کہنے لگا۔

سلطان محترم یہ سب وہم کی باتیں ہیں ہمیں ان پر یقین نہیں رکھنا چاہیے اس موقع پر اگر آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں تو میں کہوں۔

سلطان نے بولنے کے اعزاز میں شہاب الدین کی طرف دیکھا پھر شکایت آمیز لہجے اور شکوہ منہ بھر کے اعزاز میں کہنے لگا۔

شہاب الدین میں نے تمہیں پہلے بھی کئی بار کہا ہے اس طرح کی گفتگو مجھ سے نہ کیا کرو اگر تم کچھ کہنا چاہو تو کہنے کے لیے تم کو مجھ سے اجازت طلب کرنے کی

بائیان کے علاقوں پر حملے بند کر دیئے اس طرح شادروہ، مرجان، بہار، ہمدان، اصفہان اور دوسرے بہت سے علاقے بھی سلطان کی مملکت میں شامل ہو گئے اور سلطان کی مملکت اب پہلے سے کہیں وسیع و عریض ہو گئی تھی۔



سلطان علاؤ الدین نے اب اپنی جنگی تیاریوں کی تکمیل کر لی تھی اور اب وہ گور خان پر ضرب لگانے کے لیے بالکل تیار اور مستعد تھا اور اسی دوران اسے دو اہم خبریں بھی ملیں پہلی خبر گور خان کے متعلق تھی اس کے خبروں نے انکشاف کیا کہ جہاں سلطان نے اپنے لشکر میں اضافہ کیا وہاں گور خان نے بھی پہلے لشکر کی نسبت لشکر کو استحکام بخشتا ہے اور لشکر کی تعداد بھی بڑھاتی ہے۔

دوسری خبر کسی قدر بری تھی اور وہ ترکستان کے بادشاہ کھلی خان سے متعلق تھی سلطان کو اس کے خبروں نے اطلاع دی کہ کھلی خان پر ان دنوں جنگ کا جنون سوار ہے اس نے اپنے لشکر کی تعداد میں بے پناہ اضافہ کر لیا ہے اور کسی بھی وقت وہ اپنے دو دشمنوں کو کسی ایک کو اپنا نشانہ بنا سکتا ہے یہ دو دشمن گور خان اور علاؤ الدین خوارزم شاہ ہی تھے سلطان کے خبروں نے یہ بھی اطلاع کر دی تھی کہ جس قدر لشکر سلطان علاؤ الدین اور خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کے پاس ہے اگر ان دونوں لشکروں کو ملایا جائے تب بھی کھلی خان کے پاس جو لشکر ہے وہ تعداد میں زیادہ ہے یہ خبر یقیناً سلطان کے لیے دل شکن تھی لیکن فی الحال اس نے کھلی خان کی اس طاقت اور قوت کو نظر انداز کیا سب سے پہلے وہ گور خان پر ضرب لگاتے ہوئے اپنی گزشتہ شکست کا انتقام لینے پر تلا ہوا تھا لہذا سلطان ایک لاکھ کے جرات لشکر کے ساتھ نکلا اور گور خان کے علاقوں کا رخ کیا۔

گور خان کے خبروں نے بھی اپنے بادشاہ کو مطلع کر دیا تھا کہ سلطان علاؤ الدین اس سے ٹکرانے کے لیے آتے ہی اور طوفان کی طرح اس کے علاقوں میں پیش قدمی کر رہا ہے لہذا گور خان بھی سلطان کی راہ روکنے کے لیے اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھا اس طرح کوہستانی سلسلوں کے پاس دونوں لشکر ایک دوسرے کے آنے سامنے ہوئے۔

دونوں لشکر پہلے اپنے پڑاؤ درست کرنے لگے تھے سلطان علاؤ الدین خوارزم

رہیں اس دوران میں اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ دائیں طرف ہٹنے کے بعد پہلوں کا اور گور خان کے لشکر کے پہلو پر ضرب گاؤں کا اس طرح میرا بھائی منصور ترکی بھی کرے گا بائیں جانب ہٹنے کا پھر گور خان کے لشکر کے دائیں پہلو پر ٹوٹ پڑے گا۔ اس طرح دشمن کو اپنے لشکر کی ترتیب بدلنے میں کچھ وقت لگے گا اس لیے کہ اس سے پہلے اس کا پورا ہدف سامنے کی طرف ہو گا اور ساری طاقت اور ساری توانائی وہ اپنے سامنے ہی صرف کر رہے ہوں گے لیکن جب میں اور منصور ترکی دونوں پہلوؤں کی طرف حملہ آور ہو جائیں گے تب گور خان اور اس کے سالاروں کو اپنے لشکر کی ترتیب بھی بدلنا ہوگی اور پہلو پر دفاع مضبوط کرنے کے لیے اس سمت کچھ سالاروں کو بھی متعین کرنا ہوگا۔

سلطان محترم یہ کام پلک چپکتے میں تو نہیں ہو جائے گا کچھ وقت لے گا اتنی دیر تک ہمیں گور خان کے لشکر پر حملہ آور ہو کر انہیں نقصان پہنچانے اور ان کی سفین لٹنے کا موقع مل جائے گا۔

جس وقت میں دائیں جانب سے اور منصور ترکی بائیں پہلو سے حملہ آور ہو گا اور گور خان کے سالار پہلو کی طرف سے اپنی تنظیم درست کر رہے ہوں گے اس وقت آپ کو چاہئے کہ امین الدین ابوبکر کے ساتھ پرجوش انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے آپ سامنے کی طرف سے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کرتے ہوئے دشمن کو پیچھے دھکیلتا شروع کر دیں اس لیے کہ سامنے کی طرف سے دشمن کا زور کم ہو گا کیونکہ وہ اپنی زیادہ تر قوت پر اپنے پہلو کی طرف مرکوز کیے ہو گا۔

اور جب تک وہ پہلو میں اپنی ترتیب کو درست کرتے ہیں اور وہاں کے لشکریوں کی کمان داری کے لیے کسی سالار کو مقرر کرتے ہیں اس وقت تک میں اور منصور ترکی ان کے لشکر کی کئی معنوں کو لیتے ہوئے ان کے لشکر کے اندر گھسنے کی کوشش کریں گے اس کے بعد سلطان محترم خداوند نے چاہا تو ہم گور خان کے لشکر کے نیچے سے زمین کھینچ کر رکھ دیں گے۔

شہاب الدین جب خاموش ہوا تب لمحہ بھر کے بعد سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ بلی بلی جیسی جیسی مسکراہٹ میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے منصور ترکی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا

ضرورت نہیں ہے شہاب الدین تمہاری حیثیت اب میرے بیٹوں سے بھی کوہ کہہ رہے تم نے جو احسان مجھ پر کیا ہے میرا اپنا بھی ہوتا وہ ایسا نہ کرتا تم نے اپنے آپ کو دشمن کی قید میں رکھ کر میری رہائی کا سامان کیا ایسا جاٹاری کا مظاہرہ ہر کوئی نہیں کرتا لہذا میں تم سے کہتا ہوں جب بھی تم مجھ سے کچھ کہنا چاہو بلا جھجک کہہ دیا کرو۔

سلطان جب خاموش ہوا تو تب شہاب الدین کہنے لگا۔

سلطان محترم خداوند کو منظور ہوا تو اس بار گور خان کے لشکر کو ہم عبرت خیز شکست دیں گے جہاں تک لشکر کی تقسیم کا تعلق ہے تو میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں مجھے امید ہے اس پر عمل کر کے ہم کامیاب و کامران رہیں گے۔

سب سے پہلے چند دستے ایک چھوٹے سالار کی کمان داری میں اپنے بڑاؤ کی حفاظت پر متعین کیے جائیں گے اس کے بعد باقی لشکر کو بھی برابر حصوں میں تقسیم کر لیا جائے سلطان محترم لشکر کے وسطی حصے میں آپ خود رہے محترم امین الدین ابوبکر کو اپنے نائب کی حیثیت سے اپنے ساتھ رکھیں لشکر کا درمیانی پہلو میرے سپرد کر دیں میرے ساتھ بدر الدین کام کرے گا لشکر کا بائیں پہلو میرے بھائی منصور ترکی کی کمان داری میں دے دیں اور اس کی نایب محمد بن علی کرے گا۔

جب لشکر کی تقسیم کا کام ختم ہو جائے تو پھر کچھ دیر تک لشکر کے اندر دور دار انداز میں تکبیریں بلند کی جائیں تکبیروں کی یہ آوازیں میرے خداوند نے چاہا تو گور خان کے لشکر کے اندر دھنکی کی لہریں پیدا کرتی چلی جائیں گی اس کے بعد ہمیں خود حملہ آور ہونے میں جہل کرنی چاہئے اس طرح گور خان پر واضح ہو جائے گا کہ ہم جنگ کی ابتدا کرنے اور پہلے ضرب لگانے کی ہمت اور قوت رکھتے ہیں۔

سلطان محترم پہلے پورا لشکر اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ گور خان پر ضرب لگائے اپنے ہر لشکر کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے کہ پہلے حملے میں ہی اس نے کم از کم دشمن کے پانچ لشکریوں کو اپنے سامنے موت کے گھاٹ اتارنا ہے۔

جب ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں اور گور خان کے لشکر کی اگلی معنوں کو زہم برہم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو پھر سلطان محترم ہم ایک تبدیلی پیدا کریں گے آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ گور خان کے سامنے چٹان کی طرح رہنے گا اس موقع پر آپ پہلے جارحیت اختیار نہ کریں امین الدین ابوبکر کے ساتھ دفاع تک محدود

اس موقع پر گور خان نے اپنے قریب کھڑے سالاروں کی طرف پہلے دیکھا پھر جستجو کرے انداز میں کہنے لگا۔

اچھا کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

اس پر آنے والا خبر بولا کہتے لگا۔

مالک خبر یہ ہے کہ آپ کی بیٹی روزن نے سلطان علاؤ الدین کے سالار شہاب الدین بن مسعود سے شادی کر لی ہے اب وہ اس کی بیوی ہے ہمیں یہ خبر بہت دیر سے ملی اور اب آپ کی بیٹی روزن شہاب الدین کے ایک بیٹے کی ماں بنی ہے۔

خبر جب خاموش ہوا تب وہ سوچوں میں ڈوبا رہا اس کے بعد اس نے خبر کو مخاطب کیا۔

پہلے یہ کہو کہ یہ خبر تمہیں کی معبر شخص سے ملی ہے یا اڑتی ہوئی خبر ہے۔

اس پر آنے والا خبر بولا اٹھا۔

مالک جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ حقیقت ہے اس لیے کہ یہ خبر ہم نے معتبر ذرائع سے معلوم کی ہے تفصیل اس کی کچھ یوں ہے کہ جس وقت آپ نے اپنی بیٹی کو فوتا کے لشکر کے ساتھ دہلی بنا کر عثمان خان کی طرف بھیجا تھا تو اس لشکر کو شکست ہوئی تھی اور ہمارے جو لشکر بھی گرفتار ہوئے تھے ان کے ساتھ روزن بھی گرفتار ہو گئی تھی مالک مسلمان عورتوں کا بڑا احترام اور ان کی بڑی عزت کرتے ہیں جب وہ گرفتار ہوئی تو علاؤ الدین نے اس کے ساتھ بہترین سلوک کیا اسے پیشکش کی کہ اگر وہ اپنے باپ کے پاس جانا چاہتی ہے تو اسے احترام کے ساتھ محافظ دستوں کے ساتھ بھیجا جائے گا لیکن روزن نے آپ کے پاس آنے سے انکار کر دیا اور اس نے خود اپنی زبان سے علاؤ الدین کے سالار شہاب الدین بن مسعود سے شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا جس شخص نے یہ خبر ہمیں سنائی ہے اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ جس وقت پہلی ایک سفیر کی حیثیت سے آپ کے دربار میں آیا تھا اس وقت۔

کرنے لگی تھی لیکن جب کدیر بھی اس کی طرف جھک گئی۔

پچھے ہٹ گئی تھی مالک جس وقت شہاب الدین سفیر،

چارہا تھا اس وقت آپ کے پیچھے بیہ خان

شہاب الدین کو اس قدر زخمی کیا جائے

”منصور! تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو“

جواب میں منصور جھٹ سے بول پڑا سلطان محترم شہاب الدین کے نقطہ نظر سے اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ منصور کے اس جواب پر سلطان تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اپنے معمر سالار امین الدین ابوبکر کی طرف دیکھا اور جیسے لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

امین الدین تم اس سلسلے میں کیا کہتے ہو؟

امین الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

سلطان محترم میں تو وہی کچھ کہتا ہوں جو منصور کہہ چکا ہے۔

امین الدین ابوبکر کے اس جواب پر سلطان خوش ہو گیا تھا پھر توصیفی انداز

میں شہاب الدین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

شہاب الدین میرے بیٹے جو تم نے تجویز کیا ہے اسی پر عمل پیرا ہوا جائے گا میرے خیال میں اب اپنے اپنے حصے کے لشکر میں چلے جاؤ اور اپنے اپنے لشکریوں کو اس طے شدہ منصوبہ بندی سے آگاہ کرو اس کے ساتھ ہی شہاب الدین منصور ترکی بدرالدین اور محمد بن علی اپنے حصے کی طرف ہو لے تھے۔

دوسری طرف گور خان اپنے سالاروں کے ساتھ جب اپنے لشکر کی صفیں درست کر چکا تب ایک گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو سر پٹ دوڑاتا ہوا گور خان کے قریب آیا وہ گور خان کا کوئی خبر تھا اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر گور خان لمحہ بھر کے لیے چونکا تھا فکر مند بھی ہو گیا تھا شاید وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا خبر شاید اس کے لیے بری خبر لے کر آیا ہے قریب آ کر وہ گھوڑ سوار اپنے گھوڑے سے اترا جھک کر تعظیم دی، کچھ کہتا چاہتا تھا کہ گور خان نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

کچھ کہنے سے پہلے مجھ پر یہ واضح کر دو کہ جو خبر تم لے کر آئے ہو اسے میں بری سمجھوں یا اچھی؟

گور خان کے اس سوال پر وہ خبر الجھن میں پڑ گیا تھا کہنے لگا۔

مالک جو خبر میں لے کر آیا ہوں میں اس کا تعین نہیں کر سکتا کہ وہ بری ہے یا اچھی میں وہ خبر آپ سے کہتا ہوں فیصلہ آپ ہی کیجئے گا کہ وہ خبر ہمارے لیے اچھی ہے یا

خوشنکرت ہوتا۔

گور خان مزید کہنا چاہتا تھا کہ خاموش ہو رہا اس لیے کہ سلطان علاؤالدین کے لشکر میں زوردار انداز میں بکیریں بلند ہونے لگی تھیں جن سے گور خان نے اندازہ لگایا تھا کہ سلطان اب حملہ آور ہونے کی تیاری میں ہے۔

گور خان پر امید تھا کہ جنگ میں کامیابی اسے ہی ہوگی اس لیے کہ اس بار بھی اسے خاصی عددی فوجیت حاصل تھی جب مسلمانوں کے لشکر میں بکیریں بلند ہونا شروع ہوئیں تب گور خان بڑی جلدی میں اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اپنے اپنے حصے کے لشکر کے آگے چلے جاؤ یہ جو مسلمان بکیریں بلند کر رہے ہیں اس کا مطلب ہے وہ حملہ آور ہونے میں پہل کرنا چاہتے ہیں لیکن میں انہیں ایسا نہیں کرنے دوں گا جلدی کرو میں مسلمانوں پر پہلے حملہ آور ہونا چاہتا ہوں۔

گور خان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی طوفانی انداز میں اس کے سالار حرکت میں آئے اپنے اپنے حصے کے لشکر کے آگے چلے گئے اس کے بعد گور خان نے حملہ آور ہونے کے لیے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا پھر وہ سلطان علاؤالدین کے لشکر پر آتش زنی اور خون ریزی کرتے طوفانوں کے خیابانوں گما بیوں کی قہرمانیوں سے نکلنے ناپیدہ اور ناشیدہ خوفناک غلاظتوں اور دکھ کی حرام نصیبی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

سلطان علاؤالدین اور اس کے سالار پہلے حملہ آور ہونے کے لیے تیار تھے جب گور خان نے پہل کر دی تب وہ بھی بالکل مستعد اور تیار تھے لہذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی جوش اور طغیانی پر آئے اترتے طوفانوں کا لی راتوں کے دروازوں پر دستک دیتے زمینوں کے تیز جھکڑوں اور بے بسی کی گہری صداؤں سے اٹھتے ابلہ پا اور دل ٹکا کر دینے والے غلاظتوں کے ارتعاش کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں لشکر بری طرح ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے دونوں طرف کے لشکری موجوں کی شوریہ آوازوں کی طرح آوازیں بلند کرتے ہوئے پرغذاب شب کے لمحوں کی طرح ایک دوسرے پر حاوی ہونے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ صاعقہ آسمانی کی طرح حملہ آور ہونے والے بڑے بڑے سورما اور شہرہ پشت جھگو خاک و خون ہونے لگے تھے آکاش کی نیلاہٹوں تلے اور دھرتی کے سینے پر تقدیر کے بدترین فوٹسے رقم ہونے لگے تھے میدان جنگ کے اندر بڑی تیزی سے سزا و جزا اور موت و حیات کی

وزن کیونکہ پہلی ملاقات ہی میں اسے پسند کرنے کی تھی لہذا اس نے بھی اپنے کچھ خاص آدمی دریائے آمو کے پل کی طرف روانہ کیے تھے جہاں انہوں نے بیدو خان کے آدمیوں کا خاتمہ کر دیا اور اس طرح شہاب الدین کوئی نقصان اٹھانے بغیر اپنے علاقوں میں واپس جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وزن اور شہاب الدین کی شادی کو سال سے زائد ہو گیا ہے اور اب وہ شہاب الدین کے ایک بیٹے کی ماں ہے۔

مگر جب خاموش ہوا تب گور خان نے اسے جانے کی اجازت دے دی جب وہ وہاں سے ہٹ گیا تب گور خان اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے لیے دوسری بری خبر ہے پہلی بری خبر ہمارے لیے یہ تھی کہ پہلی جنگ میں ہم نے مسلمانوں کے سلطان علاؤالدین اور شہاب الدین بن مسعود کو گرفتار بھی کر لیا لیکن ہماری بد قسمتی نہ ہمیں اس کی خبر ہوئی نہ ہمارے سالار سلطان اور شہاب الدین کو پہچان سکے اور جس سالار کے وہ حوالے کیے گئے تھے دونوں اسے چکا دے کر فوج نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور اب یہ دوسری بری خبر آج سنا دی گئی ہے کہ میری بیٹی وزن بھی دشمن سے مل گئی ہے اگر سال بھر پہلے والی جنگ میں جب علاؤالدین اور شہاب الدین گرفتار ہوئے تھے اس وقت ہم ان پر گرفت کر لیتے تو اب تک علاؤالدین کی سلطنت کے بہت سے علاقے ہمارے قبضے میں ہوتے بہر حال علاؤالدین کے ساتھ آج کی جنگ فیصلہ کن ہوگی پہلی جنگ میں علاؤالدین کو شکست دینے کے بعد ہم خاموش ہو رہے تھے ہم اسی میں خوش تھے کہ ہم نے علاؤالدین سے گزشتہ شکستوں کا انتقام لے لیا ہے لیکن اس بار علاؤالدین کو شکست دینے کے بعد ہم اس کے علاقوں میں داخل ہوں گے اور جس قدر مناسب سمجھیں گے اس کے علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کر کے رہیں گے تاکہ آنے والے دور میں علاؤالدین کبھی ہمارے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ رہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد کچھ دیر کے لیے گور خان خاموش ہو گیا کچھ سوچتا رہا پھر اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

جنگ کے دوران کوشش کرو کہ کسی نہ کسی طرح اس شہاب الدین کو زندہ گرفتار کیا جائے اسے گزند نہ پہنچے اگر وہ زندہ گرفتار کر لیا گیا تو پھر دیکھنا میں اس کا کیا

گور خان اور اس کے سالار اب ایک الجھن میں مبتلا ہو گئے تھے پہلے ان کی ساری توجہ اپنے سامنے تھی اور وہ کوشش کر رہے تھے کہ لمحہ بہ لمحہ اپنے حملوں میں شدت پیدا کرتے ہوئے سلطان پر دباؤ ڈالیں اور اپنی کامیابی کو یقینی بنائیں۔
ان حالات میں سامنے کی طرف سے ان کی توجہ کی قدر کم ہو گئی اس لیے کہ جب پہلوؤں کی طرف سے شہاب الدین اور منصور ترکی نے تیز حملے کیے تو گور خان کے لشکر کو خاصا نقصان پہنچا تب گور خان اور اس کے سالار اپنے لشکر کے اندر تبدیلی کرتے ہوئے کچھ سالاروں کو کمانداری سونپتے ہوئے دائیں بائیں روانہ کرنے لگے تھے۔

اس صورت حال سے جہاں شہاب الدین بن مسعود اور منصور ترکی نے پورا فائدہ اٹھایا تھا سلطان بھی چپچپے نہیں رہا اس نے جب دیکھا گور خان اور اس کے سالاروں کی زیادہ توجہ اپنے لشکر کے پہلوؤں کی طرف ہو گئی ہے جہاں شہاب الدین اور منصور ترکی ضربیں لگا رہے ہیں تب اس نے بھی اپنے حملوں میں زیادہ شدت اور تیزی پیدا کرتے ہوئے گور خان کے لشکر پر عذاب بھری آندھیوں اور عرمیوں کی داستانیں رقم کرتی وحشت کی پت جھڑی طرح ضربیں لگانا شروع کر دی تھیں۔

یہ صورتحال جہاں سلطان کے لیے بڑی موافق تھی وہاں گور خان کے لیے بڑی تکلیف دہ تھی پہلوؤں کی طرف سے کیونکہ شہاب الدین اور منصور ترکی نے اچانک حملہ کیا تھا لہذا گور خان اور اس کے سالاروں کو اپنی ترتیب اور تنظیم تبدیل کرنے میں کچھ وقت لگا تھا یہ وقت ہی گور خان کے لشکریوں پر قیامت بن کر گزر گیا تھا اس لیے کہ جب تک پہلوؤں کی طرف سے گور خان اور اس کے سالار اپنی تنظیم درست کرتے وہاں سے سالار مقرر کر کے جوانی حملوں کی ابتدا کرتے اس وقت تک شہاب الدین اور منصور ترکی نے گور خان کے لشکر کے پہلوؤں کو بالکل چھلنی کر کے رکھ دیا تھا سامنے کی طرف کیونکہ گور خان کی توجہ کم ہو گئی تھی لہذا سلطان علاؤ الدین اور امین الدین ابوبکر نے بھی کافی نقصان پہنچاتے ہوئے پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

گور خان کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ سامنے تو ان کے لشکریوں کی لاشیں دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور پہلوؤں کی طرف سے بھی مضمیں کی مضمیں ختم ہونا شروع ہو گئی ہیں یہاں تک کہ لشکر کی اپنی جانوں کو محفوظ رکھنے کے لیے لشکر کے وسطی حصے کو

کھٹکس کا ایک ناختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔
کچھ دیر تک دونوں لشکر انتہائی ہولناک انداز میں ٹکراتے رہے یہاں تک کہ سلطان علاؤ الدین کے لشکر میں تبدیلی پیدا ہوئی شروع ہوئی سب سے پہلے لشکر میں شہاب الدین نے تکبیریں بلند کیں ان تکبیروں سے شاید سلطان اور منصور ترکی کو اشارہ دینا تھا کہ وہ اپنے کام کی ابتدا کرنے لگے۔

لہذا ان تکبیروں کے ساتھ ہی شہاب الدین اپنے لشکر کو لے کر مزید دائیں جانب ہٹا اس کے بعد وہ برقی کی سی تیزی کے ساتھ آگے بڑھا اور گور خان کے لشکر کے بائیں پہلو پر وہ وحشی صدیوں کے راز کھولتے اوہام کے زنگار دکھ کے ان گنت طوفان کھڑے کرتی آذیتوں کی ہولناک تکلیفوں اور دلوں کو خلسہ روح کو گھاؤ سے بھر دینے والی کرب خیزیوں کے کھولتے بکری طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اپنے پہلے ہی حملے میں شہاب الدین نے گور خان کے لشکر کی کئی صفوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا کیونکہ گور خان کے لشکر کی اس غیر متوقع حملے کے لیے تیار نہیں تھے لہذا پہلے تو ان کی صفوں کے اندر ابتری اور افراتفری مچ رہی ہوئی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شہاب الدین نے گور خان کے لشکر کی کئی صفوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

جس وقت گور خان اور اس کے سالار سامنے کے علاوہ اپنے بائیں پہلو کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور کوشش کر رہے تھے کہ بائیں پہلو سے علاؤ الدین کے لشکر نے حملہ کیا ہے اس کی روک تھام کریں کہ بائیں جانب بھی ان کے لیے ایک عذاب اٹھ کھڑا ہوا۔

اس لیے کہ شہاب الدین کے تکبیریں بلند کرنے کے تھوڑی دیر بعد منصور ترکی بھی حرکت میں آیا تھا وہ بائیں جانب کے لشکر کی کمانداری کر رہا تھا لہذا وہ مزید بائیں جانب ہٹا پھر شہاب الدین ہی کے انداز میں آگے بڑھا اور گور خان کے لشکر کے دائیں پہلو پر وہ صدیوں کے رشتے کا کٹی کھوٹی تھامت آسمان پر کند ڈالتے تند ہواؤں کے طمانچوں اور سنگتے صداروں کی روانی میں دھنستوں کے رقص کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔
شہاب الدین ہی کے انداز میں منصور ترکی نے بھی اپنے تیز حملوں سے گور خان کے لشکر کی کئی صفوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔

”اے خدائے رحیم و کریم تیری حکایت اور فضیلت لامحدود تیری عظمت تیرا جلال اور ادب انسانی سے دوار ہے“

اے مالک دو جہاں تو ہی وقت کے کٹوروں میں رات کو ان کی سیاحی، دن کو اس کا اچالا عطا کرتا ہے تو ہی ہواؤں کے تھکا چلاتا ہے قرن در قرن گردش شام و دھر میں میرے اللہ تو ہی موسموں کے تغیر کو ان کی تاثیر اور گلابوں کے پھلن کو خوشبو عطا کرتا ہو۔

میرے اللہ! میں حوادث کے لمحوں کا اسیر اور غم کی طغیانوں میں گھرا تیرا ایک عاجز بندہ ہوں میرے اللہ تو نے شہر شہر پکارتی ہولناک طاقت و رموت قہر مانیت کے سیلاب اور دشمن کے عقوبت بھری قیامت خیزیوں کے سامنے مجھے کامیابی اور کامرانی عطا فرمائی میرے اللہ اپنی اس نوزمندی پر میں تیرا بھتا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔

اے دو جہاں کے مالک تو ہی ہم مسم خاموشیوں میں عذابوں کے قصوں کو امیدوں کی چاندنی سڑاؤں کی داستانوں کو چاہتوں کی خوشبو عطا کی کو بھر بے کراں میں بدل دیتا ہے میرے مالک مصائب کے جھوم میں تو ہی دکھوں کا مداوا کھن کھنور و ستون کی ٹھوکریں تو ہی درد کا دواں ہے۔

میرے اللہ میں تیرا عاجز اور بے بسی بندہ ہوں آنے والے دور میں بھی مجھے اپنے دشمنوں کے خلاف ایسی ہی فوزمندی کا کامیابی عطا کرنا“

دعا مانگنے کے بعد سلطان اٹھ کھڑا ہوا اپنے گھوڑے کی طرف گیا گھوڑے کی زین کے ساتھ جو آنگھڑا بٹھا ہوا تھا اس سے اس نے اپنی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسو صاف کیے اس موقع پر ارد گرد سارے سالار بے حد متاثر کھڑے فنماک آنکھوں سے سلطان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

سلطان نے تھیلے کے بعد سب سے پہلے شاعر کا رگڑاری پر اپنے سارے سالاروں کا شکر یہ ادا کیا اس کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہوا لشکر کو لے کر پلٹا اس جگہ گیا جہاں جنگ ہوئی تھی جنگ میں کام آنے والوں کی تکفین کے بعد زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی اس کے بعد گور خان کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا شاید سلطان وہاں قیام کر کے اپنے لشکریوں کو چند دن

جانے کو ترجیح دے رہے تھے اور یہ صورت حال یقیناً گور خان اور اس کے سالاروں کے لیے خطرے اور اندیشے کا پیغام تھا۔

دوسری طرف سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے لشکریوں نے جب دیکھا کہ ان کے تیز حملوں کے باعث چاروں طرف سے گور خان کے لشکریوں کی لاشیں بکھرنی شروع ہو گئیں ہیں تو اس صورت حال نے ان کے جذبوں کے اندر ایک تندی و لولوں کو ایک طرح سے استحکام بخشا تھا اور وہ پہلے کی نسبت زیادہ شدت اور سختی کے ساتھ گور خان کے لشکر پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔

ان تیز حملوں کے باعث گور خان کو جو سلطان پر اپنے لشکر کی عددی فوقیت حاصل تھی وہ ختم ہو گئی تھی اور اب تین اطراف کے حملوں نے گور خان کے لشکر میں مزید کمی کرنا شروع کر دی تھی۔

گور خان نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے اس طرح جنگ کے اندر جدیدی کرنے کے باعث اس کے لشکری شکستہ دل ہو گئے ہیں اور بڑی تیزی سے اس کے لشکر کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے تب اس نے شکست قبول کرتے ہوئے اپنے لشکر کے اندر پھپائی کے فکارے بھجوا دیے تھے۔

فکاروں کے یہ آواز سننے ہی گور خان اس کے سالار اور اس کے لشکری اپنی جانیں بچا کر شکست قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔

سلطان علاؤ الدین کے علاوہ شہاب الدین مسعود منصور ترکی نے بھاگتے دشمن کا بدترین اور انتہائی شدت کے ساتھ تعاقب شروع کر دیا تھا کچھ دور تک یہ تعاقب جاری رہا جب دیکھا گیا کہ گور خان اب پلٹ کر حملہ کرنے کے قابل نہیں رہا اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا ہے تب سلطان نے یہ تعاقب ترک کر دیا تھا۔

تعاقب ترک کر کے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کچھ دیر تک اپنے سامنے گور خان کے بھاگتے لشکر کو دیکھتا رہا جب گور خان اپنے لشکر کے ساتھ لگا ہوں سے اوجھل ہو گیا تب سلطان علاؤ الدین اپنے گھوڑے سے اتر کر اس موقع پر اس کے چھوٹے بڑے سالار اس کے گرد جمع تھے گھوڑے سے اترنے کے بعد سلطان علاؤ الدین نے قبائلی قلعہ کیا پھر کعبہ کی طرف رخ کرتے ہوئے سلطان مجدہ ریز ہوا اور انتہائی رقت اور عاجزی میں تقریباً روئے ہوئے دعا مانگ رہا تھا۔

خیریت ہے فکر مندی کی کوئی ایسی بات نہیں ہے اس لشکری نے مسکراتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا دراصل آج دو قاصد ہمارے شہر میں داخل ہوئے ہیں صبح سویرے گور خان کا ایک قاصد آیا تھا اسے روک لیا گیا ہے اور دوپہر کے وقت تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کی طرف سے بھی ایک قاصد آیا ہے اب سلطان نے اجلاس طلب کر لیا ہے اور باری باری سب کے سامنے ان دونوں قاصدوں کو طلب کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ وہ اپنے اپنے حکمرانوں کی طرف سے سلطان کے لیے کیا پیغام لے کر آئے ہیں۔

آنے والے اس لشکری کے جواب پر شہاب الدین کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم چلو میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا تھا دروازہ بند کر کے شہاب الدین مزاحمت اس نے دیکھا زوزن اور سدورہ دونوں حویلی سے نکل کر باہر مچن میں آن کھڑی ہوئی تھیں جونہی شہاب الدین ان کے قریب گیا سدورہ نے اسے مخاطب کیا۔

کون تھا اور آپ سے کیا کہہ رہا تھا۔

اس پر آنے والے اس لشکری نے ہونے والی گفتگو کی تفصیل شہاب الدین نے سدورہ اور زوزن دونوں سے کہہ دی تھی یہ تفصیل جان کر زوزن کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی غزورہ سے انداز میں وہ شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

پھر کہیں کسی مہم کی ابتدا تو نہیں ہو رہی میرے باپ کو جوگزشتہ دنوں شکست ہوئی تھی اس سے میں مطمئن ہوئی تھی کہ اب وہ لڑائی جھگڑے اور جنگ کی کوئی طرح نہیں ڈالے گا اب آپ نے بتایا ہے کہ اس کی طرف سے ایک پیامبر آیا ہے تو اس انکشاف نے مجھے مزید پریشان کر دیا ہے کہ کہیں وہ پھر سلطان کے ساتھ کسی جنگ کی ابتدا نہ کر دے۔

اور اس موقع پر تاتاریوں کے بادشاہ کشلی خان کا بھی قاصد آیا ہے تو اس کا آنا بھی بغیر کسی علت کے نہیں ہے شہاب الدین حویلی میں داخل ہوا اور ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آرام کرنے اور سستانے کا موقع فراہم کرنا چاہتا تھا میدان جنگ کے اندر ہی سلطان نے چند دن آرام کیا جب زخمی ہونے والے کافی حد تک تندرست ہو گئے تب وہ اپنے لشکر کو حرکت میں لایا اور خوارزم کا رخ کیا سلطان کے ہاتھوں خطا کے ترکوں کے بادشاہ گور خان کی یہ بدترین شکست تھی اور سلطان نے اب اسے اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ آنے والے دور میں وہ کبھی سلطان کے سامنے سر اٹھا سکے۔



ایک روز شہاب الدین زوزن اور سدورہ تینوں اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے کھانے کے بعد زوزن طہارت خانے میں شہاب الدین کے ہاتھ دھلا رہی تھی کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

شہاب الدین اٹھ کھڑا ہوا زوزن نے اپنے کندھے پر رکھا ہوا انگوچھا شہاب الدین کی طرف بڑھایا شہاب الدین نے اس سے ہاتھ صاف کیے پھر زوزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

دروازے پر کس نے دستک دی ہے میں دیکھتا ہوں کون ہے۔

جونہی شہاب الدین طہارت خانے سے نکل کر صدر دروازے کی طرف بڑھا دوسرے کمرے سے سدورہ بھی نکل آئی اور شہاب الدین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

کسی نے دروازے پر دستک دی ہے؟

اس پر شہاب الدین مسکراتے ہوئے کہنے لگا میں ہاتھ دھو کر دروازہ کھولنے ہی جا رہا تھا۔

آگے بڑھ کر شہاب الدین نے حویلی کا دروازہ کھولا تو دروازے پر سلطان علاء الدین کے محافظ دستوں کا ایک لشکری کھڑا تھا شہاب الدین کو دیکھتے ہی وہ بول اٹھا۔

امیر شہاب الدین! سلطان نے آپ کوئی انور قصر میں طلب کیا ہے سارے سالار اور عمائدین سلطنت بھی وہاں جمع ہو رہے ہیں۔

اس لشکری کے ان الفاظ پر شہاب الدین چونکا تھا غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

خیریت تو ہے؟

گور خان تک پہنچائی ہیں ان کے مطابق کھلی خان اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکا ہے۔ لہذا اب وہ اپنی کسی کمزوری کی ابتدا کرنا چاہتا ہے زیادہ شواہد اس بات کے ملے ہیں کہ وہ پہلے ہمارے خلاف حرکت میں آئے گا ہم پر حملہ آور ہوگا اور ہم سے فوائد حاصل کرنے کے بعد وہ آپ کو بھی اپنا ہدف بنائے گا اس لیے صرف گور خان اور آپ کی حکمت کی سرحدیں کھلی خان کے علاقوں سے ملتی ہیں کھلی خان نے کیونکہ اپنے لشکر میں بے پناہ اضافہ کر لیا ہے لہذا اپنی اس طاقت اور قوت کے گھنڈہ اور غرور میں وہ ہم جوتی پر اترتا ہوا ہے جہاں تک خبروں کا خیال ہے پہلے وہ گور خان کو اپنا ہدف بنا کر فوائد حاصل کرے گا اس کے بعد وہ آپ کی طرف متوجہ ہوگا۔

ہمارے بادشاہ گور خان نے جو پیغام دے کر بھیجے آپ کی طرف روانہ کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ ہم دونوں قوتوں کو مل کر کھلی خان کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اگر ہم اکیلے اکیلے کھلی خان سے ٹکرائے تو کھلی خان کی قوت ایسی ہے کہ وہ فرداً فرداً دونوں قوتوں کو دبوچ کر رکھ دے گا۔ اس بنا پر گور خان نے آپ کے نام یہ پیغام بھجوایا ہے کہ آپ کھلی خان کے خلاف ہمارے بادشاہ گور خان کی مدد کرتے ہیں تو پھر گور خان خراج کی وہ رقم جو آپ اس کے لیے معزز کریں گے آپ کو سالانہ ادا کرتا رہے گا۔

گور خان کے قاصد کا یہ پیغام بھی بڑا عجیب و غریب تھا اس سے پہلے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ اور اس کے آباؤ اجداد گور خان کو خراج ادا کیا کرتے تھے اور اب سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ نے گور خان کی طاقت اور قوت کو اس قدر کمبل مٹل دیا تھا کہ وہ خود سلطان کو خراج دینے کے لیے آمادہ نظر آ رہا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد خاموش ہو گیا تھا سلطان نے ہاتھ کے اشارے سے اسے ایک خالی نشست پر بیٹھنے کے لیے کہا تو وہ قاصد خوشی اور سکون کا اظہار کرتے ہوئے وہاں بیٹھ گیا تھا پھر سلطان نے اپنے سارے سالاروں کو اپنے قریب بلا لیا تھا جب سالار اس کے قریب ہوئے تو بڑی رازداری میں اسے مخاطب کرتے ہوئے سلطان کہنے لگا۔

گور خان کے قاصد نے جو کچھ کہا ہے وہ تم لوگ بھی سن چکے ہو گور خان سے ہم نے اپنی گزشتہ شکست کا انتقام بھی لے لیا ہے اور اس کی عسکری قوت بھی کافی حد تک توڑ کر رکھ دی ہے اس بنا پر وہ اب ہمیں خراج دینے کے لیے تیار ہے جہاں تک

تم دونوں بیٹھو میں ذرا لباس تبدیل کر کے قصر کی طرف جانا ہوں اور دیکھنا ہوں کیا معاملہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی سدودہ نے آگے بڑھ کر شہاب الدین کو لباس نکال کر دیا تھا شہاب الدین نے لباس تبدیل کیا اور وہ حویلی سے نکل گیا تھا جس وقت وہ قصر کے کمرے میں داخل ہوا اس وقت سالاروں کے علاوہ عمائدین سلطنت اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے تاہم سلطان علاؤ الدین ابھی اس کمرے میں نہیں آیا تھا شہاب الدین آگے بڑھ کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا جو محترم امین الدین ابوبکر کے ساتھ تھی۔

تھوڑی دیر بعد سلطان اس کمرے میں داخل ہوا سب نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر سلطان کو تعظیم دی ہاتھ کے اشارے سے سلطان نے سب کو بیٹھنے کے لیے کہا خود بھی وہ نشست پر بیٹھ گیا پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آپ کو زحمت اس لیے دی ہے کہ آج ہماری طرف دو قاصد آئے ہیں ایک خطا کے ترکوں کے حکمران گور خان کا اور دوسرا تاریخوں کے بادشاہ کھلی خان کا میں پہلے گور خان کے قاصد کو طلب کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے بادشاہ گور خان کی طرف سے کیا پیغام لے کر آیا ہے سارے سالاروں نے جب اس سے اتفاق کیا تب علاؤ الدین نے اپنے چوہدار کو حکم دیا کہ گور خان کے قاصد کو پیش کیا جائے۔

چوہدار وہاں سے ہٹ گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ اسی کمرے میں گور خان کے قاصد کو لے کر آیا تھا قاصد سلطان کے سامنے آئے سلطان کو اس نے اپنے اہماد میں تعظیم دی جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تب سلطان نے اسے مخاطب کیا۔

تم اگر گور خان کے قاصد بن کر آئے ہو تو کچھ میرے لیے اس کی طرف سے کیا پیغام لے کر آئے ہو۔

قاصد نے گلا صاف کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

سلطان محترم اپنے بادشاہ گور خان کی طرف سے آپ کے لیے خیر رسائی کا پیغام لے کر آیا ہوں ساتھ ہی کچھ امداد بھی ہیں جو آپ کی خدمت میں پیش کرنے ہیں دراصل تاریخوں کے بادشاہ کھلی خان نے اپنی عسکری طاقت اور قوت میں بے پناہ اضافہ کر لیا ہے اس کے پاس اس وقت کم از کم چار سے پانچ لاکھ کے قریب جنگجو ہیں جنہیں وہ کسی بھی وقت حرکت میں لاسکتا ہے جو خیریں اب تک ہمارے خبروں نے

آپ جانتے ہیں ماضی میں گور خان نے ہمارے بہت سے علاقوں پر یلغار کرتے ہوئے ان پر قبضہ کر لیا تھا اور ہمارا بادشاہ کھلی خان اب اپنے وہ علاقے واپس لینا چاہتا ہے۔ پہلے ہماری عسکری طاقت کمزور تھی لیکن اب ہم نے اپنی عسکری قوت کو اپنے عروج پر پہنچا دیا ہے اس بنا پر ہم اپنے علاقے واپس لینے کا ارادہ کر چکے ہیں۔

اپنے بادشاہ کھلی خان کی طرف سے جو پیغام میں آپ کے لیے لے کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ کھلی خان نے آپ کے لیے کھلا بیجا ہے کہ اگر آپ ہمارے اور گور خان کے درمیان متوقع جنگ کے دوران گور خان کے خلاف ہماری مدد کریں تو گور خان کے جن علاقوں پر ہمارا قبضہ ہو گا ان میں سے نصف حصہ آپ کو دے دیا جائے گا۔

سلطان نے اس قاصد کو بھی مطمئن کر دیا اور اسے یہ کہہ کر فارغ کر دیا کہ کھلی خان سے جا کر کہیے کہ مطمئن رہے جیسا وہ چاہتا ہے ویسیاں ہوگا۔

گور خان اور کھلی خان کے ان دونوں قاصدوں اور سلطان کے نام پیغام سے متعلق متوجہ نہیں کیے۔

دراصل ترکستان کا تاریخی حکمران کھلی خان خطا کے ترکوں کی ماضی میں دست درازیوں سے بہت تنگ تھا جب اسے معلوم ہوا کہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ کے ہاتھوں گور خان کو بخت ہزیمت اٹھانا پڑی ہے اور یہ کہ بخارا اور سمرقند جیسے بڑے بڑے شہر اب گور خان کے بجائے علاؤ الدین کے پاس ہیں تو کھلی خان نے سوچا کہ خطا کے ترکوں سے بدلہ لینے کا یہ بڑا موزوں وقت آ گیا ہے اسی بنا پر اس نے سلطان کو کھلا بیجا کر آپ اس موقع پر ترکان خطا کے خلاف ہماری امداد کریں تو مفتوحہ علاقے سے نصف حصہ آپ کو دے دیا جائے گا۔

دوسری طرف گور خان بھی اپنے مجبوروں کے ذریعے کھلی خان کے ان ارادوں سے آگاہ ہو چکا تھا اس نے بھی سلطان سے امداد کی درخواست کی اور بطور خراج ایک بھاری رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ ان حالات میں سلطان علاؤ الدین نے دونوں کو امداد کا وعدہ دے کر مطمئن کر دیا تھا۔

دراصل گور خان اور کھلی خان دونوں کے خلاف سلطان علاؤ الدین اپنے مطلب کی سیاست چل رہا تھا اس نے فیصلہ کیا تھا کہ جب کھلی خان گور خان پر

کھلی خان کا قتل ہے تو یہ حقیقت ہے کہ اس نے اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر لیا ہے۔ ہم کھلی خان سے ٹکرانے میں پہل نہیں کریں گے اور اگر اس نے اپنی طرف سے ہمیں اپنا ہدف بنانے میں پہل کی تو پھر ہم سر پر کفن باعدہ کر اس کے سامنے آئیں گے اور اسے حریص نظروں سے اپنے علاقوں کی طرف دیکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

قاصد نے جو پیغام دیا ہے وہ پیغام سن کر جو فیصلہ میں نے کیا ہے وہ غور سے سنو۔

میں چاہتا ہوں کہ فی الحال معاملے کو ادھورا چھوڑا جائے اس قاصد سے یہ میں کہتا ہوں کہ تم فی الحال اپنے مرکزی شہر اخلاط چلے جاؤ جب کھلی خان نے ایسی کارروائی کرنے کی کوشش کی تو ہم اپنا لشکر لے کر نکلیں گے اور دیکھیں گے وہ کس سمت رخ کرتا ہے اسے روکنے کی کوشش کریں گے اس لیے کہ اس کے بعد میں نے کھلی خان کے قاصد کو بھی بلانا ہے اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ کیا پیغام لے کر آیا ہے۔

سلطان کی اس تجویز سے اس کے سالاروں نے اتفاق کیا تھا لہذا سالار سلطان کے کہنے پر پھر اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے پھر سلطان نے گور خان کے قاصد کو مخاطب کیا۔

تم واپس جا کر اپنے بادشاہ سے کہنا کہ وہ وقت آنے دو جب کھلی خان ہم دونوں میں سے کسی ایک کو اپنا ہدف بنائے گا ہم اس کی کارروائیوں پر نگاہ رکھنے کے لیے اپنے جہز مقرر کریں گے اور جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے گا تو ہم بھی اپنا لشکر لے کر نکلیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ کھلی خان کس کے خلاف کیا کارروائی کرتا ہے اب تم جا سکتے ہو۔

سلطان کے یہ الفاظ سن کر گور خان کا قاصد وہاں سے نکل گیا تھا اور اس کے بعد سلطان نے کھلی خان کے قاصد کو طلب کیا تھا جواب میں سلطان کے چہ دار نے کھلی خان کے قاصد کو سلطان کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا تھا۔

جب سلطان نے سوالیہ انداز میں کھلی خان کے قاصد کی طرف دیکھا تب قاصد بول اٹھا۔

سلطان محترم مجھے ہمارے بادشاہ کھلی خان نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے

گئی تب سلطان ان کی مدد کے لیے حرکت میں آئے گا چنانچہ کشلی خان کے لشکر کی تعداد زیادہ تھی اور اسے گور خان کے علاوہ سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ پر بھی ایک طرح سے عددی فوقیت تھی لہذا اس نے حملہ آور ہونے میں پہل کرنے کا ارادہ کر لیا۔

چنانچہ کشلی خان گور خان پر حملہ آور ہوا دونوں لشکریوں کے درمیان خونخاک جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی جبکہ سلطان علاؤ الدین مصلحت اندیشی کے تحت ایک طرف رہا ابھی تک اس نے کسی کا ساتھ دینے کا عزم نہیں کیا تھا لیکن تھوڑی دیر بعد جب اس نے دیکھا کہ جنگ میں گور خان کے مقابلے میں کشلی خان کا پلہ بھاری ہو رہا ہے تب اس نے کشلی خان کا ساتھ دیا اس طرح گور خان کے مقابلے میں کشلی خان فتح مند رہا اور گور خان کو گرفتار کر لیا گیا۔

کیونکہ سلطان نے جنگ کے دوران کشلی خان کا ساتھ دیا تھا اور اس کا ساتھ دینے کے بعد ہی کشلی خان کو فتح حاصل ہوئی تھی لہذا سلطان نے کشلی خان سے متفقہ علاقوں میں سے اپنا حصہ طلب کیا۔

کشی خان کیونکہ سلطان کی سیاست کو سمجھ چکا تھا لہذا اس نے بڑی سختی کے ساتھ علاقے دینے سے انکار کر دیا کیونکہ سلطان اس موقع پر کشلی خان سے الجھنا نہیں چاہتا تھا اس لیے وقتی طور پر خاموش رہا چونکہ سلطان نے آخری وقت میں کشلی خان کا ساتھ دیتے ہوئے ایک طرح سے اپنا عہد پورا نہیں کیا تھا اس بنا پر سلطان کو کشلی خان کی طرف سے یہ بھی خطرہ تھا کہ وہ کسی بھی وقت مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائی کر سکتا ہے لہذا سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہیں پہنچا اور اس کا ساتھ دے کر گریا تھا۔

گور خان کو شکست دینے کے بعد کشلی خان کے حوصلے بڑھ گئے تھے گور خان کو رہا کر دیا گیا تھا لیکن اس کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا گیا تھا اور ان علاقوں میں سے کوئی بھی علاقہ کشلی خان نے سلطان علاؤ الدین کے حوالے نہ کیا تھا۔ ترکستان کے تاتاریوں کا بادشاہ کشلی خان کیونکہ گور خان اور علاؤ الدین دونوں ہی کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتا تھا لہذا گور خان کو بچا دکھانے کے بعد اب اس کی نگاہیں علاؤ الدین خوارزم شاہ پر جم گئی تھیں سلطان کو بھی اس کا پورا پورا احساس تھا کہ اب کشلی خان ہر صورت میں مسلمانوں کی سلطنت کو اپنے سامنے زیر کرنے کی

حملہ آور ہونے کے لیے نکلے گا تو سلطان خود بھی اپنا لشکر لے کر نکلے گا اور کشلی خان اور گور خان دونوں کے لشکر کے قریب ہی کہیں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کرے گا اور جب دونوں قوتیں آپس میں ٹکرائیں گی تو ان دونوں میں سے جس کا پلہ بھاری ہو گا سلطان اس کی مدد کرے گا اور اس سے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا یہ فیصلہ کرنے کے بعد سلطان کشلی خان کی طرف سے کوئی قدم اٹھانے کی انتظار کرنے لگا۔

آخر کشلی خان اپنا لشکر لے کر نکلا دوسری طرف گور خان کو بھی کشلی خان کی آمد اور حملہ آور ہونے کی خبر مل گئی تھی لہذا وہ بھی اپنا لشکر لے کر اپنے سرحدی علاقوں کی طرف روانہ ہوا تھا اس طرح دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر گئے تھے تیسری طرف سلطان کو بھی اس کے خبر پیل پیل بھری خبریں پہنچا رہے تھے لہذا سلطان بھی اپنا لشکر لے کر نکلا اور جس جگہ کشلی خان اور گور خان دونوں نے اپنے اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کیا تھا ان دونوں سے ذرا فاصلے پر اس نے بھی اپنے لشکر کا پڑاؤ قائم کر لیا تھا۔

کشی خان اور گور خان دونوں سلطان سے پہلے وہاں پہنچے تھے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر چکے تھے پہلے پہنچنے کے بعد دونوں ہی سلطان کی امداد کا انتظار کرنے لگے تھے گور خان اپنی طرف سے یہ توقع نہ کئے ہوئے تھا کہ سلطان آئے گا اس کا ساتھ دے گا اور کشلی خان کو شکست ہوگی دوسری طرف کشلی خان بھی یہی سوچ رہا تھا کہ جب سلطان آئے گا تب وہ جنگ کی ابتدا کرے گا تاکہ اس کا ساتھ دے اور اس طرح گور خان کے خلاف اپنی فتح مندی کو یقینی بنائے۔

اس طرح دونوں ہی علاقہ جہی میں تھے کہ سلطان ان کے ساتھ آ کر شامل ہو اور وہ جنگ کریں کیونکہ دونوں فریق اپنی جگہ یہی سمجھ بیٹھے تھے کہ سلطان ان کی امداد کے لیے آئے گا ہے جبکہ تیسری طرف سلطان کا مدعا اور اس کا نظریہ ہی کچھ اور تھا وہ تو چاہتا تھا کہ پہلے وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور جب سلطان اندازہ لگائے گا کہ کس کا پلہ بھاری ہے تو سلطان اس کا ساتھ دے کر اس سے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ جب سلطان اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تب بھی دونوں یہی خیال کرنے لگے کہ جنگ کی ابتدا کرنا چاہیے اور جب جنگ کی ابتدا ہو

پوری کوشش کرے گا بظاہر کھلی خان گور خان کو شکست دینے اور اس کے کچھ علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد وہاں سے چلا گیا تھا لیکن سلطان محتاط تھا اس نے اپنے لشکر کا پڑاؤ وہیں رکھا جہاں کھلی خان اور گور خان کا عکراؤ ہوا تھا گور خان کا لشکر بھی اپنے مرکزی شہر کی طرف چکا چلتا تھا۔

چند ہفتوں بعد ہی سلطان کو خبریں آتی شروع ہو گئی کہ کھلی خان مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رہا ہے یہ خبریں آنے کے بعد سلطان نے وقت ضائع نہیں کیا بلکہ اس نے اپنے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا کہ کھلی خان کے حملوں کی روک تھام کا اہتمام کیا جائے اس لیے کہ کھلی خان کے پاس اب چار لاکھ سے زیادہ لشکر تھا اور سلطان کے پاس جو لشکر تھا اس کی تعداد لگ بھگ ایک لاکھ تھی۔

جب سب سالار سلطان کے پاس جمع ہو گئے تب سلطان انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

عزیزان دیرینہ اب وہی کچھ ہونے کو ہے جس کا ہم نے اس سے پہلے اعزازہ لگایا تھا کھلی خان ہم پر ضرب لگانے کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے چکا ہے اور جس طرح ہمارے غجروں نے خبریں دی ہیں ان کے مطابق بہت جلد وہ اپنے مرکزی شہر سے چار لاکھ سے کچھ ہی زائد لشکر سے نکلے گا اور ہم سے عکرائے گا غجروں نے ہمیں یہ بھی بتایا ہے کہ کھلی خان اور اس کے سالاروں کا ارادہ ہے کہ پہلے وہ ہمارے سامنے صف آراء ہوگا اور اپنے غن و گمان کے مطابق ہمیں شکست دینے کے بعد ہماری سلطنت کے اندر دو کسب ترک تاز لوٹ مار اور تباہی و بربادی کا کھیل کھیلے گا۔

یہ معاملہ میں اب تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں آپس میں صلاح مشورہ کرو اس کے بعد کسی نتیجے پر پہنچنے ہوں گے مجھے آگاہ کرو۔

سلطان کے ان الفاظ کے جواب میں سارے سالار آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے تھے کچھ دو گھر پھر ہوئی رہی اس کے بعد سارے کے سارے شاید کسی نتیجے پر پہنچ گئے تھے پھر سارے سالاروں نے شہاب الدین کو اپنا نمائندہ بنایا اس پر شہاب الدین سلطان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سلطان محترم کھلی خان چار پانچ لاکھ کا لشکر لے کر ہماری طرف بڑھے گا اس طرح اس کی اور ہماری نسبت ایک پانچ کی ہوگی اس سے پہلے کیونکہ کھلی خان گور خان کو شکست دے چکا ہے لہذا گور خان کی شکست اور اپنی فتح مندی کی وجہ سے کھلی خان اس کے سالاروں اور اس کے لشکریوں کے حوصلے اور ولولے اپنے عروج پر ہیں۔ سلطان محترم ہمیں کھلی خان سے کسی طریقے سے کسی ذھنگ سے نمٹنا ہو گا پانچ لاکھ کے لشکر کے سامنے ہمیں کھلے میدان میں نہیں آنا چاہیے۔ خدا خواستہ اگر ہمارے پاؤں کھلی خان کے سامنے سے اکھڑے تو پھر ہم کہیں بھی جم کر کھلی خان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ایک بار ہم اس کے سامنے سے ہپا ہو گئے تو وہ ہماری سلطنت کے اندر تباہی اور بربادی کا وہ کھیل کھیلے گا جس کی اس سے پہلے کبھی مثال نہ دیکھی ہوگی ہم کہیں بھی اس کی اور اس کے لشکریوں کی راہ روکنے کے قابل نہیں رہیں گے۔

سلطان محترم کھلی خان کے علاقوں سے ہمارے تین بڑے شہر ملتے ہیں جو فرغانہ شاش اور کاشان ہیں شاش اور کاشان ان دونوں بغیر فیصل کے ہیں فرغانہ کی فیصل بھی نہ ہونے کے برابر ہے لہذا ان تینوں شہروں کے اندر حملہ آور کسی بھی وقت آسانی سے داخل ہو کر لوٹ مار کا بازار گرم کر سکتا ہے۔

اب کھلی خان سے نمٹنے کے لیے جو لائحہ عمل اور منصوبہ بندی ہم نے طے کی ہے اس کے مطابق اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے ہمیں کوچ کرنا ہوگا فرغانہ شاش اور کاشان سے لگ بھگ دس میل پہلے کو ہستانی سلسلوں کے دامن میں وسیع میدان ہیں انہیں میدانوں کو ہمیں میدان جنگ بنانا چاہیے۔

سلطان محترم جب کھلی خان اپنے لشکر کے ساتھ آجمنی اور طوقان کی طرح ہماری طرف بڑھے گا تو ہمارے پاس آنے سے پہلے اس کے راستے میں ہمارے تین شہر فرغانہ شاش اور کاشان آئیں گے لہذا ہم نے یہ منصوبہ بندی کی ہے کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد پہلے پورا لشکر کو ہستانی سلسلے کے قریب کھلے میدانوں کے اندر پڑاؤ کرے اس کے بعد جو پہلا قدم ہم نے اٹھانا ہے وہ یہ کہ اپنے ان تینوں شہروں کی آبادی کو شہروں سے نکال کر جنوب کے محفوظ علاقوں کی طرف بھیج دیا جائے اور ان کی عارضی رہائش کا بھی اہتمام کر دیا جائے۔

جونہی کشتی خان کے لشکر ہمارے ان تینوں شہروں کی لوٹ مار کرنے کے لیے ان شہروں میں داخل ہوں گے ہمارے لشکر کی پر تیروں کی برسات کریں گے اور کوشش کریں گے کہ کشتی خان کے لشکر کا جو بھی حصہ ان تین شہروں میں داخل ہوتا ہے ان تینوں میں سے کوئی بھی بچ کر شہر سے بھاگے نہ پائے۔

اگر ہمارے لشکر ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو سلطان محترم ہم اس طریقے سے کشتی خان کا آدمے سے بھی زیادہ لشکر کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

کشتی خان سے نشتے کے لیے سلطان محترم یہ ہمارا پہلا اقدام ہو گا جن کو ہستانی سلسلوں کے قریب ہم نے پڑاؤ کیا ہو گا وہاں بھی ہم کشتی خان کے خلاف ایک منصوبہ بندی کریں گے پورے لشکر کا پڑاؤ انہیں میدانوں کے اندر رہے گا دور دور تک خیمے نصب کر دیئے جائیں گے اور خیمے اس طرح نصب کیے جائیں گے کہ وسیع علاقے کو گھیر لیں تاکہ کشتی خان یہی سمجھے کہ پورے کا پورا لشکر یہیں پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔

جب ہمارے خبر میں یہ اطلاع دیں گے کہ کشتی خان ہماری طرف پیش قدمی کر رہا ہے تب ہم اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیں گے ایک حصہ بڑا رکھا جائے گا دوسرے چھوٹے رکھے جائیں گے چھوٹے حصوں میں سے ایک میری کمانداری میں دوسرا منصور کی کمانداری میں رہے گا جہاں تک بڑے حصے کا تعلق ہے تو سلطان محترم وہ آپ کی کمانداری میں رہے گا اور محترم امین الدین ابو بکر آپ کے نائب کی حیثیت سے آپ کے ساتھ کام کریں گے۔

کشتی خان آگے بڑھتے ہوئے جب ہمارے شہروں کو برف بنائے گا تو مجھے امید ہے وہاں جو ہمارے لشکر متعین ہوں گے کشتی خان کو اس کے ایک حصے سے محروم کر دیں گے اس طرح ہم سے انتقام لینے کے لیے کشتی خان اور زیادہ برہم اور غضبناک ہو جائے گا اور یقیناً ہماری طرف تیزی سے آئے گا اس لیے کہ کشتی خان کا مزاج سانپ کی طرح ہے جو زخمی ہونے کے بعد زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔

جس وقت ہمارے خبر اطلاع دیں گے کہ اب کشتی خان ہم پر ضرب لگانے کے لیے آ رہا ہے تب جب رات کی گہری تاریکی میں اور منصور کی اپنے اپنے حصے کے لشکر کے کوہستانی سلسلوں کے اندر گھات لے لیں گے۔

جب ان تینوں شہروں کی آبادی کو جنوب کی طرف حفاظت سے منتقل کر دیا جائے گا تب ان شہروں کے اندر اپنے چھوٹے چھوٹے لشکر متعین کر دیئے جائیں گے یہ لشکر بدرالدین محمد بن علی اور لیو روشر کے اپنے حاکم تاج الدین کی کمانداری میں کام کریں گے تاج الدین ان دنوں کیونکہ ہمارے لشکر میں شامل ہے لہذا اس سے بہتر انداز میں کام لیا جاسکتا ہے۔

سلطان محترم ان تینوں شہروں میں جو لشکر متعین کیے جائیں گے انہیں زیادہ تر تیروں سے لیس کیا جائے گا اور یہ لشکر شہر میں داخل ہونے والے راستوں کے قریب متعین کیے جائیں گے۔

جہاں تک ہمارا اندازہ ہے جب کشتی خان اپنے لشکر کے ساتھ ہماری طرف بڑھے گا تو اس کے ذہن میں یہی بات ہوگی کہ ہمارے لشکر کی تعداد صرف ایک لاکھ ہے اگر وہ زیادہ سے زیادہ لشکر بھی اپنے ساتھ لے کر آیا تو دو لاکھ پڑے وہ انتفا کر سکتا ہے وہ یقیناً یہی سوچے گا کہ دو لاکھ لشکر کے ساتھ وہ ہمیں پہچا کر سکتا ہے باقی لشکریوں کو یقیناً وہ ہمارے متعین شہروں فرغانہ کا شان اور شاش کی لوٹ مار پر مقرر کرے گا تاکہ ان شہروں سے اپنے لیے فوائد حاصل کرے۔

سلطان محترم یہ بھی ممکن ہے کہ باضی کی ہماری کامیابیوں اور فتوحات کی وجہ سے دو لاکھ کا لشکر باقی کشتی خان ہمارے سامنے آنے کی ہمت اور جرأت نہ کر سکے وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ پہلے اپنے ایک لشکر کے حصے کے ذریعے فرغانہ اور دوسرے شہروں کی لوٹ مار کا کام کرے گا وہاں سے ضروریات کی ہر شے حاصل کرے گا اپنی دیر تک باقی لشکر کے ساتھ کسی محفوظ جگہ وہ پڑاؤ کر کے انتظار کر سکتا ہے اور جب اس کے لشکر کا ایک حصہ تینوں شہروں کی لوٹ مار تباہی بربادی سے فارغ ہو جائے گا تو پھر وہ پورے لشکر کے ساتھ ہماری طرف بڑھنے کی کوشش کرے گا لیکن ہم نے اسے ایسا نہیں کرنے دینا ہم نے اس وقت سے ہی اس کی تباہی اور بربادی کے درکھولنے شروع کر دیئے ہیں جس وقت وہ ہمارے تینوں شہروں کا رخ کرے گا۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اپنے تین سالاروں کی سرکردگی میں تینوں شہروں کے اندر اپنے لشکر متعین کر دیئے جائیں گے وہ زیادہ تر تیر اندازی سے کام لیں گے

اپنی ان چوکیوں کی طرف روانہ کرنے ہوں گے جو ہم نے ان میدانوں کی طرف آئے ہوئے خوارزم سے لے کر یہاں تک قائم کیے ہیں ان چوکیوں میں جو ہمارے لشکر میں متعین ہیں انہیں مستعد کر دیا جائے گا کہ وہ ہر وقت چوکریں اور جس وقت بھی اسلحہ اور کمک کی ضرورت ہو وہ میدان جنگ میں اس کا اہتمام کرتے رہیں تاکہ کشتی خان کے ساتھ اگر جنگ طویل بھی پکڑتی ہے تو کشتی خان کو خداوند نے چاہا تو ہم تھکا ماریں گے۔

سلطان علاؤ الدین نے اپنے سالاروں کی اس تجویز سے مکمل طور پر نام صرف اطمینان کا اظہار کیا تھا بلکہ اس نے اس منصوبہ بندی پر بے پناہ خوشی کا بھی مظاہرہ کیا تھا چنانچہ اسی منصوبہ بندی کو آخری شکل دی گئی پہلے لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اپنے تین سرحدی شہروں سے دس میل پیچھے ایسے کھلے میدانوں کے اندر سلطان نے اپنے لشکر کا پراڈ کیا جس کے دونوں جانب بلند کوہستانی سلسلے تھے اور انہیں کوہستانی سلسلوں کے اندر سلطان نے غیموں کا شہر آباد کر دیا تھا اس میدان کے بالکل سامنے وہ شاہراہ تھی جو کشتی خان کے علاقوں کی طرف جاتی تھی۔

وہاں پراڈ کرنے کے بعد اپنے سالاروں سے مشورہ کر کے سلطان نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ ہمیں سے بچیں میل آگے تک اس نے اپنے خیمہ پھیلا دیئے تاکہ ان علاقوں میں اگر کشتی خان کا کوئی لشکر سرگرداں ہو تو فوراً اس کا خاتمہ کر دیا جائے اس کے بعد رات کی تاریکیوں میں کچھ دن کام کرتے ہوئے سلطان نے اپنے تینوں شہروں کی آبادیوں کو وہاں سے نکال کر جنوب کے محفوظ علاقوں کی طرف منتقل کر دیا تھا اور ان تینوں شہروں کے اندر سلطان نے اپنے سالاروں میں سے تاج الدین بدر الدین اور محمد بن علی کی سرکردگی میں لشکر متعین کر دیئے تھے تاکہ جب کشتی خان سلطان کی طرف بڑھنے سے پہلے ان تینوں شہروں کی جہاں کا اہتمام کرے تو ان شہروں پر حملہ آور ہونے والے اس کے لشکریوں کا خاتمہ کیا جائے اس کے علاوہ سلطان نے اپنے تین شہروں کے اندر تین سالاروں کی سرکردگی میں جو لشکر متعین کیے تھے انہیں اور ان کے سالاروں کو یہ بھی ہدایت کر دی گئی تھی کہ جب وہ حملہ آور دشمن پر تیر اندازی کرے ان کی تعداد کو خاصا کم کر دیں پھر اپنی گھات سے نکل کر ان پر حملہ آور ہو جائیں اور ان کے حملوں کے نتیجے میں کشتی خان کے جو لشکر مارے جائیں ان کے گھوڑوں پر بھی قبضہ کر لیں

کشتی خان جب آپ اور امین الدین ابوبکر کے سامنے آئے گا اور آپ کے لشکر کی تعداد کو دیکھ کر وہ یقیناً خوش ہوگا وہ بھی اندازہ لگائے گا کہ آپ کو شکست دینا اس کے لیے بڑا آسان اور سہل ہے آپ کے لشکر کی کم تعداد کو دیکھتے ہوئے کسی قسم کا شک شبہ بھی نہیں پڑے گا اس لیے کہ ہماری طرف آنے سے پہلے اسے ہمارے تینوں شہروں کے اندر اپنے لشکریوں کے نقصان کا اندازہ ہو چکا ہوگا اور وہ جان گیا ہوگا کہ آپ کی کمانداری میں لشکر کی اس لیے کم ہیں کہ ہمارے لشکر کا ایک بڑا حصہ ان تین شہروں کے اندر متعین ہے اس بنا پر وہ بغیر کسی شک و شبہ کے آپ کے سامنے آئے گا اور آپ سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا۔

اس موقع پر میں اور منصور ترکی دونوں نگاہ رکھیں گے ہمارے کچھ آدمی متعین ہوں گے جو کوہستانی سلسلوں کے اندر چٹانوں کے پیچھے رہتے ہوئے کشتی خان کے لشکر کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں گے جس وقت کشتی خان آپ سے ٹکرانے کا آپ پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اس کے سامنے صرف دفاع تک محدود رہے گا اس موقع پر ہم تاخیر سے کام نہیں لیں گے چونکہ کشتی خان اپنے پورے لشکر کے ساتھ آپ پر حملہ آور ہوگا پہلے میں کوہستانی سلسلے سے نکل کر کشتی خان کے لشکر پر ضرب لگاؤں گا میرے بعد یہی طریقہ کار منصور ترکی بھی استعمال کرے گا اور وہ بھی دشمن پر حملہ آور ہو جائے گا۔

سلطان محترم اس کارروائی کے علاوہ ایک اور کارروائی بھی کی جائے گی اگر اس وقت تک ہمارے تینوں شہروں میں جو ہمارے لشکر متعین ہوں گے وہ ان شہروں میں داخل ہونے والے کشتی خان کے لشکریوں کا خاتمہ کر چکے ہوں گے وہ بھی بدر الدین تاج الدین اور محمد بن علی کی سرکردگی میں ان شہروں سے نکل کر کشتی خان کی پشت کی طرف سے آئیں گے اور اس پر حملہ آور ہو جائیں گے۔

سلطان محترم جب ایسا ہوگا تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کشتی خان کے مقدر میں سوائے ذلت اور شکست کے کچھ نہیں رہے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد شہاب الدین رکا اور دوبارہ وہ سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سلطان محترم یہاں سے آگے کوچ کرنے سے پہلے ہمیں تیز رفتار ہرکارے

اور ان گھوڑوں کو اپنے آگے آگے بچاتے ہوئے کھلی خان کی پشت کی طرف ۔
 نمودار ہوں اور ان بے شمار گھوڑوں کے ذریعے سے بھی کھلی خان کے لشکر کے ان
 بالچل اور افراتفری برپا کر کے رکھ دیں۔

یوں جس طرح کھلی خان نے سلطان پر ضرب لگانے کے لیے اپنا ایک
 بہت بڑا لشکر تیار کر لیا تھا اسی کے انداز میں سلطان نے بھی اس سے منجنے کے لیے
 تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔

★ ★

سلطان علاء الدین خوارزم شاہ نے کیونکہ جس جگہ بڑا ڈھکیا تھا اس سے
 آگے کی میل دور تک اپنے مسلح لشکر اور مخبر پھیلا دیئے تھے لہذا ان علاقوں کے اندر
 کھلی خان کا جو شخص بھی انہیں دکھائی دیتا وہ ان کا خاتمہ کرتے چلے گئے تھے اس طرح
 کھلی خان اور اس کے سالاروں میں سے کسی کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ سلطان نے تین
 شہروں کی آبادی کو جنوب کے محفوظ علاقوں کی طرف منتقل کر دیا ہے اور ان شہروں کے
 اندر اپنے لشکر بھی بٹھا دیئے ہیں چنانچہ کھلی خان اپنا چارے پانچ لاکھ کے قریب
 لشکر لے کر نکلا اس دفعہ وہ بڑے محنت اور تکبر میں تھا اس لیے کہ اسے فخر تھا کہ جو لشکر
 لے کر وہ نکلا ہے اتنا بڑا لشکر علاء الدین خوارزم شاہ اور گور خان دونوں کے پاس نہ تھا۔
 سلطان سے ٹکرانے اور اس پر ضرب لگانے سے پہلے کیونکہ کھلی خان کے
 راستے میں مسلمانوں کے تین بڑے شہر آتے تھے لہذا اس نے وہی قدم اٹھایا جس کی
 سلطان اور اس کے سالار توقع رکھتے تھے۔

اپنے لشکر کا ایک بڑا حصہ لگ بھگ تین لاکھ لشکریوں پر مشتمل تھا اس نے
 علیحدہ کیا اس لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا تینوں حصوں کو سلطان کے تینوں شہروں پر
 حملہ آور ہونے وہاں لوٹ مار کرنے اور وہاں سے ضروریات کا سارا سامان نکال کر
 واپس لانے کا حکم دے دیا تھا۔

اپنے لشکر کا وہ حصہ علیحدہ کرنے کے بعد کھلی خان نے اب درمیانہ روٹی
 سے بلکہ آہستہ آہستہ آگے بڑھنا شروع کیا تھا شاید وہ یہ جانتا تھا کہ جب تک وہ
 سلطان کے سامنے جائے اس وقت تک اس کے لشکر کے تینوں حصے بھی مسلمانوں کے
 تینوں شہروں کی لوٹ مار کر کے اس کے پاس واپس آ جائیں اور وہ پورے لشکر کے
 ساتھ سلطان پر ضرب لگائے۔

اپنے لشکر کو جن تین حصوں میں تقسیم کر کے کھلی خان نے علیحدہ کیا تھا ان

وہ اس جگہ جا پہنچا جہاں سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہوا تھا اور بالکل سلطان کے سامنے اس نے پڑاؤ کر لیا تھا پڑاؤ کرنے کے بعد شاید کشلی خان اس انتظار میں تھا کہ اس نے اپنے جو لشکری سلطان کے تین شہروں پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ کیے ہیں وہ لوٹ مار کا سامان لے کر واپس پہنچیں تب سلطان پر حملے کی ابتدا کرے دوسری طرف سلطان کا تیز رفتار جنرلوں کے ذریعے اپنے تینوں شہروں سے رابطہ قائم تھا اور ان شہروں میں جو اس نے اپنے سالار مقرر کیے تھے انہوں نے سلطان کو پیغام بھجوایا تھا کہ کشلی خان کے جو لشکر تین شہروں پر حملہ آور ہوئے تھے ان کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے اور کشلی خان کے مرنے والے سارے لشکریوں کے گھوڑے ان کے قبضے میں ہیں اور جس وقت کشلی خان آپ سے جنگ شروع کرے گا وہ ان گھوڑوں کو دشت ناک انداز میں بھگاتے ہوئے کشلی خان کی پشت کی طرف سے نمودار ہوں گے اور اس کے لشکر کے اندر افراتفری برپا کر کے رکھ دیں گے۔

کاشلی خان اپنی جگہ خراب تھا اس کے پاس اب یہی دو لاکھ کا لشکر تھا جبکہ جو لشکر لے کر اس کے سامنے سلطان تھا وہ تو تقریباً اس کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے کہ کشلی خان کی آمد کے پہلے ہی پہلے شہاب الدین اور منصور ترکی اپنے حصے کے لشکر کو لے کر دائیں بائیں کوہستانی سلسلوں میں گھات میں جا چکے تھے۔

تاہم کشلی خان کو کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہوا اس لیے کہ ایک تو سلطان نے اپنی خیمہ گاہ کشلی جگہ تک صبر کر کے یہ ظاہر کیا تھا کہ پورے کا پورا لشکر یہیں موجود ہے اس کے علاوہ جو لشکر اس کے پاس تھا اسے بھی اس نے مختلف صفوں کو کھلا رکھتے ہوئے اس نے خوب پھیلا دیا تھا تاکہ دشمن کو کسی شبہ میں مبتلا نہ ہونے دیا جائے۔

کاشلی خان چاہتا تھا کہ اس کے لشکری واپس آجائیں تو وہ جنگ کی ابتدا کرے لیکن چونکہ سلطان کا تینوں شہروں کے اپنے سالاروں کے ساتھ رابطہ تھا لہذا اس رابطے کو سامنے رکھتے ہوئے سلطان نے کشلی خان پر حملہ آور ہونے میں بہل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

چنانچہ ایک روز صبح ہی صبح سلطان کے لشکر کے اندر بڑی بڑی دھیں اور ہتارے بجنے لگے تھے یہ بڑی دشت ناک آوازیں نکالتی تھیں۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ ایسی ہی بڑی بڑی دھیں سلطان نے اپنے مرکزی شہر

تین میں سے سب سے پہلے ایک حصہ سلطان کے شہر کا شان میں داخل ہوا چونکہ یہ شہر اس وقت بغیر فیصل کے تھا لہذا کشلی خان کے لشکری بے حد مطمئن اور خوش تھے کہ شہر میں داخل ہو کر وہ اپنی مرضی کے مطابق لوٹ مار کریں گے قتل و غارت گری سے کام لیتے ہوئے ہر چیز کو سمیٹ کر واپس ہولیں گے۔

جس وقت ایک لاکھ کا لشکر کا شان شہر کے قریب پہنچا تب وہ لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور شہر کے دو مختلف اطراف سے شہر میں داخل ہونا چاہا اس وقت شہر کے اندر جو سلطان کے لشکری تھے انہوں نے بھی تانہاویوں کو دیکھ لیا تھا کہ وہ شہر کے کس کس راستے سے شہر میں داخل ہوتے ہیں لہذا انہوں نے بھی اسی سمت سمت کر ان کا مقابلہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔

سب سے پہلے ہو کر وہ کا شان میں داخل ہوا وہ جب پورے کا پورا شہر میں داخل ہوا تو اب ان پر آفت اور عذاب ٹوٹ پڑا جس شاہراہ پر وہ آگے بڑھے تھے اس شاہراہ کے دونوں جانب جو مکان چھوٹے بڑے یا حویلیاں تھیں ان کے اندر سے ان پر ایسی تیر اندازی ہونا شروع ہوئی جیسے اچانک موسلا دھار بارش شروع ہو گئی ہو۔

داخل ہونے والے لشکر کی تعداد ایک لاکھ تھی شہر کی گلیاں اور شاہراہیں اتنی کھلی اور وسیع نہ تھیں لہذا لشکر کی صفیں کھنکھناتی تھیں اور جب ان پر تیر اندازی کی گئی تو کسی کوئی انفرادی اپنی جان بچا کر بھاگ جانے کا موقع نہ ملا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سلطان کے لشکریوں نے ان میں سے اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور جب بچنے والوں نے بھاگنا چاہا تو سلطان کے لشکری مرنے والوں کے گھوڑوں پر بیٹھ کر ان کے تعاقب میں نکلے اور بھاگنے والوں میں سے اکثر کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

جو صورت حال کا شان میں پیش آئی بالکل ایسی ہی صورت حال فرغانہ اور شاش شہر میں بھی پیش آئی تھیں وہاں بھی کشلی خان کے جو لشکری داخل ہوئے تھے ان کا مکمل طور پر صفایا کر دیا گیا کشلی خان کے مرنے والے ساتھیوں کے گھوڑوں پر سلطان کے لشکریوں نے قبضہ کر لیا تھا ایسا کر کے کشلی خان کے لشکر کا تقریباً آدھے سے زیادہ حصہ موت لے گھاٹ اتار دیا گیا تھا جبکہ کشلی خان اور اس کے بڑے سالار ابھی تک اس حادثے اور اس المیے سے بے خبر تھے۔

کاشلی خان نے گواہ اپنے آگے بڑھنے کی رفتار دست کر دی تھی اس کے باوجود

طرف کے لشکر کوئیں لگاتی اٹھتی گھٹاؤں بے انت بھور کے خونی رقص بھلا دیئے والی سفاک ہواؤں قسمت کی بے روگ مار اور آتش حروف کی طرح ایک دوسرے پر ضربیں لگاتے ہوئے دشمن کی شکست اور اپنی فوزمندی کو یقینی بنانے کی کوشش کرنے لگے تھے کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ کشلی خان کے لیے دائیں جانب کے کوہستانی سلسلوں کے اندر سے عذاب کے ششے چوٹ پڑے تھے شہاب الدین اپنے لشکر کے ساتھ بکسیریں بلند کرتا ہوا نمودار ہوا تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کشلی خان کے ایک پہلو پر ہر شے کی آسودگی تمام کرتے کڑے موسموں کے زرد طوفانوں جان سوز اور تباہ کاری کا کھیل کھیلتے غجر جلتی ریت کی اندھیاد اور آخری شدید ضرب لگاتے آگ اور خون کے بیجان کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یہ حملہ یقیناً کشلی خان اس کے سالار اور لشکریوں کے لیے اچانک اور امید کے خلاف تھا وہ ابھی انہی سوچوں میں تھا کہ نئے حملہ آوروں کا سدباب کیسے کرنا چاہیے کہ بائیں طرف سے بھی ان کے لیے عذاب ٹوٹ پڑا مضور ترکی شہاب الدین ہی کے اعزاز میں بکسیریں بلند کرتا ہوا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا تھا اور وہ بھی زندگی کی ذوقی زنجیریں کاٹتے ہوئے بلند و بالا حیات کو شکن شکن کرتے اور داستانوں کے اوراق بکھیرتے پنہاں آتش کے شراروں اور بے چین لہروں کی تڑپ کی طرح کشلی خان کے لشکر کے دوسرے پہلو پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

کشلی خان اس کے سالار اور لشکر اب بھی خیال کر رہے تھے کہ سلطان علاء الدین کو حریف ملک پہنچ گئی ہے اور پھر حریف یہ کہ سامنے کی طرف سے اب تک سلطان صرف دفاع تک محدود تھا اب اس نے بھی جارحیت اختیار کر لی تھی وہ بھی امین الدین ابوبکر کے ساتھ کشلی خان کے لشکر کی صفوں کی صفیں لٹٹنے لگا تھا۔

ان تین اطراف کے حملوں کے باعث کشلی خان اور اس کے سارے سالاروں کا بکرو پھار، ان کا سارا غرور اور نخوت جاتی رہی تھی اور اب ان کی حالت بڑی تیزی سے بے گل باطن جتنی فلسفی اور بے راحت منزلوں سے بھی زیادہ بہتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

لیکن بات یہیں تک ختم نہیں ہوئی ابھی کشلی خان اور اس کے سالار سامنے کے علاوہ دائیں بائیں کے حملوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ان کی پشت کی

خوارزم کے شاہی قلعے پر بھی نصب کر رکھی تھیں مورخین کہتے ہیں کہ یہ نہیں دن میں دو دفعہ پٹی جاتی تھیں ایک طلوع آفتاب سے پہلے دوسرے غروب آفتاب کے بعد اور دونوں کے پینے کے اس عمل کو نوبت سکندری کا نام دیا گیا تھا اس کے علاوہ قلعے کے دروازوں پر سونے کے ستائیس خازے بچتے تھے جو ستائیس معزز آدمی بجاتے تھے ان بجانے والے میں وہ شہزادے اور حکمران ہوا کرتے تھے جن کے علاؤں کو فتح کر کے سلطان نے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا تھا۔

بہر حال سلطان کیونکہ اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ رابطے کے بعد خود کشلی خان پر حملہ کرنے میں پہل کرنا چاہتا تھا لہذا امین الدین ابوبکر کے ساتھ وہ اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔

سلطان کے لشکر کی اس پچھل اور صورت حال کو دیکھتے ہوئے اور لشکر کے اندر نوجوانوں کے پٹنے جانے کی آوازیں سن کر کشلی خان بھی چوک گیا تھا اور اس نے اعزازہ لگایا تھا کہ سلطان جنگ کی ابتدا کرنا چاہتا ہے لہذا اس نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دیں تھیں۔

آخر سلطان علاء الدین خوارزم شاہ اپنے بزرگ سالار امین الدین ابوبکر کے ساتھ حرکت میں آیا فطرت کی جولان گاہوں میں روجوں کا شکار کرتی موت کی پیاس کی طرح سلطان اور امین الدین ابوبکر آگے بڑھے پھر وہ بازوؤں کی قوت انگلیوں کی صناعی دلوں کی بے باکی جذبوں کی رفعت آنکھوں کی بصارت کانوں کی سماعت قلب و ذہن کی آسودگی تک کا خاتمہ کر دیئے والی آتشیں پیکر قہرمانی اور انگاروں کی طلسم گری کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف کشلی خان نے بھی سلطان کے اس حملے کو کوئی اہمیت نہ دی تھی اس لیے کہ کشلی خان کو سلطان کے مقابلے میں لشکر کی عددی فوجیت حاصل تھی لہذا سلطان ک اس حملے کے جواب میں کشلی خان بھی جسوں میں آگ بھرتے خیالوں کے عفریت ادہام کے جال بننے آسیب اور اپنے ارادوں کا تسلسل پھیلاتی ہوس کاری کی شورا انگیزی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے ان کوہستانی سلسلوں کے بیچ موت کی نادیہ پر چھائیوں کا غبار، پیاسی ریت کے پر عذاب بگلوں کی طرح اٹھ کھڑا ہوا تھا دونوں

خستہ اور پرانی فصیل پر بڑی بڑی مخفیوں کی سنگ باری ہوتی ہے اور فصیل زمین بوس ہوتی چلی جاتی ہے ایسے ہی انداز میں شہاب الدین نے اپنے لشکریوں کے ساتھ کھلی خان کے گرد بننے والے حصار پر جب ضرب لگائی تو اس نے کھلی خان کے حفاظتی حصار کو ختم کرنا شروع کر دیا تھا اور اب وہ لمحہ پر لمحہ کھلی خان کے قریب تر ہوتا چلا جا رہا تھا شاید شہاب الدین نے عزم کر لیا تھا کہ وہ کھلی خان کا خاتمہ کرے گا تا کہ آنے والے دور میں تاتاریوں کی طرف سے مسلمانوں کے لیے کوئی خطرہ نہ رہے۔

کھلی خان بھی شہاب الدین کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ چکا تھا لہذا اپنے چند جانشینوں کے ساتھ وہ اس کا مقابلہ کرنے اور اپنا دفاع کرنے کے لیے تیار ہو گیا تھا اتنی دیر تک شہاب الدین اس کے سر پر پہنچ گیا تھا۔

شہاب الدین کے دستے کھلی خان کے محافظوں سے الجھ گئے تھے جبکہ شہاب الدین نے براہ راست کھلی خان پر ضرب لگانا شروع کر دی تھی۔

کھلی خان نے اس موقع پر اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا تھا اس موقع پر شہاب الدین نے کھلی خان کو مخاطب کیا اور کہنے لگا۔

کھلی خان میں سلطان علاء الدین کا سالار شہاب الدین بن مسعود ہوں اب جبکہ میں تم تک پہنچ گیا ہوں تو یاد رکھنا میں تمہارا خاتمہ کیے بغیر اور تمہاری گردن کاٹے بغیر نہیں ٹوں گا چاہے میری اپنی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

شہاب الدین بن مسعود کا نام سن کر کھلی خان پر لرزہ طاری ہو گیا تھا اس لیے کہ وہ سلطان کے سالار شہاب الدین کی جرأت دلیری سے خوب واقف اور آگاہ تھا جب اس پر آشرف ہوا کہ اس پر حملہ آور ہونے والا شہاب الدین ہے تو اس پر ایک طرح سے اعصاب شکنی اور ایک طرح کا خوف طاری ہو گیا تھا اسی سے شہاب الدین نے فائدہ اٹھا یا بڑھ چڑھ کر اس نے کھلی خان پر حملے کیے ایک موقع پر جب کھلی خان نے اس کے وار کو روکنا چاہا تو ناکام رہا جس کے نتیجے میں شہاب الدین کی کھوار کھلی خان کی گردن کاٹنے ہوئے اسے دو لخت کرتی چلی گئی تھی کھلی خان کی لاش گھوڑے سے گر گئی تھی۔

اس موقع پر کئی تاتاری بھی شہاب الدین پر حملہ آور ہوئے تھے شہاب الدین اپنا دفاع کر رہا تھا لیکن کئی تاتاریوں کی کھواریں اس پر بھی برس گئیں تاہم جو

طرف سے ایک ہیجان اٹھ کھڑا ہوا اس لیے کہ سلطان کے تینوں سالاروں بدر الدین تاج الدین اور محمد بن علی اپنے تین شہروں پر حملہ آور ہونے والے تاتاریوں کا خاتمہ کرنے کے بعد ان کے گھوڑوں کو اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے ادھر ہی کا رخ کر رہے تھے۔

کھلی خان اور اس کے سالاروں کو پشت کی طرف سے آنے والے اس طوفان کی اس وقت خبر ہوئی جب سلطان کے تینوں سالار اپنے گھوڑوں کو آگے آگے بھاگتے ہوئے کھلی خان کے پڑاؤ کو روندتے ہوئے قریب آ گئے تھے اور پھر وہ بے سوار گھوڑے کھلی خان کے لشکر میں شامل ہو گئے اتنے زیادہ گھوڑے جب کھلی خان کے لشکر میں شامل ہوئے تو ان کی رفتار تو ختم ہو گئی لیکن کھلی خان کے لشکر کی ترتیب اور نظم و ضبط انہوں نے درم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔

اس موقع پر کھلی خان اپنے لشکر کے وسطی حصے میں بڑے زور سے چیختے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے نئے انداز میں حملہ آور ہونے کی ترغیب دے رہا تھا لیکن اب اس کے لشکر میں مکمل طور پر بد نظمی اور افراتفری پھیل گئی تھی بے سوار کے جو گھوڑے اس کے لشکر میں شامل ہوئے تھے انہوں نے اس کے لشکریوں کی نقل و حرکت اور اس کے حملہ آور ہونے کے انداز کو ایک طرح سے جھجھک کر رکھ دیا تھا۔

اس موقع پر کھلی خان کے لیے ایک اور مصیبت اٹھ بڑی دائیں طرف سے حملہ آور ہوئے والا شہاب الدین بن مسعود اپنے لشکر کے اس حصے کے ساتھ کھلی خان کے پہلو کو روندنا اور وسطی حصے تک پہنچ چکا تھا اور اس وقت کھلی خان ڈور زور سے چیختے چلاتے ہوئے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ شہاب الدین نے اسے دیکھ لیا تھا لہذا اب ان دستوں کے ساتھ شہاب الدین نے کھلی خان کا رخ کیا تھا کھلی خان کے ارد گرد جو اس کے محافظ دستے تھے انہوں نے بھی بھانپ لیا تھا کہ مسلمانوں کا سالار اپنے دستوں کے ساتھ براہ راست کھلی خان پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے لہذا انہوں نے کھلی خان کی حفاظت کا انتظام کرتے ہوئے اس کے گرد ایک حفاظتی حصار سا بنالیا تھا تا کہ کوئی کھلی خان کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے لیکن شہاب الدین اپنے دستوں کے ساتھ کھلی خان کے ارد گرد بننے والے حصار پر اس طرح حملہ آور ہوا تھا جس طرح

دوڑا تھا ہوا آیا جہاں زمین کی تنگی پیٹھ پر شہاب الدین لینا ہوا تھا وہاں چھلانگ لگا کر منصور ترکی اپنے گھوڑے سے اترا شہاب الدین کی حالت دیکھتے ہوئے وہ بدحواس سا ہو گیا تھا جو لشکری شہاب الدین کو سہارا دے رہے تھے انہوں نے جب منصور ترکی کو آتے دیکھا تو اسے شہاب الدین کے بری طرح زخمی ہونے کی اطلاع دی۔

منصور ترکی شہاب الدین کی پشت پر گیا اس کے پیچھے پیٹھ گیا اسے اپنی گود میں سینا اس کی خون آلود پیشانی پر ایک طویل بوسہ دیا پھر دھکی تم آلود آواز میں کہنے لگا۔

میرے عزیز بھائی ہمت نہ ہارنا تم نے بڑے بڑے سرکشوں بڑے بڑے سورماؤں کو اپنی گود کی نوک پر رکھا تا تو انی کو اپنے قریب نہ آنے دینا تمہارا بھائی اس دقت تمہارے ساتھ ہے اس کے ساتھ ہی تیرا آواز میں منصور نے کچھ لشکریوں کو حکم دیا کہ طیبہ کو لے کر آئیں۔

اس پر وہ لشکری بھاگتے دئے وہاں سے ہٹ گئے تھے جب وہ لشکری طیبہ کو لائے تب طیبہ کے ساتھ خود سلطان علاؤ الدین سالاروں میں سے امین الدین ابوبکر بدر الدین محمد بن علی اور تاج الدین شامل تھے سلطان علاؤ الدین خوارزم شاہ شہاب الدین کی حالت دیکھتے ہوئے ہونٹ کاٹنے لگا تھا اس کی آنکھوں میں غمی آرا آئی تھی اتنی دیر تک طیبہ آگے بڑھا اور منصور کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر کو زمین پر لٹا دینا تاکہ میں ان کے زخموں کا جائزہ لے سکوں اور ان کے لیے مرہم پٹی کا سامان کر سکوں۔

طیبہ کے کہنے پر منصور نے شہاب الدین کو زمین پر لٹا تھا طیبہ زخموں کا جائزہ لیتا رہا ساتھ ہی ساتھ اس کے چہرے پر غم اور مایوسی کے آثار بھی گہرے ہوتے چلے گئے تھے طیبہ کی حالت کو سلطان نے بھی بھاپ لیا تھا لہذا سلطان شہاب الدین کے قریب زمین پر بیٹھ گیا سارے سالار بھی اسے گرد جمع ہو گئے تھے پھر سلطان نے شہاب الدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے فرزند ہمایاں اس طرح زندگی میں پہلی بار میں تمہیں پتھروں کے گھر میں روٹی امیدوں کو طرح غم زدہ دیکھ رہا ہوں تو تمہاری یہ حالت میرے بیٹے میرے لیے

تاتاری اس پر حملہ آور ہوئے تھے ان کے ارد گرد جو شہاب الدین کے لشکری تھے وہ جوانی کا اردوائی کرتے ہوئے ان پر حملہ آور ہوئے اور ان کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا لیکن اتنی دیر تک انہوں نے شہاب الدین کو خوب زخمی کر دیا تھا گو شہاب الدین بڑے خنخوار انداز میں اپنا دفاع کرتے ہوئے جارحیت پر بھی اترا رہا مگر حملہ آور تاتاری کیونکہ زیادہ تھے لہذا ان کے حملوں کے باعث شہاب الدین کے گہرے گھاؤ بھی آئے تھے۔

اس کے بعد شہاب الدین اپنے گھوڑے کو ایز لگاتے ہوئے سخت زخمی ہونے کے باوجود تاتاریوں کے اندر موت کا کھیل کھیلنے لگا تھا اتنی دیر تک تاتاریوں کے لشکر کے اندر کھلی خان کے مارے جانے کی خبر بھی پھیل گئی تھی۔

کھلی خان کے لشکری پہلے ہی تین طرف حملوں کے باعث ایک پیمانے کے عالم میں چلا تھے بعد میں جب پشت کی طرف سے بھی ان پر حملہ ہو گیا اور ان کے اندر فالتو گھوڑے بھی گھس آئے تب ان کی ساری کارکردگی ہی ختم ہو کر رہ گئی اور پھر چاروں طرف سے مسلمانوں نے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا اس کے باوجود وہ کھلی خان کے اہمارے پر میدان جنگ میں جھے رہے تھے اب جبکہ کھلی خان کے مرنے کی خبر ان کے اندر پھیلی تو تاتاری سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے سلطان نے اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ اس خنخوار انداز میں ان کا تعاقب کیا کہ تاتاریوں کے بھاگنے والے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا اب تک کسی سالار یا لشکری کو یہ خبر نہ ہوئی تھی کہ شہاب الدین بری طرح زخمی ہے نہ ہی اس نے کسی کو اس کا احساس ہونے دیا تھا جب دشمن کا تعاقب کیا گیا تب بھی اس نے اس تعاقب میں سرگرمی میں حصہ لیا یہاں تک کہ جب تعاقب ختم ہوا تب شہاب الدین اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا۔

اس موقع پر جن لشکریوں نے اسے گھوڑے سے گرتے ہوئے دیکھا تھا وہ بڑی بے چینی اور بے تابی سے اس کی طرف لپکے اسے سنبھال دینے لگے۔ شہاب الدین کا لباس خون سے تر تھا جسم پر ان گنت زخم تھے اور وہ جسمانی طور پر ناتوانی کا اظہار کرتے ہوئے بڑھال ہو رہا تھا۔ شہاب الدین کے اس طرح گرے ر خبر لشکر میں پھیلنے لگی یہاں تک کہ ایک طرف سے منصور ترکی اپنے گھوڑے کو سر پٹ

سلطان مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس موقع پر ہلکا سا تسیم شہاب الدین کے لبوں پر نمودار ہوا پھر اس نے تحیف اور کمزوری آواز میں سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا شروع کیا۔

سلطان محترم میں نے ترکستان کے حکمران کشفی خان کا خاتمہ کر دیا ہے اب ان کی طرف سے کوئی اور کشفی خان وحشی تماشے دکھانے ہماری دھرتی کو میلانا ہمارے معاشرے کو خون آلود کرنے کے لیے نہیں اٹھے گا اب کوئی ایسا کشفی خان ہمارے سامنے نہیں آئے گا جو بے ضمیر انسانوں کے آہوں میں ہماری تہذیب کے شہر سہار کرے ہمارے ستاروں کی درخشانی کو مائل کر کے رکھے۔

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین کی آواز بالکل مائل اور نجف سی ہو گئی تھی اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سلطان کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں سلطان بری طرح ہونٹ کاٹ رہا تھا اور سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے جس قدر سالار اور لشکری وہاں کھڑے ہوئے تھے وہ زار و قطار رونے لگے تھے اس موقع پر سلطان نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے شہاب الدین کو مخاطب کیا۔

میرے عزیز بیٹے ہمت کر تو تو دوسروں کا حوصلہ بڑھانے والا تھا طیب تیرے دشمنوں کی مرہم پٹی کرتا ہے تو ٹھیک ہو جائے گا۔

سلطان جب خاموش ہوا تب بڑی ناتواپی میں شہاب الدین نے صرف دو ایک پارٹھی میں گردن ہلائی اس کے بعد دھجکے ہمارے اعزاز میں اس کی آواز سنائی دی تھی۔ سلطان محترم زرد رتوں کے ہونے میرے سامنے دھس کرنے لگے ہیں قضا کے لکڑاں رنگ میری ہستی کو ریزہ ریزہ میری روح اور جسم کے حصار کو توڑنے لگے ہیں موت مجھے ایک دوسرے مگر کی طرف ہمارے ہی میری متاع جان کا اٹھا لٹنے والا ہے سلطان محترم میری زندگی کی کہانی میری زیست کی داستان ختم ہوئی۔

شہاب الدین کے ان الفاظ پر ارد گرد کھڑے سالار اور لشکری بری طرح رونے لگے تھے سلطان نے اپنی آنکھیں خشک کیں تھوڑی دیر تک عجیب سے اعزاز میں شہاب الدین کی طرف دیکھا رہا کچھ کہنا چاہتا تھا کہ شہاب الدین کی آواز پہلے سے بھی زیادہ مہم اور نجف سی ہو کر سنائی دی۔

سلطان محترم میری دو بیویاں اور دو بیٹے ہیں آپ جانتے ہیں کہ میرا کوئی

بھائی بند میرا کوئی عزیز واقارب باپ رشتہ دار نہیں ہے میری آپ سے گزارش ہے کہ وقت کی بے ثباتی اور دکھ کے سمندر میں ان چاروں کو کرب کی صدیوں کی کہانی عداویوں کا قصہ سزاؤں کی داستان اور بدترین نظریہ کا نوحہ نہ بننے دیتے گا میری آپ سے التماس ہے کہ میرے بعد ان کے غموں کا عداوہ پیٹے گا اگر ہو سکے تو میرے بچوں کی پرورش.....

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین رک گیا تھا اس کی آنکھوں سے چند آنسو بہہ نکلے تھے اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سلطان اس پر جھکا اس کی پیشانی پر طویل بوسہ دیا اس کے بعد دکھ بھرے اعزاز میں سلطان کہہ رہا تھا۔

میرے بچے میری خداوندہ قدوس سے دعا ہے کہ وہ تمہیں تندرست کر دے اپنی بیویوں اپنے بچوں سے متعلق فکر مند نہ ہوتا وہ میرے خاندان کا ایک حصہ ہیں تمہارے بچوں کی پرورش میرے بچوں کی طرح ہو گی تمہاری بیویاں قصر کے افراد کی طرح آسودہ اور خوش حال رہیں گی پر میرے بیٹے تم ایسی باپوں کی باتیں تو کرنے والے نہیں ہو ہمت کرو یہاں تک کہنے کے بعد جب سلطان رکا تب شہاب الدین کی تحیف سی آواز سنائی دی۔

سلطان محترم میں آپ کے اور اپنے دشمنوں سے ٹکرا سکتا ہوں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اپنی سرزمینوں کے تحفظ کا کام سرانجام دے سکتا ہوں پر میں موت کی انعامی چاب کو کیسے روک سکتا ہوں جو مجبور یوں کی چادر اوڑھے اپنے ہاتھوں کو میری طرف دراز کرتی جا رہی ہے سلطان محترم قضا کے ہاتھ میری سعت سے دروازے پر دستک دینے لگے ہیں میرے بدن کے سارے سازوں پر قضا کی مضرب ضرب لگا رہی ہے۔

سلطان محترم.....!

یہاں تک کہتے کہتے شہاب الدین رک گیا تھا اس کی آواز پہلے ہی دھیمی ہوتی جا رہی تھی اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ تھوڑی دیر تک لیے سانس لیتا رہا پھر زیر لب اس نے کچھ پرہا اس کے بعد اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی اور وہ خالق حقیقی سے جا مل گیا تھا۔

شہاب الدین کے مرنے پر سلطان کچھ دیر تک بڑی حسرت سے اس کی

وہاں کرنا چاہتا ہوں۔

سلطان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی بہت سے لشکری بڑی تیزی سے حرکت میں آئے شہاب الدین کی لاش کو اٹھا کر ایک گھوڑے پر رکھ دیا گیا تھا اس گھوڑے پر منصور ہی بیٹھا پھر وہ اپنے پڑاؤ کا رخ کر رہے تھے پڑاؤ میں پہنچنے پر زینبوں کی دیکھ بھال کے بعد سلطان نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا شہاب الدین کی لاش کو بھی میں رکھ دیا گیا تھا کبھی میں منصور ترقی نوادہ تھا تو جس وقت لاش والی بھی لشکر کے آگے آئے اس شاہراہ پر روانہ ہوئی، نوخوار دم کی طرف ہائی تھی تو اچانک لشکر کا ایک مفتی بڑے پرسوز اور جاں نسل آواز میں شہاب الدین کی موت پر فوج کو کہنے لگا جو کچھ وہ کہہ رہا تھا اس کے الفاظ کچھ اس طرح تھے۔

وقت کے سمندر میں تو ہمارے لیے خود مگر پاسان تھن کی گمانوں میں چٹانوں سے ٹکرا جانے والا فن کا پر جوش عزم انسانیت کے خیالباؤں میں دلوں کا اختتام اور تہذیب کی گھانٹوں میں تو ہمارے لیے ہمارے قسم و جان کا شعور تھا ہری صفوں کے اندر تو تقدیر کو مات کر دینے والا نواگر کی جھانک جیسا تھا تو نے اپنے وجدان اپنے عرفان سے ہمیں اٹلا کر پر کھنڈر والے کا ڈھنگ سکھایا۔

یہاں تک کہنے کے بعد وہ گرج خاموش ہو گیا تھا توڑی دیر بعد اس کی روتی ہوئی آواز پھر سنائی دی تھی۔

تیرے بعد ہمارے بدن پارہ پارہ چہرے لبو لبو روح کے جذبے نجد اور دل کے نہاں خانوں میں نفس کی اسیری جیسی کیفیت طاری ہو جائے گی۔

نوحہ گرا اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا تھا آخری الفاظ اس کی ہچکیوں سکبوں میں ڈوب گئے تھے کچھ دیر کے توقف کے بعد اس کی آواز بھر سنائی دی تھی۔

تیرے بعد مردیوں کا دور اذلی التہاب و بدر اضطراب ہمارا مقدر بن جائے گا، غلاء کے پاسرار سنا نے وقت میں وصول بنا کر ہمیں اڑا دیں گے۔

اب نوحہ گری طرح رو رہا تھا الفاظ پر قابو نہ کھ سکا تھا چپ ہو گیا تھا یہاں تک کہ اس کی آواز پھر سنائی دی۔

تو زندہ تھا تو ہمارا ہر طاق روشن ہر برج درخشاں اور تیرے جانے کے بعد دھرتی کے شاداب راستے ہمارے لیے ویران مہتاب کی مرطوب و بخور چلی بے رفتی اور

طرف دیکھتا رہا اس موقع پر سلطان کی آنکھوں میں آنسو اٹھ آئے تھے پھر سلطان نے جبکہ کر شہاب الدین کی پیشانی اس انداز میں چومی جس طرح کوئی بے بس اور لاچار باپ اپنے مرنے والے مجبور بیٹے کی پیشانی پر بوسہ دیتا ہے اس موقع پر سلطان کی آنکھوں سے چند آنسو بھی شہاب الدین کی پیشانی پر گر گئے تھے اور یہ سال وہاں کھڑے سالاروں کے لیے بڑا کرب خیز تھا کئی سالاروں کے رونے کی آوازیں ہچکیاں سکبیاں سنائی دے رہی تھیں سلطان سیدھا ہو کر بیٹھا اپنی آنکھیں اس نے خشک کیں پھر بڑے کرب خیز انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

اے فرزند مہربان موت اور وحشت کے سایوں کے هجوم میں تو نے بڑے بڑے وحشی تمنا سے کھانے والے ظالموں حرمت کا لہو کرنے والے سوراؤں ظلم کی کمین گاہیں سجانے والے ستم گروں کو اپنے سامنے کیا خوب زور کیا اگر تو زندہ رہتا تو ہزاروں کشمکشیں خاں بھی میرے سامنے آجاتے تو میں انہیں اس طرح مار بھگتا جا جس طرح کوئی توانا چوپان اپنے ریوڑ پر حملہ آور ہونے والے بھڑیلوں کو مار بھگتا ہے۔

عینے تو اپنے بعد ہمارے لیے سینوں کا الم، آنکھوں کی روانی زخم خوردہ تصورات سوختہ فکر کی راکھ چھوٹے جا رہا ہے تو میرے لیے ریاضت کا خلوص حصول کی اڑان، بے کراں جرأت اور شجاعت، در کوکب شب تاب تھا اگر میرا خدا مجھے مہلت دیتا کہ میں اس دنیا میں کوئی چیز مانگتا تو اے فرزند مہربان میں خداوند قدوس سے تیری زندگی کی بیک مانگتا۔

اس سے آگے سلطان کچھ نہ کہہ سکا اس کی آواز اس کے گلے میں دبی دبی ہچکیوں سکبوں میں ڈوب کر رہ گئی تھی اس موقع پر سلطان اپنے آپ پر قابو نہ پاسکا اپنا چہرہ اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان کر لیا پھر وہاں کھڑے رونے والے سب لوگوں کو سلطان کی دبی دبی ہچکیاں سکبیاں سنائی دے رہی تھیں۔

کچھ دیر تک ایسا ہی سال رہا پھر سلطان سنبھلا کھڑا ہوا اور منصور ترقی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

منصور شہاب الدین کی لاش اٹھاؤ اور پڑاؤ کی طرف لے چلو، زینبوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد یہاں قیام نہیں کیا جائے گا شہاب الدین کی لاش کو بھی میں ڈالنے کے بعد فی الفور ازدم کا رخ کیا جائے گا میں شہاب الدین کی چیمبر و بھینیں

تاریخ کے نامور مصنف اسلم راہی

ایم اے



نحو بصورت تحفہ

جسمیں حضرت آدم علیہ السلام
سے لے کر فاطمہ الانبیا حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تک دنیا کی مکمل تاریخ پیش کی
گئی ہے۔

آپ کی ذاتی لائبریری کیلئے ایک انمول اور مستند اضافہ
جس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔
نحو بصورت سرورق، بہترین کتابت و طباعت
پانچ ہزار صفحات پر مشتمل،

مکمل سیٹ سات جلدوں میں دستیاب ہے اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں!

— ناشی —

مکتبہ القریش، سرکل روڈ، اردو بازار، لاہور۔ ۲

فون: ۷۶۶۸۹۵۸

نمی میں ڈوبی ٹھنڈی ہوائیں لو سے بھی بدتر ہو جائیں گی وقت کی وھول خلا کے پر اسرار
سنائوں اور خیالوں کے معبدوں میں جب تک ہم زندہ رہیں گے فطرت کے جلال
جیسی تیری ہرأت مندی اور شجاعت صفوں کو تپت کر دیئے والی تیری جواں مردی و
ہمت ہماری ذات کا اثاثہ بنی رہے گی۔

اس سے آگے نوحہ کر کچھ نہ کہہ سکا اس لیے کہ وہ اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا
تھابری طرح رو رہا تھا اس کے اس طرح رونے پر لشکر کے اندر ہچکیاں اور سسکیاں
سنائی دے رہی تھیں جبکہ شہاب الدین کی لاش والی جھمی کے پیچھے پیچھے لشکر اس شاہراہ
پر گامزن تھا جو دریائے آمو کو پار کر کے خوارزم کی طرف جاتی تھی۔

(ختم شد)



ایک تاریخ..... ایک ناول

ایلیکا

صاحب طرز ادیب جناب
اسلم راسی المے کا شاہکار ناول

جس میں حضرت آدم سے لے کر نبی کریم ﷺ تک دنیا کی تاریخ پیش کی گئی ہے

ہزار سائز، سفید کاغذ، مضبوط جلد، پانچ ہزار سے زائد صفحات

حصہ سوم 450-00

حصہ دوم 350-00

حصہ اول 450-00

حصہ ششم 450-00

حصہ پنجم 500-00

حصہ چہارم 450-00

حصہ ہفتم 500-00

مکمل سیٹ 7 جلدیں - 3150/- روپے

صاحب طرز ادیب جناب قمر اجٹالوی کا ایوارڈ یافتہ سفر نامہ



دھرتی کا سفر قمری

ایک مہمانی سفری
لرزہ خیز داستان

انسانی تاریخ و آثار کے پس منظر میں ایک ہولناک سرگزشت۔ 1200 صفحات کے
دو حصوں پر مشتمل باپ بیٹے کے سفر کی رومان آفرین، تھرا انگیز، سنسنی خیز اور دلوں پر
لرزہ طاری کر دینے والی تحریر۔ قیمت 450/- روپے

آج سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پرانی تاریخ..... دیوتاؤں کے شہر بابل کی کہانی



چاہ بابل قمری
35 سال کی غول نے سرج کے بعد تھریکا
صاحب طرز ادیب جناب قمری اجٹالوی نے

دنیا کی سب سے بڑی داستان محبت، جو ایک سراپا جمال عورت اور ایک سراپا عشق کو جوان
کے ٹکراؤ سے پیدا ہوئی۔ 800 صفحات قیمت 500/- روپے



ایک عظیم ناول... ایک عظیم تاریخ

فاتح بیت المقدس

سلطان صلاح الدین ایوبی

الماس ایم۔ اے کے قلم سے..... اردو زبان کا سب سے زیادہ ضخیم،
دلچسپ، معلوماتی و اسلامی ناول۔

900 صفحات قیمت 550/- روپے

مکتبہ القریش، قدانی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7352835-7231595

بختِ نصر



اسلم راہی ایم اے